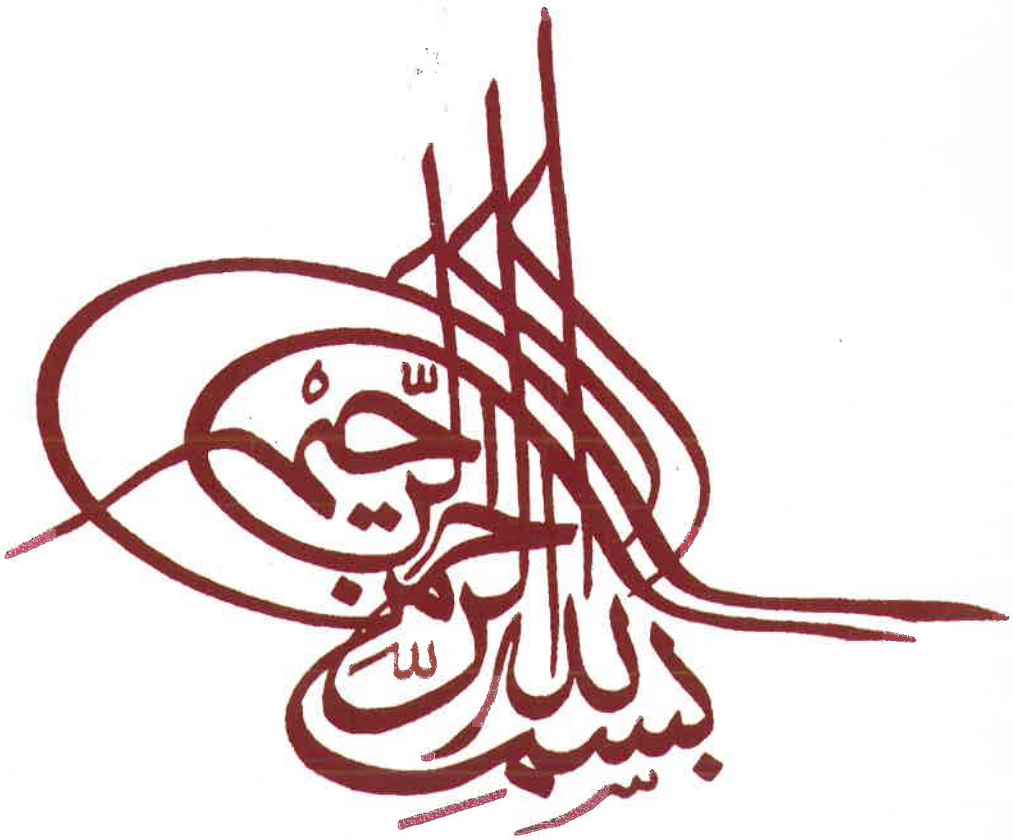
لاہور اور فنِ خطاطی



تالیف: ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ


بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

إقرأ باسم ربك الذي خلق

خلق الإنسان من علق

اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم

سورة العلق ١٣٦

القرآن الحكيم

علم الإنسان ما لم يعلم



لاہور اور فرنگ اطلی

تالیف

ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ

علم و عرفان پبلشرز 34- اردو بازار، لاہور

744.43
BHU
A=8628

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

NOT TO BE ISSUE

نام کتاب ——— لاہور اور فن خطاطی

مصنف ——— ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ

ناشر ——— گلفراز احمد

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

تاریخ اشاعت ——— دسمبر ۲۰۰۷ء

خطاطی سرورق ——— عبدالرحمٰن

ڈیزائننگ لے آؤٹ ——— شاہد گلزار ۔ فضیل کیانی

قیمت ——— 2500/- روپے

بیرون ملک قیمت ——— $60/- امریکی ڈالر

£30/- پاؤنڈ

آئی۔ایس۔بی۔این۔نمبر ——— 969-8517-00-9

اِنتساب



والدِ گرامی قدر محمد شفیع انور سیالوی کے نام
جنہوں نے ۵۵ برس تک فنِ خطاطی کی آبیاری کی۔

لاہور نامہ

ذوق و شوقِ سفر نے تڑپایا — آب و دانہ مجھے یہاں لایا

جلوہ گاہِ جمال ہے لاہور — مخزنِ ہر کمال ہے لاہور

ہر ہُنر اِس میں جلوہ آرا ہے — شہر لاہور ایک دنیا ہے

شعر، موسیقی، رقص، خطّاطی — فنِّ صورت گری و نقّاشی

ایک دو حُسن ہوں تو بات کروں — کس طرح شرحِ کائنات کروں؟

جوہرِ معدنِ ثقافت ہے! — جلوۂ ایمنِ لطافت ہے!

کیسے جلووں کے درمیان ٹھہرے! — بجلیوں میں نظر کہاں ٹھہرے!

حُسن معراج پر نظر آیا — عشق تھامے ہوئے جگر آیا

ہر نظّارہ نظر کے قابل ہے — یہ محبّت بھرا کوئی دل ہے

عزم جزمِ سفر سے باز آئے

ہر مسافر یہیں ٹھہر جائے!

آغا صادق

فہرست مندرجات

تعارف تحقیق ---------- 9
حرف آغاز ---------- 11

■ باب اول اسلامی خطاطی ---------- 17
خط اسلامی کے تین نظریات نظریہ توقیف، نظریہ حمیری، نظریہ سریانی ---------- 19
اہمیت خطاطی ---------- 22
اقسام خطاطی ---------- 24
خط کوفی ---------- 30
خط محقق وریحان ---------- 34
خط ثلث ---------- 35
خط نسخ۔توقیع ---------- 44
خط رقاع۔غبار ---------- 45
خط مسلسل شقعہ۔تعلیق ---------- 46
خط شکستہ ---------- 47
خط شفیعہ۔مغربی۔بہار ---------- 48
خط نستعلیق ---------- 49
حواشی وتعلیقات ---------- 52

■ باب دوم لاہور کی خطاطی پر اسلامی ممالک کے اثرات ---------- 55
زمانی اور مکانی لحاظ سے اسلامی دنیا کی تقسیم ---------- 62
سلجوقی اثرات ---------- 64
خطاطی افریقہ واندلس میں ---------- 65
عثمانی۔ایلخانی۔غزنوی ---------- 66
برصغیر میں ممالیک ---------- 67
خطاطی عراق میں ---------- 83
وسط ایشیائی اثرات ---------- 88
ایران میں خطاطی ---------- 89
داخلی اثرات ---------- 94
حواشی وتعلیقات ---------- 97

■ باب سوم خطاطان قرآن ---------- 99
خلافت راشدہ میں قرآنی خطاطی ---------- 103
بنوامیہ اور بنوعباس کے عہد میں قرآنی خطاطی ---------- 105
برصغیر میں قرآنی خطاطی کے مختلف ادوار ---------- 109
لاہور کے قرآنی خطاط ---------- 115
حواشی وتعلیقات ---------- 141

■ باب چہارم لاہور میں خطاطی سکھانے کے مدارس ---------- 145
برصغیر میں اسلامی خطاطی سکھانے کے مراکز ---------- 151
لاہور میں خطاطی کے اولین مدارس ---------- 152

ایبک اور التمش دور میں خطاطی کے مراکز ---- 153
خطاطی کے مراکز مغلیہ دور میں ---- 154
اکبری عہد میں لاہور میں خطاطی کے مراکز ---- 155
جہانگیری دور کے خطاط ---- 158
عبدالرشید دیلمی اور اس کا مدرسہ ---- 160
لاہور میں خطاطی بعہد اورنگ زیب عالم گیر ---- 164
لاہور سکول ---- 165
حواشی وتعلیقات ---- 212

■ باب پنجم خطابات یافتہ خطاط ---- 217
الف تا ی ---- 219-256
حواشی وتعلیقات ---- 257
خطابات یافتہ خوشنویس ضمیمہ ج ---- 261

■ باب ششم اخباری خطاط ---- 263
اخبار نویسی کا آغاز ---- 265
لتھو کا دور لاہور میں اخبار نویسی ---- 266
جدید اردو صحافت کا آغاز ---- 268
لاہور میں صحافت ۱۹۰۱ سے ۱۹۲۰ء تک ---- 269
اردو اخبار و دیگر اخبارات ---- 270
لاہور میں ہندوؤں اور سکھوں کے اخبارات ---- 274
خوشنویس یونین کا قیام ---- 275
قیام پاکستان کے بعد لاہور میں صحافت ---- 277
وائنڈ اپ آف فسٹ طریق طباعت ---- 278
حواشی تعلیقات ---- 314

■ باب ہفتم کتابہ نویسی ---- 317
کوفی آمیز ثلث ---- 321
دیواری خطاطی ---- 325
علاقائی اثرات ---- 327
ثلث خط کی لاہور آمد ---- 328
کتبات کا مطالعہ ---- 329
لاہور میں کتبات۔ مساجد ---- 340
قلعے ---- 351
باغات کے کتبے ---- 353
مینار پاکستان۔ سمٹ مینار ---- 356
جاوید منزل۔ ایوان اقبال ---- 359
کتبات قبور ---- 361
کتابہ نویس ---- 382
حواشی تعلیقات ---- 384

اختتامیہ ---- 389
کتابیات ---- 395

تعارف تحقیق

میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ میں ایسی کتاب کے بارے میں لکھ رہا ہوں جس میں اصل تحقیق تو ۱۱۹۴ صفحات پر محیط ہے اور اس کے ابواب میں اسلامی خطاطی اور اس کی اقسام خطاطان قرآن، خطابات یافتہ خطاطین، اخباری خطاط، تاریخ لاہور خطاطی کے حوالہ سے ،لاہور کی تاریخی عمارتوں پر خطاطی، خطاطی پر کمپیوٹر کے اثرات پر بحث کی گئی ہے۔

لاہوری خطاطوں پر عالم اسلام کے اثرات جیسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس کتاب کا ہر باب راہ تحقیق کے نت نئے موضوعات سجھاتا ہے اور اس کے ہر باب پر پی ایچ ڈی ہو سکتی ہے۔ اس کے حواشی و تعلیقات کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت عرق ریزی سے نادر کتب سے استفادہ کیا ہے۔

دراصل لاہور میں اسلامی علوم وفنون کا احیاء سلطان محمود غزنوی کے دور سے ہوا قبل ازیں ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے بعد کوفی رسم الخط کی متعدد اقسام پاکستان میں متعارف ہو چکی تھیں منصورہ سے ملنے والے کوفی قرآن کے نمونے اور بھنبھور سے ملنے والے ۱۴ کتبات اس بات کے غماز ہیں کہ خط کوفی سندھ باب الاسلام سے پاکستان میں داخل ہوا جبکہ خط ثلث محمود غزنوی کے ہمراہ لاہور میں روشناس ہوا۔ لاہور شہر جہاں دیگر علوم وفنون کا مرکز رہا ہے وہاں خطاطی کی کوئی ایسی مروج شکل نہیں جو یہاں مستعمل نہ رہی ہو اور یہاں کے معروف خطاطین نے پورے ہندوستان میں اسلامی خطاطی کے احیا اور فروغ کے لئے قابل قدر کام کیا دہلی، لکھنو اور دکن سکول لاہور کے خوشنویسوں کے مرہون منت رہے اور آج بھی ہیں بالخصوص پچھلے صد سالہ دور میں پورے ہندوستان میں اتنے روزنامے اور ماہنامے نہیں نکلتے ہوں گے جتنے لاہور سے شائع ہوتے تھے ان روزناموں میں خوشنویسوں کے قلموں کی موشگافیاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بڑے اخبار اچھے خوشنویسوں کو اپنے ادارے میں پرکشش مشاہرے پر ملازم رکھتے۔

اس کتاب کے ذریعے خطاطی کے فروغ میں لاہور کا حصہ متعین ہو سکے گا۔ لاہور میں خطاطی کی نشاۃ ثانیہ شاہ جہاں کے زمانہ میں استاد عبدالرشید دیلمی سے شروع ہوتی ہے جسے محمد افضل لاہوری نے خوب مشق بہم پہنچا کر وہی عروج حاصل کیا جو رشید دیلمی کو حاصل رہا بعد میں امام ویردی نے مستقل مشق سے انتہائی عروج حاصل کیا جس کے قلم کو لاہور کے خطاطوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا منشی عبدالغنی نقو کاتب ،حاجی دین محمد، سید احمد ایمن آبادی، عبدالمجید پروین رقم اور تاج الدین زرین رقم، محمد صدیق الماس رقم، محمد شفیع انور سیالوی، حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور سید انور حسین نفیس رقم ایسے خطاط ہیں جن میں سے ہر ایک پر انفرادی مقالہ تحریر کیا جا سکتا ہے۔ پروین رقم نے امام ویردی کے خط کے مطالعہ کے بعد اتنی مشق بہم پہنچائی اور اجتہادی اضافے کر کے لاہور شہر میں ایک ایسی طرز کی بنیاد رکھی جس نے عالم اسلام میں بے پناہ پذیرائی حاصل کی۔

اگرچہ پنجاب پر دیگر کتب کئی منفرد انداز سے شائع ہوتی رہی ہیں مگر فنون کے حوالے سے خطاطی اور تاریخ خطاطی نظر انداز ہوتے رہے بیسویں صدی کی آخری دہائی میں کمپیوٹر کی ایجاد اور نوری نستعلیق کے فونٹ شاہکار اور ''ان پیج'' کی آمد سے اخباری صنعت میں ایک انقلاب آ گیا جس کی وجہ سے جہاں متعدد خوشنویس بے روزگار ہوئے تو دوسری طرف اعلے خطاطوں کے کام کی مانگ میں اضافہ ہو گیا۔ اس طرح بعض خطاطوں نے اپنی بقا کی خاطر حد درجہ محنت کر کے اپنے آپ کو استادی کے مرتبہ پر فائز کر لیا آج لاہور میں محمد علی زاہد، واجد محمود یاقوت رقم، عبدالرحمان، احمد علی بھٹہ، خالد جاوید یوسفی، خورشید عالم گوہر قلم اور متعدد دوسرے خطاط اپنی قلموں سے حروف کو باغ و بہار بنانے میں مصروف ہیں۔ کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد فن خطاطی کی تاریخ مرتب کرنا انتہائی ضروری تھا یہ کتاب نہ صرف فن

خطاطی کی تاریخ کا احاطہ لاہور شہر کے حوالہ سے کرتی ہے بلکہ محمود غزنوی سے لے کر ۲۰۰۰ء تک کے خطاطوں کے نمونوں سے آراستہ ہے جن کو دیکھ کر روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ آنکھوں کو ٹھنڈک میسر ہوتی ہے اور فن خطاطی کے مختلف ادوار میں مروج رسم الخطوط میں تبدیلیوں کا بہتر اندازہ ہوتا ہے کتاب کی ڈیزائننگ اور رنگین طباعت کے لحاظ سے پبلشر گلفراز احمد مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے اسے کثیر سرمایہ سے شائع کر کے ایک منفرد دستاویز کی صورت میں شائقین خط کے مطالعہ کے لئے پیش کیا۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب پنجاب کے شہر لاہور کی فن خطاطی کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی اور شائقین خط ذوق وشوق سے اسے حاصل کر کے نہ صرف اپنے علمی شوق کی تسکین کریں گے بلکہ اپنے کتب خانوں کی زینت بنائیں گے۔

سلیم الحق
ڈائریکٹر جنرل آثار قدیمہ پاکستان

حرفِ آغاز

ایک دو ہوں ہنر تو بات کروں
کس طرح شرح کائنات کروں

مسلمانوں نے علوم وفنون کی ترقی واشاعت کے لئے جو گراں بہا خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ عالم کا ایک روشن باب ہیں ان کے ذوق جمیل اور نفاست مزاج کا ایک مظہر اسلامی فن خطاطی بھی ہے ایک عرصے تک خوشخط ہونا بھی تعلیم یافتہ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا اگر چہ آج زمانہ کی تیز رفتاری نے ہمیں اس تصور سے دور کر دیا ہے لیکن خطاطی کا فن کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد صرف سر برآوردہ خطاطوں تک محدود رہ گیا اب بھی ہمارے ہاں بلند مرتبہ خطاط موجود ہیں جن کے پاس آموزگان خطاطی زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں اور ترقی طباعت کے ساتھ ساتھ فن کے نمو کی آبیاری کر رہے ہیں ان میں اساتذۂ فن کی زیادہ تر تعداد پنجاب سے وابستہ ہے جو بسلسلہ روزگار لاہور میں موجود رہے۔

محمود غزنوی کی فتح لاہور سے اب تک یہ خطہ علوم وفنون کی آماجگاہ رہا ہے یہ شہر جہاں اپنے دامن میں تاریخی عمارات کے گوہر سمیٹے ہوئے ہے۔ وہاں اس شہر نے سعد سلمان مسعود، الفرج رونی، راجہ ٹوڈرمل، شاہ جہاں، شہر یار، مرزا سلیمان، راجہ بھگوان داس، قطب الدین، مرزا عبدالرحیم خانخاناں، مہدی قاسم خان، سکندر خان، حسین خان، خسرو، شیخ فرید، فرحت خان، خواجہ شمس الدین، حسن بیگ، شیخ مبارک، مرزا لاہوری، میر مراد، نور جہاں۔ آصف خان، علی دوست خان، مولانا حسام الدین، شیخ موسیٰ، شیخ یوسف، شیخ داؤد، مولانا محمد، شیخ احمد مولانا عبدالسلام، مولانا اسحاق، میر نوراللہ مولانا جمال، مولانا اسماعیل، شیخ منور، عرفی شیرازی، ابوالبرکات منیر لاہوری، قاسم ارسلان، غزنین خان، قاضی ابوالحسن شیرازی، اور سالار ارایاق، احمد نیالتگین تلک جیسے مشاہیر پیدا کئے عالم اسلام کے اکثر و بیشتر مفکرین جو لاہور سے گزرے انہوں نے یہاں رہنے کو ترجیح دی بقول آغا صادق

عزم جزم سفر سے باز آئے ہر مسافر یہیں ٹھہر جائے

مولانا احمد علی لاہوری کے مطابق

''اے اہل لاہور اگر میں تمہیں بتادوں کہ کتنے اولیائے کرام یہاں آسودہ خاک ہیں تو تمھارا چلنا پھرنا رک جائے''

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مطابق

''اے خطہ لاہور تجھ سے نورانی شعاعیں اٹھ اٹھ کر بلا دھند کو منور کر رہی ہیں''

ملکہ نور جہاں لاہور کی تعریف میں کہتی ہیں

لاہور بجان برابر خریدہ ایم جان دادہ ایم و جنت دیگر خریدہ ایم

جبکہ جہانگیر کی اس شہر میں دفن ہونے کی خواہش کا احترام کیا گیا جہانگیر کے درباری شاعر طالب آملی کے مطابق

''سکندر گو کہ عمر خضر باید زآب ہمچو شہد ناب لاہور''

لاہور کی اہمیت ہر دور میں اپنی جگہ مسلم رہی۔ فاتح ہوں یا مقامی انہوں نے اس شہر کی واضح اہمیت کے لحاظ سے اسے ایک نمایاں مقام دیا ہے اور اسے اپنا مسکن ٹھہرایا جس کے نتیجہ میں یہاں اہل علم وفن مجتمع ہوتے اور یہاں علوم وفنون کے چشمے جاری ہوئے جن کے تاریخی مطالعہ سے اس شہر کی علم و ہنر سے وابستگی و وارفتگی کا پتہ چلتا ہے قیام پاکستان کے بعد بالخصوص یہاں سے دیگر فنون کے علاوہ فن خطاطی کے وہ چشمے پھوٹے جو آج بھی عالم اسلام میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

۱۹۴۸ء میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح جب گورنر جنرل کی حیثیت سے پشاور تشریف لے گئے تو پاکستان خوش نویس یونین نے سپاسنامہ کے ساتھ ساتھ ایک مرصع شیشہ پیش کیا جو آجکل مزار قائد سے ملحق میوزیم کی زینت ہے مرصع شیشہ پشاور کے مشہور خوشنویس ایم ایم شریف آرٹسٹ کے کمال فن کا نمونہ ہے جس کی داد قائداعظم نے ان الفاظ میں دی

''اس فن کی ترقی اور تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی''

یوں تو لاہور کی تاریخ مختلف انداز میں مختلف ادوار میں کسی نہ کسی پیرائے ہیں شائع ہوتی رہی مگر زیر نظر کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ جو اس وقت شائع ہو رہی جب فن خطاطی تاریخ کا حصہ بن چکا ہے اور کمپیوٹر کی آمد سے اس فن جمیل پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کی وجہ سے فن خطاطی کی تاریخ کو محفوظ کیا جانا از بس کہ ضروری تھا۔ اس کتاب میں ایسے تمام خطاطین کا حوالہ ملتا ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح عروس البلاد لاہور سے رہا ہے موضوعاتی اعتبار سے مواد کافی میسر تھا لیکن تاریخی نوعیت ضروری حالات وواقعات پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مگر میں ممنون ہوں جناب حاجی محمد اشرف صاحب اور محمد اختر صاحب (التصویر) جنہوں نے میرے ساتھ عرق ریزی سے اس کی ضخامت کو مزید کم کرنے میں میری مدد فرمائی۔

ممکن ہے میری کم علمی کی وجہ سے اس میں تشنگی رہ گئی ہو مگر مجھے یقین واثق ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ میری اس تحقیق سے مستشرقین کے لئے نئی راہیں متعین ہو سکیں گی میں قبل از اسلام تہذیبوں پر ریسرچ کا مخالف ہرگز نہیں لیکن اس سے بھی اہم ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی دنیا کو اسلامی خطاطی کے تشنہ پہلو سمجھائے جائیں تاکہ اسلامی فنون وثقافت کو اس کا اہم مقام دلایا جائے۔

اسلامی فنون کی روحانیت، چاشنی اس بات کی متقاضی ہے کہ انہیں ہر پہلو سے دیکھا جائے اور سمجھا جائے اس خیال کے پیش نظر ہم نے پنجاب کا انتخاب اور پھر پنجاب میں لاہور شہر کا انتخاب کیا اور مجھے اتنا مواد میسر آیا جس سے اس سلسلے کے کئی دفتر مرتب ہو سکتے ہیں۔ تحقیق کا عمل ایک مسلسل عمل ہے جو تا ابد جاری رہے گا۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جس کام پر قلم اٹھایا گیا اس کی موجودہ دور میں اشد ضرورت تھی کیونکہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک کی دہائی میں اخبارات میں کمپوٹر کی آمد سے ۸۰ فیصد خوشنویسوں اور خطاطوں نے مختلف پیشے اپنا لیے اور یہ کتاب ان خوشنویسوں کے کارہائے نمایاں کے لئے واحد خراج تحسین ہے

میں اپنے رفقاء کار اور استاد مکرم جناب ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار جنہوں نے اس خاکسار کو قلم پکڑنے کا طریقہ سکھایا اور قرطاس کی پہچان کرائی دوسرے جناب حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم جن سے میں نے باقاعدہ خطاطی سیکھی اور جناب سید انور حسین نفیس رقم اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم کے قدموں میں بیٹھ کر تاریخ خطاطی کے انمول موتی سمیٹے۔ میں محترم صلاح الدین صاحب، جناب مشتاق چوہدری المعروف ایم ایم سیاں، جناب سراج صاحب جناب سلیم الحق ڈائریکٹر آثار قدیمہ شمالی حلقہ، جناب اطہر طاہر صاحب (ممبر بورڈ آف ریونیو) جناب ڈاکٹر وحید قریشی، جناب ڈاکٹر شوکت محمود، جناب رفیق ڈوگر، جناب اویس اعظم چوہدری، جناب پروفیسر محمد اسلم مرحوم چیئرمین شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی جناب محمود احمد مرحوم لائبریرین لاہور عجائب گھر ملک امانت علی لائبریرین شاہی قلعہ اور جناب محمد اصغر سابق ڈپٹی ڈائریکٹر امریکن سنٹر لائبریری جناب خالد جاوید صاحب، جناب عبدالرزاق صاحب (میسرز اللہ مالک بلڈنگ لاہور) جناب ملک مقصود صاحب، جناب عبدالعظیم صاحب (ڈپٹی ڈائریکٹر آثار قدیمہ لاہور)، جناب محمد اسحاق صاحب (سیکشن آفیسر وزارت ثقافت پاکستان)، جناب ظہور کاظمی صاحب جنہوں نے نادر تصاویر اور امام ویردی کی اصل تصویر کا خاکہ مہیا کیا۔ جناب شہباز خان صاحب، طالب حسین صاحب، جناب طارق مسعود صاحب، جناب احمد نبی خان صاحب، ہندوستان میں پروفیسر ڈاکٹر سری واستوا جنہوں نے کام کی اہمیت اور اس کی افادیت کے پیش نظر ڈگری ایوارڈ ہونے سے قبل ہی مجھے ڈاکٹر لکھنا شروع کر دیا تھا۔ جناب آفتاب صاحب فیروز سنز لاہور محمد ارشد مغل صاحب، جناب یونس ڈار صاحب (ڈپٹی ڈائریکٹر وزارت حج کراچی) اور آخر میں اپنے پیارے والد محترم جناب محمد شفیع انور سیالوی مرحوم اور والدہ محترمہ کا بے حد مشکور وممنون ہوں جن کی محبت کے سائے میں اپنی تصنیف کو مکمل کرنے میں کامیاب ہوا اس کتاب کا بیشتر ریکارڈ مجھے میرے والد صاحب کی ذاتی فائلوں سے میسر آیا جو انہوں نے اپنے ۶۰ سالہ فنی کیریئر میں محفوظ کر رکھی تھیں اور والد صاحب کی خواہش تھی کہ وہ یہ کتاب اپنی زندگی میں دیکھ لیتے مگر قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔ میں اپنے بھائیوں محمد علی انور بھٹہ، محمد یوسف بھٹہ اور محمد عثمان بھٹہ، حافظ فیض رسول اور محمد طفیل قریشی صاحب

کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کی سلسلہ میں میری مدد فرمائی یہاں میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں گا اگر میں جناب شریف گلزار صاحب مرحوم کے صاحب زادے جناب شاہد گلزار صاحب کا ذکر نہ کروں جنہوں نے نہایت محنت سے اس کتاب کی ڈیزائننگ کا فریضہ انجام دیا۔ آخر میں اپنے بچوں محمد بلال اقبال، مصطفیٰ کمال، حرا اقبال کا مشکور ہوں جن کی دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔ میں جناب گلفراز احمد اور محمد اسحاق بھٹی صاحب کا بے حد ممنوں ہوں کہ انہوں نے اس کام کی اشاعت کو نہ صرف ممکن بنایا بلکہ نہایت صبر اور ہمت سے میری ہر طرح حوصلہ افزائی کی۔

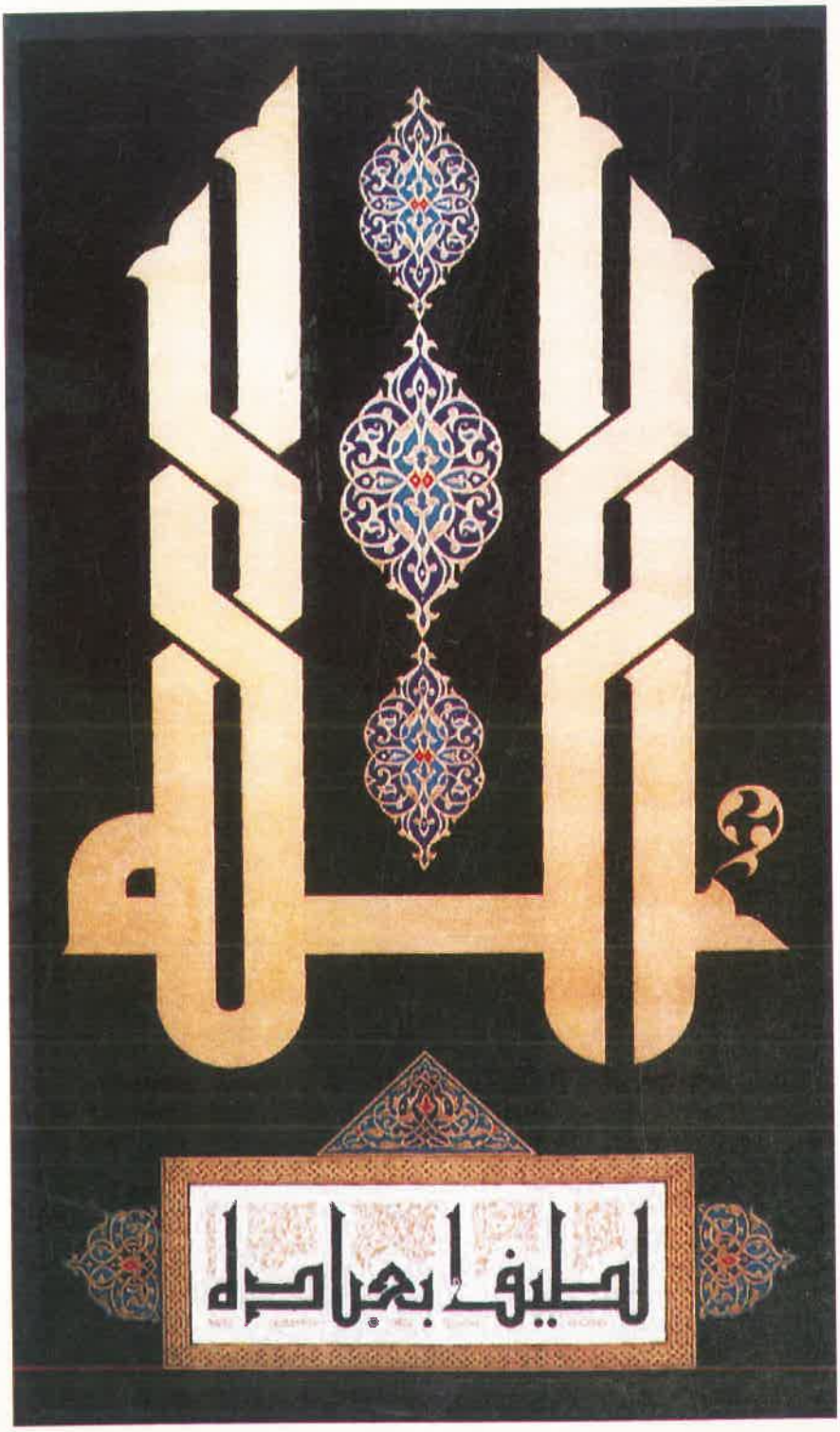
ان کے علاوہ جناب محمود حسن رومی پرنسپل نقش سکول آف آرٹس، ڈاکٹر شائستہ نزہت ڈائریکٹر پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگویج آرٹ اینڈ کلچر لاہور، چوہدری گلزار محمد ایڈووکیٹ اور جناب مسٹر جسٹس ایس جواد خواجہ جج لاہور ہائی کورٹ مس لبنیٰ ظہیر پروڈیوسر (وقت ٹیلی ویژن لاہور) کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائی۔

فن خطاطی کے ضمن میں جو بھی تذکرہ ہائے خطاطی ملتے ہیں وہ عموماً عالم اسلام کے خطاطوں پر محیط ہیں جبکہ اس کاوش کا مقصد صرف اور صرف لاہور شہر کی اہمیت کو خطاطی کے حوالے سے اجاگر کرنا ہے۔ مہیا تذکرہ جات صرف ۱۲۷۴ء سے ۱۸۵۷ء تک کے ملتے ہیں مگر خطاطی کا گزشتہ صد سالہ دور جو ۱۸۸۰ء سے ۱۹۸۰ء تک محیط ہے بہت تابناک رہا جو ہمیشہ سے مورخین خط کے لئے اہم رہا ہے جس کے بارے معروف مستشرق ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے بھی توجہ دلائی ہے۔

''لاہور ایک شہر ہے جہاں خطاطی کے چشمے پھوٹ رہے ہیں اور یہ یہاں سے نکلنے والے روزناموں کی وجہ سے بھی ہے''

اس طرح پہلی بار لاہور کے خطاطوں کی امتیازی خصوصیات اور ان کی فنی زندگی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے امید ہیں کہ اس کوشش کو بارآور کیا جائے گا۔

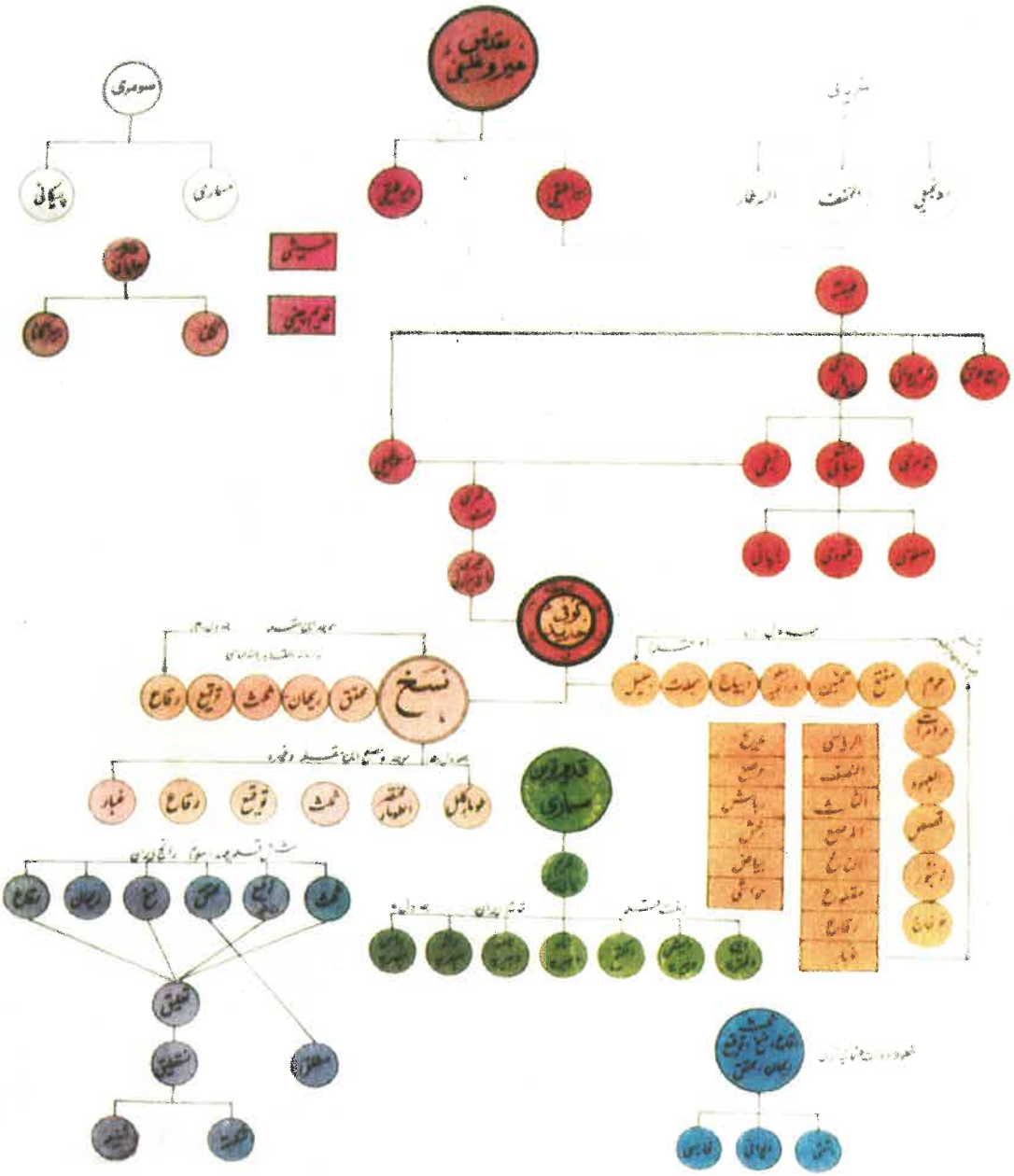
ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ
۱۱ ستمبر ۲۰۰۷ء


لطيف بحرادة

باب اوّل

اسلامی خطّاطی

شجرۂ خطوط



ابتدائے آفرینش سے انسان نے اپنے جذبات کے اظہار اور خیالات کے ابلاغ کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے۔ سب سے پہلے انسان نے اشاروں سے جذبات کا اظہار کیا، دوسرے مرحلے میں جانوروں کی بولیاں بول کر اپنا مقصد بیان کرنے کی کوشش کی، بعدازاں اس نے ابلاغ کے ذریعے اپنی سمجھ کے مطابق مخصوص نشانات مقرر کیے۔ انسان کی پہلی تحریر بڑی سادہ تھی، شروع میں تصویروں سے کچھ تصورات مخصوص کیے گئے، پھر تصویر کو نام دے دیا گیا اور پیغام رسانی کے لیے تصویری خاکے ایجاد ہوئے۔(۱) خوشنویسی، شاعری، مصوری، موسیقی فنون لطیفہ کے زمرے میں آتے ہیں انسائکلو پیڈیا برٹینکا میں خطاطی کی تعریف یوں کی گئی ہے

Calligrapy is writing as an art. The term derives from the Greek words for good or 'beautiful' and for 'writing',or drawing, and refers to what writing masters, called the art of fair writing.(2)

جبکہ انسائیکلوپیڈیا آف آرٹس میں خطاطی کی تحریر کو فن کے انداز میں لکھنے کا نام ہے کیلیگرافی کی اصطلاح یونانی زبان کے دو الفاظ سے مرکب ہے یعنی ''کالوس'' بمعنی ''خوش شکل'' اور گرافوس یعنی ''لکھائی'' یا ''خوبصورت لکھائی کا فن۔''

of all the Visual arts calligraphy (khatt) alone appears to have been regarded as a fine art by the muslims. It is termed a spirtual Geometry.(3)

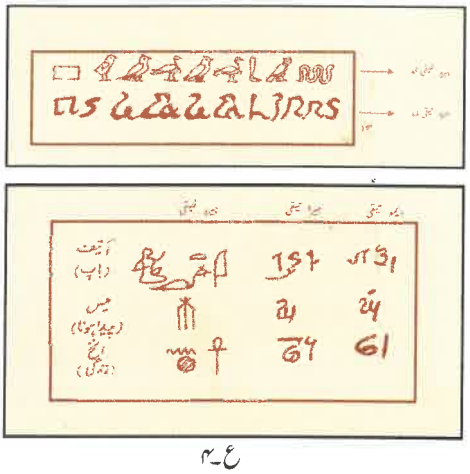
''تمام بصری فنون میں صرف خطاطی کو مسلمانوں نے فنون لطیفہ کا درجہ دیا ہے اس کو روحانی علم ہندسہ بھی کہا جاتا ہے۔''

اسحاق صدیقی کے بقول:

''زبان کے بعد انسان کی سب سے بڑی ایجاد فن تحریر ہے جس پر ہماری تہذیب و شائستگی کا دارومدار ہے بغیر اس مفید فن کے ہم کسی تہذیب کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر انسان نے لکھنا ایجاد نہ کیا ہوتا تو اس کی زندگی آج بھی وحشیوں کی طرح بسر ہوتی۔''(۴)

تحریر کا فن سب سے پہلے دجلہ اور فرات کی وادی میں وضع ہوا (۵) گو فونیفیوں اور مصریوں نے بھی یہ ہنر جلد سیکھ لیا لیکن اولیت بہرحال عراق قدیم کو حاصل ہے۔ یہ انقلابی ایجاد آج سے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سال قبل سومیر کے شہر ارک (Uruk) کے ایک معبد میں ہوئی جو اس وقت عراق کا سب سے ترقی یافتہ خوشحال شہر تھا۔ بعض کے نزدیک رسم الخط کی ابتداء مسیح علیہ السلام سے پندرہ

ہزار برس قبل مصریوں نے اپنے افکار و خیالات کو ظاہر کرنے کے لیے انسانی اور حیوانی اشکال کے لیے جو صورتیں خیالی تھیں ان کے لیے علامات مقرر کر لی گئیں (۶) ورقہ کے ٹیلوں کی کھدائی سے جرمنوں نے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں ایک تختی دریافت کی جس پر تصویری حروف کندہ تھے اس تختی پر بیل کا سر اور کئی قسم کی بھیڑیں بنی ہوئی تھیں، یہ انسان کی پہلی تحریر تھی جو ۳۵۰۰ ق م کے قریب لکھی گئی (۷) اس تصویری تحریر کا مفہوم خاصا واضح تھا مثلاً مرتبان کی شکل فقط مرتبان کی علامت نہیں بلکہ مرتبان میں رکھی ہوئی کسی چیز یعنی گھی تیل وغیرہ کا وزن بھی بتاتی ہے۔ (۸) اس تختی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تختی پر مندر کی املاک کا حساب درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کا فن دراصل مندروں کی معاشی ضروریات کے تحت وجود میں آیا۔ (۹)



ع۔۴

اسی طرح ابتداء میں برتنوں پر بھی نشانات اور تحریریں ملیں۔

Gelb کے مطابق

"Writing began at the time when man learned how to communicate his thoughts and feelings by means of visible signs, understandable not only to himself but also to all other persons more or less initiated in particular system."(10)

''لکھنے کا فن اس وقت شروع ہوا جب آدمی نے اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار ظاہری نشانیوں سے کرنا شروع کیا۔ ایسا طریقہ اظہار نہ صرف وہ خود سمجھ سکتا تھا بلکہ ایک خاص نظام کے اندر دوسرے افراد بھی اسے سمجھ سکتے تھے۔''

کاغذ کی جگہ مختلف رنگ کے پتھر اور قلم کی جگہ تیشہ استعمال ہوا اور اس طرح حالات و واقعات کو ضبط تحریر میں لانے کا آغاز ہوا۔ اظہار محبت کے لیے کبوتر، عداوت کے لیے سانپ، جنگ و جدل کے لیے شیر، صلح و سلامتی کے لیے بکری اور ہرن خوشی اور مسرت کے لیے طنبورا بجاتی ہوئی عورت یا ناچتا ہوا مرد، عیاری اور جاسوسی کے لیے گیدڑ اسی طرح دوسرے معاملات کے لیے دیگر اشکال تجویز کی گئیں۔ (ع۔۴) یورپ والوں نے اس خط کو ہیرو غلیفی (Hiero glyphics) کے نام سے موسوم کیا اور اس کی ترقی یافتہ شکلوں کو ہیروتیقی، دیموتیقی، فونیقی، آرامی، شطرنجی یا سطرنجیلی نبطی کہتے ہیں۔ بعض مورخین کے نزدیک خطاطی کا آغاز اس طرح ہوا۔

"Writing in the broad sense of graphic symbols of specific thoughts probably began with marks impressed by finger-nails upon soft clay to adorn or to identify pottery. There are four great systems of ancient world-writing Egyptian, Sumerian, Hittite and Chinese."(10)

''لکھائی کا فن اپنے وسیع تر معانی میں مخصوص خیالات کو واضح اشاروں میں بیان کرنے کا نام ہے۔ اس کی ابتدا غالباً نرم مٹی کے برتنوں ناخنوں کے دباؤ کے نشان لگانے سے ہوئی۔ اس کا مقصد برتنوں کی سجاوٹ یا پہچان تھا۔ قدیم علم التحریر کے چار نظام ہیں۔ مصری، سمیری، حتی اور چینی۔''

کہا جاتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور عقل کار ساز رہی ہے کہ عقل کی رہنمائی میں مختلف اصوات اشارات و سکنات کا

یہ عطیہ آہستہ آہستہ ایک مدت مدید میں حروف اور حروف سے بامعنی اور مہمل الفاظ کے روپ میں سامنے آنے لگا ابتداء میں یہ تمام الفاظ مفرد تھے، جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو مرکب الفاظ کی باری آئی ان کی بنیاد بھی انہی اصوات کی مرہون منت تھی۔(۱۱) جب انسان اسم کلمہ اور فعل سے ناواقف تھا تو یہی تصویریں یعنی (ہیرو غلیفی خط) اس کے خیال کا پرتو بنیں۔ یہی تصویریں خطاطی کا سنگ بنیاد اور خطاطی ومصوری کا مشترکہ سرمایہ بنیں۔(۱۲) عبدالقیوم کی تحقیق کے مطابق خطاطی کے ارتقاء اور متعلق تین نظریات ہیں۔(۱۳)

(الف) نظریہ توقیف

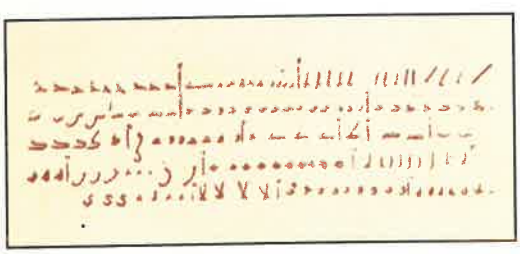
اس نظریے کی رو سے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام زبانوں کی کتابت سکھائی جنہوں نے مختلف زبانوں کی ابجد الگ الگ تختیوں پر لکھ کر اپنی اولاد کے لیے رکھ لی۔ طوفان نوح میں کئی تختیاں گم ہوگئیں جن میں عربی کی تختی بھی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وحی الٰہی کے اشارے سے یہ گمشدہ تختی دریافت کی اور اس طرح عربی خط کا آغاز ہوا۔ عربی زبان کا پہلا کاتب حضرت آدم علیہ السلام اور بعد از طوفان نوحؑ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔(۱۴)

(ب) نظریہ حمیری

اس کی رو سے قبل از اسلام کا حجازی خط قدیم حمیری خط یا خط مسند سے نکلا جو جنوبی عرب بالخصوص یمن کا قدیم ترین خط تھا۔ ممکن ہے کہ یہ خط یمن سے براہ راست حجاز پہنچا ہو، ۲۰۰۶ ق م کے لگ بھگ سبا اور حمیر کے عہد میں جبکہ یمن کی ثقافت پورے عروج پر تھی اور شمالی عرب کے بعض علاقے سیاسی طور پر ان کے زیر اثر تھے اس وقت یہ خط یمن سے حیرہ کے نواحی علاقوں میں پہنچا ہوا اور وہاں سے حجاز میں آیا ہو۔ لیکن اس نظریے کے رد میں بڑی دلیل یہ ہے کہ زمانہ قبل از اسلام کے حجازی خط اور قدیم حمیری خط کے نمونوں میں کوئی مناسبت اور تعلق نظر نہیں آتا۔ ابن خلدون کے مطابق بھی حجاز کے قریشی خط اور یمن کے مسند کے درمیان نمایاں فرق ہے۔

(ج) نظریہ سریانی

علامہ بلاذری نے حجازی خط کی اصل کے بارے میں اسی نظریے کا ذکر کیا ہے کہ شام عرب کے تین آدمیوں نے یہ خط سریانی زبان سے اخذ کر کے ایجاد کیا، پھر انبار اور حیرہ وغیرہ اس خط کے پہلے مرکز بنے اور وہاں سے بشر بن عبدالملک، صاحب دومتہ الجندل یا ابوقیس ابن عبدالمناف کے ذریعے یہ خط حجاز میں آیا۔ اسلام سے صدیوں پہلے عرب کے شمال میں وادی فرات اور جنوب میں یمن تہذیب وثقافت کے مراکز رہے ہیں، چونکہ اس زمانے کے حجازی خط پر نبطی خط کی چھاپ بہت زیادہ ہے اسی لیے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حجاز میں جو خط رائج ہوا وہ اس شمالی نبطی خط کی ایک اہم شکل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دور نبوی ﷺ کے نبطی خط کو حمیری اور انباری خط بھی کہا گیا۔ خود نبطی خط شمالی عرب کے قبائل نے قدیم آرامی سے اخذ کیا اور نبطی حکومت (۱۶۹ تا ۱۰۶ ق م) کے مٹ جانے کے بعد بھی یہ خط شمالی عرب میں رائج تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے دو صدیوں کے درمیان یہ خط حجاز میں اپنی موجودہ صورت میں نمودار ہوا جہاں سے اس کی تاریخ کا اسلامی دور شروع ہوتا ہے۔ حجاز سے جب یہ خط دوسرے علاقوں میں منتقل ہوا تو ابتدا میں اسے حجازی، مکی یا مدنی خط بھی کہا گیا۔(ع۔۵) جہاں تک خط اسلامی کا تعلق ہے اس میں شائستگی کی بنیادی وجہ روحانی بالیدگی ہے۔



ع۔۵

عربی خط کے بارے میں مستشرقین کی رائے ہے۔

"The Arabic Script came to possess a spiritual force difficult

for non muslims to comprehend."(15)

''عربی رسم الخط اپنے اندر ایک ایسی روحانی قوت رکھتا ہے۔جس کا احاطہ کرنا غیر مسلموں کے لئے ذرا مشکل ہی ہوتا ہے۔''

عربی رسم الخط کے بارے میں ایک اور سکالر رقمطراز ہے۔

"The art of Arabic writing is by definition the most Arab of all the plastic arts of Islam. It belongs never the less to the entire Islamic world, and is even considered to be the most noble example of the art. Because it gives visible form to the revealed word of the Quran."(16)

''اگرچہ عربی رسم الخط اسلامی فنون لطیفہ میں سب سے زیادہ عربی النسل ہے۔لیکن پھر بھی بین الاسلامی خواص کا حامل ہے۔اور چونکہ یہ خط قرآنی آیات کو ظاہری شکل وصورت عطا کرتا ہے اس لئے اسے اسلامی فنون میں سب سے زیادہ مقدس خیال کیا جاتا ہے''۔

"If it (Calligraphy) was carried out in a trained and disciplined manner, the very act of writing could produce a beautiful work of art that was also a pious expression of faith."(17)

''اگر خطاطی کو تربیت یافتہ ہاتھ کے ذریعے منضبط انداز میں پیش کیا جائے۔تو نہ صرف یہ ایک خوبصورت فن کے نمونے کے طور پر سامنے آتا ہے بلکہ یہ ہمارے اعتقادات کو بڑے پاک انداز میں پیش کرتا ہے''۔

"The art of calligraphy or beautiful writing was cultivated by the Muhammadans from earliest times and was more esteemed than that of painting."(18)

''خطاطی یا خوش خطی کے فن کی مسلمانوں نے اپنے ابتدائی دور سے ہی پرورش شروع کر دی تھی اور اسے فن مصوری سے زیادہ عزت دی''۔

"The Letter, a magical power of spiritual geometry emanating from the pen of invention."(19)

''لفظ(Letter) کی جادوئی طاقت دراصل ایک ایسی روحانی جیومیٹری کا نام ہے جو قلم کی ایجاد کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے''۔

عباسی خلیفہ ماموں نے اچھے خط سے لکھی ہوئی سرکاری دستاویز دیکھی اور کہا۔

''کیا عجیب قلم ہے کس طرح شاہی شکوہ کو بن رہا ہے اور اطراف دولت کو سجا رہا ہے اعلام خلافت کو کھڑا کر رہا ہے''۔(۲۰)

ماموں کے خطاط احمد بن یوسف (المتوفی ۳۱۳ھ/۹۲۵ء) نے کہا کہ

''باعصمت عورتوں کے رخساروں پر آنسو اتنے خوبصورت دکھائی نہیں دیتے جتنے قلموں کے آنسو کتابوں کے مسودوں پر۔''(۲۱)

معروف خطاط ابراہیم نے کہا:

''جس کی روح کو عقل، زبان کو بلاغت، ہاتھ کو خطاطی، ہیئت میں رعب اور خصائل میں حلاوت عطا ہوئیں تو اس کے لیے خوبیاں منظم ہوگئیں اور فضائل اس پر نچھاور ہوئے اور صرف شکر کرنا باقی رہ گیا اور یہ کمالات اسے کس طرح حاصل ہو سکتے تھے''۔(۲۲)

اب سوال یہ ہے اچھی خطاطی کس طرح سے ممکن ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ اسے کن زاویوں سے مسحور کن بنایا جا سکتا ہے۔؟ انتھونی ویلچ کے مطابق یہ اسی وقت ممکن ہے جب۔

"when" *its* parts are symmetrical *its alif* (ا) and *its lam* (ل) made long. Its lines regular, its terminals made similar to its upstrokes, its *ayns*(ع)opened. Its *ra* (ر) clearly distinguishable from its *nun* (ن). its paper polished, its ink sufficiently black, with no commixture of styles permitting of rapid visualization of out line and quick comprehension of content, its thinness and thickness in due proportion.(23)

''جب اس کے اجزاء میں ترتیب باہمی ہو، اس کے ''الف'' اور ''لام'' لمبے ہوں، اس کی سطور باقاعدہ ہوں، اس کے آخری سرے، اس کے قلم کی کھڑی حرکات کے مطابق ہوں، اس کی ''عین'' کھلی یا وسیع ہو، اس کی ''را'' اس کی ''نون'' سے واضح طور پر علیحدہ نظر آتی ہو، اس کا کاغذ چمکدار ہو، اس کی روشنائی کافی حد تک سیاہ ہو۔ مختلف انداز (Styles) اس طرح ایک دوسرے میں خلط ملط نہ ہوں جس سے سطور کی خاکے جلد نظر آتے ہیں عبارت کے مطابق جلدی سمجھ سکنے میں مدد نہ مل سکے۔ اس کے خط کی باریکی اور موٹائی ہر دو متناسب ہوں''

ماہرین خطاطی کا کہنا ہے کہ خط میں تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔

(الف) پہنچ اور آسانی سے پڑھا جانے والا

(ب) آسانی سے لکھا جانے والا

(ج) خوشنما

ان تینوں صفتوں پر مختلف خطوط کو پرکھا جائے تو منطقی طور پر خط یا مکمل ہوگا یا ناقص یا ان دونوں کے مابین، جبکہ تینوں صفتوں کا حامل خط مکمل کہلائے گا جو اب تک وجود نہیں رکھتا یا تینوں صفتوں سے خالی خط ناقص محض ہوگا جیسے تصویری، سومیری، مخی، مصری، ہیرو غلیفی، نسخ ناقص و کوفی یا جو خط تینوں صفات ایک خاص تناسب سے رکھتا ہو درمیانے درجے کا خط ہے اور دنیائے اسلام میں بیشتر خط اسی زمرے میں آتے ہیں۔ اسلامی خطوط میں نسخ، نستعلیق اور شکستہ کو تمام خطوط سے مقبول ترین اور کامل ترین قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نسخ پہنچ اور آسانی سے پڑھا جانے والا، جب کہ خط شکستہ آسانی سے لکھا جانے والا اور نستعلیق خوشنمائی کے سبب پہلے درجے پر آتا ہے۔

ابن المرزبان کاتب کے مطابق

''خط ایک مشکل جیومیٹری (علم الہندسہ) اور ایک سخت صنعت ہے کیونکہ جب یہ نفیس ہوگا تو کمزور ہوگا، اگر ٹھوس ہوتو پونچھا جائے گا اور اگر بڑا ہوتو سخت ہوگا، اگر باریک ہوتو بکھرا ہوگا، اگر گول ہوتو موٹا ہوگا، بس ایسی شکل جو ہر چھوٹی بڑی صنعت کی جامع ہوتو شاذ و نادر صورتوں میں ہی مل سکتی ہے''۔ (۲۴)

اِردن ایڈمن کے مطابق

''فنون لطیفہ عالم محسوسات کو گہرائی نہیں بخشتے کچھ اور بھی کام کرتے ہیں، وہ زندگی کے معمولات میں برابر پیدا ہونے والے یکساں کوائف اور یکساں حسی ردعمل پیدا کرتے ہیں جو آنکھیں روز مرہ کے معمولات سے متاثر ہو کر تھک چکی ہیں وہ ثقافتی، مصوری یا خطاطی کے نمونے دیکھ کر پھر سے تیز بین ہو جاتی ہیں۔'' (۲۵)

عربی مقولہ ہے ''الخط ریاض العلوم'' اور ''القلم سفیر العقل''، شیخ شمس الدین الاکفانی کے الفاظ میں خط کی تعریف یہ ہے کہ الفاظ صرف معنی مفہوم ادا کرتے ہیں اور خط الفاظ کے حسن صوری کو پیش کرتا ہے۔ خطاطی ایک ایسا پیشہ ہے جس سے مختلف قسم کے ہنرمند اپنی روزی کا سامان پیدا کرتے ہیں، ان میں سنار، مخطوطات، کاغذ سازی، سنگتراش، صنعت روشنائی، جلد سازی، قلم دان سازی کا کام کرنے والے افراد شامل ہیں۔

اقلیدس کے مطابق

''خط ایک روحانی جیومیٹری ہے جو جسمانی آلے سے ظاہر ہوتی ہے''۔ (۲۶)

افلاطون نے کہا

''قلم عقل کی بیڑیاں ہیں خط کا ارتقاء اور روح کی تمنا اس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے''۔ (۲۷)

جالینوس نے کہا۔

''قلم خط کا طبیب ہے خط روح کی تدبیر کرتا ہے اور معنی صحت کا سرچشمہ ہے''۔ (۲۸)

سکندر کے مطابق

''اگر قلم نہ ہوتا تو سلطنت بھی قائم نہ ہو سکتی اور ہر چیز عقل اور زبان کے ماتحت ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہر چیز پر حاکم ہیں اور جو چیز کی خبر دینے والی ہیں اور قلم ہی تجھے یہ دونوں چیزیں دکھاتا ہے اور تیرے پاس انہیں حاضر کرتا ہے''۔ (۲۹)

اہمیت خطاطی

تاریخ نویسی کے لیے دستاویزات خصوصی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ان دستاویزات کی کثرت کے سبب John Martin Vincent نے اپنی کتاب Historical Research میں ان کی جماعت بندی کر دی ہے اسی طرح Sir Charles Quan نے اپنی کتاب On Writing of History اور Rushbrooke William نے اپنی تصنیف The Handling of Historical Material میں دستاویزات کی ماہیت واضح کی ہے اور مندرجہ بالا تمام کتب کی معاونت سے دستاویزات کی یوں درجہ بندی ہوتی ہے۔

(۱) غیر دستاویزی Undocumented

(۲) دستاویزی Documented

غیر دستاویزی۔ جو تحریری طور پر نایاب ہیں مگر مختلف آثار کی صورت میں پائے جاتے ہیں اور وقائع نگاری میں مدد دیتے ہیں اور ان میں آثار قدیمہ سے مدد لی جاتی ہے جن میں خطاطی ایک قدر مشترک ہے جو دونوں دستاویزات کے مطالعے کے لیے ضروری عنصر مہیا کرتی ہے اگر رسم الخط یا زبان کا علم نہ ہو تو تاریخ کا علم بے معنی ہے مؤن جوڈارو کی خطاطی نہ پڑھی جانے کے باعث اس تہذیب کے بارے میں خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

کتبات

غیر دستاویزی درجہ بندی کے تحت کتبات کی اہمیت مسلمہ ہے اب کتبات ہی کی مدد سے ہم متعلقہ دور کی تاریخ میں داخل ہو سکتے ہیں اگر روز یٹا سٹون (Rosetta Stone) دریافت نہ ہوتا تو خط میخی کی کنجی نہ ملتی۔ اس کی مدد سے خط میخی کے ۴۳ حروف تہجی پڑھ کر سومیری تہذیب سے آشنائی ہوئی۔ اس طرح دارا کے مدفن کا کتبہ جو (۱۲۵۳۔۱۲۵۹ھ/ ۱۸۳۷۔۱۸۴۳ء) میں سر ہنری والنس نے کرمان شاہ کے قریب دریافت کیا تھا اس میں تین زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ یہ کتبات کسی عمارت کی تاریخ بنا، اس کے بنانے والا، کاتب، سنگ تراش، اس دور کی خطاطی، رسم الخط، سنگتراشی، نقش و نگاری، اور فن تعمیر جیسے علوم کے بارے میں معلومات مہیا کرتے ہیں۔ اگر خط کی مروجہ اقسام کا علم مورخ کو نہ ہو تو اسے کتاب فہمی میں مشکل پیش آئے گی اور اسے کسی ماہر خطاط کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کتبات ہمیں صرف مذکورہ عمارت کی تاریخ مرتب کرنے میں آسانی ہی مہیا نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعے اس دور کے مروجہ رسم الخطوط کا پتہ بھی ملتا ہے ان کی مدد سے بعض دفعہ طرز خطاطی کے دور کا تعین کر کے خطاطی کے ارتقائی مراحل کا پتہ بھی چل جاتا ہے تاریخ مرتب کرنے میں اشوک کے کتبے اور مغلوں کی عمارتی خطاطی ان کی وسعت سلطنت زبان اور طرز تحریر کو واقعات کی ایک کڑی میں پروئے چلے جاتے ہیں۔ کتبہ خوانی کے لیے خطاطی کا بنیادی علم اور تاریخ خطاطی کا علم ہونا بہت ضروری ہے اسی طرح تاریخی ماخذ کے طور پر سکوں سے بھی مدد لی جا سکتی ہے سکوں پر عموماً پیچیدہ خطاطی (طغرائی) وغیرہ کا رواج یا الفاظ کو باہم ایک دوسرے میں پیوست کر کے ڈیزائن کی صورت دی جاتی ہے۔ اس طرح مسکوکات کے مطالعے کے لیے بھی خطاطی کا علم بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

سندات

قدیم عدالتی فیصلوں کے مطالعہ کے لیے بھی خطاطی کے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

علم کتبہ خوانی (Deciphering Inscriptions)

کتبہ خوانی کے لیے خطاط اور خط کے رموز اوقاف کا پتہ ہونا ضروری ہے بعض اوقات ایسے کتبات سامنے آتے ہیں جن کی زبان تا حال پڑھی نہیں جا سکی اس کی مثال ایسے خزانے کی ہے۔ جس کو صندوق میں بند کر کے اس کی چابی کو زنگ آلود کر دیا جائے۔ اسی طرح جب دستاویزی معاونین کی طرف رجوع کریں تو ہمیں جو دستاویزات میسر آتی ہیں ان میں بھی ہم خطاطی کے رہین منت ہوتے ہیں ان دستاویزات میں۔ (۱) اولاً معاہدات، دوم منشورات، سوم فرامین شامل ہیں۔

وقائع نگاری

وقائع نگاری کے لیے عموماً شکستہ دیوانی طرز تحریر مروج تھی۔ اس کے پڑھنے کے لیے اس کے مروجہ اسالیب جاننا ضروری ہے شکستہ خط کے پڑھنے کے لیے بھی اس کے مروجہ قوانین کا پتہ ہونا ضروری ہے۔ دستاویزات، عطیات، مراعات، حقوق زمین کے متعلق فرامین بھی شکستہ یا دیوانی میں لکھے جاتے رہے ہیں اور ان پر مہریں طغرائی طرز میں ہوتی ہیں جو بذات خود اعلیٰ نمونہ ہائے خطاطی کی مثال پیش کرتے ہیں ان دستاویزات کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے صرف ایک اچھا سکالر محقق ہونا کافی نہیں بلکہ ان کو پڑھنے کی مہارت ہونا بھی ضروری ہے۔

A3 8628

روزنامچے

عمارہ بن وطیمہ نے نویں ہجری/ پندرہویں صدی میں روزنامچہ کی تاریخ لکھی۔ سوانح عمریاں، خودنوشت سوانح، خط و کتابت سفرنامے ان سب کی خواندگی کے لیے خطاطی کا علم ازبس کہ ضروری ہے۔ حاصل بحث یہ ہے مطالعہ تاریخ کے لیے ہم کہیں بھی چلے جائیں دنیا کے کسی گوشے کی تاریخ ہو ان سب کے ماخذ ایک ہیں اور ان ماخذات تک رسائی کے لیے خطاطی چاہے انگریزی ہو یا لاطینی، عربی ہو یا فارسی گورمکھی ہو یا سنسکرت۔ اس کا بہتر علم اس کے رسم الخط کی پہچان اور اس کے اصول وضوابط سے میسر ہوسکتا ہے اور خطاطی کو سمجھنے کے لیے ہمیں زمانہ قدیم کے رسم الخطوط کا ادراک ضروری ہے ذیل میں ان قدیم رسم الخطوط کا تعارف دیا جارہا ہے تاکہ خطاطی کو سمجھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔

اقسام خطاطی

مصری ہیروغلیفی

ارک (Uruk) کے دور میں تصویری حروف کی تعداد ۲ ہزار سے متجاوز تھی رفتہ رفتہ ان میں تخفیف ہوتی گئی اہل سمیر گیلی مٹی کی چھوٹی لوحوں پر سرکنڈے بید اور مشک کے قلم سے لکھتے تھے جبکہ مصری قرطاس پپی رس Papyrus پر روشنائی سے لکھتے تھے اس لیے ان کے تصویری حروف زیادہ حسین معلوم ہوتے ہیں ۳۰۰۰ ق م میں اہل بابل نے عکادی زبان کے تقاضوں کے پیش نظر سمیری رسم خط میں مزید اصلاحیں کیں ان کی زبان کو اتنا فروغ حاصل ہوا کہ کچھ عرصے بعد عکادی زبان پورے مشرق قریب کی تہذیب اور امور سلطنت کی زبان ہوگئی، سومیری زبان رفتہ رفتہ ختم ہوگئی۔ (۳۰) ہیروغلیفی کا دوسرا نام تصویری خط ہے (ع۔۳۔۴) اس خط کو دنیا کے تمام رسم الخطوط کا ماخذ مانا جاتا ہے اس خط کے تین مراکز مصر، عراق، چین ہیں یہ خط دائیں سے بائیں لکھا جاتا تھا مصری ہیروغلیفی کی ایک صورت عمودی ہے جو اب تک چین میں رائج ہے دوسری عرضی صورت جس طرح آج کل حروف سطر بہ سطر لکھے جاتے ہیں اس خط کو اشاعت کا سبب بننے والے مصری، بابلی، عراقی، چینی، ہتی تس Hittites، شامی، فلسطینی، سومیری تھے۔ (۳۱) یہ خط مصر اور عراق میں ۳۲۰۰ ق م اور بعض تحقیقات کے مطابق ۵۰۰۰ ق م میں رائج ہوا۔

مصری ہیروغلیفی کی تقسیم بلحاظ صورت وعمل تین طرح سے ہے۔

(ا) تصویرنویسی Pictography

یہ صورت ہیروغلیفی خط کی ابتدائی صورت ہے جس کا ایک جزو اب بھی بصورت نشان گھٹتے گھٹتے حرف میں باقی رہ گیا چین اور جاپان میں تو یہ آج بھی اصل صورت میں کم وبیش باقی ہے۔

(ب) خیال نویسی Ideopraphy

یہ ہیروغلیفی خط کی وہ صورت ہے جس میں خیالات کو اشاروں اور صورتوں کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے یعنی جس چیز کی تصویر بنائی جاتی ہے اس کی مخصوص صفت یا مخصوص عمل کی طرف خیال کو لے جا کر اسی سے کام لیا جاتا ہے۔

(ج) صورت نویسی Hierography

یہ وہ آخری ترقی پذیر صورت ہے جب آواز کے لیے نشان مقرر کرنے کے راز سے انسان کو آگاہی حاصل ہوگئی اور ہر آواز کے لیے اس کی مناسبت اور مشابہت ہوتی ہے جس صورت کے نام میں اس آواز کے ابتدائی حرف سے کان آشنا ہوئے ان کی تصویر بنا دی گئی یہ وہ منزل ہے جہاں صوت اور صورت کا ملاپ ہوا ہے اور یہی صورت آگے چل کر صاف ہوتے ہوئے حروف کی شکل بن گئی کہ

خودصورت یا تصویر کا ایک جزو حرف بن گیا مثلاً بیل کا نام مصری زبان میں چا ہے جس طرح اور جس آواز اور حرکت کی وجہ سے ''الفا'' پڑا ہو۔ جب الف کے قسم کی آواز کی تصویر سے ادا کرنا ہوتا تھا تو پہلے پورا بیل پھر بیل کا سر مع سینگ کے بنا دیا جاتا تھا یہی تصویر مختصر ہوتے ہوتے بیل کے دو سینگوں جیسی ہوگئی رومن رسم الخط A میں اب تک قائم ہے اہل عرب نے اس کو اور مختصر کیا اور خط کوفی میں سینگ کا ایک سرا رہ گیا جو نیچے کی طرف مثل سینگ کے داہنی طرف جھکا رہتا تھا مثلاً خط نسخ عربی میں الف کا قد ایک سینگ کی یادگار رہ گیا اور دوسرے سینگ کے بجائے صرف ایک منڈی سی نوک باقی رہ گئی جیسے سینگ ٹوٹ جانے پر ہوتی ہے عربی خط کے الف کی یہ صورت ہے لیکن نستعلیق کی رعنائی نے اسے بھی گوارا نہ کیا اور الف میں حسن پیدا کرنے کے لیے اس کی سر و سہی یا ''قدیار'' بنا دیا۔ نستعلیق کے الف کی صورت یہ ہے کہ ''ا''، فنقی خط میں بیل کے سینگوں کے سرے اوپر کر دیئے گئے اور انگریزی A کو الٹ دیا گیا مثلاً ≺ جبکہ یونانیوں میں اس کی یہ شکل AAA بابلی خط مینخی میں آلپو بیل کو کہتے ہیں اور اس کی یہ صورت ہے ⇔ ہندوستانی قدیم خط مشقہ میں یہ صورت ⊀ قدیم ہندی میں یہ صورت ⊀ جبکہ صافی خط میں یہ صورت ⊾ صافی میں یہ ⊀ یہی حال اور زبانوں کے خط کا ہے اور اسی طرح ہم دنیا کی مختلف زبانوں کا جائزہ لے کر حروف میں تغیرات جو ارتقائی عمل کے تحت ہوئے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً ہیرو غلیفی کے ابتدائی دور میں مصری پہلے تو ۲۹ تصویروں سے اپنا مطلب ظاہر کرتے جن کی تعداد بڑھتے بڑھتے ۹۰ اور ایک مدت میں ۲۰۰۰ تصویروں تک پہنچ گئی۔ (۳۲) ہیرو غلیفی مخصوص مذہبی طبقے کا خط تھا۔

ہیراتیقی خط

علماء کے طبقے کے لیے ایک الگ خط کی ضرورت تھی اس کے لیے ہیرو غلیفی سے ہیراتیقی خط ایجاد ہوا۔ ہیراتیقی خط ہیرو غلیفی سے زیادہ مشابہ نہ تھا یہ خط مذہبی کتب کے لیے استعمال ہوتا تھا اس لیے اس کا نام ہیراتیقی پڑا جس کے معنی مذہب و پیشوایان دین ہے عوام ان خطوط کو لکھنے کے مجاز نہ تھے۔

دیموتیقی خط

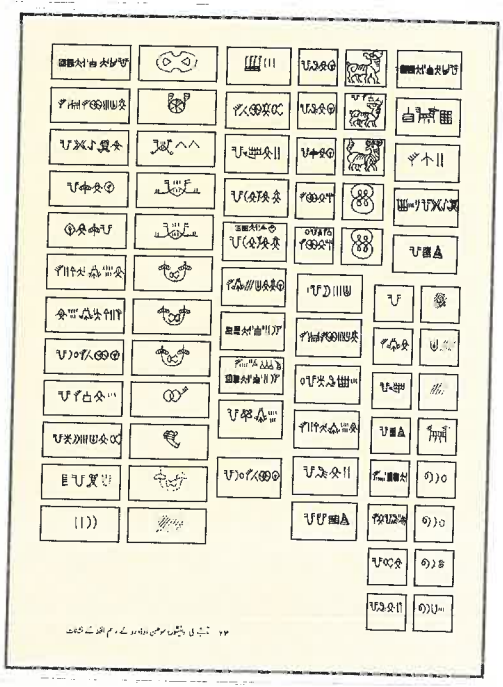
ہیرو غلیفی کی ایک اور ترقی یافتہ شکل سامنے آئی جس کا نام دیموتیقی تھا اس لیے کہ دیموس (Demos) کے معنی عوام الناس کے ہیں یہ رعوانہ خط تھا۔ ان خطوط کے لکھنے میں دشوار ہوتی تھی اس لیے آج کل کے خط شکستہ کے قسم کا ایک خط ہیراتیقی خط سے ایجاد ہوا جو بخلاف ہیراتیقی خط ملا کر لکھا جاتا تھا اس کا نام کرسیفی خط تھا اس خط میں کچھ لکیریں اور کچھ تصویریں تھیں۔ (۳۳) یہ خط مصر میں ۶۰۰ سال ق م تک رہے۔

حاصل بحث یہ ہے یہ خطوط زبان و مکاں کے ساتھ بدلتے رہے ہیں ہیرو غلیفی خط کا ہر لفظ تصویری تھا اس کے بعد جب تصویر مختصر رہ گئی اور حروف ٹیڑھے ہو گئے تو ہیراتیقی کہلائے مصری تہذیب کے بعد سے فونیقی تہذیب نے جنم لیا اور خط فونیقی، سنامی نبطی، اور سطرنجیلی ادوار سے گزرتا ہوا حمیری مسند تک پہنچا۔ جسے اہل حیرہ نے سنوارا تو حیری کہلایا یہی وہ خط ہے جو عرب میں ظہور اسلام کے وقت رائج تھا۔ حیری خط کے بعد ہم قدیم کوفی سے ہوتے ہوئے جدید کوفی تک پہنچتے ہیں (ع۔ا) جدید کوفی چونکہ کوفہ میں سرکاری سرپرستی میں پھلا پھولا اسی لیے کوفی کہلایا اگرچہ اس خط کی عمر کوفہ کے آباد ہونے سے ایک صدی زائد ہے۔ جدید کوفی کے بیس قلم تو ہارون الرشید کے عہد تک مستند ہو چکے تھے لیکن القاہر باللہ کے عہد میں ابن مقلہ نے جب چھ قلم مزید ایجاد کئے تو پہلے والے سب خط متروک ہو گئے۔

ہڑپائی خط

پاکستان میں پنجاب کے شہروں ملتان اور لاہور کے درمیان ایک مقام ہڑپا ہے جہاں اونچے اونچے ٹیلوں کا سلسلہ دور تک پھیلا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں رائے بہادر دیا رام ساہنی نے یہاں کھدائی کی ۱۹۲۲ء میں رکھل داس بنیر جی نے ہڑپا سے ۴۵۰ میل دور سندھ میں

موہنجوڈارو کے آثار دریافت کئے پھر سرجان مارشل نے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۷ء تک کھدائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ رائے بہادر دیارام ساہنی اور مادھوسروپ وتس نے ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۴ء تک ہڑپا میں کھدائی کی اس طرح وادی سندھ کی شاندار تہذیب کا پتہ چلا جو ۲۳۵۰ اور ۲۷۵۰ ق م کے درمیان عروج پر تھی جس کا اپنا ایک رسم الخط تھا جو تصویری تھا۔ (ع۔۵) اب تک اس لکھائی کے جتنے بھی کتبے ملے ہیں وہ مہروں اور تعویذوں پر پائے جاتے ہیں جو ایک خاص قسم کے پتھر steatite پر بنی ہیں۔ ڈاکٹر جی آر ہنٹر نے ان کی تعداد ۲۵۳ ظاہر کی ہے (۳۴) پروفیسر اسٹیفن لیگڈن نے ۲۸۸۔ سی جے گیڈ اور سڈنی اسمتھ نے ۳۹۶، اسٹورٹ پگٹ نے ۴۰۰ (۳۵) ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار کی تحقیق کے مطابق ۵۴ بنیادی نشان ہیں (۳۶) سرجان مارشل (۳۷) نے اپنی کتاب میں ہڑپا کی تقریباً ۹۰۰ مہروں کے اور محمد اسحاق صدیقی کے مطابق ۷۵۰ اندراج ہیں۔ جہاں تک نشانات کی اقسام کا تعلق ہے ان میں آدمیوں، جانوروں، مچھلیوں، پہاڑ وغیرہ کی تصاویر کو پہچانا جاسکتا ہے لیکن بیشتر کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی کی تصویر ہے تحریر کا رخ دائیں سے بائیں اور پھر بائیں سے دائیں تھا۔ (۳۸) اس طرز نگارش کو (Boustrophon) کہا گیا ہے یعنی جیسے بیل ہل چلاتا ہے جبکہ ہیرو غلیفی خط کو اس طرف سے پڑھا جاتا تھا جس طرف تصویروں کا رخ ہوتا تھا۔ وادی سندھ کا رسم الخط ایلم (موجودہ خوزستان یا جنوبی ایران) کے رسم الخط سے زیادہ مشابہ تھا اور سمیری رسم الخط سے نسبتاً کم، مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس لکھائی کی انسانی تصاویر نہ تو سمیری سے ملتی ہیں اور نہ ایلمی سے بلکہ ان کے بنانے کا انداز مصری ہیرو غلیفی سے مشابہ ہے ڈاکٹر ہنٹر نے وادی سندھ کے نشانات کا جنوبی عرب کے حمیری اور سبائی خط، فونیقی خط اور جزیرہ قبرص کے قبرصی خط سے مقابلہ کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ ان کا ماخذ وادی سندھ کا رسم الخط تھا۔ (۳۹) مگر بعض مورخین خط نے اس کی صحت سے انکار اس لیے کیا ہے کہ سندھ کی لکھائی سبائی اور فونیقی رسم الخط کے وجود میں آنے سے ۲۰۰۰ سال پہلے فنا ہو چکی تھی۔ بہرحال اس میں شبے کی گنجائش قطعی نہیں ہے کہ پاکستانی پنجاب ہمیشہ سے عظیم الشان تہذیبوں کا مسکن رہا ہے اور اس خطے نے ہزار ہا سال سے اپنے الگ رسم الخط کی بنیاد رکھی جو مصری ہیرو غلیفی سے کسی بھی طرح سے کم تر نہیں ہے۔



ع۔۵

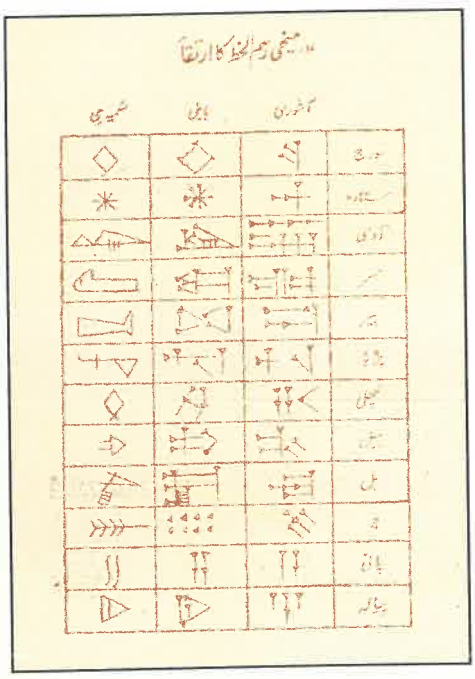
''ا'' ''ب'' کی ایجاد میں ایک خاص اصول سے مدد لی گئی جسے Aorophony کہتے ہیں یعنی کسی لفظ کے شروع کی آواز لے کر بقیہ حصے کو حذف کر دینا اس اصول سے فائدہ اٹھا کر ساری قوم نے لفظوں کی علامات کو حروف تہجی میں منتقل کرایا چنانچہ آج بھی عربی خط میں یہ صورت پائی جاتی ہے۔ جب تصویری خط کے دوران رواج میں آواز کے لیے تصویر کا رخ تعین ہو چکا تو ۲۲ قسم کی آوازوں کے لیے ۲۲ تصویریں بنائی جانے لگیں یہ ۲۲ تصاویر رفتہ رفتہ تصویری لباس اتار کر ایک ایک حرف کا نشان بن گئیں اور یہ وہی ۲۲ حروف ہیں جو صدیوں کے بعد ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سفعص قرشت تک محدود ہوئے جب عربوں نے ہزار ہا سال بعد اس میں چھ حروف بڑھائے تو شخذ ضظغ ہو گیا۔

پیر مہر علی شاہ صاحب حضرت عروہ بن زبیرؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سفعص قرشت یمن کے بادشاہ تھے اور یہ تمام خطاط تھے۔ (۴۰) ایرانیوں نے پ، چ، ژ، گ اور ہندیوں نے اردو کی ایجاد کے وقت ہندی بھاشا کے

الفاظ کے تلفظ کے لیے ٹ، ڈ، ڑ بڑھادی یہی ابجد ضظغ تک کے حروف تھے جس کے بجائے حرف کے اعداد بہت پہلے سے معین کئے جا چکے تھے اور ہارون الرشید کے زمانے میں نیا فن تاریخ گوئی ایجاد ہوا جس سے عمارت وغیرہ کے سن تعمیر کے اعداد حروف سے نکالے جاتے تھے۔ اور عمارتوں پر کندہ کرا کے تاریخیں لگائی جانے لگیں۔ تاریخی معلومات کو حروف کے اوزان میں پوشیدہ انداز میں مرتب کیا گیا۔ (۴۱) تاریخ نکالنے کا طریقہ مغل ایران سے لائے اس سے قبل جو تاریخ کتبات کی صورت لکھی جاتی تھی اس کی مثال لعل شہباز قلندرؒ کے مزار کا کتبہ ہے۔ (۴۲) اسی طرح مسجد خراسیاں لاہور کے کتبہ میں دو طرح سے تاریخ بنادی گئی ہے۔ (۴۳)

پیکانی یا میخی خط

قدیم مصریوں کے یہاں تاریخ تعمیر کی تحریر کا کام تصویروں سے لیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں جبکہ مصر میں تصویری خط رائج تھا۔ ساتھ ہی ساتھ عراق کے شہروں بابل و نینوا میں ایک خاص قسم کا تصویری خط بھی رائج تھا۔ جس میں میخوں یا تیروں کی طرح کے خط سے تصویر بنائی جاتی تھی۔ (ع۔۶) جسے خط میخی کا نام دیا گیا اور کچھ خیالات ادا کرنے کے طریقے قریب قریب اسی طرح کے رائج تھے جس کا ذکر تفصیل سے مصری ہیرو غلیفی کے اقسام اور عنوان کے خط کے تحت بیان کیا جا چکا ہے جسے یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں مصری اور بابلی خط سے جو اور خط نکلے ان کا ذکر ایک ساتھ کیا جائے گا۔ پہلے اصل ماخذ یعنی بابلی تصویری خط جس کا نام خط میخی یا مسماری پیکانی ہے کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ خط میخی کی ۹ اقسام تھیں اس خط کا رواج عراق، ایران اور ایشائے کوچک وغیرہ میں تھا۔ مصر میں مصریوں کا خط تصویر اور خط میخی دونوں رائج تھے میخی خط بھی مصر کے ہیرو غلیفی کی طرح دنیا کا قدیم ترین خط شمار کیا جاتا ہے یہ خط بائیں طرف سے داہنی طرف کو لکھا جاتا تھا۔ ۵۰۰۰ ق م سے چوتھی صدی عیسوی تک اس کا رواج رہا بابل کے ابتدائے دور تمدن سے اس کی ابتداء ہوئی اور یہ خط نینوا اور ایران تک پھیل گیا اس خط کا سب سے قدیم کتبہ بابل کے قدیم شہر ورقہ میں پایا گیا جبکہ نینوا اور ایران وغیرہ میں بھی بے شمار کتبے ملتے ہیں مصر کی ہیرو غلیفی کے سلسلہ میں جو صورتیں تصویر نویسی اور خیالی نویسی کی ظاہر کی گئی ہیں سب اس میں پائی جاتی ہیں مثلاً لفظ نینوا کو خط میخی میں مکان کے اندر مچھلی کی شکل بنا کر لکھا کرتے تھے  جس سے مراد ہے کہ نینوا میں پہلے ماہی گیروں کے بہت سے مکانات تھے ورقہ کے عجائب خانے میں کئی سو کتبات ایسے ہیں جن میں عراق اور بابل قدیم کے مکانوں کے بیعنامے اراضی کو لگان پر دینے کی اسناد بردہ فروشی کے متعلق تحریریں، شادی کے معاہدے، تنسیخ معاہدہ کی دستاویز اور معاملات دیوانی کے فیصلے مٹی کی پختہ تختیوں پر منقوش ہیں جن کی نسبت اس خط کے محققین کی رائے ہے کہ ادبی لحاظ سے انتہائی اہم ہے۔



ع۔۶

فونیقی خط

۵۳۹ ق م کوروش (Cyrus) کی فتح بابل کے بعد میخی رسم الخط کا استعمال رفتہ رفتہ کم ہو گیا اس کا ایک دوسرا سبب فونیقی رسم الخط کی ایجاد بھی تھی۔ (۴۴) فونیقی رسم الخط میں کل ۲۲

حروف کام آتے ہیں جن کا لکھنا آسان تھا فونیقی رسم الخط کی آرامی شکل ۸ ویں صدی ق م شام میں رائج ہوگئی تھی۔ اور اس کا رواج بابل اور آشوریہ میں بھی ہونے لگا لیکن جب تک یہ ملک آزاد رہے آرامی خط مسخی کی جگہ نہ لے سکا۔

قبطی خط (Koptic)

اسی زمانے میں مصریوں میں کچھ لوگ دین مسیح میں داخل ہوگئے ان کو قبطی Koptic اور ان کے خط کو قبطی خط کہا گیا قبطیوں نے ۲۵ حروف یونانیوں کے خط سے لیے اور دیموتیقی حروف سے ۷ اور حروف ملا کر ۳۲ حروف سے اپنا حروف تہجی ایجاد کیا قبطی حروف کی شکل قریب قریب وہی ہے جو مختلف حرفوں کی شکل میں چھوٹے اور بڑے انگریزی حروف کی شکل وصورت ہے۔

ارامی خط

جس زمانے میں فونیقیوں کا خط ایشیائے صغیر میں رائج تھا ایک اور قوم آرامی ابھری یہ قوم شمالی فرات اور دجلہ کے نواح میں آباد تھی اس نے فونیقیوں کے خط سے ایک خط اپنی قوم کے لیے مرتب کیا جو فونیقی خط سے مشابہ تھا۔ یہ خط رفتہ رفتہ انطاکیہ سے مکہ اور مصر سے وسط ایران تک پھیل گیا اور اس خط کی مدد سے بہت سے بند عقدے کھلے۔ آرامی خط بابل میں چھٹی صدی ق م یا پانچویں صدی ق م کے آغاز سے پہلے ظاہر نہیں ہوتا۔

پہلوی خط

ایران کا قدیم خط تھا مصر اور عراق سے ایرانیوں کے قدیم تعلقات فتوحات، تہذیب وتمدن کی ایک کڑی ان کا خط بھی ہے مدتوں کے بعد تحریر کی سہولت کے لیے اسی زبان میں مصری اور فونیقی اپنے اپنے خطوط کی ترقی اور اصلاح میں سرگرم تھے تب خط پہلوی رائج ہوا یہ خط اس زمانے کے بعض خطوط سے جو مصر میں رائج تھے قدرے صورتاً اور ہندوستان کے ہندی خط سے بہت مشابہ ہیں۔ ممکن ہے کہ الفاظ اور نسلی اشتراک کی طرح ہندی خط کے ماخذ میں بھی اشتراک کی کوئی صورت ہو۔

یونانی خط

ایران میں خط مسخی اور پہلوی کے علاوہ خط ارامی اور ساسانی خطوط بھی رائج تھے پہلے یونانیوں نے فونیقیوں اور مصریوں سے حروف تہجی سیکھے پھر قبطیوں کے خط سے چھٹی صدی عیسوی میں استخراج کر کے اپنے لیے الگ حروف تہجی کی بنیاد ڈالی یونانی خط قبطی شامی اور آرمینی خط سے بہت مشابہ ہے انہوں نے فونیقیوں سے جو حروف لیے تھے ان کی صورت میں بہت اصلاحات کیں اور مختلف کر کے جاذب نظر بنایا پہلے خط داہنی طرف سے بائیں طرف کو لکھا جاتا تھا یونانیوں نے الٹ کر بائیں سے دائیں طرف لکھنا شروع کیا انہوں نے حروف کو ملا کر لکھنے کی ابتداء کی جس سے تحریر اور کتابت میں روانی آ گئی یونانیوں سے اہل روم نے حروف اخذ کئے یہیں مغرب مشرق کے خطوط الگ ہو گئے اور یہی وہ دور ہے کہ پہلے پہل قدیم مصری یا فونیقی خط دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک مشرقی اور دوسرا مغربی قرار پایا۔

لاطینی خط

یونانیوں سے اہل روم کے خاصے تعلقات تھے انہیں کے حروف تہجی سے اطالیہ نے خط اتروسک (Etruscan) ایجاد کیا اس خط میں ۲۰ حروف تھے اسی خط سے لاطینی خط ایجاد ہوا یہ خط رفتہ رفتہ تبدیلی ہیئت سے تمام ممالک یورپ، جرمنی فرانس، ہالینڈ، پرتگال، اٹلی، انگلستان، فرانس، افریقہ وامریکہ میں پھیل گیا روس میں (Cyrallic) بھی اسی خط کی ایک شاخ ہے۔

عبرانی خط

جس زمانے میں فونیقی اپنے حروف تہجی کی ترقی میں مصروف تھے اسی زمانے میں یہودیوں نے اسی قوم کے لیے فونیقی خط کی مدد سے عبرانی ایجاد کیا توریت اسی قدیم خط میں ملی یہ خط اب معدوم ہو چکا ہے جدید قسم کا عبرانی خط پہلی صدی ق م میں ایجاد ہوا یہ خط فونیقی خط سے بہت مشابہ ہے۔

مسند حمیری

حمیری خط کا دوسرا نام مسند ہے اس لیے اسے مسند حمیری کہتے ہیں یمن میں تین قبیلے حمیر، معین، سبا تھے ان سب میں یہ خط رائج تھا حمیر جن سے یہ خط منسوب ہے ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے دو ہزار ایک سو چھبیس سال قبل ہے حمیری خط لوہے کی کیلوں سے بہت مشابہ ہے مسٹر ہالوے نے جو کتبے یمن میں پائے وہ اسی خط میں ہیں فرانس اور انگلستان کے سیاحوں کو بیت الحکمت مارب صنعا کے کھنڈروں میں اسی خط کے کتبے ملے ہیں۔

نبطی خط

پہلے پہل یہ خط یمن میں رائج ہوا پھر عرب میں پھیل گیا بنو حمیر سے حیرہ (کوفہ) والوں نے اور اہل کوفہ سے قریش اور پھر اہل طائف نے سیکھا۔ ظہور اسلام کے وقت عرب میں قبطی مسند یا حمیری رائج تھا حجاز میں ظہور اسلام سے قبل جو خط رائج تھا وہ دوسری قسم کے عوامی خط سے ملتا جلتا تھا حضور ﷺ کے دو تین محفوظ نامہ ہائے مبارک میں کم از کم دو کے اندر حروف میں گولائی یا دائرے کا عنصر موجود ہے۔ (ع۔ ۷) ۳۰۲ھ/۹۱۴ء میں عمرو بن العاص حاکم مصر کا ایک ماتحت افسر کی طرف سے اہنانیہ (مصر) کے باشندوں کے لیے جو فرمان لکھا گیا اس کے حروف میں بھی گولائی موجود تھی۔ (۴۵) دراصل نبطی خط ہی حجازی عربی خط کی اصل تھا جو پالمیری خط سے نکلا ہے۔ لیکن اس خط کی بھی دو اشکال تھیں زاویہ دار جس میں حروف کی گولائی نہیں ہوتی تھی بلکہ زاویے نمایاں ہوتے یہ خط عمارتی کتبات شاہی فرامین میں استعمال ہوتا تھا دوسری شکل میں حروف کے زاویے گولائی کی طرف مائل ہوئے یہ خط عوامی استعمال میں تھا۔ خط قبطی حضرت ابراہیم کے قبیلہ نبطی، انبط، نباط، نباطی، انباط سے منسوب ہے یہ قوم فلسطین اور سینا کے مابین آباد تھی اور دوسری صدی عیسوی میں اہل روم سے پریشان ہو کر عرب میں آئی اور حجاز کے شمال انباط میں آباد ہوئی یہ خط بدوؤں اور صحرا نشینوں کا خط تھا جو اہل عرب کے مورث تھے۔

پالمیری خط

اس خط کی ایجاد آرامی سے ہوئی اور یہ عراق کے مقام پالمیرہ، (تلمود) سے منسوب ہے۔ جس طرح نبطی بدوؤں کا خط تھا پالمیری خط شہری اور متمدن اقوام میں رائج تھا اس خط کے کتبات لندن، پیرس اور آکسفورڈ کے عجائب خانوں میں موجود ہیں اس کی ایجاد کے زمانہ دراز کے بعد پالمیری کے حروف تہجی سے سیریاک اور استرنجیلو خط ایجاد ہوا۔

سیریاک یا شامی خط: Syria-Syriac

خط سیریاک کا تعلق مشرق کے عیسائیوں سے ہے چھ سو سال قبل مسیح اس کا رواج ہوا اور آٹھویں صدی عیسوی میں یہ خط ختم ہوا اس کی مختلف شاخوں سے مختلف خطوط نکلے۔ یہ خط پالمیری خط سے ایجاد ہو کر مشرق میں چین تک پہنچ گیا جو ملک شام یا سوریہ میں اب تک رائج ہے مذہبی تحریروں کی ضرورتوں نے آرامی خطوط میں بہت تغیرات کیے۔

سریانی خط

اس خط کو سطرنجیلی خط بھی کہتے ہیں عراق عرب میں اس کا رواج بہت پہلے سے تھا اور کوفہ میں بھی سریانی خط سطرنجیلی میں ہی اپنی مقدس کتاب انجیل لکھتے اور نبطی خط میں روزنامچے کی باتیں لکھتے کوفی خط سطرنجیلی سے بہت مشابہ ہے اور اس کے بعض قواعد خط کوفی نے اختیار کئے خط سطرنجیلی میں جب الف ممدودہ کسی لفظ کے درمیان میں آتا تھا تو الف کو الگ نہیں لکھتے تھے۔ مثلاً ظالمین اور عالمین کو ظلمین اور علمین کی طرح لکھتے تھے اور الف الگ سے اس کے اوپر لکھ دیتے تھے جیسے کہ خط کوفی کی تمام کتابت میں اور آج اکثر قرآن جو خط نسخ میں لکھے گئے ہیں ان میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ تاریخ گوئی میں جن لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ قرار دیئے ہیں انہوں نے سطرنجیلی خط کے اصول پر رحمٰن کو ملا کر لکھنے کی وجہ سے الف کا ایک عدد چھوڑ دیا ہے اور جن لوگوں نے ۷۸۷ کو اس کا عدد قرار دیا ہے وہ رحمان کو الف کے ساتھ لکھتے ہیں نستعلیق اور اردو فارسی خط میں بھی یہی اصول کارفرما ہے سریانی خط سیریانیوں یہودیوں اور کلدانیوں کا مخصوص خط ہے عرب کے بہت بڑے حصے میں خط کوفی کی ایجاد سے قبل یہ خط رائج رہا ورقہ بن نوفل سریانی اور عبرانی زبانوں اور خطوط کے ماہر تھے۔

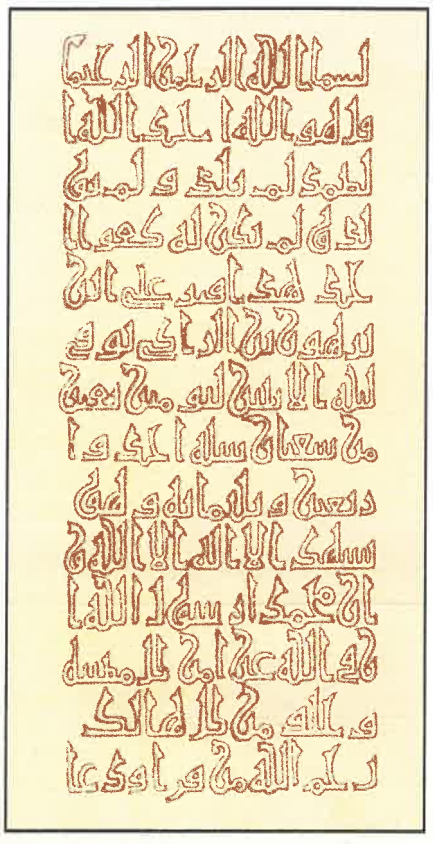
اگرچہ عربی رسم الخط دنیا کا سب سے کم عمر خط ہے۔ مگر استعمال کے لحاظ سے رومن رسم الخط کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے۔ (۴۶)

کوفی خط

عربی خط نے اسلام کے زیر سایہ سب سے پہلے جو جمالیاتی لباس پہنا اسے خط کوفی کہا گیا جس کی ایجاد چوتھی صدی عیسوی میں نبطی خط اور خط سیریاک یا سطرنجیلی سے ہوئی انبار میں یہ خط ایجاد ہوا حجاز انبار اور حیرہ (کوفہ) میں یہ خط لکھا جاتا تھا حرب بن امیہ کوفہ سے یہ خط سیکھ کر آئے جس کی وجہ سے اس خط کا نام کوفی پڑا اور رفتہ رفتہ یہی نام اس خط کے لیے مستعمل ہوا۔ کوفی خط کو اس کی مروجہ اقسام کی بنا پر "ام الخطوط" کہا گیا۔ (۴۷)

ابن ندیم (متوفی ۳۹۰/۱۰۰۰ء) پہلا شخص ہے جس نے اس خط کو کوفی کے نام سے یاد کیا۔ (۴۸)

طلوع اسلام کے وقت حجاز و عرب میں مسند حمیری ،عبرانی، سریانی، نبطی اور کوفی خطوط رائج تھے پہلے خط کوفی میں نقطے اور اعراب نہ تھے۔ ابوالاسود دوئیلی نے ۴۰ھ/۶۶۰ عیسوی سے قبل حرکت یعنی زیر زبر پیش ظاہر کرنے کے لیے نقاط کا آغاز کیا یہ نقاط گول تھے پھر بھی ت ث ب وغیرہ میں امتیاز کے لیے نقاط نہ تھے۔ جب اسلامی ممالک میں فتوحالت سے وسعت ہوئی لوگ کثرت سے دین اسلام میں داخل ہوئے تو حروف پر نقاط نہ ہونے سے قرآن اور دیگر عبارتیں پڑھنے میں مشکل پیش آتی اس وقت بنی عباس کے عہد کے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن



ع۔۷

یوسف کو لکھا اور اس کے حکم سے نصر بن عاصم نے متشابہ حروف ب ت ث کے لیے نقاط کی ایجاد کی اور اسی کے ساتھ حرکت زیر زبر پیش کے قواعد مرتب ہوئے اور عبارت میں وقف کی علامتیں مقرر ہوئیں قرن اول کے خط کوفی میں جتنے قرآن لکھے گئے اور خط کوفی کی جو تحریریں مصر وغیرہ کے عجائب خانوں میں ہیں ان پر نقاط نہیں ہیں۔(ع۔ے)

اس طرز کے بارے انتھونی ویلچ لکھتا ہے۔

"Thus a hand writing without dots and diacritical points is like barren soil. On the other hand, a hand writing that is provided with dots and diacritical points is like a garden in bloom."(49)

''اس طرح ایک دستی تحریر جو نقاط اور زیر وزبر اور پیش یا اعراب کے وغیرہ بغیر ہو۔ایک بنجر زمین کی مانند ہوتی ہے جبکہ وہ تحریر جس میں یہ سارے لوازمات شامل ہوں ایک ایسے گلستان کی مانند ہوتی ہے جس میں ہر طرف پھول کھلے ہوں''۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ خط کوفی اپنی ابتدائی شکل میں خود کوفہ کے آباد ہونے سے بھی کوئی ایک سو سال قبل موجود تھا۔دراصل یہ زاویہ دار نبطی خط ہی کی ایک شکل ہے۔کوفہ شہر حیرہ اور انبار کے قریب آباد ہوا۔دور جاہلیت میں بھی اس خط کے مراکز تھے ان شہروں کے اکثر باشندے کوفہ اور بصرہ کے نئے شہروں میں آباد ہو گئے اسلام کے ابتدائی تین سو سال تک یہ خط اسلام کا مکمل ترین خط رہا اسی درمیانی مدت میں اس خط نے کئی ارتقائی منازل طے کیں اور عربی خط میں نقاط اور حرکات کی ایجاد ہوئی مختلف قسم کا کاغذ ایجاد ہوا جس نے خط کے ارتقاء پر بھی اثر ڈالا مختلف ممالک کے خطاطوں نے خط کوفی میں علاقائی خصوصیات پیدا کیں۔مثلاً ایرانی کوفی، مصری اور عراقی کوفی کی نسبت عمودی خطوط افقی خطوط کے مقابلے میں زیادہ نمایاں لکھے جاتے ہیں۔(۵۰)

عہد اسلام سے قبل ہر ملک میں ہر زبان مختلف اشکال میں لکھی جاتی تھی بقول ضیاء الدین۔

"Different style of *Kufic* developed gradually. Abul Aswad (69 A.H) a disciple of the Khalif Ali is reported to have improved the calligraphy of Koran and introduced vowel marks in the form of dots. His system was followed for about a century. His disciples improved upon his style. Qutba is the next great calligraphist who is said to have invented four styles of kufic. After him we hear of Khalid (96A.H715A.D.) who stood out foremost amongst the artists of his period. The golden inscription on the Prophet`s mosque is believed to be the work of high penmanship. He also copied the first Quran. The Kufic reached its excellence by the calligraphist Ibn-e-Muqla (338A.H) who was a renowned artist of the reign of Qahir Billa, the Abbaside."(51)

''خط کوفی کے مختلف انداز آہستہ آہستہ ارتقاء پذیر ہوئے۔ابو الاسود (۶۹ ھجری) جو خلیفہ علیؓ کا پیروکار تھا، نے قرآن کریم کی خطاطی کو کافی ترقی دی اور نقاط کی شکل میں اعراب کو متعارف کرایا۔ اس کا متعارف کیا گیا نظام ایک سو سال تک چلتا رہا۔اس کے پیروکاران نے اس میں مزید بہتری پیدا کی۔قطبہ، جو ایک اور عظیم خطاط تھا نے 715ء میں خط کوفی کے چار اور خط ایجاد کئے اس کے بعد ہمیں خالد (۹۶ ھجری/۷۱۵ عیسوی) کا نام ملتا ہے۔وہ اپنے عہد کے خطاطوں کا امام تھا۔خیال کیا

جاتا ہے کہ مسجد نبوی کی دیواروں پر سنہری حروف میں لکھی گئی سورۃ والشمس اس کے قلم کا شاہکار تھی۔
قرآن کریم کا پہلا نسخہ بھی اسی نے تیار کیا۔ ابن مقلہ (۳۳۸ھجری) کے دور میں خط کوفی اپنے عروج پر تھا۔ یہ شخص عباسی خلیفہ قاہر باللہ کے دور کا ایک مشہور خطاط تھا''۔

عہد رسالت میں خط نبطی سے جو مہذب خط نکلا وہ خط مسند حمیری تھا اور پھر مسند حمیری سے خط حمیری مجوز ہوا چنانچہ رسول ﷺ خدا نے جو خطوط فرمانروایان عجم اور مصر وغیرہ کو روانہ کئے وہ اسی خط حمیری مذہب میں تھے۔(۵۲)

ضیاء الدین لکھتے ہیں۔

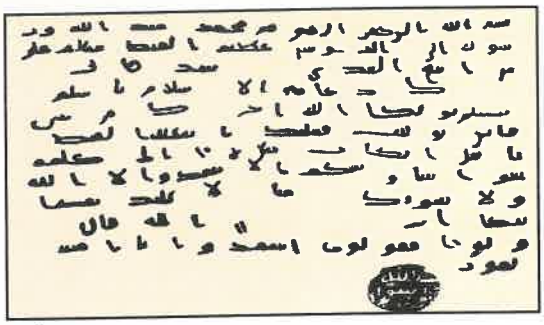
"The letter, believed to be the very epistle of the prophet that he wrote to the Mukaukas, written in the 7th year of Hijra is perhaps the earlist specimen of Arabic writing of the Moslem period. It differs from cursive only in its stiffness and angularity. It presents the very form of the Arabic System of writig that calligraphers set to improve and beautify a few years later. A definite improvement is observable in the monuments of the period immediatly following that of the prophet. The milestone marking 109 miles from Damascus beloging to the reigin of the Khalif Abdul Malik Bin Marwan (65-86-A.H) shows the marked improvement that calligraphy had gained over the pervious style."(53)

''وہ خط جو رسول کریم ﷺ نے حاکم مقوقس کو سات سن ہجری میں لکھا تھا (ع۔۸)، مسلمانوں کے دور کی قدیم ترین عربی تحریر کا حامل ہے۔ یہ Cursive تحریر ہے صرف اپنی سختی اور زاویہ دار ہونے کی وجہ سے مختلف ہے۔ یہ اس نظام تحریر کو پیش کرتا ہے جسے چند سال بعد ہی خطاطوں نے بہتر شکل دینے اور خوبصورت بنانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ اس خط کی بہتر شکل میں ان عمارتوں میں ملتی ہے جو رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ دمشق کے قریب ۱۰۹ سنگ میل جو خلیفہ عبدالملک بن مروان (۸۶۔۶۵ھ) کے عہد کا ہے ان تمام خوبیوں کا حامل ہے جو زمانہ رسالت کے بعد وجود میں آئیں''۔

کوفہ والوں نے حیری میں اصلاح کر کے اسے جزم یا خط کوفی سے منسوب کیا چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن پاک کے چند نسخے مرتب ہوئے جنہیں اسی طرح طرز تحریر میں نقل کرنا محال تھا، خطوط اور عام مراسلت کے علاوہ عہد عثمانی میں جس قدر قرآن پاک کے نسخے لکھے گئے وہ سب خط حیری میں تھے حضرت علیؓ نے جو قرآن کریم لکھا وہ بھی اس طرز تحریر کا نمونہ تھا کتابت مصاحف کے لیے دیگر کاتبین وحی کے علاوہ نافع بن ظریب النوفلی جو حضرت عمر کے کاتب تھے کے علاوہ ناجیہ الطفاوی بھی کتاب مصاحف میں شامل رہے خط حمیری یمن کی تہذیب کا عکاس تھا جبکہ حیری کوفی خط کی ابتدائی شکل تھی۔ حضور ﷺ کے نامہ ہائے مبارک خط حمیری میں ہیں۔ ان مصاحف کی کاروائی از روئے تحقیق ۲۵ھ/۶۴۵ء کے اواخر سے شروع ہو کر ۳۰ھ/۶۵۰ تک جاری رہی تمام نسخے اس وقت کے مروجہ خط الجزم میں لکھے گئے جسے بعد میں خط کوفی کا نام دیا گیا۔(۵۴)

اس وقت خط جزم نقط و شکل سے خالی ہوا کرتا تھا اس لیے مصاحف عثمانیہ بھی اعراب اور نقاط سے یکسر مبرا تھے خلافت راشدہ کے بعد جب دمشق میں امیر معاویہ کی حکومت قائم ہوئی اور اس خاندان میں بڑے بڑے خلفاء ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ طور پر جاری ہوا تو خطاطی باقاعدہ ایک فن کا درجہ اختیار کر گئی اس دور میں بڑے جلیل القدر اساتذہ فن نے اسے مزید جلا بخشی جن میں منصور دوانیقی کے دور میں اسحاق بن حماد خوشنویس گزرا ہے جس نے ۱۵۸ھ/۷۷۴ء میں خط کوفی کو ۱۳۷ اقسام میں لکھا۔ جو اپنی ضرورت مثلاً مخطوطات عمارات، مسکوکات پر استعمال ہوتی رہیں۔(۵۵) اس زمانہ میں قطبہ نامی کاتب تھا جس نے اس خط کو چار طرح لکھا اس

خط میں قرآن پاک کا پہلا نسخہ بھی کتابت کیا۔(۵۶) ولید بن عبدالملک کے عہد (۹۶ھ/۷۱۴ء) میں خالد بن ابی الہیاج خط کوفی کے مصلح اعظم مانے گئے ہیں انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں سورہ الشمس آب زر سے لکھی (۵۷) ساتویں صدی عیسوی کے اختتام پر سکوں پر حکمرانوں کی تصویر کو ختم کر کے انہیں کوفی خط سے مزین کیا جانے لگا۔(۵۸)



ع۔۸ نامہ ہائے مبارک برائے مقوقس

مامون الرشید کے عہد میں علم الخط کو بڑی ترقی ہوئی جسے قدیم خطاطوں کی وصلیاں جمع کرنے کا بہت شوق تھا اس عہد میں خط کوفی مختلف طرزوں میں لکھا جاتا تھا جو عربی سے ملتا جلتا تھا۔ قرآنی خطاطی میں چوتھی صدی ہجری دسویں صدی عیسوی میں خط نسخ نے کوفی کی جگہ لے لی۔

کریسویل کے الفاظ میں:

"Koran has rounder curves and slantingly pointed tips. By the middle of the 4th Cent*Kufic* gives way to the *naskhi* that is to a little rounder script more or less, ceases to be employed in the copying of koran through continuous to be used as ornament."(59)

''قرآن کریم کی تحریر میں مدور گولائیاں اور تیز انیاں نوک پلک ہیں چوتھی صدی کے وسط میں کوفی خط کی جگہ نسخی خط نے لے لی تھی۔ یہ خط زیادہ گول ہے خط نسخی کے استعمال میں آنے کے بعد خط کوفی میں قرآن لکھا جانا تو موقوف ہو گیا لیکن زیبائش کے طور پر اس کا استعمال جاری رہا''۔

بقول انتھونی ویلچ خط کوفی پانچویں صدی ہجری تک قرآنی کتابت، مسودات کے ٹائٹل، ابواب کے عنوانات اور عبارت کے شروع میں ''بسم اللہ'' لکھنے کے لیے مروج رہا۔ رفتہ رفتہ ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عیسوی تک اس کی حیثیت محض آرائشی رہ گئی۔ اور یہ محض سورتوں کے عنوانات یا مخطوطات کے عنوانات اور عمارتی آرائش کے لیے مخصوص ہو گیا۔(۶۰) اس کے بعد ابن مقلہ نے ۲۷۲۔۳۲۸ھ/۸۸۴۔۹۴۰ء کوفی میں سے ۶ خطوط ایجاد کئے جن سے سابقہ خطوط متروک ہو گئے ان وضع کردہ خطوط میں ریحان، ثلث، توقیع محقق، رقاع، نسخ جن کے بارے میں مولانا جامیؒ رقمطراز ہیں۔

ابن مقلہ وضع کردہ ایں شش خط اندر عرب
ثلث و ریحان و محقق نسخ و توقیع رقاع
بعد ازاں از خط توقیع و رقاع اہل عجم
ہفتی خط دگر تعلیق کردند اختراع

ابن مقلہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا برے حالات کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کے ساتھ زبان بھی کاٹ دی گئی ۵۶ سال کی عمر میں قید کی حالت میں فوت ہوا موجودہ اعراب ثلاثہ اور جزم تشدید و تنوین اس کی ایجاد ہیں۔(۶۱) ابن مقلہ کے بیٹوں علی اور عبداللہ کے قلم نے اسلامی خط کو مزید جلا بخشی۔ علی نے محقق میں جبکہ عبداللہ نے نسخ میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں ان دونوں نے یہ فن ابن عیسیٰ سے سیکھا۔(۶۲) چھ خطوط کے بعد ساتواں خط تعلیق یاقوت المستعصمی نے ایجاد کیا تعلیق کے معنی معلق کرنا یا لٹکانا ہیں اس خط مین ایک حرف کو دوسرے سے باہم اس طرح ملا دیا جاتا ہے کہ ایک تار سے لٹکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یہ خط رقاع اور توقیع کو ملا کر بنایا گیا۔

اس کے حروف آپس میں اس قدر ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کو علیحدہ کرنا یا تحریف کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے یہ خط مراسلات و فرامین کے لیے موزوں قرار پایا ترک اور مصری اس خط کو دیوانی کہتے ہیں ایرانی تعلیق یا ترسل جبکہ ابو الفضل کے مطابق یہ خط ہندوستان میں ۴۰۰ برس تک جاری رہا۔(۶۳) ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط میں خط محقق سرفہرست ہے۔

محقق خط

خط محقق ساتویں صدی ہجری/گیارہویں صدی عیسوی تک عمومی طور پر بڑے سائز کے مصاحف کے ورق کی پہلی درمیانی اور آخری سطور لکھی جاتی رہی۔ یہ خط جلی حروف واضح کھلے لمبے مضبوط ہوتے ہیں۔ اس میں خط کی بنیادی پہچان حروف ت پ ب ی ون م ل ک ق ف ض ص ش س ژ ز ر ذ د ث بائیں طرف سے زاویہ دار ہوتے ہیں جن میں نیچے کیطرف قدرے جھکاؤ ہوتا ہے اورال ط ظ ک جیسے حروف زاویہ دار حروف کے پیٹ میں آتے ہیں اس خط کا علاقہ وسط ایشیائی ہے۔(ع۔۹) خط محقق ساتویں صدی ہجری/گیارہویں صدی عیسوی میں محقق کی جگہ ثلث نے لے لی،(۶۴)



ع۔۹

ریحان خط

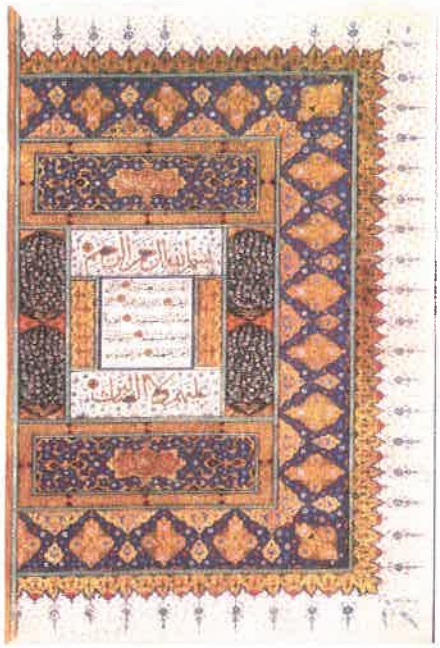
رحان، ریحانی، ریحان کے معنی ایسے گلدستے کے ہیں جو پھولوں سے مہک رہا ہو اس میں زاویہ دار حروف یعنی ی ن ل ق ض ص ش س کے دائرے محقق خط کی نسبت تنگ ہوتے ہیں۔ اورا ل ط ظ ک جیسے حروف زاویہ دار یا دائرہ والے حروف سے علیحدہ لکھے جاتے ہیں اس میں قلم کی تیزی روانی بین اسطور اور نازکی اس طرح ہوتی ہے کہ حروف گلدستے کی مانند نظر آتے ہیں اور یہ خط قرآنی خفی کتابت کے لیے گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی عیسوی تک مروج رہا بعد میں اس خط کی جگہ نسخ نے لے لی۔ رحان، ریحانی، ریحان کے علاوہ قرآنی کتابت کی نسبت سے اس کا نام روحانی خط بھی ہوسکتا ہے بعض مورخین خط نے اس پہچان کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی تعریف دو جملوں میں کی کہ گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی عیسوی تک لکھے گئے قرآن کریم کے خفی کتابت ریحان ہے اور جلی کتابت محقق ہے اس



ع۔۱۰

خط کا علاقہ وسط ایشیائی ہے۔(۶۵)

ثلث خط



ع۔۱۱

ابن مقلہ کے بعد ابوالحسن علی ابن ہلال جو ابن البواب کے نام سے مشہور ہوا نے اسلامی خط میں جاذب نظر اضافے کئے مگر اسے وہ مقام نہ دے سکا جو یاقوت المستعصمی (ع۔۱۱،۱۲) کے ہاتھوں ملا ابن البواب قلم کو درمیان سے قطع نہیں لگاتا تھا جبکہ یاقوت نے قلم کے قط کو درمیان سے قطع کیا۔اس طرح خفیف سی تبدیلی سے خط میں وہ مقام پیدا ہوا آج تک قلم کو درمیان سے قطع کرنا نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہے۔(۶۶) یاقوت نے ہفت خطوط میں ان کے اوزان کو تبدیل کئے بغیر محض قلم کی تبدیلی سے خطاطی میں اجتہادی اضافے کئے (ع۔۱۲) جس کی بناء پر وہ ''قبلہ الکتاب'' ٹائٹل کا مستحق ہوا۔(۶۷) اور خط ثلث بام عروج پر پہنچایا جسے شیخ احمد اللہ ۸۳۳۔۹۶۲ھ/۱۴۲۹۔۱۵۲۰ء نے مزید جلا بخشی۔ اس خط میں حرف کا ۳/۱ حصہ جھکاؤ اور پھیلاؤ میں ہوتا ہے یہ خط زیادہ تر کوفی آمیز ثلث کے بعد پندرہویں صدی عیسوی میں عمارتی خطاطی اور اسلامی ممالک میں چھپنے والی کتب کے ٹائٹل لکھنے کے لیے بھی مستعمل رہا۔اگرچہ مختلف رسم الخطوط بے انتہا مہارت، محنت، خط کے بارے کافی علم قلم پر مضبوط گرفت اور چابکدستی کے متقاضی ہوتے ہیں لیکن خط ثلث ان فنی محاسن کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بے انتہا وسعت اور پھیلاؤ کی وجہ سے خطاط اپنی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکتا ہے۔خط ثلث اپنی بناوٹ اور خوبصورتی کے لحاظ سے آج سے دوسو سال قبل ہی مکمل ہوگیا تھا اس کے بعد اس خط میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہو پایا۔اسی میں کمپوزیشن کی جامعیت کے لحاظ سے خوبصورت تجربات کئے گئے۔یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے میری نظر میں اچھی کمپوزیشن کے اصول یہ ہیں کہ کسی بھی عبارت میں تہجی حروف بڑے ہوں گے بقایا چھوٹے تہجی حروف باقی حروف کی نسبت زیادہ متبرک اور اہم ہوتے ہیں۔لہٰذا چھوٹے حروف یا الفاظ بڑے الفاظ کی گود میں بیٹھیں گے یا ان کی بغل میں پناہ حاصل کریں گے۔اور اہم الفاظ باقی چھوٹے بڑے الفاظ، کندھوں، یا سر پر رکھے جائیں گے۔اس کی کمپوزیشن میں صرف ہر عبارت کے الفاظ کو قطع کر سکتے ہیں جبکہ دیگر اعراب نہیں۔ ماسوائے پیش کے۔عبدالقادر کا ثلث خط کمپوزیشن کی عمدہ مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

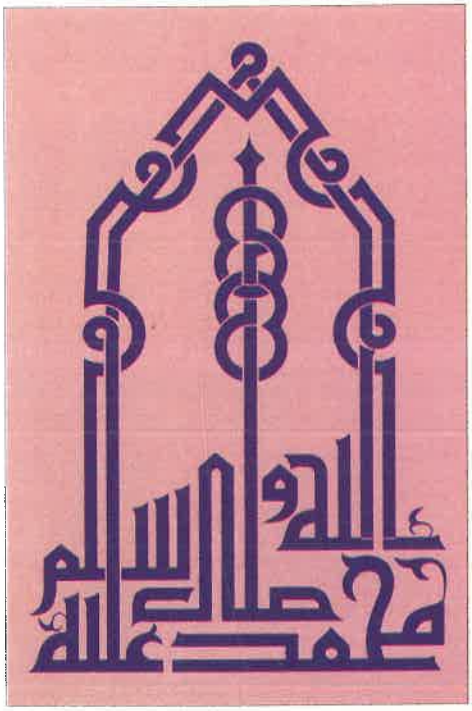


ع۔۱۲ یاقوت المستعصمی

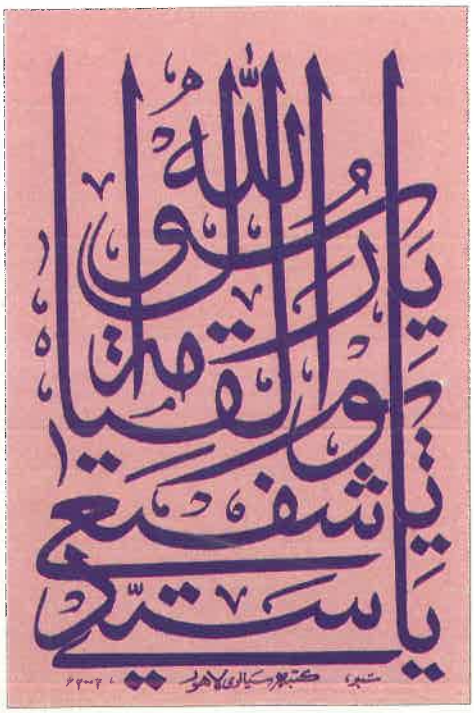


کتبہ: حافظ محمد یوسف سدیدی

ع-۱۵



ع-۱۳



ع-۱۴

کتبہ: محمد شفیع انور سیالوی



ع-۱۶

کتبہ: حافظ محمد یوسف سدیدی





ع-۱۷

کتبہ: محمد شفع انور سیالوی



ع ـ ۱۸

کتبہ: محمد علی زاہد



ع۔ ۱۹

کتبہ: واجد محمود یاقوت رقم



ع۔ ۲۰

کتبہ: عبدالرحمٰن



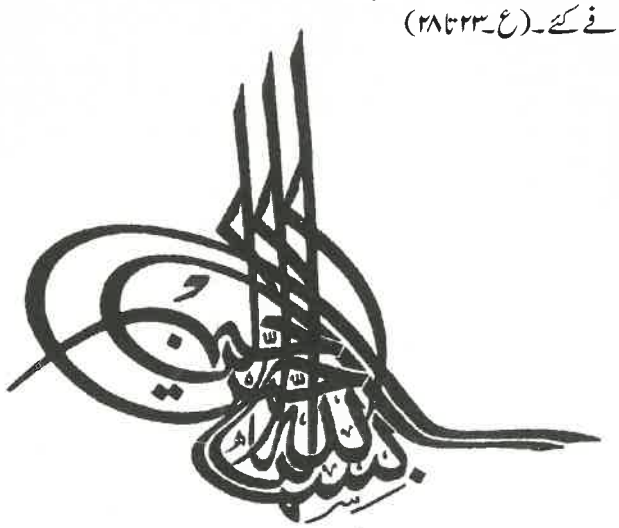
ع۔ ۲۱ کتبہ: احمد علی بھٹہ



ع۔ ۲۲ کتبہ: خالد جاوید یوسفی

طغریٰ خط

خط ثلث کی پگڑی نما شکل میں لکھا جاتا ہے۔ یہ خط بالخصوص ترک حکمرانوں نے فرامین کے اوپر شدومد سے لکھوایا اور بعد میں اس میں بے پناہ اضافے کئے۔ (ع۔۲۳ تا ۲۸)



ع۔۲۳

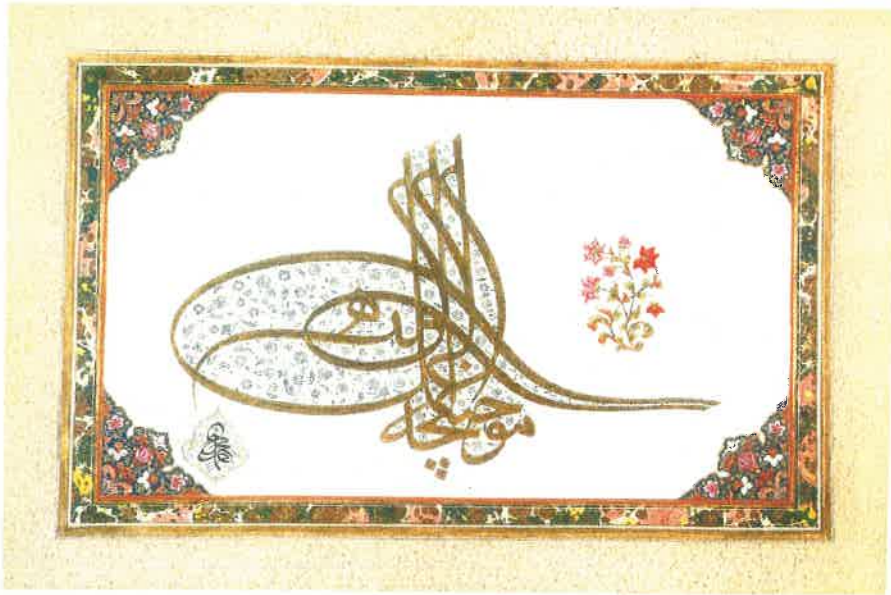


ع۔۲۴

کتبہ: محمد شفیع انور سیالوی



ع۔۲۵ کتبہ: محمد شفع انور سیالوی



ع۔۲۶



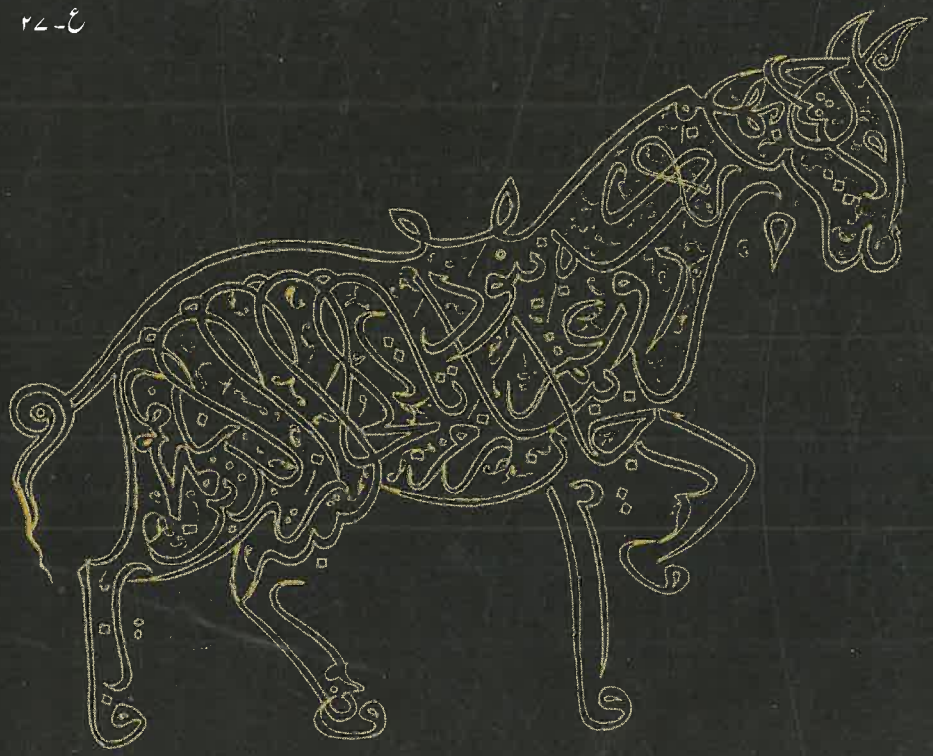
ع۔۲۵ کتبہ: محمد شفع انور سیالوی



ع۔۲۶



ع-٢٧



ع-٢٨

نسخ خط

۳۱۰ھ/۹۲۲ء میں نبطی خط کی مدد سے خلیفہ المقتدر باللہ کے زمانے میں ابن مقلہ نے ایجاد کیا۔ جسے نسخ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سابقہ خطوط کا ناسخ ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی عیسوی تک قرآن خطاطی کے لیے کوفی کا رواج ختم ہوگیا اور نسخ نے کوفی کی جگہ لے لی۔ اس خط میں قرآن کریم اور دیگر عبارات لکھی جاتی تھیں اور عموماً یہ خط خفی حالت میں زیادہ لکھا گیا ہے نسخ کے ساتھ ہی ریحان بھی قرآنی خطاطی کے لیے مستعمل رہا۔ خط نسخ بارہویں صدی کے پہلے نصف میں فاطمی دور حکومت کے آخر میں اپنے ارتقاء کے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ (۶۸) نسخی خط اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ مذہبی امور کے لیے مروج رہا جس کی بہترین مثال حردہ اور غباری رسم الخطوط ہیں۔ (ع۔۲۹) جو نسخ کے ذیلی خطوط میں شمار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

"*Naskhi* continued to be used in religious work, it has fine and broad varieties. The very fine ones are known as *Hurda* and *Gubari*. The kind known as *naskhi* and *kirmasi* is a type of writing employing no vowel points *Gubari* is an extremely fine style of writing"(69).

''خط نسخ مذہبی کتب لکھنے کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ کئی خوبصورت اور وسیع انداز ہیں۔ دو خوبصورت ترین انداز حردہ اور غباری کہلاتے ہیں اس کی دو اور اقسام سنخی اور کرماسی کہلاتی ہیں ان میں کسی اعراب اور نقاط کا استعمال نہیں ہوتا۔ خط غباری ایک خوش خطی کی ایک انتہائی جمیل طرز ہے''۔



ع۔۲۹

منگول دور میں وقتی زوال کے بعد نسخ نے اپنا کھویا ہوا وقار جلد ہی تیموری دور میں حاصل کرلیا مگر ۱۸ویں ۱۹ویں صدی میں وہ جاذبیت نہ رہی جو مغل دور کا خاصا تھی جبکہ ایرانی نسخ میں خط ریحان کا عنصر غالب رہا۔ ۱۸ویں صدی عیسوی میں ایرانی خطاط احمد نیریزی نے نسخ میں تبدیلیاں کیں جس سے اس میں نستعلیق کا عنصر نمایاں ہوا۔ برصغیر اور ایران میں آج کل کے خطاط احمد نیریزی کے خط کو ہی قرآنی کتابت کے لیے استعمال کررہے ہیں۔

توقیع خط

ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط میں سے خط توقیع ثلث کی ایک ذیلی قسم ہے۔ علی الپ ارسلان کے مطابق۔

"*Tawki* is a variety of *thuluth*, with its letters somewhat more compressed and rounded. An other special feature of it is that the letter like و-ل-ژ-ز-ذ are joined to the letters following them. some times, however, one may come across examples of Tawki in which all the letters are almost joined together , some times the final letter of a word would be joined with the first letter of the following word. This script was used in Persia for the final page, so that with the calophon showing the date and place of copying and scribes name of elongated format Kurans."(70)

''خط توقیع، خط ثلث کی ہی ایک قسم ہے۔ اول الذکر کے حروف ذرا دبے ہوئے اور مدور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے بعض حروف (و، ل، ژ، د، ذ اور ا) اپنے بعد آنے والے حروف کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات خط توقیع کے ایسے نمونے بھی ملتے ہیں جن میں تمام حروف ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تو کسی لفظ کا آخری حرف اپنے بعد آنے والے لفظ کے پہلے حرف سے جدا ہوتا ہے ایران میں اس خط کا استعمال کتاب کے اس آخری صفحہ تک محدود ہوتا تھا جس کے ذریعہ کتاب کی اختتامی تحریر کے ذریعے تاریخ تحریر اور خطاط کا نام دینا مقصود ہوتا تھا''۔

خط رقاع

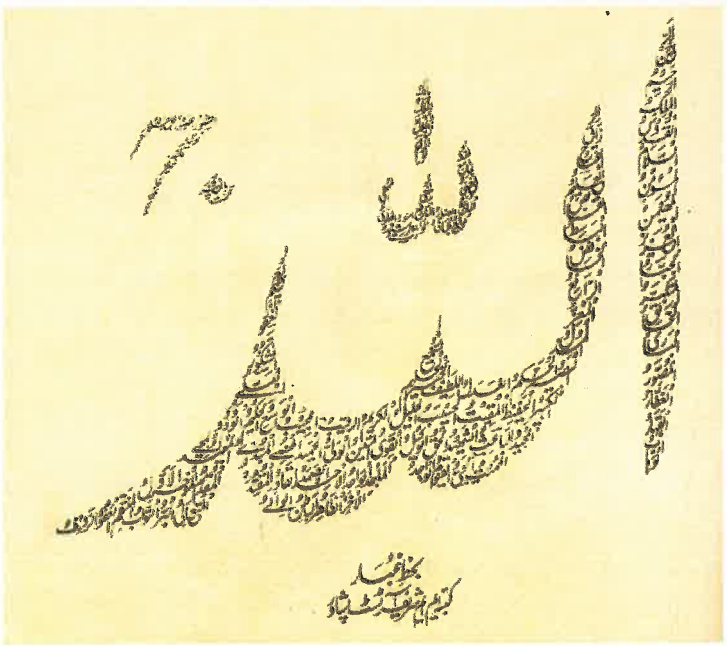
رقعہ خط توقیع کی ذیلی شکل ہے۔ (ع۔۳۰) اور اسے اصولوں پر لکھا جاتا ہے۔ یہ خط پہلے خطوط، جنگ نامے، اور کہانی لکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ دولت عثمانیہ کے خطاطوں نے اسے اجازہ (Idjaza) کا نام دیا ہے۔



ع۔۳۰

غبار یا غباری خط

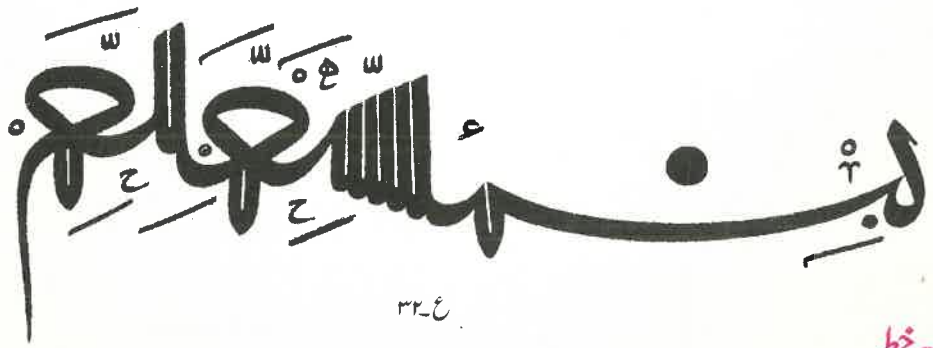
یہ خط نہایت خفی حالت میں لکھا جاتا ہے۔ جو ننگی آنکھ سے نہیں پڑھا جا سکتا۔ یہ کسی بھی خط کی ایک ذیلی شکل ہے۔ بعض مکمل قرآن کریم کے نسخے اس خط میں لکھے گئے ہیں۔ (۷۱)



ع۔۳۱

مسلسل خط

یہ کوئی علیحدہ خط نہیں ہے ۔ خط ثلث میں کسی تحریر کو جب باہم جوڑ کر لکھا جائے تو اسے خط مسلسل کہا جاتا ہے۔ (۷۲)(ع۔۳۲)



ع۔۳۲

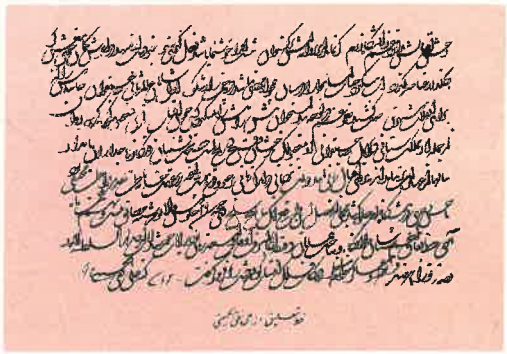
شقیہ خط

خیال کیا جاتا ہے کہ خط شقیہ (خط سیاک) عہد اموی اور اس کے بعد میں استعمال ہوتا رہا اس کی کوئی فنی خصوصیت نہیں تھی۔ یہ مالی معاملات کی کتابوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خط ساسانی عہد میں استعمال ہوتا تھا۔ (۷۳)

تعلیق خط

تعلیق کے معنی لٹکانے کے ہیں چونکہ اس خط کا ایک حرف دوسرے حرف سے ملا دیا جاتا ہے اس لیے یہ خط تعلیق کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ خط نسخ کی ایک شاخ اور خط رقاع وتوقیع سے انسباط ہے لیکن نسخ کے اصولوں کی پابندی سے آزاد ہے اس میں کچھ

خصوصیات نسخ کی اور کچھ نستعلیق کی ہیں۔حروف کی کہنیاں نسخ کی اور دامن نستعلیق کے ہیں۔لمبی سطح والے بعض حروف کے آخری حصے کو نوک کی بجائے خط معکوس کی صورت دی جاتی ہے اور اس کے حروف دائیں سے بائیں جانب جھکاؤ رکھتے ہیں اس خط کے حروف کا تبدیل کرنا ممکن نہیں اور طرز میں بھی روانی ہے اس لیے فرامین ومسودات ومراسلت کے لیے نہایت موزوں اور مناسب سمجھا جاتا تھا۔ترک اور مصری اس خط کو دیوانی اور ایرانی تعلیق و ترسل کہتے ہیں۔(ع۔۳۳) بعض مورخین خط کے نزدیک اس کی ایجاد صفویوں کے زمانہ میں ہوئی مگر اس کے خطی نسخے اس سے قبل بھی ملتے ہیں۔عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ خط حسن حسنی بن علی فارس نے ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء میں ایجاد کیا انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں خط کے تحت مندرج ہے کہ یہ خط ابوالعالی کی ایجاد ہے۔(۷۴) مصنف خط وسواد لکھتا ہے کہ خط تعلیق خواجہ تاج سلمانی اصفہانی نے ایجاد کیا۔(۷۵) جسے خواجہ عبدالحئی اور بہت سے خطاطوں نے اپنایا(۷۶) یہ خط تقریباً چار سو سال تک ایران ترکستان اور مصر اور پاکستان و ہند وغیرہ میں رائج رہا اس میں بہت سے باکمال خطاط گزرے ہیں ایسے کاتبوں میں مولانا درویش نے سلطان حسین مرزا کے زمانے میں ناموری حاصل کی انڈیا آفس لائبریری میں کلیات سعدی مکتوبہ فیروز بخت اصفہان شاہ مکتوبہ محرم ۸۱۹ھ/ ۱۴۱۶ء موجود ہے جو قدیمی تعلیق میں ہے۔



ع۔۳۳

شکستہ خط

یک گونہ شکستگی کے باعث یہ طرز تحریر خط شکستہ کے نام سے موسوم ہوا۔تعلیق اور نستعلیق کو ملا کر اس کی ایجاد زود نویسی کی غرض سے ہوئی اسی خوبی کے باعث زیادہ تر عدالتی فیصلوں،فرامین ، دستاویزات ، مراسلات اسی خط میں ملتے ہیں (ع۔۳۴) اس خط کا موجد مرزا محمد حسین ابن مرزا شکر اللہ تھا جو صفوی کا رشتے دار اور سلطان محمد بن خدابندہ جائیتو شاہ طہماسپ بن شاہ اسماعیل کے بعض امراء کے حسد کے باعث ہندوستان آ کر شہنشاہ ہمایوں کے دربار میں اعزاز سے سرفراز ہوا پھر امرائے اکبری میں شامل ہو گیا اس کے زمانے تک خط شکستہ کا کوئی اسلوب یا ضابطہ نہ تھا اور نہ ہی یہ باضابطہ خطوط میں شامل ہوتا تھا اسی خطاط نے اس کے اصول وضوابط مقرر کر کے اس کو بدرجہ کمال تک پہنچایا یہ خط ایران اور دیگر ممالک کے علاوہ عہد شاہجہانی میں ہندوستان میں پورے عروج پر تھا۔آج بھی یہ خط پاکستانی عدالتوں میں منشیانہ کاروائی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پنڈت شنکر ناتھ کے استاد مولوی حیات علی کو شکستہ بخط جلی کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ لاہور عجائب گھر کے مجموعہ مخطوطات میں مثنوی مولانا روم مکتوبہ



ع۔۳۴

(۱۰۸۸ھ) عہد عالمگیری کے کاتب نورالدین محمد کے شکستہ قلم کا شاہکار ہے۔(۷۷) علامہ اقبالؒ شکستہ میں اعلیٰ مہارت رکھتے تھے۔(۷۸)

شفیعہ خط

یہ شکستہ خط کی ایک طرز خاص کا نام ہے جو گیارہویں سے سترہویں صدی تک رائج رہا شکستہ کے مقابلے میں اس کے الفاظ کو باہم ذرا کم ملایا جاتا ہے اور نسبتاً کچھ کم گنجان ہوتا ہے اس خط کا موجد مرتضیٰ علی خان شاملو ہے جس نے اس خط کی تربیت اپنے میر منشی شیفائی کو دی۔ اور اسی نسبت سے یہ خط شیفائی یا شفیعہ مشہور ہوا۔ اس کے علاوہ چند خطوط گلزار، ماہی، طغریٰ ناخن، ہیں جو انہیں خطوط سے وضع ہوئے۔(۷۹)

مغربی خط

لمبے جلی اور وسیع دائروں والے حروف مغربی خط کی نمایاں خصوصیت ہے۔ یہ خط مصر سے مغربی جانب واقع ممالک میں رائج ہے تیسری صدی ہجری/نوی صدی عیسوی میں مروج خط کوفی کا شاخسانہ ہے شمالی افریقہ میں بنو اغلب کے دارالحکومت قیروان کی نسبت سے اسے قیروانی خط بھی کہا گیا جب المغرب کا مرکز حکومت قیروان سے اندلس منتقل ہوا تو یہ خط اندلسی یا قرطبی خط کے نام سے مشہور ہوا۔ ۶۱۰ھ/۱۲۱۳ء میں اسلامی وسطی افریقہ میں ٹمبکٹو شہر آباد ہو کر اسلامی ثقافت کا مرکز بنا تو یہ خط ٹمبکٹی خط یا سوڈانی خط کہلایا آج کل نائیجیریا میں اس کے شہر کانو کی نسبت سے یہ خط کانوری کہلاتا ہے افریقی ممالک میں مقامی ناموں کے اختلاف کے باوجود یہاں کے جملہ مروجہ خطوط مجموعی طور پر مغربی خط کے نام سے موسوم ہیں خط مغربی کے کچھ قدیم نمونے وی آنا کے مختلف عجائب گھروں اور سرکاری نجی لائبریریوں میں محفوظ ہیں چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی کا کتابت شدہ ایسا ایک قرآنی ورق تیونس کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس لائبریری میں کچھ اور بھی قرآنی اوراق موجود ہیں جن کی کتابت کا زمانہ چوتھی یا پانچویں صدی ہجری یا دسویں یا گیارہوی صدی عیسوی کا ہے اس طرح تیونس میں واقع نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف آرکیالوجی اینڈ آرٹ میں کاتب علی بن احمد کے قرآنی اوراق مکتوبہ ۴۱۰ھ/۱۰۲۰ء محفوظ ہیں۔ ان قرآنی نسخوں میں بعض کے متن پر ابوالاسود دوئیلی کی طرز میں اعراب درج ہیں اور بعض پر اس کے ساتھ خلیل ابن حامد کا نام بھی موجود ہے چھٹی یا ساتویں صدی ہجری کے کچھ قرآنی اوراق میٹروپولیٹن میوزیم نیویارک میں موجود ہیں غرناطہ میں آٹھویں صدی اور نویں صدی میں لکھے جانے والے قرآن مجید اگرچہ کتابت میں نادر نہیں مگر نقش ونگاری سب میں شاندار ہیں۔ برطانیہ کے عجائب گھر میں مراکش کا ایک مغربی قرآن مکتوبہ ۹۷۸ھ/ ۱۵۶۸ء موجود ہے اور آج بھی مراکش میں یہی خط رائج ہے مغربی خط کا قرآن مجید انیسویں صدی کا مکتوبہ کی جلد بندی نہیں کی جاتی جس کی مثال لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری میں مغربی خط کا قرآن مجید انیسویں صدی کا مکتوبہ موجود ہے۔(۸۰)

بہار خط

یہ خط عربی کی ایک خاص طرز ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک تزئینی و آرائشی خط ہے بعض علماء اسے ''آھار آلودہ'' یعنی وصلیوں پر لکھے جانے کی وجہ سے ''خط بہار'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو مرور ایام کے ساتھ ''خط بہار'' کی صورت میں معروف ہوا۔ کچھ مؤرخین خط کے نزدیک یہ بھارت کے صوبہ بہار میں ایجاد ہونے کی وجہ سے علاقہ کی نسبت سے خط بہار کہلایا لیکن مسلمہ رائے یہی ہے کہ یہ خط، خط گلزار وغیرہ کی طرح اپنی تزئینی و آرائشی خوبیوں کی بنا پر ''خط بہار'' کے نام سے موسوم ہوا۔ اس خط کی جائے پیدائش کے بارے میں علماء میں اختلاف موجود ہے بعض کے نزدیک یہ پاکستان و ہند کی پیداوار ہے کیونکہ خط بہار کے ملنے والے نمونوں میں اکثریت کا تعلق پاکستان و ہند سے ہی ہے کچھ کے خیال میں یہ خط ترکستان میں پیدا ہوا جبکہ دوسرا گروہ اسے خط کوفی کی اولاد قرار دیتا ہے ایک اور طبقہ اسے کوفی اور نسخ کی درمیانی اور ارتقائی کڑی قرار دیتا ہے لیکن یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ یہ خط کوفی تزئینی کی ارتقائی شکل

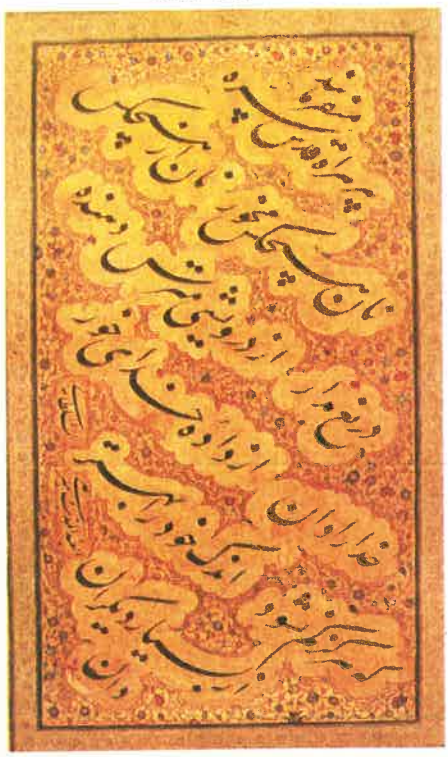
ہے۔ خط بہار کی ابتداء کس زمانے میں ہوئی اس بارے میں کوئی حتمی رائے موجود نہیں۔ ابتدائی خط بہار کا قدیم ترین نمونہ ایک قرآنی نسخہ ہے۔ جو پاکستان کے قدیم قصبہ بندر لوہڑی نزد ٹھٹھہ کے کاتب الیاس بن قاضی ابوبکر بن نصر اللہ کی ۶۷۶ھ/ ۱۲۷۷ء کی کتابت ہے یہ چند سال پہلے تک افغانستان کے عجائب گھر میں محفوظ تھا۔ اس نسخہ کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خط محمد تغلق (۷۲۵۔۷۵۲ھ/۱۳۲۴۔۱۳۵۱ء) کے زمانے میں قرآنی خطاطی کے لیے استعمال ہو رہا تھا۔ اس خط کے نمونے مختلف لائبریریوں عجائب گھروں میں محفوظ ہیں ان نسخوں کے جائزہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط سولہویں صدی تک رائج رہا تھا اس خط میں قرآنی مخطوطات کے علاوہ عمارتی کتبات، تفاسیر، عربی کتب اور پنجابی کتب کی اکادکا مثالیں بھی نظر سے گزری ہیں۔ (۸۱) راقم کی تحقیق کے مطابق بہار دراصل کوفی سے ثلث کا ارتقائی سفر ہے۔ (۸۲)

نستعلیق خط

نسخ اور تعلیق سے ایرانیوں نے ایک نیا خط ایجاد کیا جو نستعلیق کہلایا۔ عام طور پر اس کا موجد میر علی تبریزی کو قرار دیا جاتا ہے بعد ازاں اس خط کو میر علی ہروی نے پروان چڑھایا۔ حتمی رائے یہی ہے کہ میر علی تبریزی سے پہلے یہ خط موجود تھا یہ اور بہت ممکن ہے کہ میر علی تبریزی نے اسے موجودہ صورت دی ہو اس کے بعد سلطان علی مشہدی نے اسے مزید بہتر شکل دی سلطان علی کے شاگردوں میں مولانا محمد ابریشمی مولانا سلطان محمد نور مولانا محمد خنداں، مولانا زین العابدین محمود، مولانا میر علی حاجی، میر علی کاتب کے نمونے ملتے ہیں میر علی نستعلیق میں نمایاں حیثیت کا حامل تھا جو ہرات کا باشندہ اور زین الدین محمود کا شاگرد تھا جو بعد میں مشہد چلا گیا جہاں مولانا سلطان علی مشہدی کی شاگردی اختیار کی اس کی خطاطی کے مرتبہ کو صرف دو خطاط مہر عماد اور محمد حسین کشمیری پہنچے۔ (۸۳) میر سید علی، خواجہ عبدالحمید، سید عبدالرحیم اور عماد الحسینی، عبدالرشید دیلمی اس خط کے مشہور اساتذہ گزرے ہیں یہ خط مغلیہ دور میں پاکستان و ہند میں وارد ہوا جس میں عبدالرشید دیلمی نے قدیم طرز میں کچھ اختراعات کیں محمد امیر پنجہ کش دہلوی مغلیہ دور کے آخری نامور کاتب تھے ۱۹ویں صدی کے نصف آخر میں لاہور میں امام ویروی نے مروجہ طرز خطاطی میں جاذب نظر تبدیلیاں کیں۔ عبدالمجید پرویں رقم لاہوری نے طرز نگارش میں کچھ حسین تبدیلیاں پیدا کر کے موجودہ لاہوری طرز نستعلیق کو رائج کیا اسی زمانے میں دہلی میں یوسف دہلوی نے لاہوری طرز سے قدرے مختلف خطاطی کا الگ دبستان قائم کیا دلی اور کراچی کی طرز سے اس خط سے جنم لیا۔ سلطان علی مشہدی، میر علی تبریزی اور میر عماد نستعلیق کے مصلح گردانے جاتے ہیں ان سے قبل کے کتبات



میر سید علی تبریزی



ع۔۳۵ کتبہ: میر سید علی تبریزی


بسم اللہ الرحمن الرحیم
نصلی علی محمد و آلہ
یا سیدی یا رسول اللہ علیک السلام
صلوٰۃ اللہ علیک
صلی اللہ علیک و علی آلک و اصحابک و سلم
مبارک
مقدس

ردائرے کھڑے اور سیدھے جبکہ پیوند
ائی کے کتابت کردہ نظام الدین اولیاءؒ
ں اور اس طرز کو دیگر اسلامی ممالک میں
ہے چین کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ
ط کی اس ہمہ گیریت کو فراموش نہیں کیا
الخط بھی غائب ہو گیا مصر میں نبطی جگہ
و ہند میں مسلم فرمانرواں نے جس علم و
وام میں پھیلایا اور بادشاہوں نے جگہ
ہور میں دو تین ہی بڑے کتب خانے
ئی کس قدر عروج پر تھا اور اتنی کثیر تعداد

جولانیاں دکھا کر قرطاس کو سدا بہار بنا
کے اعتبار سے منفرد ہے اس کی خصوصاً
(تا ۳۷)

"This author h
thousand artists
five rivers duri
manuscripts
mosques, city,
cultural history





حواشی وتعلیقات

1-"افتخار احمد اردو رسم الخط کی ابتداء ایک تاریخی جائزہ" روزنامہ امروز ہفت روزہ اشاعت یکم دسمبر ۱۹۸۹ء ص۔۱۱

2- Encyclopdeia of Britiannica, Vol. III. 1st edtion New York 1974, p-646

3- D. Runes & G.sclrickel "Khatt" in Encyclopedia of Arts, Philsophical Library New york. 1946, p-480

4-محمد اسحاق صدیقی "فن تحریر کی تاریخ" انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱۹۶۴ء ص۔۴

5-واضح رہے کہ تقریباً تمام اسلامی رسم الخطوط کی ابتداء بھی اسی علاقہ سے ہوئی۔

6-مولوی احترام الدین شاغل عثمانی "صحیفہ خوشنویساں" ترقی اردو بیورو نئی دلی ۱۹۸۷ء ص۔۳۵

7-محمد اقبال بھٹہ "آغاز فن تحریر و اسلامی خطاطی" دینی ڈائجسٹ روزنامہ پاکستان ۲۷ مئی ۱۹۹۱ء ص آخر

8-سید حسن ماضی کے مزار سا تواں ایڈیشن" مکتبہ دانیال احمد برادرس عبداللہ ہارون روڈ کراچی ۱۹۸۶ء ص۔۴۵

9- محمد اقبال بھٹہ "آغاز فن تحریر و اسلامی خطاطی" محولہ بالا

10-J.J Gelb "A study of writing", the foundation of grammetology. University of chcago press Chicago, Illinos 1952 p-11

11-سید یوسف بخاری دہلوی "خطاطی اور ہمارا رسم الخط" ایچ ایم سعید کمپنی ناشران و تاجران کتب پاکستان چوک کراچی مئی ۱۹۵۹ء ص۔۹

12-شیخ ممتاز حسین جونپوری محمد ایوب قادری "خط و خطاطی" آل پاکستان اکیڈمی آف ایجوکیشن ریسرچ ۱۹۶۱ء ص۔۱۰

13-عبدالقیوم "تدریس شیخ" ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۱ء ص ۳۔۴

14-سید انور حسین نفیس رقم "نستعلیق نامہ" دارلطائف "کریم پارک راوی روڈ لاہور مارچ ۲۰۰۴ء ص۔۶

15-Anthony welch calligraphy in the arts of the muslim world. The Asia Society, New York, University of Taxas Press, Asutin, Houtodate House, New York , 1979. P17

16-Titus Burckhardt "The art of Islam"- Language and Meaning, World of Islam Festival Publishing Co. 1976 p-47

17- Anthony Welch Calligraphy in "The Arts of the Muslim World", Asia Society, New York 1979, p-17

18- S.M. Dimand "A Handbook of Muhammaden Arts", Houtodale House, New York. 1947 p-67

19-ابوحیان التوحیدی "مترجم ڈاکٹر عبداللہ چغتائی" رسالہ علم الکتابت، کتاب خانہ نورس کاپی بک شاپ کیپر سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۶۶ء ص۔۲۱

20-ایضاً ص۔۱۹

21-ابوحیان التوحیدی "محولہ بالا ص۔۲۷

22-ابوحیان التوحیدی "محولہ بالا ص۔۱۵

23-Anthony welch calligraphy in "The arts of the Muslim World". The Asia Society,Op.cit p p 30-31

24-ابوحیان التوحیدی محولہ بالا ص۔۲۲

25-اردن ایڈمن مترجم عابد علی عابد "فنون لطیفہ اور انسان" مقبول اکیڈمی ۴۔اے شاہ عالم گیٹ لاہور ص۔۳۱

26-ابوحیان التوحیدی ص۔۲۲

27-ایضاً ص۔۲۳

28-ایضاً ص۔۲۳

29-ایضاء ص۔۳۴

30-H.B Mercer, "The origen of writing and our Alphabets" Luzac &Ltd. Great Russell Street w.c.co Ltd. London, 1959 p-1

31-محمد اسحاق صدیقی "فن تحریر کی تاریخ" انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱۹۶۲ء ص۔۷

32-عبدالقیوم۔ تدریس شیخ۔ محولہ بالا ص۔۱

33-عبدالحمد ایرانی۔ پیدائش خط و خطاطاں۔ کتاب خانہ ابن سینا ۱۳۴۶ سال خورشیدی ص ۱۳۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری و محمد ایوب قادری "خط و خطاطی" "اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۶۱ء ص ص۔۱۸۔۱۹

34-G.R. Hunter "The script of Harappa and Mohenjodoro" and its connection with other scripts. London 1934. p-43

35-Stuart Piggott "Preshistoric India" Pengiun Books, Hormonds Worth Middlesex. 1950 p-183

36۔ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار۔ مسلماناں دے آون توں پہلوں پنجاب وچ ورتیاں گئیاں لپیاں دا اک جائزہ تے اوہدی تاریخی تے ثقافتی اہمیت، پنجابی ادب، ششماہی جنوری، مارچ جلد نمبر اشمارہ نمبر ۱۰۔ پنجابی ادبی بورڈ ۵۸۔لارنس روڈ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۸

37-Sir John Marshall- Mohenjodoro and the Indus Civilization vol.3. London, 1931-p-117

38۔ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار "مسلماناں دے آون توں پہلوں پنجاب وچ ورتیاں گئیاں لپیاں دا اک جائزہ تے اوہدی تاریخی تے ثقافتی اہمیت" محولہ بالا ص۔۴۰

39-G.R Hunter "The Script of Harappa and its connection with other Scripts" op. cit. p-84

40۔ پیر مہر علی شاہ خلاصہ تقریر دلپذیر، دارالعلوم انجمن نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور ص۔۱۳

41۔

	ا	=	۱		ہ	=	۵		ح	=	۸		ک	=	۲۰
ابجد	ب	=	۲	ہوز	د	=	۶	حطی	ط	=	۹	کلمن	ل	=	۳۰
	ج	=	۳		ز	=	۷		ی	=	۱۰		م	=	۴۰
	د	=	۴										ن	=	۵۰
	س	=	۶۰		ق	=	۱۰۰		ث	=	۵۰۰		ض	=	۸۰۰
سعفص	ع	=	۷۰	قرشت	ر	=	۲۰۰	ثخذ	خ	=	۶۰۰	ضظغ	ظ	=	۹۰۰
	ف	=	۸۰		ش	=	۳۰۰		ذ	=	۷۰۰		غ	=	۱۰۰۰
	ص	=	۹۰		ت	=	۴۰۰								

42-Dr. Shaukat Mahummad "Sacrosanct and Historical Physiognomy of Islamic Calligraphy in Pakistan Architecture" The proceedings of the Hijra celebration Symposium on Islamic Art. Calligraphy Architecture and Archaeology March 1-6 Vo. III.1981. Deptt. of Archaeology. University of Peshawer (1987) p.471

43- Dr.Muhammad Iqbal Bhutta. "Epigraph from Masjid Kharasian" Lahore. Museum Bulletin. vol III.No.2 July-Dec.1990 Lahore. p-78

44۔ محمد اسحاق صدیقی۔ فن تحریر کی تاریخ محولہ بالا۔ ص۔۸۱

45۔ عبدالقیوم۔ تدریس نسخ محولا بالا ص۔۴

46-Zia-ud-Din. "Moslem calligraphy". Visva-Bharati Book-Shop 210. Cornwallis Street. Calcutta. 1936 p-17

47۔ معمر اولکر۔ الخط الترکی الماضی والحاضر (حصہ انگریزی)۔ بنک الشین الترکی للنشرات الثقافیہ سنہ نامعلوم ص۔۵۹

48۔ عبدالقیوم۔ تدریس نسخ۔ محولا بالا ص۵

49-Anthony Welch - Calligraphy in the Arts of the Muslim World. op.cit.p-4

50۔ ڈاکٹر وحید قریشی "مقالہ خط بہار" مجلہ تحقیق جلد ا شمارہ ا۔۲ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ص۱۸

51-Zia-ud-Din "Moslem Calligraphy" . Op. cit. p-16-17

52۔ حافظ محمد یوسف سدیدی خطاط۔ علم الخط۔ ماہنامہ "فنون"۔ اشاعت خاص اپریل ۱۹۶۳ء لاہور۔ ص۔۲۳۳

53-Zia-ud-Din Muslim Calligraphy" ciOpp-19

54۔ ابو محفوظ الکریم معصومی "مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے" مجلہ علوم اسلامی مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ۔ دسمبر ۱۹۶۱ء ص۔۸

55۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری و محمد ایوب قادری۔ خط و خطاطی۔ آل پاکستان اکیڈمی آف ایجوکیشن ریسرچ۔ ۱۹۶۱ء ص۔۳۳

56-حافظ محمد یوسف سدیدی۔ علم الخط۔ محولہ بالا۔ ص۲۳۳

57- ایضاً

58۔ ایضاً

59-Creswell "Early Muslim Arachicture" Oxford 1909. p-71

60-Anthony Welch "Calligraphy in the Arts of Muslim World". op. cit. p-23

61-Zia-ud-Din "Moslem Calligraphy: op. cit. pp-16-17

62-Ali Alparslan "Khatt" the encyclopadia of Islam, New Edition Vol. iv Lieden. 1978 p-1123

63۔ ابوالفضل علامی "آئین اکبری" مترجم مولوی محمد فدا علی طالب سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ء ص۔۱۸۸

64-Ali Alparslan "Khatt" op. cit. p-1123

65-Ali Alparslan "Khatt" op. cit. p-1123

66-Ibid

67- معمر اولکر۔ الخط الترکی محولہ بالا ص۔۷۰

68- ایضاً

69-M.S Dimand. "A Handbook of Muhammadan Arts" op. cit. p68

70-Oktey Arslan Pa "Turkish Art and Arcitecture" Faber & Faber Ltd. 3. Queen's Square London. 1971 p-324

71-Ali Alparslan Pa "Khatt" op. cit. p-1123

72-Ibid

73-Ibid

74-Ibid

75- مجنون بن محمود فتی خط و سواد۔ اورینٹیل کالج میگزین جلد ۱۰ عدد ۴ ماہ اگست ۱۹۳۴ء لاہور ص۔۱۸

76- ایضاً

77۔ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کے تحت دیکھیں "مثنوی مولانا روم" مخطوطہ نمبر ۸۲۰ بمکتوبہ نورالدین محمد ۱۰۹۹ھ ۱۶۷۷ء

78۔ دیکھئے علامہ اقبال میوزیم کا مخطوط نمبر ۱۹۷۷-۳ بقلم علامہ اقبال

79۔ شمیل صحافی "فن خطاطی اور اس کے ارتقائی مرحلے" روزنامہ امروز اشاعت خاص فن خطاطی۔ ۲۸ جون ۱۹۷۸ء لاہور

80۔ دیکھئے لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری۔ مخطوط نمبر ۶۸۵

81-Dr. Muhammad Iqbal Bhutta." Islamic Calligraphy", Ghaznavid's contribution to the development of monomental Suls. Lahore

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحَمَّدٌ

کَانَ

اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

صدق اللہ العظیم

محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں پر

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

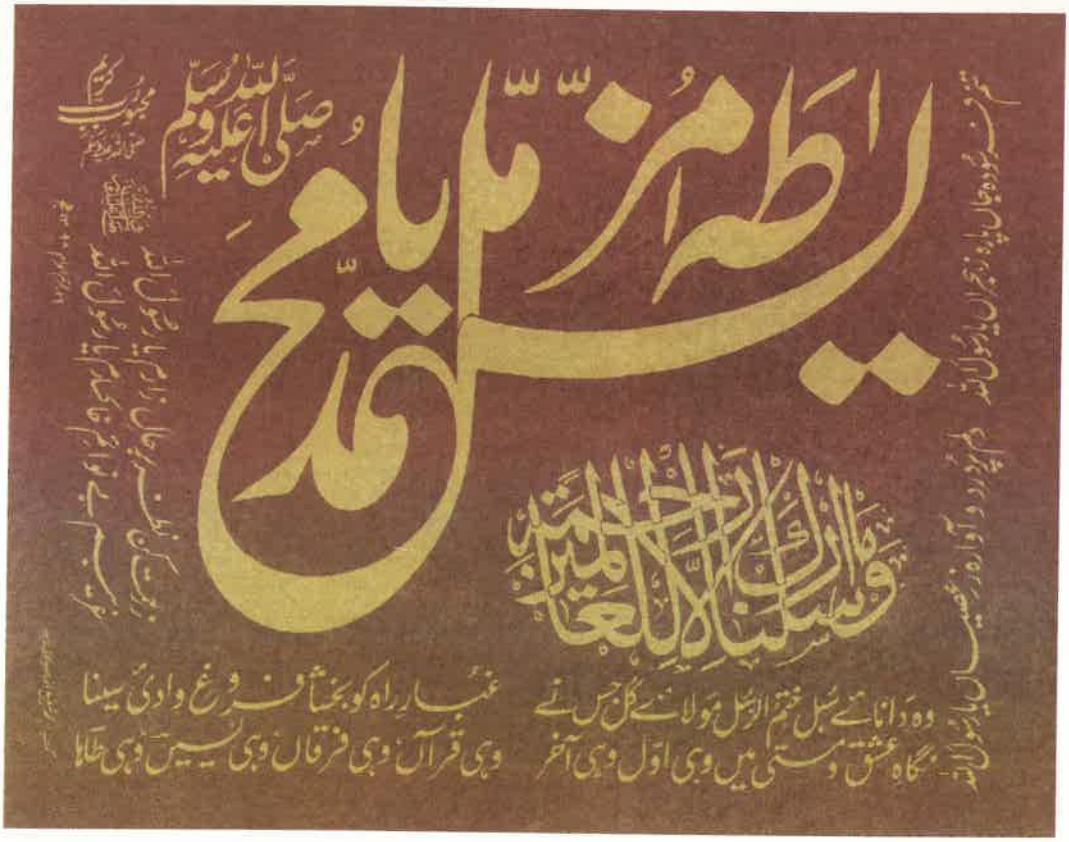
ترجمہ قطب العالم شیخ ابوسعید شاہ محمد احمد صاحب لاہوری قدس سرہ

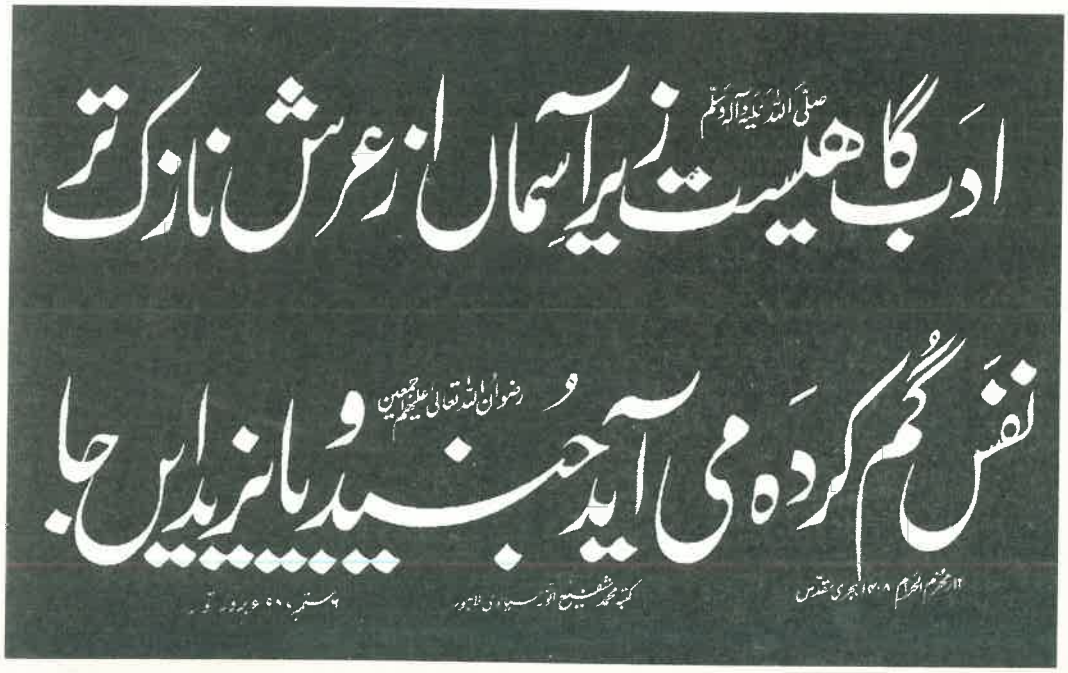
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

"میں "خاتم النّبیّین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"

باب دوم




وسلنا الا رحمۃ للعالمین
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ


ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

فلپ کے حتی کے بقول اگر ساتویں صدی عیسوی کی پہلی تہائی میں کوئی شخص جرات سے کام لے کر یہ پیش گوئی کر دیتا کہ سرزمین عرب سے جو اس وقت تک غیر معروف اور کم متمدن چلی آ رہی تھی وہاں دس برس کے قلیل عرصہ میں ایک نادیدہ قوت کسی خاص ساز وسامان کے بغیر اٹھے گی اور اس وقت کی دو عالمی (ساسانی اور بازنطینی) سلطنتوں کی وارث بن جائے گی ایسا شخص یقیناً عقل و دانش سے مبرّیٰ سمجھا جاتا تاہم ایسی ہی صورت حال پیش آئی پیغمبر اسلام ﷺ کے وصال کے بعد اچانک یہ نقشہ پیش آیا کہ خالد بن ولیدؓ اور عمر بن العاصؓ نے عراق، شام، ایران، مصر میں فتح کے علم بلند کیے مسلمانوں نے اس وقت کی دو عظیم الشان طاقتوں بازنطینی اور ساسانی حکومتوں کو تہ و بالا کیا(۱) فشر کے الفاظ میں عربوں نے مصر اور شام کو فتح کیا ایران ان کا مقابلہ نہ کر سکا بازنطینی اور بربریوں کے ہاتھوں سے افریقہ نکل گیا المانی ہسپانیہ کھو بیٹھے۔ مغرب میں فرانس اور مشرق میں قسطنطنیہ ان کے نام سے لرز اٹھا یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے آغاز میں یہ سوال اٹھنے لگا کہ دنیا کی کوئی ایسی طاقت ہے جو عربوں کا مقابلہ کر سکے۔ (۲) یونانیوں اور رومیوں کے تحت فاقہ مست مصر عربوں کے عہد میں ایک خوشحال اور شاداب ملک بن گیا۔ سپین سے سمرقند تک عربوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ جب مغرب میں عقبہ بن نافع اوقیانوس کی لہروں کو چیر رہا تھا تو مشرق میں مہلب بن ابی صفراء سندھ کی زریں وادی کو فتح کرنے میں مصروف تھا (۳) مشرقی افغانستان کے علاوہ عربوں نے بخارا اور سمرقند فتح کئے۔ شام اور مصر پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ تھا عراق کے علاوہ سیستان، کرمان، خراسان، کابل، ترکمان کے علاقے حجاج کے ماتحت تھے۔ مسلمانوں نے نہایت قلیل عرصہ میں اپنے انمٹ نقوش دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں پر مرتب کیے۔ کتابوں کی شکل میں خطاطی کے علاوہ مسلمانوں نے عمارتوں اور ظروف پر خطاطی صنعت روشنائی، کاغذ سازی، قلمدان سازی، جلد سازی اور چھوٹی تصاویر میں خوب مہارت حاصل کی۔ (۴) موصل کے فلزی کاموں کے شاہکاروں میں پیتل کے وہ مستطیل قلمدان بھی تھے جو کاتبوں اور دولتمندوں کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ برصغیر میں کشمیر کے بنے ہوئے پیپر ماشی یا کاغذ کے گودے سے بنائے گئے قلم دان خاص شہرت کے حامل ہیں جن کے نمونے ہمیں لاہور کے عجائب گھر میں میسر ہیں۔ (ع۔۱) بھارت کے شہر مراد آباد میں مراد آبادی اور بدری کے کام سے مزین قلم دان اور دواتیں خاص طور پر بنائے جاتے تھے (ع۔۲) اور جہاں تک خطاطی کا تعلق ہے جہاں جہاں بھی اسلام کا پیغام پہنچا چاہے وہ فتح کے ذریعے یا تبلیغ کے ذریعے اسلامی خطاطی



ع۔۱



ع۔۲

قرآن کریم کے ذریعے وہاں ضرور پہنچی ۔ اقوام عام نے قرآن کو پڑھا ۔ بعض نے سمجھا اور بعض اس کے فنی محاسن سے محظوظ ہوئے ۔(۵) دراصل عربوں کی آمد درفت اس ملک میں ہزار ہا سال سے جاری رہی ۔ تورات سے ثابت ہے کہ مسیح سے دو ہزار سال قبل جو عرب تاجر مصر کو جاتے ان کے سامان تجارت میں آب دار فولاد اور مصالحے شامل ہوتے جو ہندوستان کے سوا کہیں اور میسر نہ تھے۔ حضرت ابراہیم کے دو نسلوں بعد حضرت یوسف کے زمانے میں عربوں کے تجارتی قافلے کو اسی راستے سے گزرتا پاتے ہیں یہ وہی کارواں ہے جو حضرت یوسف کو مصر پہنچاتا ہے اس راستے کا ذکر یونانی مورخین نے بھی کیا ہے غرض کہ حضرت یوسف کے عہد سے لے کر مارکو پولو اور واسکوڈی گاما کے زمانے تک ہندوستان کی تجارت کے مالک عرب ہی تھے ۔ عربوں کا راستہ مصر اور شام کے شہروں سے چل کر خشکی کی راہ بحر احمر کے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن اور وہاں سے بادبانی کشتیوں میں بیٹھ کر کچھ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے اور کچھ وہیں سمندر کے کنارے حضر موت' عمان' بحرین اور عراق کے کناروں کو طے کر کے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گزر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے اور پھر آگے بڑھ کر سندھ کی بندرگاہ دیبل چلے آتے اور پھر سمندری راستے سے کالی کٹ راس کماری تک پہنچ جاتے ۔(۶) اس تعلق کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں یعنی عہد صدیقی میں جنگ ذات السلاسل میں ۱۲ھ/۶۳۳ء میں سندھی پاؤں میں زنجیر باندھ کر لڑے۔ ہزاروں جاٹ (عربی زط) عربوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے خالد بن ولیدؓ نے ہرمز کو قتل کیا۔ ایرانیوں کی فوج میں سندھی جاٹ شامل تھے۔ یزدجرد کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں ایک سفید ہاتھی جو سندھ کے راجہ نے بھیجا تھا میدان جنگ میں دیکھا گیا۔(۷) مسعودی جو ۳۰۵ھ/۹۱۷ء میں ہندوستان آیا وہ بلخ اور خراسان سے بھی گزرا۔ بیان کرتا ہے کہ خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ جو ہندوستان کو ملک خراسان سے ملاتا ہے اور سندھ سے ایک طرف ملتان اور دوسری طرف منصورہ ہے (ع۔۳) اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور ہندوستان برابر آتے جاتے ہیں جہاں یہ ملک افغانستان (زابلستان) سے مل جاتا ہے(۸) تجارتی تعلقات کے علاوہ عرب اور ہند میں علمی تعلقات بھی قدیمی ہیں ۸۰۰ ق-م سے قبل ہندوستان میں لکھنے کا رواج کم تھا جیسا کہ خاندان موریہ اور خاندان اندھرا کے تمام کتبات آرامی حروف میں ہیں جو دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھے اور پڑھے جاتے ہیں بعد میں یہی خط ایک دوسری شکل میں مروج ہوا جسے شروع شروع میں آرین پالی یا گندھارا لپی کا نام دیا گیا ہے۔(۹) لیکن آج کل اسے خروشتی لپی کا نام دیا گیا ہے۔ عرب تاجروں نے یہاں نیا طرز تحریر جاری کیا۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مختلف ملکوں کے اندر ہر قوم نے اپنے اپنے علاقے کے علاقائی اثرات کو لے کر فنون کا بہترین امتزاج پیش کیا۔


ع۔۳

چھٹی صدی عیسوی میں اسلامی خط کی ابتدا مدینہ سے ہوئی جب حضور اکرم ﷺ نے مختلف فرمانرواوں کو تبلیغی خطوط ارسال کیے اس وقت کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ خطوط آگے چل کر عالم اسلامی کی جغرافیائی حدود کو وسعت بخشتے ہوئے ہندوستانی بھوج پتر کو ریزہ ریزہ کرتا ہوا اس قدر عام ہوگا کہ آج کے ہندوستان میں بھی اپنا الگ تشخص برقرار رکھے گا۔ خلفائے راشدین کے دور میں ہی خطاطی کا دائرہ کار اتنا وسیع تھا کہ کاتبان وحی کی تعداد ۴۲ تک پہنچتی ہے۔(۱۰) حضرت خالد بن سعید بن ابی وقاصؓ نے ربیع الاول ۴ھ/ ۶۲۵ء میں بسم اللہ لکھی اور آخری وحی حضرت ابی کعبؓ نے لکھی۔(۱۱) نبطی خط سے لکھنے والا یہ خط عالم اسلام اور سپین سے لے کر ہندوستان تک پھیلا۔ مکہ مدینہ' سپین' غرناطہ' قرطبہ' شمالی افریقہ' مصر' شام' یمن' ترکی' بغداد' عراق' ایران' وسطی ایشیاء' افغانستان' ہندوستان' اندلس' قاہرہ' سکندریہ' دمشق' قونیہ' استنبول' ازنیق' مرو' موصل نیشاپور' طوس' رے قزوین' کاشان' اصفہان' شیراز' تبریز' سمرقند' بخارا' ہرات'

غزنی، لاہور، دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد دکن جیسے شہروں میں اپنے اپنے علاقائی اثرات کے تحت اسلامی خطاطی کے مراکز قائم ہوئے اگر ایک شہر سے خطاطی زوال پذیر ہوتی تو دوسرے شہر میں عروج پر ہوتی۔

حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے قرآن پاک کی کتابت چمڑے کے ٹکڑوں پر کی یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا جسے ام کہتے ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن پاک موجود نہ ہوں۔ (۱۲) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت کتنے خطاط مدینہ میں موجود ہوں گے عہد صدیقی کے ایک مصحف کا ورق جس پر ''سورہ جن'' کی آیات لکھی ہوئی ہیں یورپ کے مشہور کتب خانہ باڈلین لائبریری میں موجود ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں فتوحات فرانس سے ایران تک پھلیں آپ کے دور میں مصر عراق، شام، یمن، ایران میں قرآن پاک کے ایک لاکھ سے زائد نسخے موجود تھے۔ (۱۳) حضرت عمرؓ کا یہ قول بہت مشہور ہے۔

''لایملین فی مصاحفدا الاغلمان قریش و ثقیف''

قریش اور ثقیف کے نوجوان مصاحف میں تبدیلی یا اضافہ کردیں۔

ابومنظر ہشام بن محمد الکلبی کا بیان ہے کہ نافع بن ظریب النوفلیؓ حضرت عمرؓ کے لئے مصاحف کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ناجیہ الطفاوی نقل مصاحف کا مشغلہ رکھتے تھے۔ (۱۴)

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے صرف ۱۵ برس بعد یعنی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسلم افواج ایک طرف سے اندلس (یورپ) دوسری طرف سے ماوراالنہر سے آکر چین کے اندر گھس گئیں جنوب میں مغربی ہند اور پاکستان کے ساحلی علاقے بھی ان کے زیر نگیں آگئے اور تین براعظموں ایشیاء یورپ اور افریقہ پر وہ حکومت کرنے لگے اس سے نہ صرف عربی زبان میں ایک بین الاقوامی حیثیت اختیار کرگئی بلکہ دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ اسلامی خطاطی نے مسلمانوں کا سرفخر سے بلند کیا۔ (۱۵) زید بن ثابتؓ حضرت سعید بن العاصؓ حضرت عبدالرحمن بن حارثؓ، عبداللہ بن زبیرؓ نے قرآن پاک کی تدوین اور لغت قریش پر نسخہ تیار کیا جس وجہ سے حضرت عثمانؓ جامع القرآن مشہور ہوئے اس نسخے سے آٹھ مزید نسخے تیار ہوئے جو مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین ارسال کئے گئے یہ نسخے ''خط الجزم'' میں جسے بعد میں کوفی کا نام دیا گیا لکھے گئے۔ (۱۶)

عہد عثمانی تک جس قدر قرآن کریم کتابت ہوئے وہ سب خط حمیری میں تھے حضرت علی کے دور میں آپ کے ندیم خاص اور نامور شاگرد ابوالاسود دوئیلی ۶۹ھ/ ۶۸۸ء نے رسم الخط میں ترمیم کی اور قرآن کریم میں اعراب لگوائے۔ (۱۷) اس دور میں نصر بن عاصم، یحییٰ یعمر عدوانی، میمون بن اقرن، عقبہ بن معدان فہری معروف خطاط تھے۔

امیر معاویہ کے دور ۴۱ھ/ ۶۶۱ء میں مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ نے قیقان جو سندھ اور خراسان کی سرحد پر قلات کے قریب واقع ہے حملہ کیا اور لاہور تک آگیا جو کابل اور ملتان کے درمیان واقع ہے۔ (۱۸) اسلام سرزمین حجاز سے باہر دور دراز کے ملکوں میں پھیلا عراق، شام، مصر اور ایران کے ممالک فتح ہوئے۔ اس دوران مسلمان جہاں جہاں پہنچے عربی خط ان کے ساتھ ساتھ رہا۔ (۱۹)

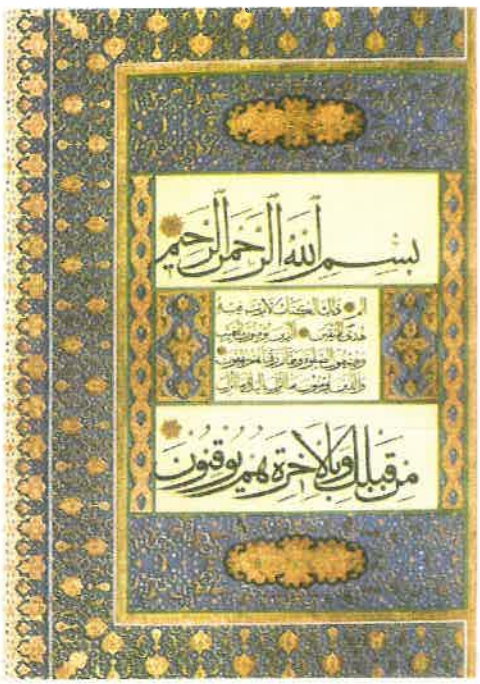
ولید بن عبدالملک ۸۶-۹۶ھ/ ۷۰۵-۷۱۴ء کے دور میں بیرونی فتوحات انتہائی کامیاب رہیں اور اسلامی حکومت کی حدود چین سے یورپ تک جاملیں یہ دور بنوامیہ کا بہترین دور کہلایا۔ ولید کے چار جرنیلوں قتیبہ بن مسلم نے ترکستان چین، موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد نے اندلس، محمد بن قاسم نے سندھ، مسلم بن عبدالملک نے شام کی طرف فتوحات کیں حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو ۸۶ھ/ ۷۰۵ء میں امیر خراسان مقرر کیا جو محمد بن قاسم سے سات سال قبل کا عرصہ ہے۔ اسی وقت سے لاہور کے ثقافتی رشتے وسط ایشیاء سے قدرتی طور پر منسلک ہیں جس کی وجہ سے لاہور پر مسلم ثقافت کے اثرات اسی وقت شروع ہوگئے تھے جب ۳۱ھ/ ۶۵۱ء میں مسلمانوں نے بلخ فتح کیا اور ۸۶ھ/ ۷۰۵ء میں مشہور سپہ سالار خراسان قتیبہ بن مسلم نے اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ (۲۰) اسی جرنیل نے ۹۳ھ/ ۷۱۱ء تک بخارا، فرغانہ ۹۶ھ/ ۷۱۴ء میں سمرقند اور ۹۴ھ/ ۷۱۲ء میں کاشغر تک کے علاقے فتح کئے۔ قتیبہ بن مسلم سے قبل وسط ایشیاء کے حاکم پہلے ہی مہلب بن ابی صفرہ سے مرعوب تھے اسی لئے وہ مسلمانوں کے باجگزار بن گئے مہلب بن ابی صفر کے اثرات لاہور تک رہے۔ (۲۱) دوسری طرف محمد بن قاسم ۹۴ھ/ ۷۱۲ء میں سندھ میں داخل ہوا اور ملتان تک بڑھ آیا اور یہاں کوفی رسم



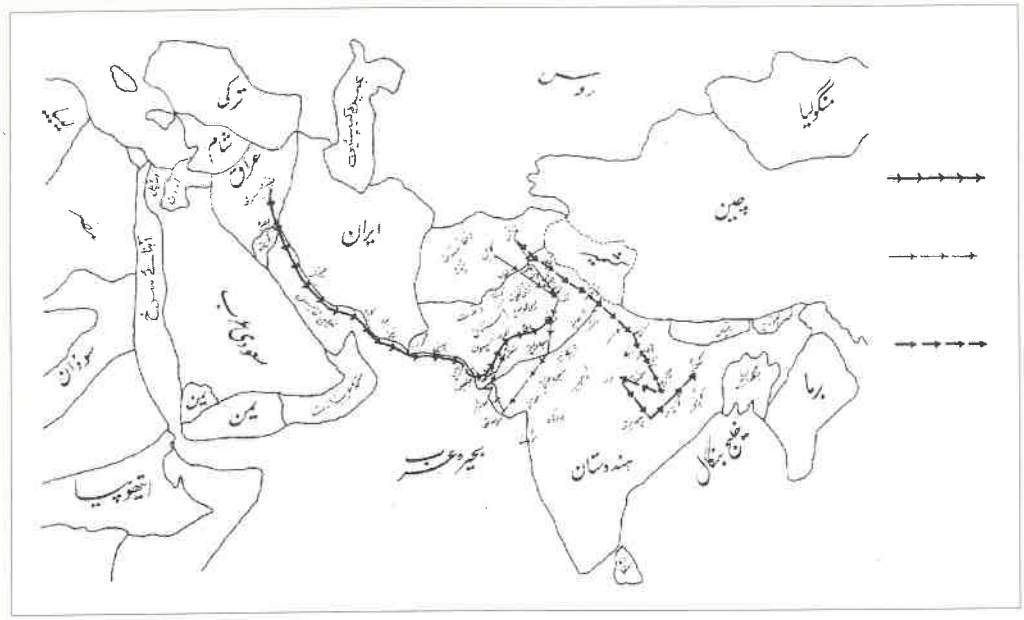
ع۔۴

الخط جاری کیا (ع۔۴) اس کے بعد تیسری طرف ۹۱-۹۵ھ/۷۰۹-۷۱۳ء میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے فتح اندلس کے بعد فرانس کی طرف پیش قدمی کی۔(۲۲) چوتھی طرف روم کی سرحد پر ولید کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک تعینات رہا جو شام کی طرف بڑھا۔(۲۳) ایک ہی دور میں ان چاروں جرنیلوں نے خراسان، سمرقند، بخارا، افریقہ، سندھ اور روم کے علاقے فتح کئے اور اس طرح ان تمام ممالک میں اسلامی خطاطی کا اثر ونفوذ ہوا جو عراقی اثرات کے تحت تھا۔(ع۔۵) یہ اسلامی دنیا میں خطاطی اور مسلمانوں کے تہذیبی اور ثقافتی مراکز کا مختصر جائزہ تھا اب لاہور میں خطاطی کے ورود کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ اگرچہ محمد بن قاسم نے صحرائے سندھ میں جو سرچشمہ فیض جاری کیا وہ مدتوں تک خشک نہ ہوا لیکن اس کے جانشین اسے وہ وسعت اور گہرائی نہ دے سکے جس کا وہ حقدار تھا اور جو نہریں اس چشمہ سے نکلی تھیں وہ ملتان تک آتے آتے خشک ہوگئیں پنجاب اور شمالی ہند کے باقی علاقوں میں اسلام کے پودے کی آبیاری ان لوگوں نے کی جو عرب سے نہیں بلکہ درہ خیبر کے راستے افغانستان سے آئے اور انہیں بھی یہاں پہنچتے پہنچتے ایک زمانہ لگا۔(۲۴)

برصغیر کے رسم الخطوط پر پہلا اثر تو یہ پڑا کہ محمد بن قاسم ۹۴ھ/۷۱۲ء کے ساتھ جو عربی خط یہاں آیا وہ مصری کوفی تزئینی کی ابتدائی شکل تھی جس نے مقامی ثقافت کو اس حد تک متاثر کیا کہ سندھی رسم الخط عربی رسم الخط میں آج تک لکھا جا رہا ہے اور یہاں کے رہنے والے عربی وضع قطع کا لباس پہنتے تھے گو یہ اثرات ملتان تک رہے مگر افغانستان کے راستے وسط ایشیائی اثرات کے تحت یہاں پہنچنے والا خط ثلث تھا۔ درہ خیبر کے راستے یہاں آنے والے ترک مملوک تھے جنہوں نے لاہور اور دہلی کو اپنی ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز بنا دیا۔ محمد بن قاسم نے تین برس کی مدت میں ملتان سے کچھ تک دوسری طرف سرحد تک اور بعض مآخذات میں محمد بن قاسم کے اوکاڑہ تک آنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔(ع۔۶) ۱۳۲ھ/۷۵۰ء تک سندھ میں بنو امیہ کی حکومت رہی اس کے بعد عباسی دور شروع ہوا تو سندھ کی حکومت کا اقتدار اعلیٰ دمشق سے بغداد ہو گیا۔ ۲۲۸ھ/۸۴۲ء تک عباسی سلطنت مستحکم رہی۔ محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں میں مساجد تعمیر کرائیں اور عربی خط کو باقاعدہ رائج کیا اس دوران خط کوفی کی متعدد اقسام کی شہادت ملتی ہے۔ جب مسلمہ بن عبدالملک کردستان، آرمینیہ، ایشیائے کوچک کے اہم مقام فتح کر رہا تھا تو محمد بن قاسم سندھ اور پنجاب کے ایک حصہ پر قابض تھا۔ ۹۴ھ/۷۱۲ء میں موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو



ع۔۵



ع۔۶

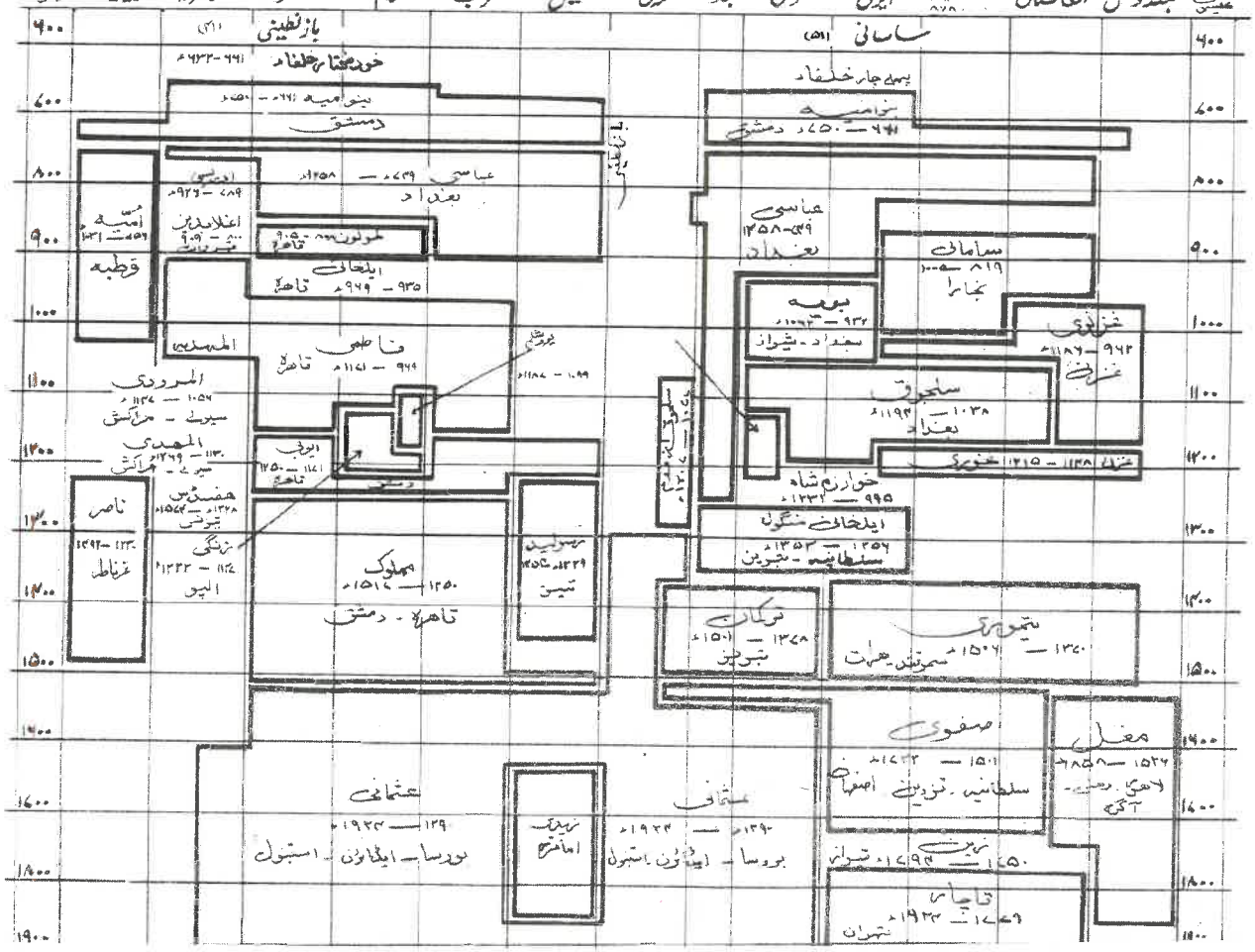
سات ہزار سپاہیوں کی کمان میں ہسپانیہ پر حملہ کرنے بھیجا۔ اموی خلفاء کی سلطنت سندھ سے سپین تک پھیل گئی۔ ۱۰۱ھ/ ۷۱۹ء میں عرب جنوبی فرانس میں تھے۔ امیر معاویہ کے زمانے میں قطبہ کاتب نے آب زر سے قرآن پاک لکھا اور ولید بن عبدالملک م ۹۶ھ/ ۷۱۴ء کے عہد میں خالد بن ابی الہیاج نے مسجد نبوی پر سورہ والشمس لکھی جو خط کوفی کے مصلح مانے جاتے تھے۔ دنیا بھر سے مدینۃ الرسول میں آنے والے خطاط اس کی خطاطی سے نظری استفادہ کرتے جبکہ اس دور کے دوسرے باکمال خطاط حسن بصری' ابو یحییٰ مالک بن دینار' سامہ بن لوی بن غالب تھے۔ (۲۵)

ہشام بن عبدالملک کی موت کے وقت ایشیاء میں عربوں کی سلطنت صحرائے سینا سے منگولیا کے ریگزاروں تک پھیل چکی تھی۔ افریقہ میں خاکنائے سویز سے آبنائے جبل الطارق تک کا علاقہ عربوں کی سلطنت میں شامل تھا۔ یورپ میں جنوبی فرانس اور ہسپانیہ پر عربوں کا قبضہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب سارا یورپ فتح کرنے کی غرض سے ایک طرف سے باسفورس اور دوسری طرف سے آبنائے جبل الطارق سے بڑھنا چاہتے تھے۔ (ع۔۷) قسطنطنیہ پر اسی خیال سے حملے کئے گئے کہ ہسپانیہ کے بعد فرانس فتح کرنے کی معمولی کوششیں کی گئیں۔ ۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء میں عرب افواج بیگورل کی دیواروں میں سے گزر کر فرانس میں داخل ہوئیں ہشام کی زندگی کے آخری دنوں میں عراق اور خراسان میں مسلمانوں کی دعوت بہت موثر ہو رہی تھی۔ اموی عہد میں دمشق' بصرہ' کوفہ' علوم وفنون' کے مراکز رہے جبکہ بغداد 656-746ھ 1258-1348ء تک مرکز رہا۔ (۲۶) ۱۳۲ھ/ ۷۵۰ء تک امویوں کی خلافت رہی اس کے بعد عباسیوں کا دور حکومت شروع ہوا۔

عباسی دور میں ہارون الرشید عہد کی ترقیوں میں بلخ کے نومسلم خاندان برامکہ کا بڑا حصہ ہے۔ معتصم ۲۱۸-۲۲۸ھ/ ۸۳۳-۸۴۲ء نے وسط ایشیاء کے ترک غلاموں اور سپاہیوں کی ایک فوج مرتب کی اور اس مملوکی فوج نے بہت جلد رومی سلطنت کے پری تورین وستوں کی طرح شاہ گری کے اختیارات حاصل کر لئے جسے چاہتے تخت پر بٹھا دیتے جسے چاہتے اتار دیتے معتصم نے بغداد چھوڑ کر اپنا ہیڈ کوارٹر سارا میں بنایا جہاں وہ اپنے اڑھائی لاکھ مملوک سپاہیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ (۲۷) متوکل کے عہد ۲۳۲-۲۴۷ھ/ ۸۴۷-۸۶۱ء تک ترک مملوکوں پری تورین وستوں نے کافی اقتدار حاصل کر لیا متوکل کو انہوں نے قتل کر کے معتصم کے پوتے مستعین کو تخت پر بٹھایا بنو

زمانی اور مکانی لحاظ سے اسلامی دنیا کی تقسیم

۶۰۰ تا ۱۹۲۴ء



طاہر نے خراسان (نیشاپور) میں اپنی آزاد مملکت قائم کرلی۔ طولون مصر کا آزاد حکمران بن گیا۔ (۲۸) عباسی عہد حکومت میں اندلس سے لے کر ہندوستان تک اسلامی تہذیب اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی اور بغداد اسلامی تہذیب کا مرکز بن چکا تھا۔ (۲۹) ابوالعباس سفاح عباسی کے عہد میں ضحاک بن عجلان ۱۵۴ھ/۷۷۰ء اور اسحاق بن حماد مشہور کاتب تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں خشنام بصری اور مہدی کوفی مشہور کاتب قرآن تھے۔ مامون الرشید کے زمانہ میں خط کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور اس کے استاد امام کسائی م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء نحو، ادب قرات اور علم خط کے امام تھے انہوں نے خط میں اصلاحات کیں ان کے اصلاح کردہ خط میں قرآن ماک کی کتابت ہونے لگی۔ (۳۰) یاسین حامدی سفادی کے مطابق۔

"In the late 10th Cent. Kufic began to acquire new and distinctly variant characteristics which eveloved into new styles. One in the eastern wing of the Muslim empire, called Eastern Kufic, and the other in the western wing, known as Western Kufic. Eastern Kufic in arguably the most elegant of the ornamental scitpts, whereas Western Kufic developed into the various scripts of northwest Africa and andalusia, of which the Maghribi script is still currently used." 31

ترجمہ: ''دسویں صدی کے آخر میں خط کوفی کی ہیئت اور صفات میں بعض نمایاں تبدیلیاں ظاہر ہونی شروع ہوئیں جو بالآخر دو نئے اسالیب پر منتج ہوئیں۔ اس سلطنت کے مشرقی حصہ میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلی کا نام مشرقی کوفی اور مغربی حصے میں ہونے والی تبدیلی کو مغربی کوفی کے نام دیئے گئے ان میں جہاں مشرقی کوفی زیبائی خطوط کی خوبصورت ترین شکل تسلیم کی گئی ہے وہیں مغربی کوفی کے بطن سے شمال مغربی افریقہ اور اندلسیہ میں بہت سے نئے اسالیب سامنے آئے۔ ان میں خط مغربی اب تک مستعمل ہے۔''



ع۔۸



ع۔۹

بغداد اور نیشاپور کے بعد مسلمانوں کی ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز ہرات، سمرقند اور بخارا کی طرف منتقل ہوگیا یہی وہ علاقہ تھا جہاں سے مغل ہندوستان آئے (۳۲) انہیں مراکز سے علوم وفنون کے چشمے رواں ہوئے غزنوی دور میں مصر میں فاطمی ۳۵۹-۵۶۷ھ/۹۶۹-۱۱۷۱ء بغداد میں سلجوقی ۴۳۰-۵۹۱ھ/۱۰۳۸-۱۱۹۴ء حکمران تھے اور غزنوی سرحدیں سلجوقیوں سے ملحق تھیں۔ فاطمی اگرچہ علوم وفنون کی روایات کے امین تھے مگر برصغیر میں پیر بلخی مزار سے منسوب کتبہ اور غزنوی عہد سے تغلق عہد تک کے سکے (ع۔۸) اور عمارات پر سلجوقی اثرات نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ ان ادوار میں ایران، عراق، مصر، پاکستان کی عمارات پر یہی اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ مظفر گڑھ کے نزدیک بلبن دور کے شیخ سادھن شہید (ع-۹) کے مزار پر م ۶۷۴ھ/۱۲۷۵ء مملوک سلجوقی اثرات ملتے ہیں جہاں لفظ یا اللہ کے الفاظ (۱۴ مرتبہ) کے کتبات Cutbirk work میں مملوک اثرات کے تحت ہیں۔ خطاطی پھول

پتیوں سے مرصع ہے یہ برصغیر پاک و ہند کی پہلی عمارت ہے جہاں یا اللہ لکھا ہوا ملتا ہے (۳۳) جہاں تک مخطوطات میں خطاطی کا تعلق ہے اس میں خط نسخ ملتا ہے جبکہ قرآن کریم کی کتابت کے ضمن میں ہمیں کوفی سے لے کر یاقوت المستعصمی کے طرز تحریر محقق، ثلث، ریحان کے نمونے میسر آتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں نے ایران سے بھی کئی خطاطوں کو اپنے درباروں میں جگہ دی۔ عالم اسلام کے بعض سلاطین کی طرح برصغیر کے کئی حکمران خود بھی خطاط تھے۔

خلیفہ المقتدر باللہ کے دور میں ابوعلی محمد بن علی ابن مقلہ نے ۶ خطوط ایجاد کئے جس کے ابن البواب نے نہیں مزید ترقی دی جو ۵۰ھ/ ۹۶۱ء میں پیدا ہوا اور ۴۳۱ھ/ ۱۰۳۹ء میں القادر باللہ کے عہد میں فوت ہوا اس نے اپنی زندگی میں ۶۴ قرآن پاک تحریر کئے۔ ابن ابواب نے ابن مقلہ کے شاگرد عبداللہ بن اسد بن علی القاری سے یہ فن سیکھا۔

قادر باللہ نے معتزلیوں کے خلاف کئی ایک کتابیں لکھیں اس کے عہد میں سامانیوں کا دور حکومت ختم ہوا اور اس کی جگہ غزنویوں نے لے لی جب محمود نے خراسان فتح کیا تو خلیفہ کی طرف سے اسے امین الملت کا خطاب دیا گیا۔ قادر باللہ کے عہد حکومت ۳۸۱-۴۲۳ھ/ ۹۹۱-۱۰۳۱ میں سلجوقیوں نے خراسان میں اقتدار حاصل کیا۔ قادر باللہ کی وفات کے بعد قائم باللہ تخت نشین ہوا جو طغرل بیگ سلجوقی کی امداد سے بغداد کے تخت پر بیٹھا رہا۔ ۵۵۶ھ/ ۱۱۶۰ء میں صلاح الدین نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ (۳۴)

سلجوقی اثرات

جب سلجوقیوں نے گیارہویں صدی میں اپنا تاریخی مقام حاصل کیا تو اس وقت بغداد کی خلافت اپنا سیاسی اقتدار کھو چکی تھی۔ کرغز کے میدانوں سے سلجوق اپنے قبیلہ کو لے کر بخارا پہنچا۔ ۴۲۹ھ/ ۱۰۳۷ء میں سلجوق کے پوتے طغرل نے غزنویوں سے مرو اور نیشاپور چھین کر بہت جلد بلخ، جرجان، طبرستان، خوارازم، ہمدان، اصفہان بلکہ ۴۴۷ھ/ ۱۰۵۵ء تک طغرل اپنے ترکمانوں سمیت بغداد کے دروازوں تک پہنچ گیا اور خلیفہ قائم بغداد ۴۲۳-۴۶۸ھ/ ۱۰۳۱-۱۰۷۵ء کی خلافت طغرل کی سرپرستی میں آ گئی مشرق کے مسلم ممالک پر سلجوقیوں کا اقتدار ۵۵ سال تک رہا جو ایک خاص رسم الخط اور تزئین کے امین ہوئے۔

تیرہویں صدی میں تاتاریوں اور چودھویں صدی میں عثمانیوں نے بھی سلجوقی روایات کو دھرایا۔ سلجوقی سلاطین علوم وفنون کے سرپرست اور شاعروں، سائنس دانوں، کتب سازوں کے دوست و مربی ہوئے جہاں کہیں بھی سلجوق حکمران گئے اپنے ساتھ جری اور جاندار فنون بھی لائے طغرل کی موت کے بعد ۴۲۹-۴۵۵ھ/ ۱۰۳۷-۱۰۶۳ء اس کا بھتیجا الپ ارسلان خلافت بغداد کا نگران مقرر ہوا جس کے عہد کے شروع میں قسطنطنیہ سے دو لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج بغداد کو تباہ کرنے کے لئے بھیجی اس کی بڑی کامیابی مصر سے فاطمی سلطنت کا خاتمہ تھا۔ الپ ارسلان کے ایک بھائی نے اناطولیہ میں شاہان روم کا ایک سلسلہ قائم کیا اسے نئی سلطنت راجدھانی بنایا ملک شاہ ۴۶۵-۴۸۵ھ/ ۱۰۷۲-۱۰۹۲ء کا عہد خطاطی کے نقطہ نظر سے سلجوقیوں کا عہد زریں تھا۔ (۳۵) سلجوقیوں کے خط اور نقش نگاری کی اپنی جداگانہ حیثیت ہے۔ جو فنون کے اعتبار سے کم ہی قوموں کو میسر آئی ہے۔

مصری اثرات

مصر میں عربی خط عہد فاروقی میں پہنچا یہ علاقہ مشرقی و مغربی اسلامی ممالک کے درمیان اہم رابطہ تھا۔ فاطمی خلافت کے قیام سے قبل مصری خطاطوں میں طبطب کاتب احمد بن طولون اور شرالشیر المصری کے نام معروف ہیں فاطمی خلفا سیاست کی طرح ثقافت میں بھی خلافت بغداد کے حریف تھے۔ بغداد کو خطاطی کا مرکز بنتے دیکھ کر انہوں نے بھی خطاطی کی سرپرستی کی۔ جس کے نتیجے میں فسطاط اور قاہرہ خطاطی کے مراکز بنے بعض فاطمی خلفاء خود اچھے خطاط تھے۔ فاطمیوں کے بعد مملوکوں کے دور میں شیخ شمس الدین بن علی الزقادی الا العلقشدی، صبح الاعشر شیخ زین الدین اچھے خطاط تھے۔ ان میں شعبان بن داؤد الاماری نے سب سے پہلے خطاطوں میں سند کو رواج دیا۔ ادھر صلاح الدین ایوبی نے وفات ۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء سے قبل ایک عظیم سلطنت چھوڑی جو مصر، یمن، شام، فلسطین پر مشتمل تھی۔ صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں مراکز علوم وفنون، دمشق اور قاہرہ تھے۔ چہار پری دستوں کی امداد سے ان ممالک میں اپنی طاقت کے

مطابق سلطان بنایا جاتا۔ ادھر یہی کیفیت برصغیر میں تھی یعنی امرائے چہلگانی کو عروج اور اصل طاقت حاصل تھی۔ چہار پری دستوں کی یہی افواج تھیں جنہوں نے مصر کو Crusade of Lovis کے حملوں سے نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اسے 247ھ/861ء میں منصورہ کی جنگ میں گرفتار بھی کیا۔ تو ران شاہ نے اسی رجمنٹ سے طاقت حاصل کی جس رجمنٹ کو بہاریہ کہا گیا انہوں نے اسے ترکی مملوکوں کو بنایا۔ سلیم اول کے زمانے میں جب مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ بن گیا تو مصر کے مشہور خطاطوں نے بھی ترکیہ کا رخ کیا۔
جہاں وہ خطاطی کے عروج کا سبب بنے گزشتہ صدی میں جب محمد علی پاشا مصر پہنچا تو اس نے ترکیہ کے مشہور خطاطوں کو بھی اپنے ہاں ملازم رکھا اور ان سے زیادہ تر عمارتی کتبات لکھوانے کا کام لیا جاتا۔ خدیو اسماعیل خطاطی کی مزید قدر افزائی کی اس نے ترکیہ کے مشہور خطاط عبداللہ الزھدی کو مدرسہ خدیویہ میں مدرس مقرر کیا۔

خطاطی افریقہ واندلس میں

تیسری صدی ہجری، دسویں صدی عیسوی سے پہلے تک مصر سے مغرب کی طرف کے افریقی ممالک میں بھی خط کوفی متعارف ہوا۔ افریقہ اور اندلس میں خط نے ایک مخصوص اور ممتاز صورت میں ارتقائی منازل طے کیں جسے مجموعی طور پر خط مغربی کہا گیا۔ یہ خط کوفی اور نسخ سے مشابہ ہے غالباً تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں قیروان میں جو (۵۰ھ/۶۷۰ء) میں آباد ہوا تھا موجودہ خط مغربی کی بنیاد پڑی۔ جب تک قیروان بنو اغلب کا صدر مقام اور شمالی افریقہ کی تہذیب وثقافت کا مرکز رہا یہ خط بھی قیروانی خط کہلاتا رہا بعد میں اسے خط مغربی کہا جانے لگا۔ اندلس میں ایک خاص قسم کا خط ایجاد ہوا جسے اندلسی یا قرطبی خط کہتے ہیں الحمراء کے کتبات خط کوفی اور اندلسی دونوں میں لکھے گئے۔ تیونس اور الجزائر کا خط نسخ سے بہت مشابہ ہے البتہ مراکش کا خط مختلف ہے ۶۱۰ھ/۱۲۱۳ء میں ٹمبکٹو کا شہر آباد ہوا۔ جو وسطی افریقہ میں اسلامی حکومت کا مرکز تھا۔ قاہرہ، بغداد اور قرطبہ کی طرح ٹمبکٹو بھی بہت جلد اسلامی ثقافت کا چوتھا مرکز بن گیا بارہویں صدی ہجری یا سترہویں صدی عیسوی تک اس شہر کی اہمیت مسلمہ تھی یہیں پر عربی خط کی وہ قسم پروان چڑھی جسے سوڈانی خط کہا جاتا ہے۔ نائجیر یا اور گنی میں یہی خط کتابت مصاحف کے لیے مستعمل رہا اس خط کی ذرا مختلف شکل سوڈان اور حبشہ کے مسلمانوں میں رائج ہے۔ خط کی تحسین وتجوید اور ایجاد واختراع کے مراکز بیشتر عراق، ایران، ترکی، مصر، پاکستان ہی رہے مگر ان مراکز سے نکلنے والا ہر خط کم وبیش دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک میں پھیل گیا۔ افریقہ، ایشیاء اور یورپ کے اکثر مسلمان آبادی والے ملکوں نے اپنی زبانوں کے لئے بھی عربی حروف اور خط نسخ اپنا لئے ان ملکوں میں بربر سوڈان، حبشہ، صومالیہ، زنجبار، ملاغا سے مدغاسکر، نائجیریا، گنی، ایران، ترکیہ، اذربیجان ترکستان، افغانستان پاک وہند، ملایا، چین، انڈونیشیا، سسلی، اطالیہ، البانیہ اور بلقان شامل ہیں فنکاروں نے اس فن میں زیادہ سے زیادہ صنائع پیدا کیں مثلاً گلزار، غبار، ناخن، لرزاں، ماہی، طومار، طغریٰ وغیرہ ایجاد کئے، خط کے بجائے انتہائی آرائشی رجحان کوفی کے زوال کا سبب تھا صرف تستعلیق خط ہی ایسا ہے جو گزشتہ ۴۰۰ سو سال سے نسخ کے پہلو بہ پہلو چل رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار

> "In each place where Islam triumphed, in war or religion, the native culture represented calligraphy and re-established it in the duality of its vision, a number and variety of scripts, each with its typical local overtones, were developed. Thus chinese, Indonesian, Indian, Morocan, Andalusi and Iranian Muslims interpreted Islamic script in their own way."(36)

ہر اس جگہ جہاں اسلام نے جنگ یا مذہبی فتح پائی مقامی ثقافت کی نمائندگی خطاطی کے ذریعے ہوئی۔ ہر علاقے کی خطاطی نے اپنی دوہری پہچان کی وجہ سے خطاطی کے کئی اسالیب ایجاد کئے لیکن ان میں ہر ایک کا مقامی رنگ نمایاں تھا۔ اس طرح چینی، انڈونیشی، ہندوستانی، مراکشی، اندلسی اور ایرانی مسلمانوں نے اسلامی خطاطی کو اپنے اپنے انداز میں دکھا کر اپنے اپنے انداز میں پیش کیا۔ ۶۱۵ھ/۱۲۱۸ء میں جب تاتاریوں کے سردار چنگیز خان نے دس لاکھ افواج سے خوارزم شاہی مملکت پر حملہ کیا اور فرغانہ

،خجند، بخارا، سمرقند، ہرات، رے پر قبضہ کرلیا (۳۷) تاتاریوں کے حملوں سے تنگ آ کر علماء، خطاط، فنکار، ماہرین تعمیرات، سب کا رخ ہند کی طرف ہوگیا۔ جہاں آتے وقت ان کی پہلی منزل لاہور تھی۔ شیخ محمد اکرام تاریخ سلاطین آل غزنین کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''وجوق جوق تشنگان علوم از سائر بلاد ہند ولایت ہائے کاشغر و ماوراالنہر وعراق و بخارا و سمرقند وخراسان وغزنی وغیر ذالک ازاں خیرات منبع منتفع مے شدند، چندانکہ یک آبادانی نو در حدود لاہور پدید آمد'' (۳۸)

''اور تشنگان علم، ہند کے دوسرے علاقوں، کاشغر، ماوراالنہر، عراق، بخارا، سمرقند، خراسان، غزنی اور دیگر علاقوں سے یہاں آتے تھے۔ یہاں تک کہ لاہور میں ایک الگ آبادی قائم ہوگئی۔''

عثمانی سلطنت

ادھر خراسان کے بدوی ترکوں کا ایک عام قبیلہ ایشیاء کوچک کا رخ کرتا ہے چار ہزار ترک اپنے سردار سلیمان شاہ کی قیادت میں ارض روم کے آس پاس ڈیرہ ڈالتے ہیں سردار کے دو بیٹے طغرل اور دندر اپنے اپنے ساتھیوں سمیت سلجوق کے بچے کھچے حصوں میں داخل ہوتے ہیں۔ طغرل کے بیٹے عثمان نے ۶۳۴۔۶۸۷ھ/۱۲۳۶۔۱۲۸۸ء میں عثمانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ تیمور اور بایزید کی سلطنتوں کی سرحدوں کے مل جانے سے تاتاریوں اور ترکوں میں جنگ یقینی تھی۔ واضح رہے کہ پہلے تاتاری قوم بخارا اور سمرقند تباہ کر چکی تھی انہوں نے ایران کے سلجوقیوں کو شکست دے کر خراسان پر قبضہ کرلیا۔ ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء میں یہ ایشائے کوچک میں داخل ہوئے اور وہاں کے سلجوقیوں پر غلبہ پایا۔ ۱۲۵۸ء میں بغداد تباہ کیا اور کتابوں کو پھاڑ کر گھوڑوں کے بستروں کے طور پر استعمال کیا پھر جو زور انہوں نے ممالک کی تباہی کے لیے لگایا تھا اسی جذبے سے ان کی تعمیر و ترقی کے لئے کوشاں ہوئے۔ غازان خان جو ۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء میں تخت نشین ہوا تو اس نے تبریز کو علم وفنون کا مرکز بنا دیا اس کے وزیر رشید الدین نے تبریز کے جنوبی پہلو میں ایک بستی تعمیر کی جو مذہبی مدارس کتب خانے محل اور ہسپتال اور وسیع باغات پر مشتمل تھی۔ یہاں سینکڑوں مکانوں اور دکانوں میں علماء کی خاص رہائش گاہیں تھیں طالبعلموں، خوشنویسوں اور کتابوں کے زینت کاروں کا وہاں خیر مقدم کیا جاتا تھا اور انہیں مفت قیام کی آسانیاں اور اخراجات بود و باش کے لیے نقد روپیہ دیا جاتا اور ماوراالنہر اور ایران کے فنکار تبریز مراغہ اور سلطانیہ کے ہمسایہ شہروں میں جمع ہونے لگے۔

ایلخانی سلطنت

ایلخانی ایران اور عراق میں منظم ہوئے جو خوف اور سلطنت کے اختتام کی علامت تھے۔ مملوک شام کی خالی پٹی میں داخل ہوئے جہاں ایوبیوں کو منگول گھوڑ سوار ختم کر چکے تھے جب ایلخانی حکمرانوں نے ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں بغداد فتح کیا تو بغداد اور خراسان سے پندرہ شہزادے خانماں برباد ہو کر دہلی پہنچے۔ (۴۰) سلجوقیوں نے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کیلئے ایلخانیوں سے اچھے تعلقات قائم کر لیے جن کا رسم الخط اپنی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے قرآنی خطاطی میں یہ اپنے ایک خاص طرز کی وجہ سے اعلیٰ روایات کے امین رہے۔

غزنوی سلطنت

محمود غزنوی کو خراسان کے ساتھ ساتھ لاہور پر بھی مکمل کنٹرول تھا۔ غزنوی نے لاہور میں جدید علوم کے مدرسے جاری کئے اور لاہور وسطی ایشیا کے مہذب ترین شہروں میں شامل ہوگیا اس شہر میں غزنویوں نے ایک ایسی زبان کی بنیاد رکھی جس نے آگے چل کر ''اردو'' کی شکل اختیار کی (۴۱) دراصل پنجاب میں تذہیب کاری اور خطاطی کے جو اثرات پہنچے وہ غزنوی، سلجوقی، ترکی، ایرانی، عراقی اثرات کے حامل تھے۔ میورال خطاطی میں غزنی نے نمایاں ترقی کی جو کہ غزنی موجود عمارتوں پر دیکھی جاسکتی ہے ان عمارتوں پر کوفی کی پانچ اقسام دیکھنے میں آتی ہیں جن میں foliated, bordered, interlaced,floriated اور Kufic ایک مسلسل بیل کی طرح ہیں بعض کتبے کوفی آمیز ثلث میں ملتے ہیں غزنی میں خطاطی کی یہ ترقی سلجوقیوں کی ایران میں فن پروری سے مشترک تھی ہندوستانی عمارتوں پر خطاطی کی اساس غزنوی خطاطی ہے (۴۲)

برصغیر میں ممالیک

سلطان محمود غزنوی کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہو کر آئے وہ غزنی، خلجی اور ترک افغانوں کے مختلف قبائل تھے (۴۳) ہندو بھی ان افواج میں داخل تھے ترک قبائل کا یہ حال تھا کہ ان میں سے بیشتر مسلمان نہ تھے یہ قبائل غلاموں کی حیثیت سے ہزار ہا کی تعداد میں بکتے تھے یا خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیاء سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے رہتے تھے اور ان میں کچھ مسلمان ہو کر بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوئے اور آگے چل کر جلیل القدر عہدوں تک پہنچے۔ قبل از اسلام مفتوحین قاتحین کو ہر طرح کا تصرف حاصل تھا۔ اسلام نے غلامی کا تصور سرے سے ہی بدل دیا۔ غلاموں کو خاندان کا فرد بنایا۔ محمد غوری کی اولاد نہیں تھی۔ اس نے غلاموں کو اولاد قرار دیا اور ان پر تمدنی، معاشی، معاشرتی زندگی کی ترقی کے دروازے کھول دیئے اور زندگی کے شعبوں میں غلاموں کی تمام انسانی حقوق (ماسوائے شخصی آزادی کے) دیئے انہی غلاموں نے مصر، ایران، ہندوستان، عراق، شام پر حکومت کی۔ ۱۱۸۶/۵۸۲ء میں محمد غوری نے پنجاب میں غزنویوں کی حکومت ختم کر کے لاہور پر قبضہ کیا۔ جب برصغیر میں پہلا غلام حکمران قطب الدین ایبک برسر اقتدار تھا اور اس وقت مصر میں بھی ممالیک برسر اقتدار تھے قطب الدین ایبک نے خراسان کے سہر نیشاپور سے عربی و فارسی کے علوم وفنون کی تربیت حاصل کی عہد ممالیک میں برصغیر اور مصر، ایران میں عمارتی خطاطی ایک ہی طرز یعنی کوفی آمیز ثلث میں رہی جس پر سلجوقیوں کی گہری چھاپ تھی۔ ہندوستان پر حملہ آور اور حکمران وسط ایشیائی، ترک، افغان، ایرانی تہذیب و ثقافت سے بہت حد تک متاثر تھے (۴۴) برصغیر کی خطاطی پر دوسرا اثر اس وقت مرتب ہوا جب یاقوت المستعصمی کے طرز کو اسی کے بیشتر شاگردوں نے اپنایا جن میں سے چھ خطاط احمد سہروردی ابن شہاب الدین سہروردی ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء (۵۴) عبداللہ ارغون کابلی، یوسف مشہدی، مبارک شاہ سید حیدر جلی نویس، اور میر یحیی پورے عالم اسلامی میں پھیل گئے اور یاقوت کی طرز پھیلانے کا باعث بنے۔ ان کے ایک شاگرد عبداللہ صیرافی شاگرد حیدر علی جلی نویس برصغیر میں بھی آئے۔ (۴۶) ادھر تیمور کی یلغاروں نے مصر اور بغداد کے سلاطین کو اس کے خلاف متحدہ محاذ بنانے پر مجبور کر دیا۔ ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء میں دہلی کے سلطان کو تیمور سے شکست ہوئی تیمور کے مقرر کئے ہوئے حاکمین کو ایشیائے کوچک سے نکالا جا رہا تھا سلطان احمد نے مصر کے مملوکوں کی مدد سے بغداد پر پھر قبضہ کر لیا۔ تیمور کی حملہ آور افواج نے وسط ایشیا سے روانہ ہو کر مشرق و مغرب میں قتل و غارت کا طوفان برپا کر دیا یورپ اور چین کی درمیانی سڑک کاٹ ڈالی اور ہندوستان تک پہنچ گئیں۔ انہوں نے ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء میں شہر دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ تیمور ایران کو عبور کر کے ۸۰۵ھ / ۱۴۰۲ء میں شام پہنچ گیا۔ اس نے دمشق پر حملہ کر کے مصر مملوکوں پر غلبہ حاصل کیا اور ایشائے کوچک میں سلجوقیوں کے جانشین عثمانی ترکوں کو ایک مرتبہ پھر شکست دی ۸۰۷ھ / ۱۴۰۴ء میں تیمور کے انتقال کے ساتھ ہی اس کے بیٹے شاہ رخ نے خراسان میں ہرات کو دارالحکومت بنا لیا تیمور شیراز اور بغداد کے غارت شدہ شہروں سے جن نقاشوں ماہر تعمیرات اور خطاطوں کو سمرقند لایا تھا اب وہ ہرات میں جمع ہونے لگے جبکہ دوسرا بیٹا پیر محمد ہندوستان کی مقبوصات کا والی مقرر ہوا ان قاتحین کے ساتھ، بزرگان دین، فنکار، خطاط اور ماہر تعمیرات یہاں آئے۔ آج بھی لاہور کے معروف خطاطوں کا تعلق کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے ہے۔ (۴۷) خط نستعلیق کا اجرا تیموریوں کا مرہون منت ہے جن کا سیاسی اور ثقافتی مرکز پہلے بغداد پھر سمرقند کے بعد ہرات رہا بائسنغر مرزا شاہ رخ کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے کتب خانے کی کتابیں مصور کرانے کے لے ایران کے ۴۰ بہترین نقاشوں کو ہرات میں اپنے محل میں جمع کیا یہیں شہرہ آفاق مخطوطے خمسہ نظامی اور شاہ نامہ ۱۴۳۰ء میں تیار ہوئے۔ (۴۸) سلطان حسین کی وفات ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء کے بعد ان تمام فنکاروں کو تمام سمتوں میں تمام اطراف جانا پڑا جن میں نامور مصور بہزاد بھی تھا۔ جو ہرات سے تبریز شاہ اسماعیل صفوی کے پاس آ گیا۔ ایرانی شہر گورگان کے مقامی حکمران جنہیں اتابک کہتے تھے اپنے درباروں میں پیشہ ور خوشنویس رکھتے تا کہ ان کو کتب خانوں کے لیے کتابیں مہیا ہوتی رہیں۔ اس دوران کئی شہر علوم وفنون کے مراکز کی حیثیت سے ابھرے ۸۰۵ھ / ۱۴۰۲ء میں تیمور نے عثمانی افواج کو شکست دی اور ایشیائے کوچک سے سمرقند کی راہ لی۔ سلیم کے بیٹے اور جانشین سلیمان کے دور حکومت ۹۲۵۔۹۷۴ھ / ۱۵۲۰۔۱۵۲۲ء میں عثمانی سلطنت عروج پر تھی سلیمان نے بلغراد، روڈز، ہنگری، کریمیا، موصل، بغداد، بصرہ، آرمینیا، یمن، الجیریا، اور طرابلس کو عثمانی سلطنت میں شامل کیا۔ تیموری عہد سمرقند، بخارا، مغول ایلخانیوں اور صفوی دور میں تبریز، قزوین

سلجوقیوں کے عہد میں بغداد، اصفہان، عباسی دور میں بغداد اموی دور میں دمشق، ایشیائے کوچک، سلجوقیوں کے دور میں قونیہ فاطمی اور مملوک دور میں قاہرہ اسکندریہ، شاہ رخ کے دور میں ہرات، مشہد، اصفہان، غزنویوں کے دور میں لاہور، بابر کے عہد میں کابل، ہرات، مغل عہد میں لاہور، دہلی، آگرہ عثمانی ترکوں کے عہد میں ازنیق، نیشاپور، علوم وفنون کے مراکز کے طور پر ابھرے خطاطی کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی ان شہروں نے اپنا لوہا منوایا۔ عثمانی سلطنت ترکی، شام، عراق، خلیج فارس پر محیط تھی۔ سلیمان نے مملوکوں کے آخری فرمانروا کو تباہ کرنے کے بعد مصر فتح کر لیا تھا۔ سلطان علاء الدین کیقباد کا دارالحکومت قونیہ کا قدیم شہر تھا۔ یہ شخص صرف کتابوں اور فضلیت علم کا عاشق ہی نہ تھا بلکہ خود ایک اچھا مسودہ نویس بھی تھا اور نہایت نفیس خط میں لکھتا تھا۔ بغداد کے عباسی خلفاء نویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی میں اپنے سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے مشرقی سرحدوں پر ترکوں کے درمیان ان کے مرہون منت تھے۔ ترکی غلاموں کی تجارت ہوئی اور یہی غلام ان کی سلطنت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنے ان کا درجہ چونکہ غلاموں کا سا تھا اس لیے انہیں مملوک یا ممالیک کہا گیا۔ مملوک کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"A person imported before he has reached mature years from beyond the boundries of the Islamic world to be turned into a good muslim, to serve at court or in the army, where with his fellows, they helped to form a trusty power base for his master devoid as he was of any previous, social or politicalties, bound into a cohesive group through shared experience and interest with his immediate fellow Mamluks, and exercising his admired talent for the art to turkish warfare, namely as a mouted archer."(49)

خطاطی ترکی میں سقوط بغداد کے بعد ممالک اسلامی خطاطی کے مراکز بنے ان میں ایران اور ترکیہ سرفہرست ہیں۔ ترکیہ میں سلاطین عثمانیہ نے بالخصوص خط کی سرپرستی کی کئی ترک سلاطین خصوصاً سلیمان ثانی، محمد ثانی اور مراد ثانی خود بھی اعلی پائے کی خطاط تھے مراۃ الحرمین کے مشہور مصنف ابراہیم رفعت پاشا نے لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں سلطان کا خاص خطاط ۴۰۰ پونڈ عثمانی تنخواہ پاتا تھا۔ سلیم اول کے زمانہ میں مصر کے فتح کے بعد مصر کے نامور خطاطوں نے بھی ترکیہ کا رخ کیا اس طرح ترکیہ نے عراقیوں، سلجوقیوں کے علاوہ فاطمیوں اور مملوکوں سے بھی خطاطی کا ورثہ پایا اس شوق اور قدردانی کی بدولت ترکیہ میں ایسے ایسے باکمال خطاط پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف کتابت مصاحف، ثلث، طغری، دیوانی اور نسخ میں عالم اسلام سے ترکیہ کی امامت تسلیم کرا لی۔ ترکیہ کے مشہور خوشنویسوں یا جن خطاطین کے باقاعدہ اثرات مختلف ادوار میں لاہور تک پہنچتے رہے ان میں عباسی دور کے یاقوت المستعصمی جس کا لکھا ہوا قرآن مجید جہانگیر نے سید محمد کو ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء کو دیا۔ (۵۰) شاہ محمود نیشاپوری (م ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء) محمد بن شیخ مصطفیٰ الاماسی، احمد شمس الدین، حسن چلپی، قرہ حصاری، درویش علی، حافظ عثمان بن علی ۱۱۱۰ھ/۱۶۹۸ء ترکیہ کا مشہور کاتب مصاحف تھا۔ اسماعیل الزہدی آفندی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء مصطفیٰ راقم ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء مصطفیٰ عزت ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء سعد آفندی، محمود جلال الدین اور اس کا بھائی حافظ تحسین، اسماعیل حقی، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء محمد مونس، آفندی زادہ، عبدالعزیز رفاعی، الشیخ احمد الکامل، اور محمد شوقی مصطفیٰ حلیم فخر علی سعد آفندی ایساری حافظ امین الرشدی علی آفندی جس نے خدیو مصر کے لیے ۱۶ اوراق پر خط نسخ میں قرآن پاک لکھا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خواتین میں درہ خانم، رشیدیہ خانم، فاطمہ آئی، والدہ سلطان عبدالحمید خان اچھی خطاطہ تھیں۔ اکمل الدین اوغلو لکھتے ہیں۔

"However, the spread of calligrapy among the turks differed from that of other nations. Although this condition developed slowly after the conquest of Anatolia the Turks, the real impetus is noticed after the conquest of the city of Istumbul in 1453. AD. Improvments in the art of calligraphy introduced by Yaqut al-mustasimi (1299) - Sultan Bayazid's Second taecher

and by sheikh Hamdullah (1429-1520AD)(Qiblet- al Khattatin) were widely accepted and respected". (51)

حمد اللہ الاماسی حافظ عثمان مصطفیٰ راقم عمدہ خطاط تھے حافظ عثمان کے نسخ کو محمد شوقی اور سامی نے مصطفیٰ راقم کے خط میں چمک پیدا کی حامد الامدی تک بنتے خطاط ثلث میں ہوئے انہوں نے اسے مزید آگے بڑھایا۔ ۱۹۲۸ء میں جب ترکی میں لاطینی رسم الخط اختیار کیا گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ خطاطی کا شاندار ماضی ترکیہ سے ناپید ہو جائے گا۔ بہت سے نامور خطاطوں نے اس فن سے دستبرداری لے لی۔ جبکہ بعض نے اپنا پیشہ تبدیل کر لیا۔ استاد حامد ایتاج (۱۸۹۱۔۱۹۸۲ء) کا جبکہ حلیم (۱۹۶۴۔۱۸۹۸ء) نے grap growe کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کے باوجود یہ آرٹ لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ ترکوں نے اسلامی خط کو عبدالعزیز رفاعی (۱۸۷۰۔۱۹۳۴ء) کے ذریعے مصر میں اور Macid Ayral (۱۸۹۱۔۱۹۶۱ء) کے ذریعے عراق میں پھیلایا اور ترکی کی نئی نسل نے ان سے دوبارہ خطاطی سیکھی۔ جن میں استنبول کے حلیم Ozyazici حامد ایتاج اور Necmeddin (۱۸۸۳۔۱۹۷۶ء) Okagay شامل ہیں بعد میں Bekir Pekten حسن چلپی علی الپ ارسلان کو انہی استادوں نے خط میں مہارت مہیا کی۔ جبکہ ان کے سلسلہ شاگردی نے یہ ثابت کر دیا کہ ترکی آج بھی فن خطاطی میں مسلم امہ کی امامت کر رہا ہے۔ استنبول میں اکمیل الدین اوغلو کی سربراہی میں انٹرنیشنل کمیشن فاردی پرزیرو ویشن آف اسلامک کلچرل ہیری ٹیج جیسے ادارے نے حامد ایتاج کے نام پر انٹرنیشنل مقابلہ خطاطی منعقد کیا اگرچہ اس پہلے مقابلہ میں جیتنے والوں میں اکثریت ترکوں کی ہی تھی۔ مگر بعد میں ابن مقالہ ابن البواب اور یاقوت اور شیخ احمد اللہ کے نام پر ہونے والے مقابلوں میں دوسرے ممالک کے خطاطوں نے بھی انعامات حاصل کئے۔ ہر مقابلہ میں پاکستان سے نمایاں خطاطوں نے بھی حصہ لیا اور بعض مواقع پر لاہور پاکستان کے خطاطوں نے ججوں کے فرائض بھی انجام دیئے اس میں شک نہیں کہ اس ادارے کی خدمات کی وجہ سے کمپیوٹر کی ایجاد کا خطاطی پر اثر نہ ہوا۔ پوری اسلامی دنیا میں اسلامی خطاطی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششیں جاری ہیں جس میں بلند پایہ خطاط سامنے آ رہے ہیں پاکستان میں خطاطوں کی غالب اکثریت لاہور میں موجود ہے ان میں محمد علی زاہد (ع۔۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵) عبدالرحمٰن (ع۔۱۶) واجد محمود یاقوت رقم (ع۔۱۷،۱۸،۱۹) احمد علی بھٹہ (ع۔۲۰،۲۱،۲۲،۲۳،۲۴) خالد جاوید یوسفی (ع۔۲۵،۲۶،۲۷،۲۸،۲۹،۳۰) رشید بٹ (ع۔۳۱،۳۲،۳۳،۳۴،۳۵،۳۶،۳۷،۳۸،۳۹) الٰہی بخش مطیع ہری پور (ع۔۴۰،۴۱،۴۲) حافظ انجم محمود فیصل آباد (ع۔۴۳،۴۴) قادری سعید احمد صدیقی (ع۔۴۵) اور اسماعیل سلفی (ع۔۴۶) شامل ہیں۔



ع۔۱۰



ع-۱۱

بسم الله الرحمن الرحيم
الله لا اله الا هو الحي القيوم لا تاخذه
سنة ولا نوم له ما في السموات وما
في الارض من ذا الذي يشفع عنده
الا باذنه يعلم ما بين ايديهم وما
خلفهم ولا يحيطون بشيء من علمه
الا بما شاء وسع كرسيه السموات
والارض ولا يؤده حفظهما وهو
العلي العظيم

ع-۱۲



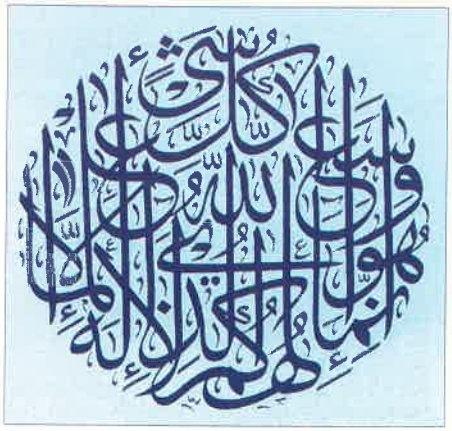
ع-۱۳



ع-۱۴



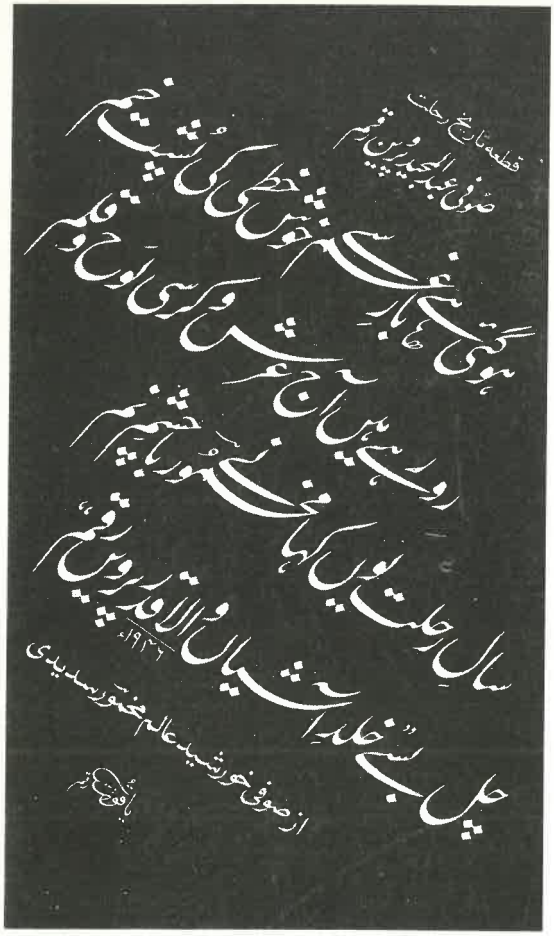
ع-۱۵



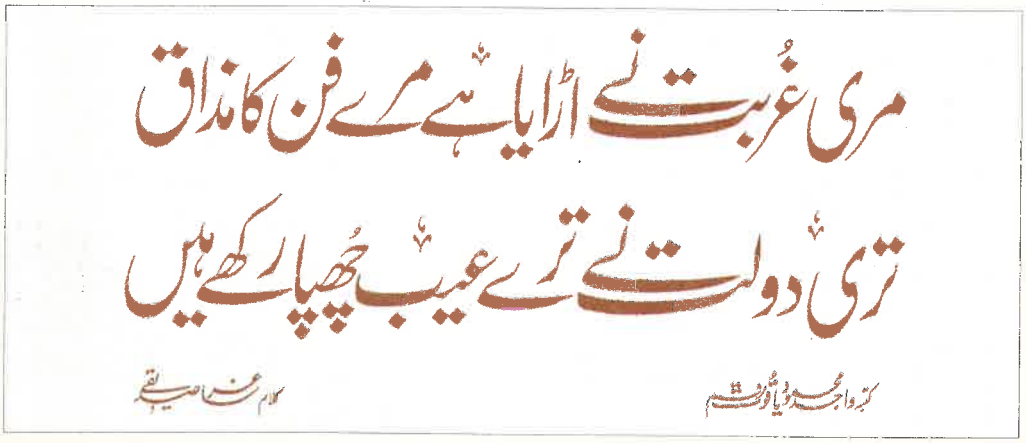
عبدالرحمٰن ع۔۱۶



واجد محمود یاقوت رقم ع۔۱۷



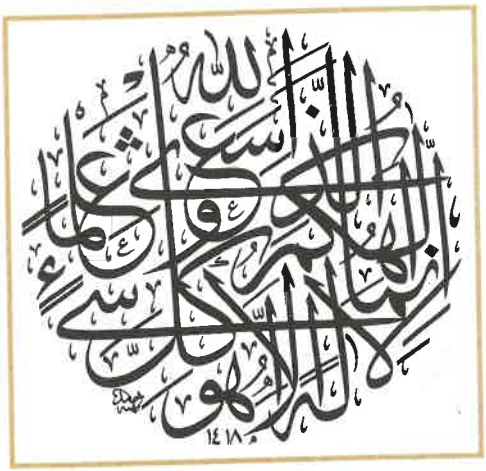
واجد محمود یاقوت رقم ع۔۱۸



واجد محمود یاقوت رقم ع۔۱۹



احمد علی بھٹہ ع۔۲۰



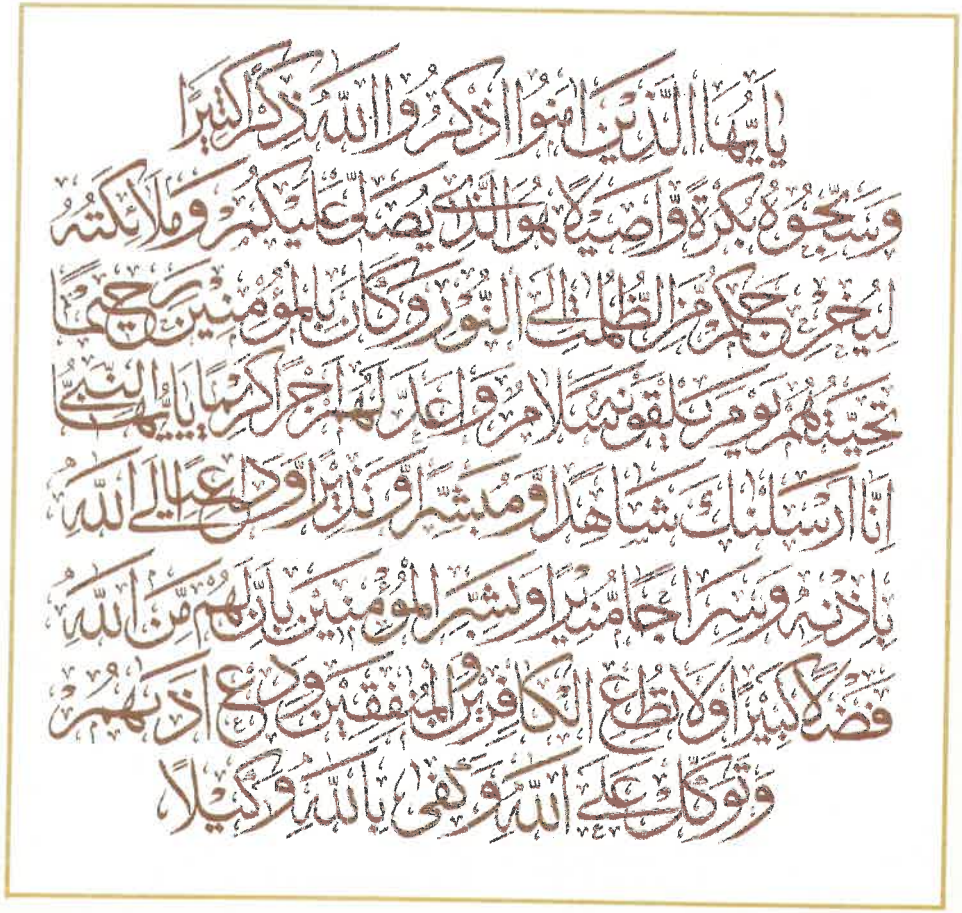
احمد علی بھٹہ ع۔۲۱



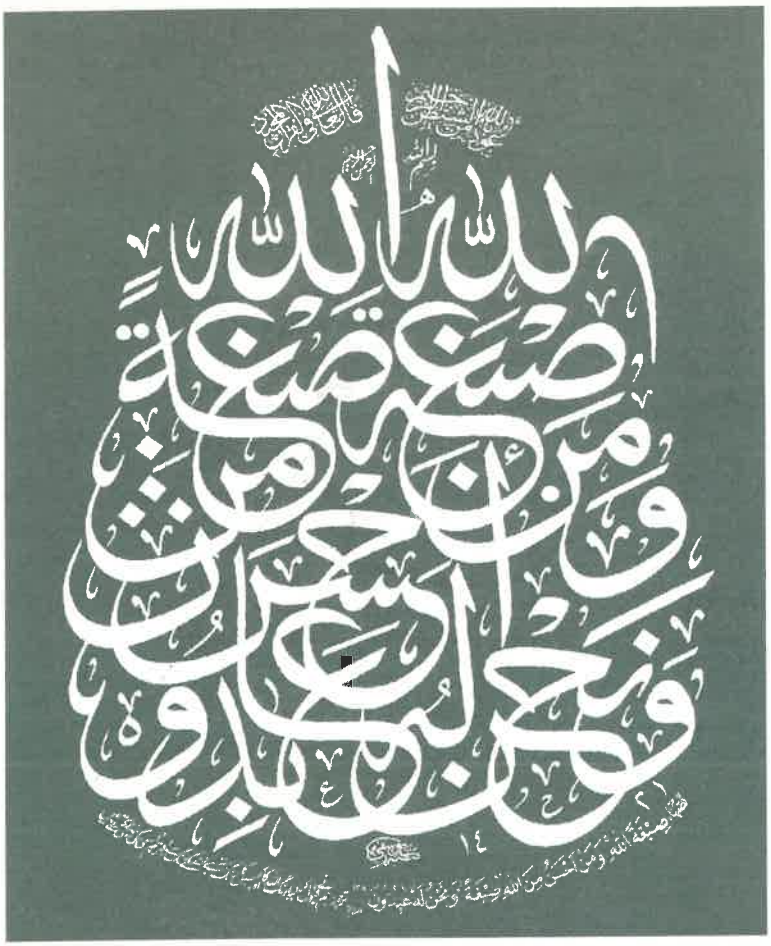
احمد علی بھٹہ ع۔۲۲



احمد علی بھٹہ ع۔۲۳



احمد علی بھٹہ ع۔۲۴



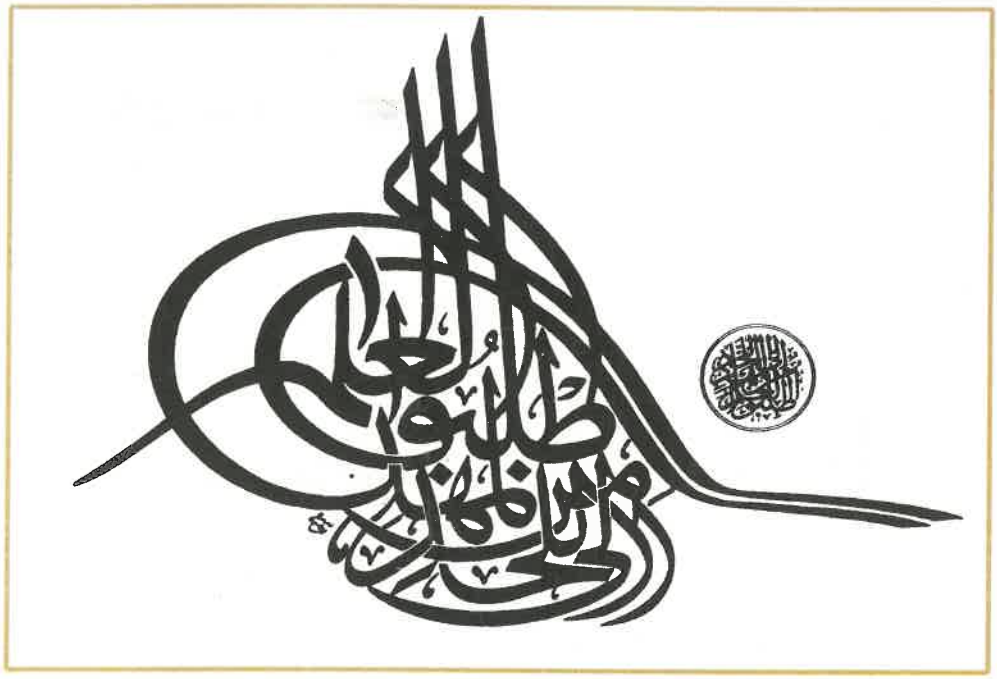
خالد جاوید یوسفی ع۔۲۵



خالد جاوید یوسفی ع۔۲۶



خالد جاوید یوسفی ع۔ ۲۷



خالدجاویدیوسفی ع۔ ۲۸



خالدجاویدیوسفی ع۔ ۲۹



خالدجاویدیوسفی ع۔ ۳۰



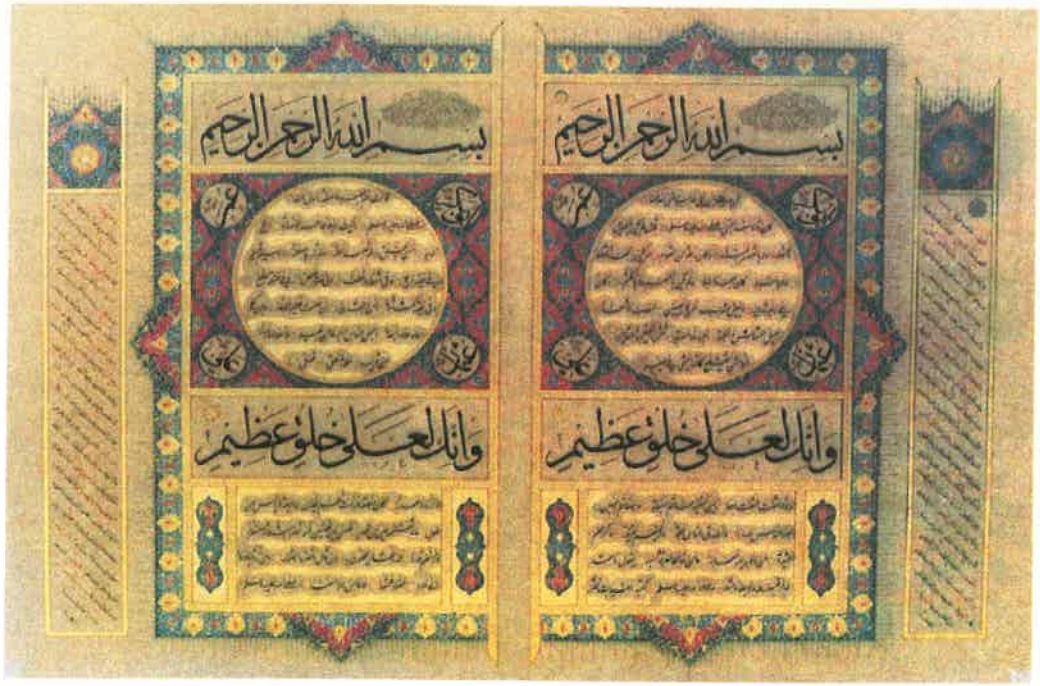
رشید بٹ ع۔۳۱



رشید بٹ ع۔۳۲



رشید بٹ ع۔۳۳



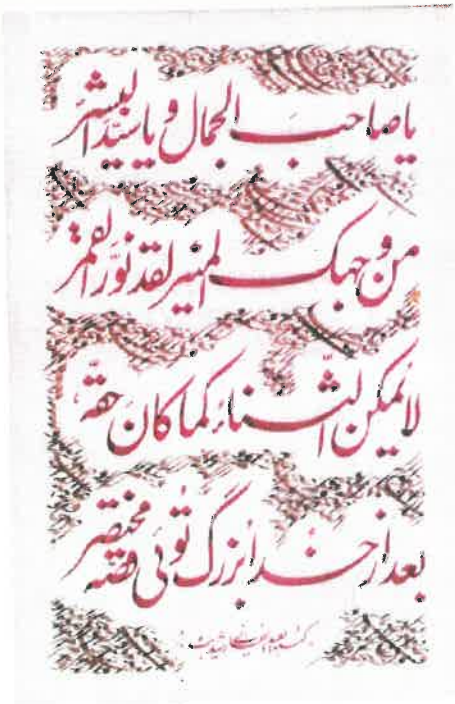
رشیدبٹ ع۔۳۴



رشیدبٹ ع۔۳۵



رشیدبٹ ع۔۳۶



رشیدبٹ ع۔ ۳۷



رشیدبٹ ع۔ ۳۸



رشیدبٹ ع۔ ۳۹



الٰہی بخش مطیع ہری پور ع۔۴۰



الٰہی بخش مطیع ہری پور ع۔۴۱



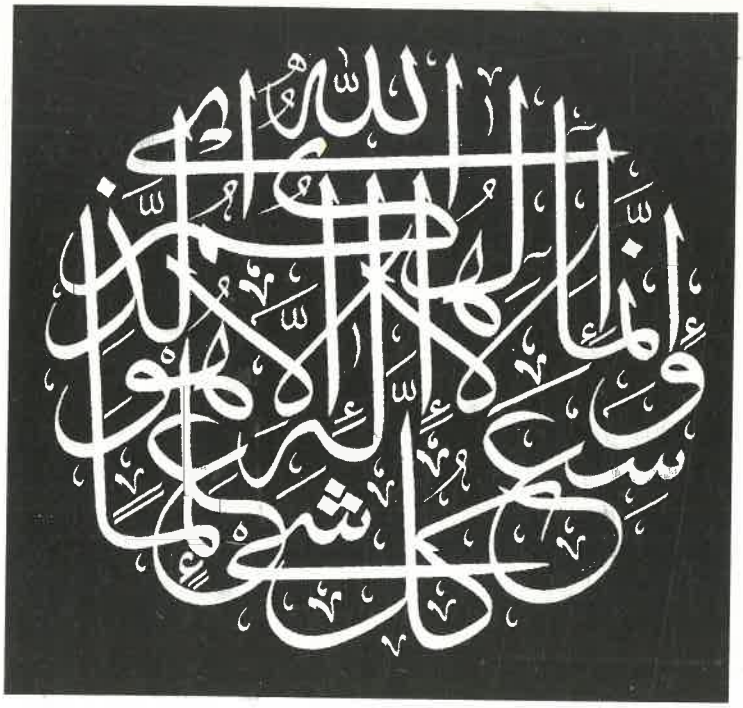
الٰہی بخش مطیع ہری پور ع۔۴۲



حافظ انجم محمود فیصل آباد ع۔۴۳



حافظ انجم محمود فیصل آباد ع۔۴۴



قادری سعید احمد صدیقی ع۔۴۵



اسماعیل سلفی ع۔۴۶

خطاطی عراق میں

عباسی خلافت تک بغداد یا عراق ہی خطاطی کا سب سے بڑا مرکز رہا لیکن سقوط بغداد کے کئی سو برس تک عراق میں عربی خطاطی زوال پزیر رہی اور یہاں کوئی نامور خطاط پیدا نہ ہو سکا اور پھر اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ایران اور ترکیہ کے خطاطوں کے زیر اثر عراق میں خطاطی کا ایک نیا دور شروع ہوا اس نئے دور کے خطاطوں میں سفیان لوہی نامور خطاط ہوا۔ اس نے ترکیہ کے مشہور خطاطوں کے تلامذہ میں رہ کر تعلیم خط حاصل کی۔ مثلاً سید محمد صادق تلمیذ، داماد ابراہیم عفیف، حسن الخلوصی، نعمان الزکائی جو حافظ عثمان کے تلامذہ میں سے تھے سفیان لوھی نے خط نسخ ایک خاص انداز میں لکھنے میں نام پیدا کیا حتی کہ عراق میں یہ اسلوب خط سفیان کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے شاگردوں میں سے غالب الفوزی، شہاب الدین احمد، عبداللہ آفندی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے شاگردوں میں سے غالب الفوزی شہاب الدین احمد، عبداللہ آفندی کے نام نمایاں ہیں سفیان کے ہمصر عراقی خطاطوں میں سے محمود الثنائی، صالح آفندی سعدی، موصل، محمد سعید النوری قابل ذکر ہیں۔ عراق کے ماضی قریب اور زمانہ حال کے خطاطوں میں علی آفندی صابر، محمد صالح شیخ، محمد صبری املالی، کریم رفعت، صابر الاعظمی، ولید الاعظمی، محمد ہاشم الخطاط جو اس وقت عراق کے ہی نہیں عالم اسلام کے بہترین خطاطوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور بغداد کے انسٹی ٹیوٹ آف فائن آرٹس میں روایتی خطاطی کے پروفیسر رہے۔ ان کی خطاطی کے نمونے ''تحفۃ الخطاطین'' الخط العربی کی صورت میں لاہوری خطاطین کے ہاتھوں میں پہنچے بعض خطاطوں نے جن میں عبدالرشید لاہوری (ع۔۴۷، ۴۸) اور شوکت علی منہاس (ع۔۴۹، ۵۰) پینٹر بھی شامل ہیں جنہوں نے بذریعہ ڈاک ان سے اصلاح لی۔ ترکیہ میں پچھلے چند سالوں سے خطاطی کے مقابلے ترکی میں منعقد ہو رہے ہیں جن میں پاکستان اور عالم اسلام کے خطاطین حصہ لیتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی خطاطی ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح بغداد میں خطاطی پر سیمینار منعقد ہوئے جن میں لاہور کے سرکردہ خطاطوں نے حصہ لیا اور لاہور میں خطاطی کے معیار کو عالم اسلام کے معیار تک پہنچانے تک کوشاں ہیں۔



ع۔۴۷



ع۔۴۸

احمد فواد الاول نے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں ترکیہ کے مشہور خطاط عبدالعزیز الرفائی کو اپنے لیے ایک مصحف لکھنے پر مامور کیا ان کے علاوہ الحاج احمد الکامل، محمد مونس آفندی زادہ اور معمار زادہ، محمد علی الخطاط المرخوف بھی اس مدرسہ میں خطاطی اور تذہیب کی تعلیم دیتے تھے۔ جب ترکیہ نے لاطینی رسم الخط اختیار کر لیا تو ترکیہ کے متعدد فنکار خطاط بیکار ہو کر مصر پہنچے ترکی سے مصر آنے والے خطاطوں میں حسین

آفندی ، رضوان آفندی ، سعد آفندی ابراہیم ، فواد آفندی ، خالد ، ارضی رومی ، محمد آفندی چلپی ، محمد آفندی مرزوق شامل ہیں ان میں سے اکثر نے قاہرہ اسکندریہ ، منصورہ میں تعلیم خط کے شبینہ مدرسے کھول لیے۔ اس طرح ترکوں نے سلیم اول کے زمانے میں مصریوں سے جو فن سیکھا قریباً ۴۰ سال بعد پھر وہی فن مصر والوں کو سکھایا اس طرح یہ خطاط مصر میں فن خطاطی خصوصاً نسخ اور ثلث کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے ترک خطاطوں کے مصری تلامذہ میں محمد جعفر ، محمد اجمل احمد عفیفی ، علی ابراہیم ، عبدالفتاح خلفیہ ، محمد علی مکلاوی ، نجیب ہوادی ، محمد محفوظ ، علی بدوی اور شیخ حسین حسنی نے نام پایا ان میں یوسف آفندی خصوصاً مصر میں خط کوفی کے احیاء کی لیے مشہور ہیں۔

جزیرہ نمائے عرب اور شام لبنان میں اس وقت جو مشہور خطاط موجود ہیں وہ سب ترکیہ اور مصر کے اساتذہ کے شاگرد ہیں حجاز کے مشہور کاتبوں میں سے الشیخ حلمی ، شیخ سلیمان خزوی ، رشید سنبل ، عبدالقادر شلیبی کے علاوہ محمد طاہر بن عبدالقادر الکردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ طاہر کردی نے مصحف مکہ مکرمہ کی کتابت کی ہے جو حکومت سعودی عرب کا پہلا مطبوعہ قرآن ہے۔



ع۔۴۹

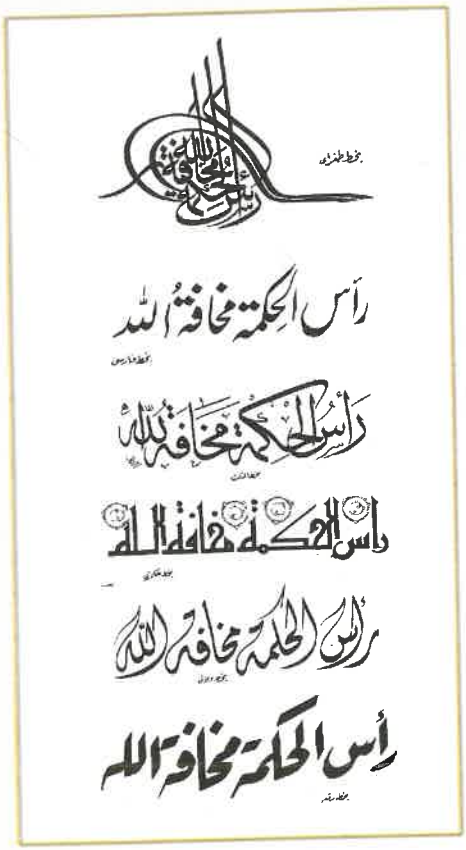


ع۔۵۰

خلافت عثمانی کے آخری دور میں ترکیہ میں اسلامی خطاطی انتہائی عروج پر تھی بلکہ بیسویں صدی میں یہاں تہذیب و ثقافت اور خطاطی کا ایک خاص سکول کھولا گیا مگر جب ترکیہ نے جمہوریہ بننے کے بعد عربی کی بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کیا اور اس طرح اپنے بے پناہ اسلامی ورثہ کے امین تو نہ رہے مگر انفرادی خطاطی نے اس روایت کو زندہ رکھا ترکیہ کے خطاط اور استاد حامد الامدی م ۱۹۸۲ء کے خطاطی کے نمونوں سے لاہور کے بیشتر خطاطوں نے نظری استفادہ کیا جن میں لاہور کے نامور خطاط حافظ یوسف سدیدی سر فہرست ہیں۔ (ع۔۵۱) وفات سے قبل موصوف کی خواہش تھی کہ وہ حامد لاآمدی کی خطاطی سے بہ نفس نفیس استفادہ کریں۔ مگر یہ خواہش پوری

ہونے سے قبل حامد الآمدی انتقال کر گئے۔

تحریک خلافت کے زیر اثر اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں ''عرب ہوٹل'' میں ترکی اور مصری خطاطوں کے کتابت آویزاں تھے بقول سید انور حسن نفیس رقم (ع۔۵۲) لاہور کے بہت سے خطاط ان سے استفادہ کرتے استاد حامد آلامدی، عزیز الرفاعی، مصر کے حسنی، سید ابراہیم کی خطاطی کے نمونوں پر علمی محافل منعقد ہوتیں۔ جس طرح لباس میں ترکی ٹوپی ہماری ثقافت کا حصہ بن گئی اس طرح خط اسلامی پر بھی ترکی اثرات نمایاں ہونے لگے۔



ع۔۵۱

شمالی مغربی دروں کے راستے جو فاتحین برصغیر داخل ہوئے۔ ان کا تاریخی تواتر کچھ اس طرح سے ہے۔

غزنوی: ۴۱۳۔۵۸۲ھ/ ۱۰۲۲۔۱۱۸۶ء

غوری: ۵۴۳۔۶۱۲ھ/ ۱۱۲۸۔۱۲۱۵ء

مملوک (غلامان): ۶۰۲۔۶۸۹ھ/ ۱۲۰۵۔۱۲۹۰ء

خلجی: ۶۸۹۔۷۲۰ھ/ ۱۲۹۰۔۱۳۲۰ء

تغلق: ۷۲۰۔۸۱۵ھ/ ۱۳۲۰۔۱۴۱۲ء

سید: ۸۱۷۔۸۴۷ھ/ ۱۴۱۴۔۱۴۴۳ء

لودھی: ۸۵۵۔۹۳۲ھ/ ۱۴۵۱۔۱۵۲۶ء

سوری پٹھان: ۹۴۶۔۹۶۲ھ/ ۱۵۳۹۔۱۵۵۴ء

مغل: ۹۳۳۔۱۲۷۵ھ/ ۱۵۲۶۔۱۸۵۸ء

سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۳ھ/ ۱۰۲۲ء میں لاہور کو فتح کیا تو اس وقت تک یہاں اسلامی درسگاہیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج تھا۔ البتہ مسلم علماء غزنوی کے حملہ سے قبل یہاں آتے رہے اور خانقاہیں قائم کیں۔ اس دور میں خانقاہیں مدرسے اسلامی تعلیمات کے لیے موجود رہے۔ ۹۳ھ/ ۷۱۱ء میں جب قتیبہ بن مسلم نے سمرقند فتح کیا تو وہاں اس وقت بدھ مت رائج تھا اس طرح بدھ مذہب کے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات خراسان، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ ہندوستان تک بڑھتے چلے آتے ہیں۔ کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ سندھ اور ملتان کے بعد شمالی ہندوستان میں ہدایت کا سرچشمہ سب سے پہلے لاہور میں پھوٹا سندھ اور ملتان پر جلد ہی قرامطی قابض ہو گئے اور کسی نہ کسی صورت میں وہاں ایک عرصہ تک قابض رہے لیکن لاہور قرامطی اثر سے محفوظ رہا بلکہ آہستہ آہستہ ان علاقوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ (۵۲) محمود غزنوی کے دور میں سندھ کے علاوہ شمالی علاقے وسط ایشیائی تہذیب سے منسلک ہوئے یہاں ترکستان اور ماوراالنہر کے اثرات بھرپور صورت میں ملنے لگے جو اہل علم وفن خراسان کے شہر نیشاپور جمع تھے ان کا رخ غزنی کی طرف ہوا اور جب آخری غزنوی تاجدار نے غزنی کی بجائے لاہور کو اپنا مسکن ٹھہرایا تو خراسان کے اہل علم و ہنر لاہور آئے آخری غزنوی تاجدار خسرو ملک کے عیاشیوں کے باوجود جو اہل علم و فضل خسرو ملک کے متوسل تھے وہ خراسان اور غزنی سے اٹھ کر لاہور آ گئے۔ ۴۲۲ھ/ ۱۰۳۰ء میں محمود کی وفات کے بعد مسعود بھائیوں پر غالب آیا اور لاہو میں نیالگین کے خلاف فوجی کاروائی کر کے مسعود جب ہانسی کا قلعہ فتح کر رہا تھا تو اس کی عدم موجودگی میں سلجوقیوں نے غزنی کا علاقہ تباہ کر دیا۔ ۵۸۳ھ/ ۱۱۸۶ء تک لاہور غزنویوں کے پاس رہا۔ مسعود کے زمانہ میں لاہور اور اہل لاہور کا علم وفن عروج پر تھا۔ غزنی سے کئی اہل علم بسلسلہ ملازمت لاہور آ گئے۔ ابراہیم غزنوی


بسم اللہ الرحمن الرحیم
الرحمن الرحیم الملک القدوس السلام
المومن المہیمن
العزیز الجبار
اللہ
المتکبر الخالق
البارئ المصور
العفو القہار
الوہاب الرزاق
الفتاح العلیم
القابض الباسط
الخافض الرافع
المعز المذل
السمیع البصیر
الحکم العدل
اللطیف الخبیر
الحلیم العظیم
الغفور الشکور
العلی الکبیر
الحفیظ المقیت
الحسیب الجلیل
الکریم الرقیب
المجیب الواسع
الحکیم الودود
المجید الباعث
الشہید الحق
الوکیل القوی
المتین الولی
الحمید المحصی
المبدئ المعید
المحیی الممیت
الحی القیوم
الواجد الماجد
الواحد الصمد
القادر المقتدر
المقدم المؤخر
الاول الآخر
الظاہر الباطن
الوالی المتعالی
البر التواب
المنتقم العفو
الرؤف مالک الملک
ذوالجلال والاکرام
المقسط الجامع
الغنی المغنی
المانع الضار
النافع النور
الہادی البدیع
الباقی الوارث
الرشید الصبور
کتبہ الفقیر نفیس الحسینی عفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ◎ دار النفائس ○ نفیس منزل کریم پارک راجو کیمپ

ع۔۵۲

۴۵۱۔۴۹۲ھ/۱۰۵۹۔۱۰۹۷ء غزنوی عہد میں لاہور علمی سرگرمیوں کا گہوارا تھا۔ ابونصر فارسی نے لاہور میں خانقاہ قائم کی جو اہل علم اور بزرگان دین کی جائے پناہ تھی اور آہستہ آہستہ لاہور میں بلخ بخارا اور دوسرے ممالک سے اہل قلم یہاں کھنچے چلے آئے۔ اگرچہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد اور کتابت کلام پاک کی تاریخ یکساں پرانی ہے۔ مگر اس میں رعنائی غزنوی دور سے شروع ہوئی۔ لاہور میں اس وقت معروف خطاط جمال الدین لاہوری تھے۔ غزنویوں، غوریوں، خلجیوں کے ادوار میں تاتاری فتنہ علماء صلحا اور خطاطوں کی آمد کا موجب بھی بنا۔ قرآنی خطاطی پر تیسرا اثر ہم عصر محمد بن ادریس بن العقاب البصری کے دور میں پڑا جو ابن البواب کے زمانہ میں عراق میں موجود تھا۔ یہ شخص دہلی تا غزنوی لشکر کے ہم رکاب رہا اور لاہور میں بھی آیا۔ (۵۳) لاہور میں آخری تاجدار آل غزنویہ ابراہیم غزنوی قرآن پاک کا معرف خطاط تھا۔ اس خطے میں جب یاقوت المستعصمی کا خط پہنچا جس کی خصوصیت قرآنی کتابت میں منفرد رہی اور ۱۱ گیارہ سطور فی صفحہ کا انداز اپنایا یہ خطاط پہلی درمیانی اور آخری سطور خط محقق میں اور سطور ۲ تا ۵ سطور ۷ تا ۱۰ کو خط ریحان میں لکھتا تھا سقوط بغداد تک عربی کو عموماً اور خط نسخ کو خصوصاً جو عروج اور ارتقاء نصیب ہوا وہ بلاد اسلامیہ کے ان گنت ماہرین فن کی کوششوں کا مرہون منت تھا۔ مضبوط سیاسی مراکز ہی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ثابت ہوئے اسی لئے کوفہ، بصرہ دمشق کے بعد بغداد کئی صدیوں تک اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا مرکز رہا۔ خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد اسلامی سیاست کا مرکز ثقل مختلف ممالک میں تقسیم ہو گیا۔ چھٹی صدی کے آغاز میں ابوالحسن علی بن عمر لاہوری ممتاز محدث، شاعر ادیب اور صاحب طرز محقق اور خطاط تھے۔ (۵۴) پنجاب ۴۹۴ھ/۱۱۰۰ء تک غزنویوں کے زیر اثر رہا۔ ۴۵۰ھ/۱۰۸۵ء کے عہد میں سلجوقی حملہ آور ہوئے تو سلجوقی اثرات کے تحت عمارتی خطاطی پر تمام علمائے اسلام میں ایسے پختہ خط کے اثرات مرتب ہوئے جو تقریباً ۳۰۰ سال تک ایران، عراق، ترکی، مصر، پاکستان و ہند کی عمارتوں پر نظر آتے ہیں بعد میں اس خط نے مملوکوں کے زیر اثر عروج دیکھا اور یہ اثرات اکبری دور تک رہے۔

قطب الدین ایبک کے دور میں خطاطی پر مملوک اور سلجوقی اثرات تھے جو ۵۹۷۔۹۰۶ھ/۱۲۰۰۔۱۵۰۰ء تک عمارتی خطاطی میں نمایاں رہے۔ اس دوران لاہور، مشہد، بغداد، ترکی اور مصر وغیرہ کی عمارتوں پر یہی خط رہا جس نے دسویں صدی میں کوفی کی جگہ لی تھی۔ لاہور میں اس خط کے نمائندہ کتبات پیر بلخی کے مزار واقع کیتھل انڈیا سے حاصل کئے گئے ہیں جو لاہور میوزیم کی زینت ہیں۔ التمش (۶۰۷۔۶۳۳ھ/۱۲۱۰۔۱۲۳۶ء) کے دور میں سدید الدین عوفی (۲۰۳ھ/۱۲۰۶ء) نے شہر نیشاپور کے مشہور ادیب شاعر کاتب سلطان سنجر کے دبیر منتخب الدین کی صحبت میں رہ کر ان کی تصنیف رقیۃ القلم پڑھی جس سے اس کو فن کتابت میں درک حاصل ہوا۔ عوفی نیشاپور سے ہرات آیا اور وہاں شیخ فخر الدین خطاط کی صحبت میں علمی و ادبی فیض حاصل کیا۔ خراسان پر تاتاریوں کے حملوں کے پیش نظر اسے اپنا وطن چھوڑنا پڑا وہ غزنی سے آکر اُچ میں ناصر الدین قباچہ کے دربار سے وابستہ ہوا۔

لاہور میں شہزاد محمد ابن غیاث الدین بلبن نے بعض باکمالوں کو دہلی آنے کی دعوت دی جن میں نامور فاضل شیخ عثمان ترمذی کو ہدایا پیش کئے اور منت سماجت کی کہ آپ توران واپس نہ جائیں لیکن شیخ نے منظور نہ کیا۔ (۵۵) بلبن کا بیٹا بغرا خان اپنے فرزند کیقباد کی مشہور ملاقات میں اپنے والد کو یاد کر کے کہتا ہے۔

''چون من و برادر مہترمن (خان شہید) مفردات لغت و نوشتن پیش خطاط تمام کردیم اتابکان ما پیش سلطان (غیاث الدین بلبن) عرض داشتند کہ بعد ازیں شہزادگان را از نحو و صرف و فقہ چہ تعلیم کنند، و کدام استاد تعلیم کنندہ، فرمان در باب این چہ نوع مے شود فرمود کہ خطاط را جامہ و انعام بدہند و معذرت کنند'' (۵۶)

''جب میں اور میرے بڑے بھائی (خان شہید) نے خطاط کے پاس لغت کے مفردات لکھنے ختم کیے تو میرے سلطان غیاث الدین سے کہا گیا کہ اس کے بعد صرف نحو میں شہزادوں کو کیا پڑھایا جائے اور کون استاد ہو۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے تو فرمایا کہ خطاط کو جامہ اور انعام دیں اور معذرت کریں۔''

بلبن کے عہد میں خوارزم، دیلم، غور، یمن، موصل، سمرقند، کاشغر، مرو اور خطا سے بڑی تعداد میں اہل علم و ہنر ہندوستان آئے اور بلبن نے انہیں علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد کیا۔ (۵۷) تغلق عہد میں مثلث عمارتی خط سکوں پر بھی نظر آنے لگا۔ ایک لحاظ سے خراسان اور ایران کی تباہی سے ہندوستان کے اس حصے (مغربی پنجاب) کو فائدہ پہنچا کیونکہ اس کی وجہ سے علماء صلحا کی ایک کثیر تعداد یہاں آ گئی جن میں سے بعض دہلی لاہور ملتان میں رہ گئے منگول (مغل) ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے

تھے علاء الدین خلجی المتوفی ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء تک فوج میں مغل مسلمان کر کے نوکر رکھے جاتے تھے ایک سازش کی پاداش میں علاء الدین خلجی کے حکم سے دہلی میں بیک وقت چودہ ہزار نو مسلم مغل سپاہی قتل کئے گئے افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغانی اب تک مسلمان نہ تھے۔ کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس قبل اسلام کا اظہار کیا تھا لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدائش کے بعد تک مسلمانوں نہیں ہوئے تھے۔(۵۸)

لودھی عہد میں ہندوؤں نے عام طور پر فارسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے علوم کی تحصیل بھی شروع کر دی اور سلطان کے حکم سے بعض ہندی سنسکرت کی کتابوں کے تراجم ہوئے ایک پرانی طب کی کتاب اگر وہا بیدک کا ترجمہ بھی کیا گیا۔ خواص خان کے مرنے کے بعد میاں بدھ اس کے جانشین ہوئے انہوں نے بہت سے خوشنویسوں اور عالموں کو جمع کیا اور مختلف علوم وفنون پر کتب لکھوانی شروع کیں اور خراسان سے کچھ کتابیں لا کر عالموں کے حوالے کیں اور ہندوستان میں خراسان کے اطباء کو جمع کر کے طب اسکندری لکھوائی۔ سکندر لودھی نے فارسی کے لیے کام کیا۔ ملا نظام الدین لکھتے ہیں۔

''وکافران بخواندن ونوشتن خط فارسی کہ تا آں زمان درایشان معمول بنود پرداختند''(۵۹)

''اور کافر فارسی خط لکھنے پڑھنے میں لگ گئے جیسا کہ اس وقت تک ان کا معمول نہ تھا کائستھوں کی فارسی کا آغاز اسی زمانہ سے ہوتا ہے۔''

وسط ایشیائی اثرات

سقوط بغداد کے بعد یاقوت کے چھ نامور شاگردوں نے ایران میں بھی خطاطی کا علم بلند کئے رکھا۔ ایلخانی دور میں خطاطی کے ساتھ تذہیب کا فن بھی کمال کو پہنچا اس دور کے کئی مصاحف الجائتو خدابندہ کے ایما پر لکھے گئے جو ہنسبرگ، قاہرہ، بوسٹن، ڈبلن کے عجائب خانوں میں موجود ہیں۔ عبداللہ بن محمد بن حمدان اور عبداللہ بن احمد بن مراغہ اس دور کے مشہور خطاط گزرے ہیں تیموری دور کے خطاطوں میں سلطان علی مشہدی، بائسنغر مرزا، ابراہیم سلطان بن شاہ رخ مرزا اور عبدالکریم تبریزی قابل ذکر ہیں۔ اسی دور میں ہرات اور شیراز خطاطی اور تذہیب کاری کے مراکز تھے۔ آٹھویں صدی ہجری میں علی تبریزی نے خط نستعلیق کو جلا بخشی۔(۶۰) امیر تیمور کی اولاد نے علوم وفنون کی وہ سرپرستی کی جو آج تک کسی اور نے نہیں کی۔ شاہ رخ مرزا نے دارالخلافہ کو سمرقند سے منتقل کر دیا تھا جس سے وسطی ایشیاء میں ایک ادبی اور ثقافتی انقلاب رونما ہوا مرکز اگرچہ ہرات ہی رہا۔ تیمور کی اولاد کو ایک صدی تک ہرات میں عروج حاصل رہا۔(۶۱) اگرچہ سچ ہے کہ ہرات کو وہ عروج نہیں ملا جس کا وہ متقاضی تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہاں کے دبستان نے علوم وفنون کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا اور یہ شاید اس وجہ سے ہوا کہ ان تمام ممالک اور شہروں میں فارسی زبان وادب کا بہت چرچا تھا جس کے لکھنے کے لئے مشترک طرز نستعلیق ہی بہتر ذریعہ ثابت ہوئی ایران کے شہروں میں شیراز اور اصفہان پہلے ہی سے ثقافتی مراکز تھے دسویں صدی ہجری میں صفویوں کے تمام ایران پر اقتدار کی وجہ سے اسے استحکام ہوا۔ صفوی عہد میں خطاطی کو شاہی سرپرستی حاصل رہی۔ مآخذات کے مطابق نستعلیق کا اجراء آٹھویں صدی ہجری میں ہرات سے ہوا۔ اگرچہ اس کے معیار فن میں ہرات کے بعد کوئی خاص اضافہ تو نہیں ہوا مگر طرز نستعلیق کو مزید مقبولیت اور استحکام لاہور میں ضرور حاصل ہوا۔ سلطان علی مشہدی اور اس کے تلامذہ کا تعلق زیادہ وسطی ایشیاء اور ایران تک رہا جس کی وجہ سے ہماری تاریخ خطاطی آج درخشاں ہے۔ رسالہ صراط السطور مصنفہ سلطان علی مشہدی متوفی ۹۲۶ھ/۱۵۱۹ء میں ان ابتدائی خطاطوں کا ذکر ہے جنہوں نے طرز نستعلیق میں میر علی تبریزی کے بعد کی طرز نستعلیق اس سے تلمذ کی بنا پر اپنائی ان اولین خطاطوں میں مولانا جعفر تبریزی ہرات سے ماوراالنہر چلے گئے تین سال بلخ میں رہے پھر خوارزم رہے ایک سال سمرقند رہ کر بخارا چلے گئے۔ جہاں ۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء میں انتقال ہوا۔ یہی وہ دور ہے جب برصغیر کی قرآنی خطاطی پر وسط ایشیائی اثرات مرتب ہوئے عبداللہ ہروی متوفی ۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء میں جو سقوط بغداد کے بعد ہندوستان آیا اس نے یہاں رہ کر ۴۵ قرآن کریم یادگار چھوڑے۔(۶۲) بائسنغر مرزا کے دربار سے چالیس خوشنویس وابستہ تھے۔ جن کے سرپرست مولانا جعفر تبریزی تھے۔(۶۳)

مولانا جعفر کے ہمعصر نستعلیق کے استاد مولانا اظہر تھے جنہوں نے مخطوطہ ہفت پیکر نظامی کی کتابت ۸۷۹ھ / ۱۴۷۴ء میں کی یہ نسخہ جو کبھی شاہان مغلیہ کی لائبریری کی زینت تھا اور منعم خان خانان کی ملکیت تھا۔ آج کل میٹروپولیٹین میوزیم نیویارک میں ہے یہ نسخہ اکبر کے حضور چوتھے سال جلوس ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں لاہور شہر میں پیش ہوا۔ مولانا اظہر کے تلامذہ میں سلطانی علی مشہدی، سلطان علی قائنی، شیخ بایزید پورانی، مالک دیلمی، عبدالحیم، ایسی خوارزمی، شیخ امامی، اور نجیب اللہ شامل تھے۔ (۶۴) جب ہرات کے فنی ماحول کے انقراض کے بعد ہنرمند اور دیگر فضلاء نے وہاں سے ہجرت کی ان میں سے اکثر ہندوستان بھی آئے۔ (۶۵)

ایران میں خطاطی

سلطان حسین بیقراء کا انتقال ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء میں ہوا جس کے بعد صفویوں کو ایران میں عروج حاصل ہوا۔ بیقراء کی وفات کے بعد ہرات کے اکثر نامور فنکار اور کاتب ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ سلطان حسین مرزا خود بڑا خطاط تھا۔ اس کا بیٹا مرزا بدیع الزمان امیر سندھ کا داماد بھی تھا۔ جب یہ ہندوستان آیا تو اس کے ہمراہ چندر کی فنکار اور فضلاء بھی تھے۔ جو سندھ میں آکر آباد ہوئے ان میں مولانا اظہر کے شاگرد شیخ بایزید پورانی ٹھٹھہ آ گئے لیکن بدیع الزمان یہاں کے سیاسی حالات سے مایوس ہو کر واپس ہرات چلا گیا۔ امیر ابوسعید پورانی کا انتقال ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں ٹھٹھہ میں ہوا۔ تاریخ معصومی میں ہے کہ شیخ خطوط را خوب می نوشتند (۶۶) (شیخ خطوط خوب لکھتے تھے) ہرات میں خطاطی کا فروغ سلطان حسین بیقراء کی ذاتی توجہ اور اس کے وزیر اعلی میر علی شیر نوائی کی حوصلہ افزائی سے ہوا۔ مولانا سلطان علی مشہدی، سلطان حسین بیقراء اور میر علی شیر نوائی کے لیے کتابیں لکھا کرتے تھے جن کی کارگزاری سلطان کے لیے روزانہ تیس سطور اور شیر نوائی کے لیے بیس سطور تھی اگر ہم خط نستعلیق بیرون ہرات ایران یا وسطی ایشیا کو ذرا گہری نگاہ سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں ہند میں بھی یہ خط رائج ہو چکا تھا۔ (۶۷) شیخ بایزید پورانی کی سندھ میں آمد سے سندھ کی ثقافت پر ۸۰۰ سو سالہ عربی اور عراقی چھاپ پر وسطی ایشیائی اثرات غالب آئے۔ سلطان حسین بیقراء کے انتقال کے بعد محمد شیبک خان امیر بخارا نے عروج حاصل کیا تو سلطان حسین بیقراء کے متوسل جن میں سلطان علی مشہدی اور کمال الدین بہزاد تھے اس کے دربار سے وابستہ ہوئے مگر مناسب قدر افزائی نہ ہونے کی وجہ سے سلطان علی مشہدی ہرات سے مشہد اور کمال الدین بہزاد، شاہ اسمعیل صفوی کے ہمراہ تبریز چلے گئے۔ تبریز میں صفویوں کے ہاں جن فنون لطیفہ کو عروج حاصل ہوا ان میں خطاطی بالخصوص شامل ہے۔ بہزاد کے ہرات سے تبریز آنے کے بعد صحیح معنوں میں ایرانی مصوری وجود میں آئی۔ (۶۸) بابر سلطان حسین مرزا کا دوست اور مداح تھا ہرات میں اس کے دربار میں اہل فن کی کثیر تعداد وابستہ رہی۔ اوائل تیموری دور اور بابر کی برصغیر آمد سے نستعلیق خط پر عربیت کا اثر و نفوذ تھا۔ بابر کے ہمراہ وسطی ایشیاء سے مولانا شہاب المعمائی جس کے بیٹے کمال ابن شہاب کا نمونہ خط C-12 لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت کے علاوہ ایک دوسرا خطاط درویش علی کتابدار اور ملا زاہد بھی اپنے ہمراہ متعدد ماہرین خط یہاں لائے۔ جس سے یہاں ہرات کا سا ماحول پیدا ہوا اور اس ماحول کو آگے چل کر مغل دربار میں اپنایا گیا۔ ادھر بخارا میں ۹۳۵ھ / ۱۵۲۸ء میں میر علی کی آمد سے کتابت و مصوری اور کتاب سازی کا ایک اور دبستان ہرات کے دبستان کی روایات پر قائم ہو گیا۔ جس کا سہرا میر علی کے مربی ابوالغازی عبدالعزیز خان والئی بخارا کے سر تھا اس نے بخارا میں اپنے باپ عبید خان کی وفات کے بعد برسر اقتدار آنے پر ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں یہ دبستان قائم کیا تھا۔ (۶۹) شاہان صفویہ کے زوال کے ساتھ اگرچہ نفس ترین عمارتوں، قلمی نسخوں، قالینوں اور آرائشی کپڑوں کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ اور ایرانی فن خود اپنے ملک میں انحطاط پذیر ہو گیا مگر اس کا اثر بعید ملکوں کے فن کو پرمایہ بنانے کے لیے عثمانی ترکیہ سے لے کر ہندوستان تک پھیل چکا تھا (۷۰)

پاک و ہند میں خط نستعلیق کی تاریخ میں ایک بہت بڑا واقعہ ہمایوں بادشاہ کا حالات سے تنگ آ کر ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء میں ہجرت کر کے ایران چلے جانا اور ۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء میں واپس آنا ہے واپسی پر وہ اپنے ہمراہ کافی ایرانی ماہرین لایا۔ جن میں میر سید علی تبریزی مصور اور خواجہ عبدالصمد شیریں قلم خطاط شامل تھے۔ جس کا کارنامہ داستان امیر حمزہ کے مصور نسخے کی تیاری ہے۔ ہمایوں اور اکبر کے عہد میں اگرچہ بے شمار کتب مصور ہوئیں مگر جو شہرت اس نسخے کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں نستعلیق لکھنے والوں میں مولانا باقر پسر مولانا میر علی کا ذکر کیا ہے۔ جو ہندوستان آ گیا تھا یوں کہیے کہ میر علی کی اولاد نے ہندوستان

ہجرت کر لی تھی۔(۷۱) میر علی کے سات مشہور تلامذہ میں سے میر حسین کلنگی جو بخارا میں میر علی کا شاگرد ہوا۔ آئین اکبری کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری عمر میں ہندوستان آ گیا ایک مخطوطہ رباعیات میر سید جامہ باف بقلم خفی جو کتاب خانہ نصر اللہ تفوی تہران میں موجود ہے۔ اس کے ترقیمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کی تیاری اکبری عہد میں لاہور میں ہوئی۔ ابوالفضل نے اکبر کے عہد میں نستعلیق لکھنے والوں میں میر حسین الحسینی المشہور بہ میر کلنگی کا نام درج کیا جس سے بھی اس امر کی مزید توثیق ہوتی ہے کہ یہ شخص لاہور میں موجود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر اور اس کے امرائے کار کے سامنے زیادہ سے زیادہ ہرات کے سلطان حسین مرزا جیسے مربیان ادب وفن کی مثالیں تھیں۔ اور بغداد اور غرناطہ کی علمی سرگرمیوں سے وہ بے خبر تھا۔ اور اس زمانہ میں علم نہیں ادب وفنون لطیفہ کو فروغ حاصل ہوا۔(۷۲) آئین اکبری میں ایک باقاعدہ شعبہ آئین تصویر خانہ ہے عظیم منظّم شعبے میں جو معیاری اور علمی مخطوطات تیار ہوئے وہ اپنی مثال آپ ہیں

ہرات میں سلطان حسین مرزا اور تبریز میں شاہان صفویہ اور بخارا میں ازبکوں کے بعد لاہور چوتھا بڑا منظّم دبستان تھا۔ اس شعبے نے فنون لطیفہ کا ایک معیار قائم کیا۔ آئین اکبری میں نستعلیق خطاطوں کے ضمن میں قاسم ارسلان کا تذکرہ ملتا ہے جب اکبر اٹک سے لاہور واپس آیا تو یہ شخص یہاں اقامت پذیر تھا اور اسی سال اس کا انتقال لاہور میں ہوا اس کے آباؤ اجداد محمود غزنوی کے دربار سے وابستہ تھے قاسم تاریخ گوئی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اکبر کے دربار سے وابستہ ایک اور خطاط عبدالرحیم عنبرین قلم ہرات سے لاہور آیا جہاں اس نے ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء میں انوار سہیلی کا مصور نسخہ تخلیق کیا۔ (ع۔۵۳،۵۴) جس کے آخر میں ترقیمہ کے ساتھ ساتھ کاتب کی ذاتی منی ایچر دی گئی ہے جس سے نشست اور ماحول واضح ہوتا ہے۔ اکبر کے بعد یہ کاتب جہانگیر کے دربار سے وابستہ رہا۔ ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں اسے عنبریں قلم کا خطاب ملا۔ اکبر کا قیام لاہور میں ۹۸۸ھ/۱۵۹۹ء تک رہا اس عرصہ میں یہاں متعدد مرقعات اور مخطوطے تیار ہوئے ان مرقعات اور مخطوطات میں جہاں ہرات کی رعنائی عراق کی زیبائی بخارا کی دلکشی ایران کی نمکینی اور ترکوں کی رنگینی نظر آتی ہے۔ وہاں ان تمام دبستانوں کا پرتو لاہور میں تیار ہونے والے مخطوطات میں بھی نظر آتا ہے۔



ع۔۵۳



ع۔۵۴

مغلیہ دور میں ایران کی خطاطی کا سیدھا اثر لاہور میں ہوا جہاں نستعلیق عمارتی خط کی طور پر رائج ہوا۔ اکبر تک یہاں عمارتوں پر ثلث ایرانی اثرات کے تحت رائج رہا جس کی بہترین مثال اکبری عہد کی ''اونچی مسجد'' اندرون بھاٹی گیٹ کے کتبات ہیں جو آج کل لاہور میوزیم کی زینت ہیں۔ (۷۳) اکبر کے دور میں عبداللہ الحسینی ترمذی (ع۔۵۵،۵۶) نے ایرانی روایات کو یہاں فروغ دیا۔ یہاں اس کے قیام کے دوران متعدد وصلیاں ملتی ہیں۔ (۷۴) اس دوران برصغیر میں وسطی ایشیائی اثرات بھی نمایاں رہے۔ اور ترکی خطاطوں کے زیر اثر ہندوستان میں متعدد کتبات ملتے ہیں۔ جن میں دروازہ فتح پور سیکری پر حسین بن احمد چشتی کے لکھے ہوئے کتبات اور مغیث القاری الشیرازی خطاط کے کتابت کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ (۷۵) شاہجہان کو اپنی جنم بھومی لاہور سے خوب لگاؤ تھا۔ اس نے یہاں عمارتوں کی تزئین و آرائش کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور دنیا کے گوشے گوشے سے ہنرمند یہاں اکٹھے کر لئے اس دور میں وسطی ایشیائی ایرانی ترکی انداز میں خطاطی سے مزین کتبات میسر ہیں۔ اس کے عہد میں میر عماد ایرانی کا شہرہ برصغیر میں تھا جو کوئی میر عماد کی وصلی شاہجہان کو پیش کرتا یک صدی منصب پاتا۔ (ع۔۵۷،۵۸) شاہ عباس صفوی کے دور میں عماد کے قتل کے بعد اس کا بھانجا عبدالرشید دیلمی ترکی سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا اور یہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اس طرح لاہور نستعلیق کے پہلے مرکز کے طور پر ابھرا۔ (۷۶) رشید دیلمی کے ذریعے میر عماد اور مالک دیلمی کے خط کی خصوصیات لاہور پہنچیں اور نستعلیق میں انتہائی جاذب نظر مخطوطات تیار ہونے لگے۔ رشید دیلمی کا ہی فیضان ہے کہ برصغیر میں خطاطی کے علاقائی سکول لاہور دہلی اور لکھنو آگرہ کے خطاط آج بھی اپنا سلسلہ تلمذ اسی خطاط سے جوڑتے ہیں۔ (۷۷) لاہور شہر کے خوشنویسوں کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس دور میں ایرانی طرز کے ساتھ ساتھ انہیں یہاں عبدالرحیم عنبرین قلم کے ذریعے وسطی ایشیائی اثرات بھی میسر آئے۔ اسی عہد میں امانت خان شیرازی جس نے لاہور رہنے کو ترجیح دی اور لاہور کے نزدیک موجود ضلع امرتسر (بھارت) میں سرائے امانت خاں تعمیر کی اس سرائے کے کتابت کے علاوہ مسجد وزیر کے کتبات لاہور میں ایرانی اور ترکی خطاطی کی ثلث طرز کا حسین امتزاج ہیں۔ عبدالرشید دیلمی کی طرز خاص لاہوری طرز کے طور پر مشہور ہوئی



ع۔۵۵



ع۔۵۶

جسے آج تک برصغیر کے سربرآوردہ خطاطوں نے اپنایا۔ جہاں تک خطاطی میں قرآنی کتابت کا تعلق اس وقت تک اس پر ہراتی یا وسطی ایشیائی اثرات غالب رہے۔ ایران میں اگرچہ نستعلیق میں مصحف لکھے گئے مگر لاہوری خطاطوں نے یہ اثر کبھی قبول نہ کیا اور وہ وسطی ایشیائی روایات کے امین رہے۔ آج کل کے ایرانی خطاطوں میں غلام حسین ہمایوں، سید احمد ہدایتی حبیب اللہ فضائلی۔ شیخ عبد الحسین نوروزی۔ سید عبدالعلی آیۃ الٰہی غلام رضا موسوی، محمد زمان فراست، غلام حسین امیر خانی سید قوام الدین شفق۔ عباس اخوین، علی راہجیر ی، غلام رضا مخلص، محمد حسین عطار چیان، ناصر جواہر پور، حسین کاشیان، محمد حسن نظافتی، مہدی کریمی، ناصر جواہر پور، محمد صلاح شور، کے قطعات کی لاہور نمائش ہو چکی ہے۔



ع۔۵۷

جہاں تک عمارتی خطاطی کا تعلق ہے اب کتبوں پر ثلث کے علاوہ نستعلیق خط زور شور سے نظر آنے لگا اور کوفی آمیز ثلث عمارتی کتبوں کے لیے متروک ہو چکا تھا۔ ملتان میں شاہجہانی عہد کی تعمیر کردہ ساوی مسجد پر محمد اسماعیل محمد بن جیون ملتانی جیسے خطاطوں کے نستعلیق ثلث۔ کتبات اپنی مثال آپ ہیں اگرچہ مغلوں کے دور میں خطاطی کے بہت سے مراکز سامنے آئے مگر جو شہر ٹھوس حیثیت سے ابھرے ان میں لاہور، فتح پور سیکری، ٹھٹھہ، ملتان، کشمیر، دکن شامل ہیں۔ خطاطی کے مدرسوں میں تبریز، ہرات، بخارا، سمرقند، دیلم، ترمذ، شیراز کی روایات کی تربیت مغلیہ دور میں جاری رہی جبکہ خطاطی میں اب تک عبدالباقی حدادیاقوت رقم کے اسلوب کو اپنایا گیا۔ جس کی طرز کو شاہ عالم بادشاہ کی خطاط محمد عارف یاقوت رقم نے آگے بڑھایا۔ جو دراصل ہرات کا باشندہ تھا۔ مغلیہ دور میں قرآنی مخطوطات کی تیاری کے سلسلے میں علاقائی عنصر غالب رہے۔



ع۔۵۸

اور ہر علاقے کا تزئین آرائش کا انداز ایک دوسرے سے قدرے مختلف تھا۔ رشید دیلمی کے طرز روش کو محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں محمد افضل لاہوری نے اس قدر اپنایا کہ انہیں آقائے ثانی کہا جاتا ہے دہلی میں یہ روش انہی کے ذریعے پھیلی جبکہ لکھنو میں قاضی نعمت اللہ لاہوری اور حافظ نور اللہ لاہوری اس طرز کے فروغ کے ذمے دار ثابت ہوئے۔(۷۸) افضل لاہوری کی طرز دہلی اس حد تک اپنائی گئی کہ انیسویں صدی میں دہلی کے معروف خوشنویس عنایت اللہ مبروص نے روحیلہ افغانوں کی خاطر اپنے خط کی روشن تبدیل کر کے لاہوری روش اختیار کی موصوف کی رہائش مسجد عنایت اللہ خان چاندنی چوک پر واقع تھی۔ یہ خطاط ۱۸۵۷ء تک زندہ رہے(۷۹)

اٹھارہویں صدی عیسوی میں ایرانی خطاط احمد نیریزی نے نسخ میں جو تبدیلیاں کی۔(۸۰) ان کا اثر بھی لاہور کے مصاحف نویسوں نے قبول کیا اس طرز کو بیسویں صدی کے خطاطوں نے خوب اپنایا جن میں مولانہ قاسم لدھیانوی سرفہرست ہیں۔ اس طرز میں دبستان ہرات سے انحراف کرتے ہوئے حرف کے دائروں میں نستعلیق طرز کا رنگ نمایاں کیا گیا۔ حروف کے دائرے چوڑے ہونے کی

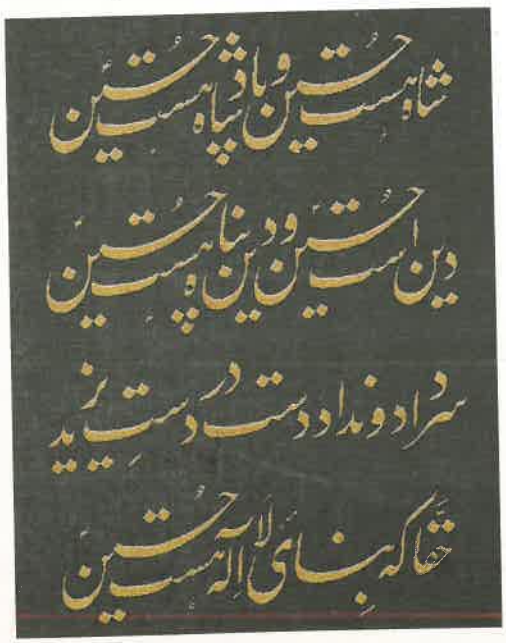
بجائے گولائی کی طرف مائل ہوے اور پیوندوں میں وسطی ایشیائی نازکی کی بجائے پوری قلم لگانے کا رواج ہوا۔ اس سے قبل ایرانی اور لاہوری طرز میں قدرے ریحان کی آمیزش تھی۔ جسے ترک کر کے دائروں کو گول اور حرف کو چھوٹا کر دیا گیا۔ اسی طرح لاہور کے خطاطوں نے نیریزی طرز کو قبول کر کے نسخ میں تبدیلی پیدا کی نستعلیق میں امام ویردی۔ یہاں رشید دیلمی کی روش اپنائے ہوے اجتہادی تبدیلیاں کر رہے تھے۔

کنہیالال تاریخ لاہور میں قطراز ہے۔

''اس شہر میں بڑے بڑے کاتب خوشنویس پہلے زمانہ میں بھی تھے۔ اوراب بھی ہیں۔ فارسی اور عربی خط اس شہر کا ولایتوں میں مشہور تھا۔ سکھی وقت میں فارسی خوشنویوں میں پیر بخش کو فکر تھا اور اس کی عزت مقامی امرائے دربار بلکہ خود مہاراجہ کرتا تھا امیروں کے لڑکے اصلاح لینے اس کے مکان پر جاتے اس کے شاگردوں میں مولوی فضل الدین صحاف، کوہ نور اخبار لکھتا رہا پھر سرکاری مطبع ڈائریکٹروں میں کتابیں تحریر کرتا رہا۔ کتابت کے علاوہ نقاشی میں بھی استاد ہے۔ عربی خط کا استاد خلیفہ بگوموچی دروازے کی محلّہ کمان گراں میں رہتا ہے۔ انگریزی عہد میں مولوی غلام یسین ایک مشہور خوشنویس تھا۔ میرزادہ امام ویردی کابلی ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں وفات پا گیا سید احمد ایمن آبادی اگرچہ اس شہر کا رہنے والا نہیں مگر سالہا سال سے بسبب ملازمت محکمہ ڈائریکٹری کے لاہور قیام پذیر ہے مولوی فقیر محمد و غلام محمد و پیر بخش و پنڈت دیارام و قاضی شمس الدین و چراغ علی وغیرہ اور بھی خوشنویس لائق تعریف ہیں غلام علی کاتب نے کنہیالال کی کتاب کتابت کی۔'' (۸۱)

خوش قسمتی سے سیالکوٹ کے نواح میں اچھا کاغذ بنتا تھا۔ اسی شہر کا مان سنگھی اور ریشمی کاغذ خاص طور سے مشہور تھا۔ سیالکوٹ کے نواح میں تین گاؤں کاغذ سازوں کے آباد تھے یہاں سے کاغذ ملک کے دوسرے حصوں میں بھیجا جاتا تھا اور شاہان دہلی کے دفاتر میں بھی زیادہ کاغذ اسی شہر کا استعمال ہوتا تھا ان یہ تین گاؤں (نیکا پور، رنگ پورہ، ہیرانوالہ پورہ) کے نام سے اب بھی آباد ہیں جہاں کاغذ بنانے والے اب بھی موجود ہیں (۸۲) معروف خطاط محمد یوسف سدیدی کے مطابق گزشتہ ۱۵ صدیوں میں اگر ہر صدی میں عالم اسلام سے ایک ایک خطاط ایسا لیا جائے جنہوں نے خطاطی میں نمایاں مرتبہ پایا۔ تو یہ نام کچھ اس طرح سے سامنے آتے ہیں۔ (۸۳)

خالد بن الہیاج
اسحاق بن حماد
اسحاق بن ابراہیم تمیمی
ابن مقلہ (ابوعلی محمد بن علی بن حسن بن عبداللہ مقلہ)
ابن البواب ابوالحسن علی بن ہلال بواب
عماد جوینی
یاقوت المستعصمی
احمد بن محمود بن عبدالغفار ہراتی
عبداللہ طباخ، میر علی تبریزی نستعلیق
عبدالباقی تبریزی، سلطان علی مشہدی، میر علی ہروی
عبدالحق شیرازی، میر عماد
حافظ عثمان، ہدایت اللہ زریں رقم
قاضی نعمت اللہ لاہوری، محمد مہدی ملک الکتاب
محمد قاسم لدھیانوی سلطان القلم، عبدالمجید پروین رقم (ع۔۵۹)
استاد حامد الامدی ترکیہ، حافظ یوسف سدیدی۔ (۸۴)

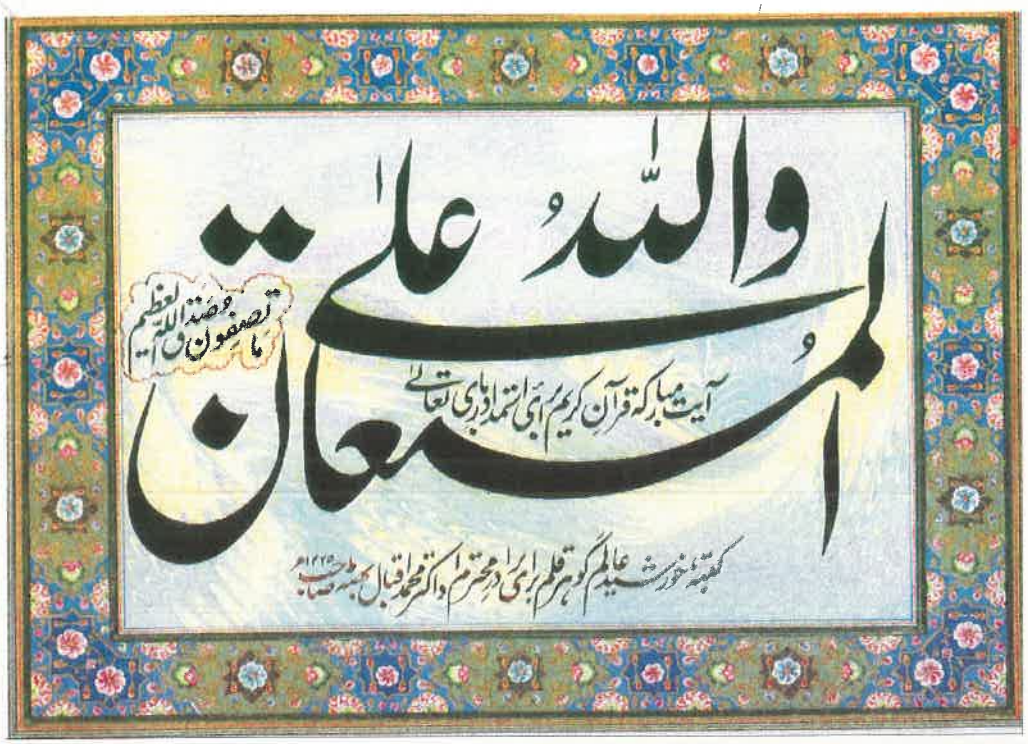


ع۔۵۹

داخلی اثرات

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مختلف ریاستوں کے اندر مختلف قوموں نے اپنے اپنے علاقائی اثر اور دوسرے ممالک کے اثرات سے جو شاہکار پیش کئے ہیں ان کے بنیادی اسالیب اور مرکزی تصورات کی ہم آہنگی، یکسانیت ایک مشترک ثقافت کی آئینہ دار ہے، جو متضاد نسلی، جغرافیائی اور وراثتی خصوصیات رکھنے والے عناصر کو دائرہ اسلام داخل ہونے کے بعد اپنے رنگ، قالب میں ڈھالتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بعض مورخین اسلامی خطاطی کے ارتقاء کو عربی زبان کے ارتقاء سے نسبت دیتے ہیں اور کسی حرف کی ادائیگی کا طریقہ اس حرف کی ظاہری شباہت کے مطابق ہوتا ہے یا اسلامی خطاطی کے مختلف انداز زبان کی ترقی کے ساتھ ہی معرض وجود میں آئے (۸۵)

ترکی ایران۔ عراق کے خطاطوں کے نمونے مختلف کتابوں کی شکل میں چھپ کر برصغیر پہنچے اور لاہور میں اعلیٰ خطاطوں کی مجالس میں زیر بحث رہے۔ زیر نظر مقالہ میں بعض ترکی عراقی اور مصری خطاطوں کے ایسے نمونے شامل کئے گئے ہیں جن سے متاثر ہو کر لاہوری خطاطوں خصوصاً نوجوان طبقے جن میں داؤد بکتاش سے متاثر ہو کر عبدالرحمٰن، محمد علی زاہد اور احمد علی بھٹہ نے قطعات لکھے۔ اسی طرح اور دیگر خطاطوں کے علاوہ شفیق الرحمٰن نے متعدد کتبات ترکوں کی تقلید میں لکھے۔ خورشید عالم گوہر قلم (ع۔۶۰) نے متعدد کتبات لکھے جبکہ محمد شفیع انور سیالوی (ع۔۶۱۔۶۲، ۶۳)، محمد یوسف چوہدری (ع۔۶۴)، سجاد خالد (ع۔۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸) نے بھی ایسے قطعات لکھے۔ ۱۹۹۸ء میں ہونے والے خطاطی کے مقابلے میں لاہور سے حافظ محمود انجم شاگرد سید نفیس رقم، قادری محمد سید احمد صدیقی، واجد محمود یاقوت رقم نے بھی متعدد قطعات ان نمائشوں میں بھیجے اور سلسلہ تا حال جاری ہے۔



ع۔۶۰



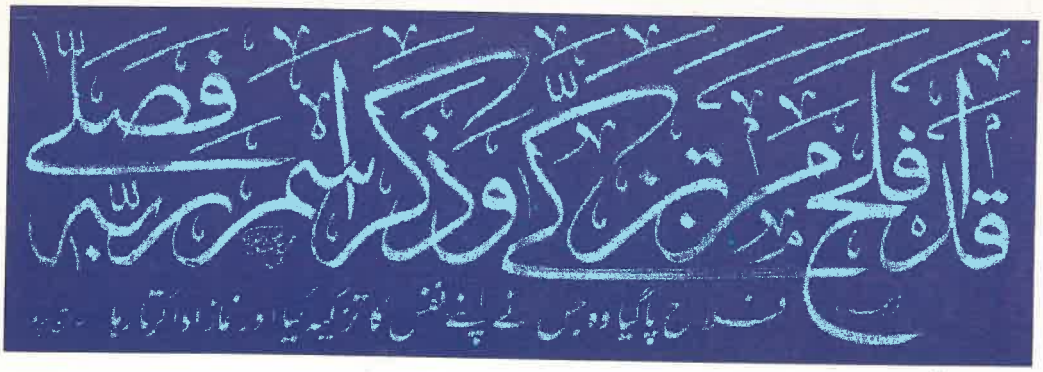
محمد شفیع انور سیالوی ع۔۶۱



محمد شفیع انور سیالوی ع۔۶۲



محمد شفیع انور سیالوی ع۔۶۳



محمد یوسف چوہدری ع۔۶۴



سجاد خالد ع۔۶۵



سجاد خالد ع۔۶۶



سجاد خالد ع۔ ۶۷



سجاد خالد ع۔ ۶۸



حواشی وتعلیقات

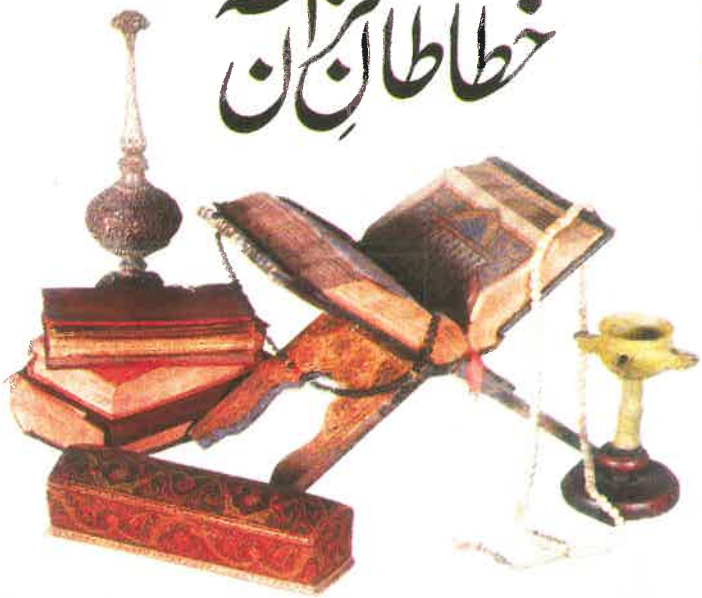
1-فلپ کے حتی۔تاریخ ملت عربی ص ۱۴۲۔کرسٹس پرائس۔ترجمہ ہلال احمد زبیری ''اسلامی فنون کی داستان''۔شیخ غلام علی اینڈ سنز۔۱۹۶۸ء ص ۱۵۔
2-باری علیگ۔''اسلامی تاریخ وتہذیب'' مکتبہ کارواں کچہری روڈ۔لاہور ص ۲۴۔
3-ایضاً ۴۷۔
4-کرسٹس پرائسس۔اسلامی فنون کی داستان۔محولہ بالا ص ۵۸۔
5- Dr. Saif-ur-Rahman Dar . The Roots of Islamic Calligraphy in Arabia. Iran and Pakistan. Lahore. 1982 p-3
6-سید سلیمان ندوی،''عرب وہند کے تعلقات'' اردو اکیڈمی سندھ۔کراچی ۱۹۸۷ء ص ۳۱۔
7-عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔ص ۷۶۔
8-سید سلیمان ندوی،''عرب وہند کے تعلقات'' محولہ بالا ص ۷۶۔
9-شیخ محمد اکرام ''چشمہ کوثر'' ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ'' تاج آفس، محمد علی روڈ، ممبئی ص ۱۳۔
10-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر شمارہ ۵۔جلد ۱۳۔نومبر ۱۹۲۹ء ص ۴۰۸۔
11-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ محولہ بالا ۴۰۱۔
12-خالد محمود ''غار حرا کی روشنی سے ظلمت کدہ عالم منور ہوگیا'' روزنامہ کوہستان ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء ص آخر۔
13-خالد محمود ''مصحف عثمانی کی سات نقول بلد دالسلامیہ میں بھیج دی گئیں۔''روزنامہ کوہستان ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء ص اول۔
14-ابومحفوظ الکریم المعصومی ''مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے'' مجلہ علوم اسلامیہ دسمبر ۱۹۶۱ء مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ص ۲۔
15-محمد حمید اللہ ''زبان اور اللہ کا کلام'' اورینٹل کالج میگزین خصوصی شمارہ، تقریب جشن صد سالہ اور بنگل کالج لاہور۔مدیر ڈاکٹر عبادت بریلوی جلد ۴۸ عدد ۱۸۸،۱۸۹ مارچ۔جون ۱۹۷۲ء ص ۱۲۔
16-ابومحفوظ المعصومی ''مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے'' محولہ بالا ص ۸۔
17-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' محولہ بالا ص ۴۰۴۔
18-عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' محولہ بالا ص ۷۸۔
19- Dr. Saif-ur- Rahman Dar. The Roots of Islamic Calligraphy in Arabia, Iran and Pakistan, op.cil. p 8.
20-سید سلیمان ندوی،''عرب وہند کے تعلقات'' محولہ بالا ص ۱۱۰۔
21-عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' محولہ بالا ص ۷۸۔
22-غلام احمد حریری ''شرح الحدیث والفقہ تاریخ اسلام'' پولیمر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۳۶۔
23-امتیاز پراچہ ''تاریخ اسلام'' رہبر پبلشرز اردو بازار کراچی ۱۹۹۰ء ص ۳۲۴۔
24-شیخ محمد اکرام ''چشمہ کوثر'' محولہ بالا ص ۳۳۔
25-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ جلد ۱۴ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۴۰۵۔
26- Dr. Saif-ur-Rahman Dar, Islamic Calligraphy, op. cit. p-8.
27-باری علیگ۔''اسلامی تاریخ وتہذیب'' محولہ بالا ص ۱۰۰۔
28-باری علیگ۔''اسلامی تاریخ وتہذیب'' محولہ بالا ص ۱۰۱۔
29- Dr. Saif ur Rahman Dar . The Roots of Islamic Calligraphy in Arabia. Iran and Pakistan. op. cit. p-12
30-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' محولہ بالا ص ۴۰۵۔
31-Yasin Hamid Safadi Islamic Calligrapy. A British Library Exhibition a t the British Museum Education Services 2- Dec. 1991 to 3-May. 1992. p-2.
32- Dr. Saif-ur-Rahman Dar Islamic Calligraphy. op. cit. p-12.
33- Talib Hussain Magnificent Monument of Balbans period Daily pakistan times . Firday Edition. 5th June 1987. p-2.
34-باری علیگ،محولہ بالا ۱۰۵۔
35-باری علیگ''اسلامی تاریخ وتہذیب'' محولہ بالا ص ۱۰۸۔
36- Dr. Saif-ur Rahman Dar "Islamic Calligraphy" of cit. p. 12.
37-باری علیگ،محولہ بالا ۱۲۵۔
38-شیخ محمد اکرم ''چشمہ کوثر'' محولہ بالا ص ۵۶/۵۵۔
39-کرسٹن پرائسس ترجمہ ہلال احمد زبیری ''اسلامی فنون کی داستان'' محولہ بالا ۱۹۶۸ء ص ص ۷۶/۷۵۔
40-شیخ محمد اکرم ''چشمہ کوثر'' محولہ بالا ص ۳۳۔
41-باری علیگ''اسلامی تاریخ وتہذیب'' محولہ بالا ص ۱۵۸۔
42-Mustifizur Rehman, Islamic Calligraphy in Medievel India Universty Press Ltd. Bangladesh. 1979. p-14.
43-پروفیسر عزیز الدین ''پنجاب اور بیرونی حملہ آور'' مکتبہ فکر ودانش ۸۔اے مزنگ روڈ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۰۔
44- Dr. SDaif-ur-Rahman Dar " Islamic Calligraphy" op. cit. p-12.
45-دیکھیے احمد سہروردی کا مکتوبہ نسخہ نمبر نیشنل میوزیم آف پاکستان۔کراچی۔
46-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد سوم شمارہ ۴ جلد ۱۱۴ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۴۰۶۔
47-S.A Naqvi " Some Cultural Links Between Pakistan , Iran and Turkey" Natilnal Museum of pakistan Karachi p-9.
48-کرسٹن پرائسس ترجمہ ہلال احمد زبیری ''اسلامی فنون کی داستان'' محولہ بالا ص ۹۸۔
49-Michael Hamilton Burgoyne Mamluk Jerusalem: An Architectural Study. British School of Archaeology in Jerusalem Work of Islam Festival Trust Paris. 1987. p-53.

50-نورالدین محمد جہانگیر''توزک جہانگیری'' جلد دوم ترجمہ اعجاز الحق قدوسی۔ مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔۱۹۷۰ص۴۳۔
51-Ekmeleddin Ihsanglu "Young Turks Art of Calligraphy, Arts of the Islamic world, London 41. No.3 . 1987.p-76
52-شیخ محمد اکرام'چشمہ کوثر' محولا بالاص ۶۸۔
53-اعجاز راہی، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ۱۴۴۔
54-ایضاً ص ۱۴۶۔
55-عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' محولا بالاص ۱۹۰۔
56-شیخ محمد اکرام'چشمہ کوثر' محولا بالاص ۱۱۴۔
57-صباح الدین عبدالرحمن جامی ''بزم مملوکیہ'' مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ص ۲۲۹۔
58-سید سلمان ندوی ''عرب و ہند کے تعلقات'' محولا بالاص ۱۷۵۔
59-شیخ محمد اکرام'چشمہ کوثر' محولا بالاص ۳۴۳۔
60-ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی کتاب سرگزشت خط نستعلیق کے ص ۱۲ پر ابوالفضل کے حوالہ سے لکھا ہے۔
''ورزمان صاحب قرآن خواجہ میر علی تبریزی از نسخ و تعلیق برگرفت وایں باور نشو چرا کہ نستعلیق نامہا نظر در آمد، کم پیش از زمان حضرت صاحب قرآن نگاشتہ بودند''۔
ترجمہ: خواجہ میر علی تبریزی کے عہد میں نسخ اور تعلیق سے اخذ کیا گیا اور اس کا یقین نہیں آتا کیونکہ جو نستعلیق خط نظر آتے ہیں وہ میر علی سے ذرا پہلے لکھے گئے تھے۔ یعنی بقول ابوالفضل خط کی طرز نستعلیق میر علی تبریزی سے قبل بھی موجود تھی۔ مزید لکھا ہے ڈاکٹر بوٹل نے فارسی زبان میں لکھا ہوا قدیم اقبالنامہ زمین بصورت کتبہ دریافت کیا جو بالکل نستعلیق میں تھا اس قبالہ نامہ پر ڈاکٹر مارگولیتھ نے ۱۴۰۱ء/۱۰۰۰ سال پڑھا تھا۔
61-عبداللہ چغتائی، سرگزشت خط نستعلیق، کتابخانہ نورس، کاپی بک شاپ اردو بازار لاہور۔۱۹۷۶ء ص ۵۴۔
62-سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم شمارہ ۵ جلد ۱۳ نومبر ۱۹۶۹ء لاہور میں ۸۰۶۔
63-ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی کتاب سرگزشت خط نستعلیق محولا بالاص ۲۰۔
64-ایضاً ص ۲۲۔
65-ایضاً ص ۱۰۰۔
66-عبداللہ چغتائی ''خطاطی ۱۵۲۶ تا ۱۷۰۷ء'' تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند چوتھی جلد فارسی ادب دوم پنجاب یونیورسٹی لاہور۔۱۹۷۴ء ص ۶۴۔
67-عبداللہ چغتائی، سرگزشت خط نستعلیق محولا بالاص ۳۵، ۳۴۔
68-ایضاً ص ۵۱۔
69-ایضاً ص ۷۰۔
70-کرسٹین پراسیس ''اسلامی فنون کی داستان'' محولا بالاص ۱۲۴۔
71-ابوالفضل علامی ''آئین خانہ''
72-شیخ محمد اکرام ''رود کوثر'' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔۱۹۹۰ء ص ۱۷۵۔
73- Dr. Muhammad Iqbal Bhutta Two Undated , inseription of Akber's time journal of Research society of Pakistan vol. xxxi NO, 4 October, 1994 pp.33-44.
74- Dr. Muhammad I bal Bhutta "E i ra phg from Mas id-e-Khrasian. "Lahore Museum bellelim vol. III. No. 2 Jul -Decy 1990 -82. p
75- W.E. Begley Monumental Islamic Calligraphy from India: Islamic, Foundation Villa Park, Illinois, New York. 1985-P. 58
76-ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، سرگذشت خط نستعلیق، محولا بالاص
77-عبدالحلیم شرر ''گزشتہ لکھنؤ'' گیلانی بک ڈپو۔۱۹۵۶ء لاہور۔ص ۱۱۶۔
78-مولوی احترام الدین شاغل عثمانی۔ صحیفہ خوشنویساں انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ۔۱۹۶۳ء ص ۱۴۱۔
79-ایضاً
80- Martin lings, The Quranic Art of Calligraphy and Illumination. World of Islam Festival Trust London, 1976, p-132.
81-کنہیالال ''تاریخ لاہور'' مرتبہ کلب علی خان فائق، مجلس ترقی ادب ۱۹۹۶ء ص ۹۳۔
82-عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' محولا بالاص ۲۲۶۔
83- Dr. Saif-ur-Rahman Dar Islamic Calligrapy, op. cit. p-20.
84-معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی اور شیخ شمس الحق نے روزنامہ امروز میں ڈیوٹی پر بیٹھے ہوئے ان خطاطین کی فہرست مرتب کی جسے حافظ یوسف سدیدی نے اپنے قلم سے تحریر کیا یہ تحریر راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔
85-اس فہرست میں حافظ یوسف سدیدی کا نام شیخ شمس الحق نے لکھا شیخ صاحب گرینڈ لیز بنک میں ملازم تھے 2001ء میں وفات پا چکے ہیں۔
85- Shahid Rajput" The Development of Early Arabic Script in Early Islamic Days and its Use in Calligraphy: Pakistan Archaeology, vol,5 No:1 Jan-June 1992.

باب سوم



خطّاطانِ قرآن




محمد رسول الله


توكلت على الله

مسلمانوں نے قرآنی خطاطی میں ایسے کارنامے انجام دیئے جو آج بھی دنیا کے عجائب خانوں میں مسلمانوں کی علم الخط سے وابستگی کی داستان رقم کررہے ہیں۔تمام اسلامی دنیا میں اپنے اپنے علاقائی اثرات کے تحت کوفی نسخ، ثلث، ریحان، محقق، بہار، نستعلیق میں کلام اللہ سے اوراق روشن کئے۔جن سے اہل فرنگ کی آنکھیں آج بھی خیرہ ہوتی ہیں۔

(الف) اوائل عہد اسلام کے خطاط

قلم اور خطاطی کی اہمیت کے پیش نظر خدائے بزرگ و برتر نے پہلی وحی جو امت کو پہنچانے کے لیے بھیجی وہ لکھنے پڑھنے کے حکم اور اس بیان پر مشتمل ہے کہ سارا انسانی تمدن قلم کا رہین منت ہے قلم سے انسان وہ کچھ سیکھتا ہے جو علم سے نہیں۔

''یہ پڑھ اور یہ تیرا محترم و فیاض پروردگار ہی ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا جس نے انسان کو وہ چیز سکھائی جو وہ نہیں جانتا تھا۔''(۱)

جزیرۃ العرب میں اسلام پھیلا تو قرآن پاک کی اشاعت کے لیے خطاطی کو عام کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ حضور رسول کریم ﷺ امی تھے لکھنے پڑھنے سیکھنے کا بچپن میں کوئی موقع نہ ملا تھا قرآنی کتابت پر خصوصی توجہ دے کر اس کی مناسب ترویج کی اور انہوں نے عہد رسالت کے تیرہ برس مکہ معظّمہ گزارے وہاں جو لوگ فن کتابت سے وابستہ ہوئے ان کا ذکر کئی کتب میں ملتا ہے۔دس سالہ مدنی زندگی میں مذکورہ صحابہ کے علاوہ حضور ﷺ کی ہدایت پر کئی اصحابہ کرام نے لکھنا سیکھ لیا ان میں سے ابی بن کعب، سعید بن زرارہ، منذر بن عمر اور رافع بن مالک شامل ہیں۔رمضان ۲ ہجری مطابق ۶۲۴ء میں مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح نصیب ہوئی کفار کے جو اسیران جنگ اپنی رہائی کے لیے نقد فدیہ ادا کرنے سے قاصر رہے ان میں ۷۰ ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔حکم ہوا کہ ان میں سے ہر قیدی انصار کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دے تو یہ اس کا فدیہ سمجھا جائے گا۔پڑھے لکھے اسیران نے یہ شرط قبول کرلی اور یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں میں سات سو افراد تھوڑے عرصہ میں فن کتابت سے آشنا ہوگئے۔(۲) حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔تعلیم الخط کا پہلا مدرسہ مدینہ منورہ میں قائم ہوا قبل از اسلام عرب لکھنے کو حافظے کی کمزوری کی علامت سمجھتے تھے مگر اب اس نظریہ میں تبدیلی آگئی اور انہوں نے تحریر کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا لیا جس کے حیران کن نتائج مرتب ہوئے قرآن پاک عربی کی پہلی کتاب ہے اس سے قبل عربی کی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی یہ ان پڑھ لوگوں کی زبان سمجھی جاتی تھی لیکن اب صرف دو سال میں یہ دنیا کی متمول ترین زبانوں میں ایک علمی زبان کا درجہ حاصل کرگئی۔(۳) بالخصوص خطاطی کے اعتبار سے اسے پورے عالم اسلام نے قبول کیا قرآن کے احکامات کے مطابق امیوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ کر وہ تمام علوم وفنون حاصل کئے جو وہ نہیں جانتے تھے قرآن سے ہی مسلمان علم تفسیر، علم لغت، صرف ونحو، تاریخ جغرافیہ، فقہ قانون، عقائد، معاشرت اور تجوید وقرات جیسے علوم سے آشنا ہوئے ان علوم کو دیدہ زیب حالت میں عام کرنے کے لیے خطاطی کے علم کو ترقی دی گئی تو ادب کے تقاضا کے پیش نظر عالم اسلام نے جلد سازی، تذہیب کاری، قلم سازی، قلمدان سازی، صنعت روشنائی جیسے فنون منظر عام پر آئے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے علوم وفنون کا سرچشمہ صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہے اور مسلمانوں نے بھی قلم اور تحریر کے ذریعے نہ صرف مختلف النوع علوم وفنون کو کمال بخشا بلکہ خود قلم کو بھی وہ فن سکھایا جسے خطاطی کہا گیا یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں سے قبل ''قلم'' اس فن کی اس عظمت سے ہرگز آشنا نہ تھا اسلامی تہذیب کی بدولت جو

علوم وفنون وجود میں آئے ان میں خطاطی کو ایک پاکیزہ اور لطیف ترین فن شمار کیا جاتا ہے کسی بھی تہذیب نے اپنی خطاطی پر اتنی توجہ نہیں دی جتنی کہ مسلمانوں نے۔(۴)

اسلام میں خطاطی کا مقام اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ قرآن کی کتابت سے روحانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

"Islamic Calligraphy owes its histrocial developemnt to human inventioness and genius, It owes its origins to the revelation of Islamic Holy Book." (5)

''اسلامی خطاطی کی تاریخی ترقی کی انسانی عقل اور نئے تجربات کی رہین اور اسی کی ابتداء (مبتداء) نزول قرآن کی مرہون منت ہے۔''

اسلام کی فتوحات سے یہ سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ مکہ میں بنی ہاشم میں خط قیر آموز رائج تھا اور مصحف کی کتابت اسی خط میں ہوئی۔ مدنیہ منورہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حمیری میں ہوئی دوسری صدی ہجری میں خط نسخ اختیار کیا گیا۔(۶) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عربی خط سرزمین عرب سے باہر نکلا۔ اس زمانے میں فوجی نظامت کا سارا کام عربی زبان میں ہوتا تھا مگر مفتوحہ علاقوں میں سول سیکرٹریٹ کی زبان مقامی ہی رہی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں آباد ہوئیں مگر بہت جلد یہ شہر یمنی تہذیب کے اثرات کے ساتھ اسلامی تہذیب وثقافت کے مراکز بن گئے۔ عربی خط نے اسلام کے زیر سایہ سب سے پہلے جو نیا جمالیاتی لباس پہنا اسے جدید کوفی خط کہا جاتا ہے جو بعد میں اپنے علاقائی ناموں سے بھی مشہور ہوا۔ بعض روایات کے مطابق جب حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو سب سے پہلے آپ نے وہاں کے خط میں حسن وجمال پیدا کر کے اس کا نام خط کوفی رکھا جس کے ثبوت کے طور پر سلطان علی مشہدی کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے۔

مرتضٰی اصل خط کوفی را کرد پیدا و نشو و نما

یہاں لفظ ''اصل خط کوفی کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت تک کوفی اپنی بہت سی اقسام کے ساتھ ارتقائی منازل طے کر چکا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو صحابہ رضوان علیہم کو پورے آداب وقواعد (ترتیل) ازبر کر لیتے اور کاتبان وحی ان آیات کو اسی وقت اونٹ کے شانے کی ہڈی، پتھر کی سل، کھجور کے پتے یا درخت کی چھال پر منضبط کر لیتے تھے۔ سامان کتابت نے حروف کی صورتوں کو کافی متاثر کیا جب پتھر کی سلوں مٹی کی خام اینٹوں لکڑی یا دھات کی تختیوں پر سخت اور نوکدار آلات سے لکھتے تھے تو نقوش زاویہ دار تھے لیکن جب چمڑے، بھوج پتر، پپی رس یا کاغذ پر لکھنے لگے تو ان میں گولائیاں پیدا ہوگئیں۔''(۷)

اس زمانے میں اعراب ونقاط کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ حفاظ الفاظ کو صحیح مخارج اور پوری صحت کے ساتھ ادا کرنے پر قادر ہوتے تھے ابتداء میں قرآن مجید چمڑے کے ٹکڑوں (۸) پتھروں، کھجور کے پتوں، اونٹ کے شانے کی ہڈیوں پر لکھا جاتا رہا بعثت نبوی ﷺ کے وقت قریش میں خط قیر آموز رائج تھا۔(۹) اس لیے مکہ معظمہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی جبکہ مدنیہ منورہ میں خط حیری لکھا جاتا تھا چنانچہ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد قرآن کریم کے جو نسخے لکھے گئے وہ خط حیری میں تھے۔(۱۰) حضرت خالد بن سعید ابی العاصؓ کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے والد ماجد نے لکھی یہ ربیع الاول سن ۴ ہجری کا واقعہ ہے اس لحاظ سے خالد بن سعید پانچویں مسلمان اور خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں سب سے پہلے کتابت وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت زید بن ثابت راوی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلاتے میں لوح وغیرہ لے کر حاضر خدمت ہو جاتا۔ آنحضرت ﷺ پہلے وحی لکھاتے اور پھر سنتے اور اگر کوئی غلطی ہوتی تو درست کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا۔(۱۱) آخری وحی ۳ ربیع الاول ۱۱ھ/ ۶۳۲ء کو نازل ہوئی جو ابی بن کعبؓ نے لکھی۔ اس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔(۱۲) جناب رسول مقبول ﷺ کے کاتبان وحی کی تعداد مختلف روایات کے مطابق کم وبیش چالیس تھی۔(۱۳) حضور ﷺ کے زمانے کے

لکھے ہوئے قرآنی نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے بعض صحابہ نے خود لکھے اور بعض نے لکھوائے کیونکہ قرآن لکھنے اور پڑھنے کو ابتدائی اسلامی دور سے ہی عبادت کا درجہ حاصل تھا۔

"The Writing of Quran was a pious act in which not only professional scribes but also rulers and the more ordinary devout and literate muslims engaged. Calligraphic ability was closely connected with piety." (14)

''کتابت قرآن ایک ایسا مقدس عمل سمجھتا تھا۔ جسے نہ صرف پیشہ ور کاتب بلکہ مسلمانوں میں عام پرہیزگار لکھے پڑھے لوگ حاکمان وقت اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف رکھتے تھے۔ خطاطی کے فن میں کمال پرہیزگاری کے کمال سے منسلک ہوتا تھا۔''

امہات المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ نے قرآن پاک لکھوائے جن کو دیکھ کر آپ تلاوت کیا کرتی تھیں۔ (۱۵) حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونسؓ سے کلام اللہ لکھوایا (۱۶) حضرت عمر بن رافع نے حضرت حفصہؓ کے لیے قرآن کریم لکھا۔ عرب کے مشہور لبیدؓ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا۔ (۱۷) حضرت ناجیہ الطفائی عمر بھر قرآن پاک کی کتابت کرتے رہے۔ (۱۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے چار مرتبہ قرآن کریم لکھا ایک حضور ﷺ کے دور میں دوسرا مکمل قرآن بہ ترتیب نزول تیسری بار عہد صدیقی میں اور چوتھی مرتبہ عہد عثمانی میں (۱۹) دور نبوت میں صہیب رومی۔ سلمان فارسی ایشیا اور بلال حبشی افریقہ سے آ کر مسلمان ہوئے آگے چل کر ان خطوں کے علاقائی خط بھی اپنے اپنے علاقائی اثرات کے تحت نمایاں ہوئے۔

خلافت صدیقی میں قرآنی خطاطی

حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکرؓ کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآن پاک لکھا۔ یہ قرآن پاک خط حیری میں لکھا گیا۔ اسی نسخے کو ''نسخہ ام'' کہتے ہیں امام بن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن پاک موجود نہ ہوں۔

خلافت فاروقی

عہد فاروقی میں حضرت زیدؓ نے ڈیڑھ برس کی مدت میں کلام مجید خط حمیری میں کتابت کیا اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورہ جن کی آیات درج ہیں جو یورپ کے ایک کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (۲۰) حضرت عمرؓ کے عہد میں صرف مصر، عراق، شام اور یمن میں قرآن کریم کے ایک لاکھ سے زائد نسخے موجود تھے۔ (۲۱) نافع بن ظریب النوفلی کے متعلق ابوالمنذر وہشام بن محمد الکلبی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے لیے معارف کی کتابت کرتے۔ (۲۲)

خلافت عثمانی

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں، میں نے قرآن پاک جمع کیا ۲۵ھ/ ۶۴۵ء میں حضرت عثمانؓ نے ۱۲ آدمی مامور فرمائے۔ (۲۳) جن میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حارث بن ہشام، (۲۴) عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، مالک بن ابی عامرؓ اور افلح بن کثیر بھی شامل ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی تدوین کی اور لغت قریش پر یہ نسخہ تیار کرایا اس لیے حضرت عثمان جامع القرآن مشہور ہوئے۔ (۲۵) اگرچہ عہد عثمان سے پہلے کاتبین وحی کے علاوہ کچھ لوگ کتابت مصاحف کے لیے مشہور عام رہے مگر حضرت عثمان کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے صحف صدیق کی اشاعت عامہ کر کے

تمام مصاحف فردیہ کو یک قلم منسوخ کر دیا۔اس مصحف کی اشاعت کی کاروائی ۲۵ سے ۳۰ھ/ ۶۴۵ء سے ۴۵۰ تک جاری رہی اور تمام نسخے اس وقت کے خط الجزم یا خط حیری میں لکھے گئے۔(۲۶) جسے بعد میں خط کوفی کا نام دیا گیا۔اس وقت خط جزم نقط اور شکل سے خالی ہوا کرتا تھا اس لیے مصاحف عثمانیہ بھی نقاط اور اعراب سے یکسر مبرّیٰ تھے ہر نسخے کے ساتھ قاری بھی روانہ کئے گئے۔مصاحف عثمانی کے کل آٹھ نسخے تھے جن میں سے ایک حضرت عثمان کے پاس رہا اور باقی نسخے مدینہ، مکہ ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن اور بحرین بھیجے گئے۔اگرچہ یہ مصحف ایک خط میں لکھے گئے اور قریشی لہجے میں پڑھے گئے۔اس کے بعد قرآن کریم ہر خط میں اپنے علاقائی اثر کے تحت کتابت ہوا۔

خلافت علوی

عہد عثمانی جس قدر قرآن شریف لکھے گئے وہ سب خط حیری میں تھے۔(۲۷) حضرت علی کے دور خلافت میں آپ کے ندیم خاص اور نامور شاگرد ابوالاسود دوئلی (م ۶۹ھ/ ۶۸۸ء) نے رسم الخط میں ترمیم اور قرآن کریم میں اعراب بھی لگائے۔ابوالاسود دوئلی نے اعراب لگواتے وقت کاتب کو ہدایت کی کہ جس لفظ کو ادا کرنے سے میرا منہ کھل جائے اس کے اوپر ایک نقطہ لگا دینا (فتحہ یعنی زبر کا قائم مقام) اور جس حرف کو ادا کرتے وقت میرے دونوں لب کناروں سے مل جائیں اور میں اسے منہ گول کر کے ادا کروں اس کے آگے ایک نقطہ لگا دینا۔(ضمہ یعنی پیش کا قائم مقام) اور جس حرف کے ادا کرنے میں بخلاف دیگر حروف کے آواز کا رخ نیچے کی جانب ہو، اس کے نیچے ایک نقطہ لگا دینا یعنی (کسرہ زیر کا بدل) کاتب ان ہدایات پر عمل کرتا رہا اور مصحف کا اعراب شدہ نسخہ تیار ہوگیا اور اگلے سو برس تک یہ نقاط اعراب کا کام دیتے رہے۔ابوالاسود کے نامور شاگرد نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر عدوانی، میمون بن اقرن اور عنبسہ بن معدان فہری تھے۔عبدالحمد ایرانی کی تالیف پیدائش خط وخطاطاں کے صفحہ ۵۶ پر کلام پاک کے ایک نسخے کا عکس چھپا ہے اس میں حروف پر بجائے اعراب کے نقطے ہی لگائے گئے ہیں یہ نسخہ مصحف مکرم مصر کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس کو قرن اول کی یادگار تسلیم کیا جاتا ہے۔جب اسلامی سلطنت نے وسعت پائی تو لہجہ کے اختلاف کے باعث خود عربوں کو کلام اللہ کے صحیح تلفظ میں دشواریاں پیش آئیں اس لیے کہ کتابت مصحف میں ب ت ث کے لیے صرف ایک شکل تھی ج ح خ کے لیے بھی ایک شکل اسی طرح ذ۔ر۔ز۔س ش۔ص ض۔ط ظ۔ع غ کے لیے ایک ہی شکل بنائی جاتی تھی عجمیوں کے لیے یہ اور بھی مشکل تھا۔عبدالملک بن مروان برسر اقتدار آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ ہوا اس نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف سے کہا کہ ابوالاسود کی مقرر کردہ علامات اعراب (نقاط) ناکافی ہیں۔اس لیے اہل علم سے مشورہ کر کے متجانس الخط حروف میں تمیز کرنے کی غرض سے نقطے تجویز کئے جائیں (ع۔۱) حجاج نے علماء وفضلاء سے مشورہ کیا اور سب کی رائے سے نصر بن عاصم (شاگرد ابوالاسود دوئلی) نے متجانس الخط حروف کی تمیز کے



ع۔۱

لیے کلام پاک کے ایک نسخے پر ایک دو اور تین نقطے لگا دیئے مگر اعراب (زبر۔زیر۔پیش) ظاہر کرنے والے نقطوں کو بھی برقرار رکھا۔فرق کے لیے یہ صورت اختیار کی گئی کہ اعراب کے لیے سیاہ نقطے لگائے اور متجانس الخط حروف کے لیے سرخ ، بعد کے نسخوں میں اس صورت کا عکس بھی اختیار کیا گیا یعنی اعراب کے لیے سرخ نقاط لگائے گئے متجانس الخط حرف کے لیے سیاہ، پہلی سے پانچویں صدی عیسوی تک نہ صرف قرآن کریم خط کوفی کی مختلف اقسام میں لکھا گیا بلکہ یہ خط پانچ سو سال تک کتبات کے لیے بھی مستعمل رہا۔قرآن کریم کا قدیم ترین نسخہ آٹھویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے جس کی تاریخ کتابت ۱۶۸ھ/۷۸۴ء ہے قاہرہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔(۲۸) ابتدائی دو صدیوں میں زیادہ تر قرآن کریم کپڑے پر لکھا گیا جس کے لیے لکھنے کی سطح ہموار مصفی اور دونوں اطراف کی سیاہی ایک ہی روانی نہیں رکھتی تھی جبکہ پیپی رس سرکاری فرائض اور کھاتوں کا حساب کتاب رکھنے کے لیے استعمال ہوا بعد میں کاغذ چین نے نویں صدی عیسوی کے وسط میں سمرقند کے راستے سے متعارف کرایا جس سے اسلامی آرٹ وفنون کی بساط ہی پلٹ گئی۔دنیا کے مختلف عجائب خانوں میں پہلی صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک لکھے ہوئے قرآن کریم کے جو نسخہ جات ملتے ہیں ان میں خط کوفی کے مختلف مدارج کا پتہ ملتا ہے۔کوفی کے عروج کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس مدت میں قرآنی کتابت کے لیے خط کوفی ہی خاص ہو کر رہ گیا تھا۔(ع۔۲)



ع۔۲

عہد بنوامیہ

امیر معاویہ کے زمانہ میں قطبہ نامی کاتب تھے انہوں نے آب زر سے کلام پاک لکھا ولید بن عبدالملک ۹۶ھ/۷۱۴ء کے عہد میں خالد بن ابی الہیاج مشہور خطاط قرآن تھے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک حیات تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے خالد نے ایک مطلا قرآن کریم کتابت کیا۔جب یہ کلام پاک حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پیش کیا گیا تو آپ خط دیکھ کر حیران رہ گئے۔مصحف پاک کو بوسہ دیا اور سر پر رکھا اور سوچا کہ اس کمال خط اور نفاست کا کیا ہدیہ یا انعام دیں مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اصل قرآن پاک ہی بطور ہدیہ خالد کو دے دیا۔حسن بصری، ابو یحییٰ، مالک بن دینار، سامہ بن لوی بن غالب بھی اس دور کے کاتبان قرآن میں شمار ہوتے ہیں۔

بنوعباس کے قرآنی خطاط

ابوالعباس سفاح بانی دولت عباسیہ کے عہد میں ضحاک بن عجلان شامی قرآن پاک کے مشہور خطاط تھے انہوں نے قطبہ کی طرز نگارش میں اصلاحات کیں وہ ۱۵۴ھ/۷۷۰ء میں فوت ہوئے۔اسی عہد کے مشہور کاتب اسحاق بن حماد گزرے ہیں۔(۲۹) جنہوں نے ضحاک کے خط میں ترمیم کی مہدی عباسی کے دور تک زندہ تھے خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں شنام بصری اور مہدی کوفی مشہور کاتبان قرآن تھے، ماموں الرشید کے دور میں علم الخط کو بہت فروغ حاصل ہوا اس کے استاد امام کسائی (م۱۸۲ھ/۷۹۸ء) نحو، ادب، قرآن اور علم خط کے امام تھے جنہوں نے خط میں خاص اصلاحات کیں ان



ع۔۳

کا اصلاح شدہ خط اس قدر مقبول ہوا کہ قرآن کریم کی کتابت اسی طرز میں ہونے لگی اہل کوفہ نے اس خط کو بہت پسند کیا۔

"The Koran dated 168 A.H is in simple Kufic. The 3rd century Quran has rounder curves and slantingly pointed tips. By the middle 4th century the Kufic gives way to the naskhi, that is . to a little rounder script, and more or less, ceases to be employed in the copying of the Koran." (30)

''قرآن حکیم کا نسخہ (نوشتہ ۱۶۸ ہجری) سادہ خط کوفی میں لکھا ہوا ہے تیسری صدی ہجری میں لکھا جانے والے قرآن کی نومبر کی کمانیں گول، اور انیاں ایک طرف جھکی ہوئی اور نوکدار تھیں۔ چوتھی صدی کے وسط تک کوفی خط کی جگہ نسخی خط لے چکا تھا۔ یہ الفاظ دیگر یہ خط اب کچھ زیادہ گول ہو گیا تھا۔ اور قرآن کی کتابت کے لیے یہ خط کم وبیش متروک ہو چکا تھا۔''

ضحاک بن عجلان اور اسحاق بن حماد کے بے شمار شاگرد تھے جن میں ابراہیم الشجری کا شاگرد الاحول المحرر اپنے زمانہ کا امام فن تھا اسی کے شاگردوں میں ابن مقلہ ۳۲۸ھ/۹۴۰ء کے ہاتھوں زاویہ دار کوفی کی جگہ نسخ نے اپنا سکہ جمانا شروع کیا جس نے پہلی مرتبہ حروف کی پیمائش کے لیے قلم کی موٹائی کو اکائی قرار دیا۔ ابن مقلہ کو موجودہ نسخی طرز نگارش کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد ابن البواب ۳۵۰۔۴۳۱ھ ۹۶۱۔۱۰۳۹ء نے اپنی زندگی میں ۶۴ قرآن کریم کتابت کئے۔ (۳۱) ابن البواب کے سو سال بعد تک گولائی دار خطوط ریحان، محقق، ثلث میں کوئی خاص فرق نہ آیا بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں یاقوت المستعصمی کے ہاتھوں تمام گولائی دار خطوط اپنی ترقی کی انتہائی منازل کو پہنچے۔ (۳۲) پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے کوفی کا استعمال قرآنی کتابت کے لیے کم ہونے لگا اور یہ خط صرف عنوان نگاری، عمارتی خطاطی، لکڑی، پتھر، شیشے اور دھات کے ظروف تک محدود ہو گیا جبکہ ساتویں صدی عیسوی تک کوفی کا استعمال محض آرائش و تزئین تک محدود ہو گیا نقش ونگار عباسی اسلوب کے ساتھ مخصوص ہیں جن میں ساسانی آرٹ کی بہت سی خصوصیات موجود ہیں مثلاً چوکھٹے کے ساتھ درخت وغیرہ۔ (۳۳) یہی وہ دور ہے جب تذہیب کاری کا آغاز قرآنی کتابت میں بھرپور طریقے سے ہوا۔

"Illumination were at first largerly in gold, with tricks of brown, red, blue and green from the Abbasid caliphate at least whole pages were devoted to illumination with little or no script." (34)

''تذہیب کاری زیادہ تر سونے میں ہوتی تھی لیکن اس میں کہیں کہیں بھورے، سرخ، نیلے اور سبز رنگ میں استعمال ہوتے تھے کم از کم عباسی دور خلافت میں بعض اوقات پورا پورا صفحہ تذہیب کے لیے اس طرح وقف ہوتا تھا کہ اس پر تحریر کے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی جاتی تھی۔''

ساتویں صدی ہجری / تیرہویں صدی عیسوی میں قرآنی کتابت ترک خطاط یاقوت المستعصمی نے انتہائی خوبصورت انداز میں ۱۱ سطور فی صفحہ کے حساب سے کی جن میں پہلی چھٹی اور گیارھویں سطور کو خط محقق (ع۔۳) میں قدرے جلی قلم سے اور سطور ۲ تا ۵ اور ۷ تا ۱۰ کو نسخی ریحان میں کتابت کیا۔ اس سے قبل جس طرح ابن البواب نے ابن مقلہ کے نسخ کو خوبصورت شکل دی تھی اسی طرح ابن البواب کے نسخ کو یاقوت المستعصمی نے مزید بہتر صورت میں رائج کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یاقوت المستعصمی ۶۹۱ھ/۱۲۹۱ء نے ابن البواب کے خط کو بام عروج پر پہنچایا اور اس کے ۶ باکمال شاگردوں میں ارغون بن عبداللہ کاملی، یوسف مشہدی، نصراللہ طبیب ملقب بہ صدر عراقی، شیخ زادہ احمد سہروردی (ع۔۴) (۳۶) مبارک شاہ زریں قلم بن قطب تبریزی، سید حیدر علی جلی نویس تھے مؤخر الذکر کے نامور شاگرد مولانا عبداللہ الصیرفی کے بارے حالات ہنروراں میں ہے۔ ''سلسلہ شاگردی خطاطان خراسان بخواجہ عبداللہ صیرفی فی رسد'' مولانا عبداللہ صیرفی (۳۷) کے متعلق مشہور ہے کہ وہ برصغیر بھی آئے موصوف سلطان ابوسعید خدابندہ م ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء کے معاصر تھے قرآنی کتابت میں یاقوت المستعصمی کی انہی منفرد خصوصیات کی بنا پر مورخین خط نے اسے سلطان الخطاطین کا خطاب بھی دیا۔ مارٹن لنگز کے مطابق۔



ع۔۴

"It is often said that the supremacy of Ibn-al-Bawwab lasted only until the last part of the thirteenth century, when his script was surpasssed by that of Yaqut al Mustasimi who is sometimes called Sultan of calligraphers. It is also said that Yaqut himself was surpassed by the Ottoman Turkish and Safavid Persian calligraphers of the sixteenth and seventeenth centuries." (38)

''یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ ابن البواب کی برتری صرف تیرویں صدی کے آخر تک قائم رہی۔ اس کے بعد خطاطی کا سر

تاج یاقوت المستعصمی قرار پایا اسے اکثر اوقات اسلامی خطاطی کا سلطان بھی کہا جاتا ہے۔ یاقوت المستعصمی کو سولہویں صدی اور سترویں صدی عیسوی میں عثمانی اور صفوی خطاطوں نے مات دی۔''

لیکن ۶۸۵ھ/ ۱۲۸۶ء میں بغداد میں لکھے گئے ایک نسخہ قرآن میں یاقوت نے سورہ کے عنوان تو پرانی روایت کے مطابق کوفی میں دیئے ہیں۔ ۶۶۹ھ/ ۱۲۷۰ء کے مکتوبہ قرآن کریم میں سورہ کے عنوان ثلث میں لکھ کر ان کے گرد آؤٹ لائن لگا کر سنہرے کر دیئے۔ عمومی طور پر یاقوت نے قرآنی کتابت میں چھ مختلف ڈیزائن استعمال کئے۔

متن ریحان میں عنوان کوفی میں۔

متن نسخ میں اور عنوان آؤٹ لائن میں بخط ثلث جلی، سنہرے رنگوں سے مزین۔

متن نسخ میں اور عنوان سورۂ محقق میں جس کے گرد مستطیل چوکھٹے ہیں۔

نسخ میں دائرے اور مفردات س، ص، ن، م، ق، ک، ط، ع کے کھلے انداز میں۔

پہلی درمیانی اور آخری سطور جلی محقق میں اور بقایا متن نسخ میں۔

متن ریحان اور سورہ کے عنوان ثلث میں جبکہ آؤٹ لائن سنہری رنگ میں۔ اس انداز کو ترکوں نے خوب اپنایا مگر جہاں تک قرآنی کتابت میں رکوع، سجدات، رموز اوقاف کا تعلق ہے اس کی مثالیں بقول الفاروق تین طرح سے یوں ملتی ہیں۔ (۳۹) چوتھی صدی ہجری کے بعد قرآن کریم اور دیگر دینی کتب کی کتابت کے لیے خط نسخ کا رواج عام ہوا اور گزشتہ ایک ہزار سال سے نسخ کو عالم اسلام کا قرآنی کتابت کے لیے کامل مکمل خط سمجھ گیا۔ (۴۰) مگر ابن مقلہ اور ابن البواب کے نسخ نے ارتقائی منازل طے کیں اور یاقوت المستعصمی نے قرآنی کتابت کو ایک خوبصورت انداز دیا خط نسخ کی ایک بڑی فتح یہ تھی کہ اس نے بہت جلد کتابت قرآن کے لیے کوفی کی جگہ لے لی۔

ایک ترکی مستشرق لکھتا ہے۔

''اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم مکہ میں اترا۔ مصر میں پڑھا اور ترکی میں لکھا گیا'' (۴۱)

مگر اس کی اشاعت اور خطاطی کی تمام مروجہ اقسام میں برصغیر کے خطاطوں نے نمایاں جگہ پائی پورے عالم اسلام میں جس طرح قرآنی خطاطی نے عروج حاصل کیا۔ وہاں قرآنی کتابت اس کی تذہیب اپنے علاقائی انداز میں پورے کمال سے جاری رہی خطاطوں اور مصوروں کی اجتماعی کوششوں سے عالم اسلام کو خطاطی کے شاہکار میسر آئے ہر خطے کے خطاطین نے اپنی حس جمالیات اور اپنی تمام تر فنکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دنیا کے عجائب گھروں کو قرآنی مخطوطات کے ایسے شاہکار مہیا کئے جن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ روحانی بالیدگی کے بغیر ایسے شاہکار وجود میں آنا ممکن نہیں۔ ایک نسل سے دوسری نسل تک پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں صدی عیسوی میں مغربی کوفی دو شاخوں میں بٹ گئی ان میں سے ایک اندلسی شاخ تھی جو تیونس سے نکلی جبکہ دوسری شاخ مغربی خط ہے۔ جب اسلام دنیا کے دوسرے علاقوں یعنی شمال مغربی افریقہ اور سپین میں دوسری صدی ہجری/ دسویں صدی عیسوی میں پہنچا جن کے ثقافتی مراکز قاہرہ، مراکش، الجیریا، تیونس اور لیبیا بنے کا مغربی خط اس علاقے کا نمائندہ خط قرار پایا جو کوفی سے وجود میں آیا آج بھی مراکش میں اسی رسم الخط میں قرآن کریم شائع رہے ہیں۔ مشرقی کوفی اور مغربی کوفی کو آپس میں ملائیں تو پتہ چلتا ہے کہ مغربی خط کیسے وجود میں آیا۔ ابن خلدون کے مطابق خط مغربی میں مکمل لفظ کی بجائے حرف لکھا جاتا ہے۔

عہد ممالیک کے قرآنی نسخوں کے نہایت اعلیٰ نمونے قاہرہ کے شاہی کتب خانہ میں محفوظ ہیں یہ بڑی تقطیع کے قرآن پاک ہیں جو خط طومار میں لکھے گئے ہیں جو خط نسخ کی ایک صورت ہے۔ مسلمانان ایران نے رسم الخط عربوں سے لیا ایرانی خطاطوں نے عباسی عہد کے خط کوفی کی ایک ایسی صورت اختیار کی جس کے حروف کے عمودی حصوں پر افقی حصوں کی

نسبت زیادہ زور دیا گیا اس طرز کے کوفی خط سے ایک اور خاص طرز نکلی جس کے حروف زیادہ زاویہ دار ہیں یہ طرز زیادہ تر عمارتی کتبات کے لیے موزوں قرار پائی آل سلجوق کے مصاحف میں جو گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی سے متعلق ہیں انمیں ایرانی طرز کا خط کوفی کمال کو پہنچا جس کے نقش ونگار اور بھی خوبصورت ہیں برٹش میوزیم میں قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جس کے چند اوراق سلجوقی طرز میں بہت آراستہ ہیں۔اسے ابوالقاسم بن ابراہیم نے جمادی الاول ۴۲۷ھ/ ۱۰۳۶ء میں لکھا اس طرز کا خط گیارہویں اور بارہویں صدی میں سلاجقہ کے عہد حکومت میں ایران میں رائج تھا اور مصر میں فاطمی دور میں ۹۶۹ھ/ ۱۱۷۱ء میں قبول عام تھا جبکہ ایلخانیوں کے دور میں خطاطی اور رنگ آمیزی کو نیا عروج وشعور حاصل ہوا چنانچہ اس دور کے متعدد نفیس اور عمدہ مصحف مختلف عجائب خانوں اور ذاتی مجموعات میں محفوظ ہیں ان میں سے بعض خدابندہ محمد کی فرمائش پر لکھے گئے تھے ان میں سب سے مشہور دو مصاحف ہیں ایک جو ۹۰۶ھ/ ۱۳۰۶ء میں بغداد میں لکھا گیا اور آج کل جرمنی کے شہر لائپزگ (Laipzig) میں ہے اور دوسرا قاہرہ کے قومی کتب خانہ میں ہے جسے عبداللہ بن محمد نے ہمدان میں ۷۱۳ھ/۱۳۱۳ء میں لکھا تھا۔ (۴۲) خدابندہ الجائیتو کے دور میں پہلی مرتبہ خطاطی کے ساتھ ساتھ خوبصورت رنگوں کا استعمال کیا گیا چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں کالی اور سنہرے باریک لائنوں سے حاشیے لگائے گئے۔

"In the Mongol period for the first time really bold antithesis of color were used (Uljoytu Korans) In the late 14th and early 15th Cent. delicate black or black and gold drawing in margins developed. Divan of Ahmed Jalair, (Freer Gallery), Iskandar Miscellanies in the British Museum and Gulbenkian collection and the richer pages and headings assumed a characteristic minute scale and blue and gold tonality pink, violet, orange and blue green invaded the Cool harmony in the 16th Cent in, and many 17th Cent. illuminations are offensively colored to western eyes . An alternative style of margin also came in with the 16th Cent. in colored papers sprinkled or elaborately figured with gold." (43)

''منگول عہد میں پہلی بار جلی حروف استعمال ہوئے (الجائتو قرآن) چودھویں صدی اور پندرھویں صدی کی ابتدا میں حاشیوں پر نہایت مہین کالی یا کالی اور سنہری مصوری (ڈرائنگ) نے رواج پایا برٹش میوزیم اور گلبنکن ذخیروں میں دیوان احمد جلائر فریدگیلری، اسکندر متفرقات میں عنوان باریک نیلے، سنہری، ارغوانی اور سبز رنگوں کے امتزاج سے ٹھنڈک کا گماں سولہویں اور سترویں صدی کے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخوں کو دیکھ کر ہوتا ہے''

برصغیر میں قرآنی خطاطی کے مختلف ادوار

برصغیر میں قرآنی خطاطی اور اس کی اشاعت کی تاریخ یکساں پرانی ہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے برصغیر میں اسلامی حکومت کا قیام محمد بن قاسم کی فتح سندھ ۹۳ھ/۷۱۲ء سے ہوا اس طویل عرصے میں اسلامی خطاطی نے کئی عروج وزوال دیکھے قرآنی کتابت کے لحاظ سے ہم برصغیر کو چھ ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا دور ۹۳ تا ۴۱۳ھ/۷۱۲ تا ۱۰۲۲ء

دوسرا دور ۴۱۳ تا ۹۳۲ھ/ ۱۰۲۲ تا ۱۵۲۶ء
تیسرا دور ۹۳۲ تا ۱۱۱۹ھ/ ۱۵۲۶ تا ۱۷۰۳ء
چوتھا دور ۱۱۱۹ تا ۱۲۷۴ھ/ ۱۷۰۷ تا ۱۸۵۷ء
پانچواں دور ۱۲۷۵ تا ۱۳۶۷ھ/ ۱۸۵۷ تا ۱۹۴۷ء
چھٹا دور (پاکستان میں خطاطی) ۱۳۶۷ تا ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۵ء

پہلا دور (۹۳_۴۱۳ھ/۱۲_۱۰۲۲ء)

خطاطی کا پہلا دور محمد بن قاسم کے فتح سندھ سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے فتح لاہور تک محدود ہے اسلامی حکومت اس دور میں سندھ اور ملتان کے نواح تک محدود رہی سندھ سے محمد بن قاسم دیبل فتح کر کے الور اور ملتان کے سے ہوتا ہوا دیپالپور تک جا پہنچا یہ سلسلہ ۲۹۰ھ/۹۰۲ء تک جاری رہا جو یعقوب بن لیث صفار پر ختم ہوا جبکہ خط اسلامی قرآنی مخطوطات اور عماراتی کتبات تک محدود رہا منصورہ کی کھدائی کے دوران قرآن کریم کے جلے ہوئے اوراق شاہد ہیں کہ۔ اس عرصہ میں یہاں خط کوفی ہی رائج تھا۔ (۴۴) بھنبھور کی کھدائی سے مقامی پتھر کے کتبات میسر آئے ہیں ان کا زمانہ ۱۰۹_۲۹۴ھ/ ۷۲۷_۹۰۶ء مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ۱۴ کتبات برصغیر میں اسلام کی پہلی مسجد کے ہیں۔ (۴۵) یہ کتبات بھنبھور میوزیم میں موجود ہیں۔

مندرجہ بالا شواہد پر انحصار کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام ہی سے برصغیر پاک و ہند کے ایک خطہ میں خط اسلامی رواج پا گیا تھا جو تیسری صدی ہجری کے اختتام تک ایک رسمی کیفیت اختیار کر گیا جو معیار میں باقی اسلامی دنیا کے خط کوفی کے بالکل متوازی تھا۔

دوسرا دور (۴۱۳_۹۲۲ھ/۱۰۲۲_۱۵۲۶ء)

برصغیر میں اسلامی حکومت کا دوسرا دور سلطان محمود غزنوی کے شمال سے وارد ہو کر فتح لاہور ۴۱۳ھ/۱۰۲۲ء کے بعد سے شروع ہو کر بابر کے فتح ہندوستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ دور محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد حملہ لاہور کے وقت ۴۱۲_۴۱۳ھ/۱۰۲۲_۱۰۲۱ء سلطنت غزنی کا لاہور کے ساتھ الحاق کر کے اسے چھوٹے غزنی (غزنی خورد) کا درجہ دیا گیا اور اس طرح یہاں علم و ہنر کے سرچشمے پھوٹے۔ اس دور میں لاہور اس قدر اہمیت اختیار کر گیا کہ غزنویوں کے ہاتھ سے غزنی پہلے نکلا اور لاہور بعد میں۔ لاہور میں اسلامی خطاطی وسط ایشیائی اثرات کے ساتھ پہنچی۔ خط نستعلیق کی ایجاد سے قبل یہ عہد نسخ اور کوفی کی ترمیمات تک محدود رہا۔ اس عرصہ میں فارسی کے علاوہ عربی زبان کا رواج بھی رہا اور خطاطی زیادہ تر قرآنی کتابت تک ہی محدود رہی تاہم کاغذ اور تعلیمی مدرسوں کے رواج سے یہ فن زیادہ مقبول ہوا اس عہد کے نمونے مختلف مخطوطوں، عمارتی کتبات اور سکوں وغیرہ کی عبارات کی صورت میں ملتے ہیں۔ لاہور میں باقاعدہ دفتر دیوانی قائم کیا گیا اور یہاں قلم کاغذ دوات عمدگی سے دستیاب ہونے لگا۔ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات سے جہاں معاشی سماجی، ثقافتی طور پر ہندوؤں کو نقصان پہنچا وہاں اہل لاہور کو یہ فائدہ ہوا کہ اسلامی سلطنت کے قیام سے غزنی سے کئی اہل علم بسلسلہ ملازمت یہاں آ کر آباد ہوئے اس لیے ان کے فیض سے یہ شہر بھی اسلامی علوم وفنون اور مذہب کی اشاعت کا مرکز بن گیا۔ (۴۶) ابتدا میں یہاں پر علم اور اہل علم کا قحط تھا حضرت داتا علی ہجویریؒ یہاں آئے تو انہیں غزنی کی محفلیں یاد آتی تھیں اس امر کی شکایت انہوں نے اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح کی کہ۔

میں یہاں آ کر ناجنسوں میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ (۴۷)

محمود کے علاوہ مسعود بھی اہل علم کا مربی و قدردان تھا اس کے دربار سے کئی اہل کمال وابستہ تھے لیکن اس زمانے

کی اہم قابل ذکر تبدیلی لاہور اور اہل لاہور کا علم وفن میں عروج تھا۔ (۴۸)

ابراہیم غزنوی کے زمانہ حکومت (۴۵۱۔۴۹۲ھ/ ۱۰۵۹۔۱۰۹۸ء) میں لاہور علمی سرگرمیوں کا گہوارہ بن چکا تھا اور بقول عوفی لاہور اس وقت علم وفضل کا بڑا مرکز تھا۔ ابراہیم کا ایک وزیر ابونصر فارسی جو ادبی دلچسپیوں کی وجہ سے ادیب مشہور تھا علم وفضل کا مربی تھا اس نے لاہور میں ایک خانقاہ قائم کی جو اہل علم اور دوسرے بزرگوں کی جائے پناہ تھی اور آہستہ آہستہ کاشغر، بلخ، بخارا، عراق، خراسان، سمرقند، غزنی اور دوسرے ممالک سے اہل علم کھچ کر یہاں آنے لگے۔ (۴۹) تاریخ حبیب السیر، مصنفہ اخوند میر میں مذکور ہے کہ محمود غزنوی کا وزیر ابوالعباس فضیل بن احمد بھی خطاط تھا اور یہ وزیر اپنے ابتدائی زمانے میں فائق کے دربار میں کاتب کے عہدے پر فائز تھا۔ (۵۰) فائق کے دربار کے بعد ابوالعباس نے سبکتگین کے دربار میں اثر ورسوخ پیدا کیا اور وزارت کے عہدے تک پہنچا۔ سبکتگین کے بعد محمود نے بھی اسے وزارت پر بحال رکھا عربی زبان سے اس کی عدم واقفیت کی بناء پر جو منشور اور فرامین عربی زبان میں لکھے جاتے تھے اب فارسی زبان میں لکھے جانے لگے (۵۱) مگر ان کا رسم الخط نسخی اور کوفی آمیز ثلث رہا۔ سلطان محمود غزنوی کا دوسرا وزیر خواجہ حسن بن احمد میمندی جو ابوالعباس کے بعد منصف وزارت پر متمکن ہوا سلطان محمود کا رضاعی بھائی اور ہم سبق بھی تھا۔ خواجہ احمد بن حسن میمندی پھرتیلا، عقلمند، سمجھدار اور خوش خط آدمی تھا۔ سب سے پہلے اسے عہدہ انشاء رسالت تفویض کیا گیا پھر وہ صدر محسی میر بخشی اور خراسان کی حکومت تک پہنچا (۵۲) اور اس نے ۱۸ سال تک خدمات انجام دیں۔ احمد بن حسن نے شاہی عتاب کی وجہ سے ۱۳ سال کالنجر کے قلعہ میں اسیری کے گزارے اور سلطان مسعود کے زمانہ میں دوبارہ وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا اس نے ۴۲۴ھ/۱۰۳۲ء میں وفات پائی۔ مذکورہ بالا دونوں وزراء کے دور، خطاطی کے لیے انتہائی حوصلہ افزاء ثابت ہوئے اور وسعت سلطنت لاہور تک ہونے کی وجہ سے قرآنی خطاطی پر وسط ایشیائی اثرات چھوڑے۔



ع۔۵

دور سلاطین میں دو بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں اولاً دارالحکومت لاہور کی بجائے دہلی قرار پایا۔ دوسرے برصغیر میں اسلامی سلطنت وسط ایشیا سے لے کر ہندوستان کے مرکز دہلی تک پھیل گئی۔ سلطان شمس الدین التمش باکمال خطاط تھا۔ (۵۳) سلطان ناصر الدین اپنے ہاتھ سے کلام مجید لکھ کر روزی کماتا۔ (۵۴) غیاث الدین بلبن کے عہد کی تاریخ فیروز شاہی میں مذکور ہے کہ جو کاتب قرآن مجید لکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کرتا وہ اس کو ہدیہ دیتا اور پھر یہ نسخہ کسی ایسے شخص کو دے دیا جاتا جو اس کے مطالعہ کی خواہش کرتا اس زمانے میں قرآنی خطاطی اجرت پر ہوتی تھی۔ خلجی عہد میں اسلامی خطاطی اپنے عروج پر تھی اسی عہد میں نسخ کے ساتھ ساتھ ایک اور رسم الخط قرآنی کتابت کے لیے متعارف ہوا جس کا اصل وطن وسط ایشیا تھا۔ اس خط کو ''خط بہار'' (ع۔۵) کا نام دیا گیا یہ خط قرآنی خطاطی اور عمارتی کتبات میں مستعمل ہوا جو

بالخصوص بنگال اور بہار میں بڑی سرعت سے ملتا ہے۔ ہمارے خیال میں خط بہار کوئی علیحدہ خط نہیں محض کوفی سے ثلث تک کے سفر کا ارتقائی عمل ہے۔

"The calligraphy of the dedication panel is strikingly original in style although it bears some resemblance to the so called *Behari* manuscripts style found in a fair number of 14th and 15th Cent. A.D Quran. A Chief Charachteristic of Behari style is the thick end terminal endings of certain extended letter." (55)

''یادگاری تختے کی خطاطی اپنے سٹائل میں بہت متنوع ہے اگر چہ یہ اس خط بہار میں لکھے گئے مسودات کے طرز سے مماثلت رکھتا ہے جو چودھویں اور پندرھویں صدی میں کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ اس خط کی ایک مخصوص خاصیت بعض پھیلے ہوئے حروف کے آخری سرے کا جلی پن ہے۔''

چودھویں صدی میں نقاشی اور رنگ آمیزی صرف قرآنی نسخوں تک ہی محدود نہ تھی رفتہ رفتہ اس کا استعمال دیگر کتب میں بھی ہونے لگا ان کی آرائش و زیبائش کے لیے کبھی تو کتاب کے آخر میں بیل بوٹے بنائے جاتے تھے۔ اور کبھی تصویروں کے اردگرد چوکھٹوں کی شکل میں گل کاری کی جاتی جبکہ قرآنی خطاطی کی حد تک۔ اس عہد میں بعض قرآن کریم محقق میں اور بعض ریحان میں بھی لکھے گئے۔

تغلق عہد میں بھی قرآنی مخطوطات بڑے تزک و احتشام سے لکھے جاتے تھے۔ خود سلطان محمد تغلق اعلیٰ پائے کا خطاط تھا بغداد کی تباہی کے بعد مشہور خطاط عبداللہ ہروی متوفی ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان آ کر امراء اور وزراء کا مقرب ہوا اس نادر روزگار خطاط نے ۴۵ قرآن کریم یادگار چھوڑے۔ (۵۶) عہد لودھی کی خطاطی کا ارتقاء ہمیں اس عہد کے عمارتی کتبات، فرامین، مخطوطات کے مشاہدات سے ملتا ہے اس عہد میں علم و فضل کی شاہی سرپرستی جاری رہی اور اعلیٰ پائے کی لائبریریوں کے وجود کا پتہ بھی چلتا ہے۔

تیسرا دور (۹۳۲ تا ۱۱۱۹ھ/ ۱۵۲۶۔۱۷۰۷ء)

برصغیر میں قرآنی خطاطی کا تیسرا دور بابر کی فتح ہند ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۶ء سے شروع ہوکر اورنگ زیب ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء تک محیط ہے برصغیر میں اس دور میں قرآنی خطاطی نے جو عروج دیکھے وہ نہ تو پہلے نصیب تھے اور نہ ہی بعد میں ہوئے بانی مغلیہ سلطنت بابر، اورنگ زیب اور آخری مغلیہ حکمران بہادر شاہ تینوں اعلیٰ خطاط تھے انہوں نے نہ صرف اس فن میں خود طبع آزمائی کی بلکہ خطاطوں کی اس قدر حوصلہ افزائی کی کہ ایران اور توران کے معروف خطاطوں نے انہی کے سایہ عاطفت میں پناہ لی ماثر الامراء میں ہے کہ۔

کتب نزد بادشاہ بردہ منطقہ ساخت کہ مارا بہ چیز ہائے دیگر می نماید و چوں خلوت می رود آں کار یگر میکند۔ (۵۷)

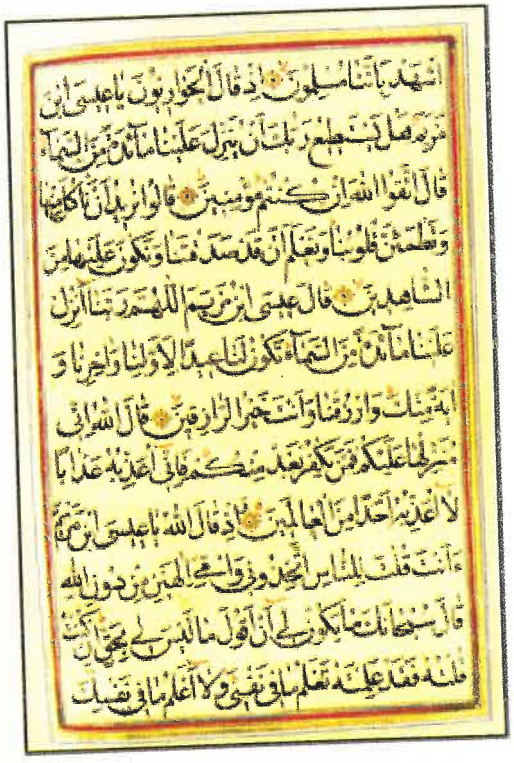
''سب تاجران کتب کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور گویا ہوا کہ ہمیں اور چیزیں دکھاتا ہے لیکن جب خلوت میں جاتا ہے تو دوسرا کام کرتا ہے۔''

ایک مرتبہ شہزادہ سلیم لاہور میں مقیم ابوالفضل کے گھر آیا اور دیکھا کہ چالیس کاتب قرآن و تفسیر لکھنے میں مصروف ہیں وہ سب کو بادشاہ (اکبر) کے حضور لے گیا۔ (۵۸) مولانا علم الدین سالک کے مطابق ہندوستان میں چند سو سال قبل تک یہ رواج عام پایا جاتا تھا کہ جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ کفارے کے طور پر قرآن مجید خود اپنے ہاتھ

سے لکھ کر یا لکھوا کر کسی بزرگ کی درگاہ پر رکھوا تا لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ کی درگاہ پر بڑے بڑے نایاب نسخے ہوا کرتے تھے۔ جو محکمہ اوقاف نے دریا برد کروا دیئے ان نسخوں میں سے لاہور کے فقیر خانہ میوزیم میں اعتماد الدولہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چار پارے محفوظ ہیں۔ (۵۹) اس دور میں کشمیر میں ایک خاص انداز سے قرآن کریم نسخ میں مذہب کئے گئے۔ جبکہ پنجاب میں دیگر منفرد خصوصیت کے حامل ہیں۔

خطاطی کا چوتھا دور (۱۱۱۹۔۱۲۷۴ھ/ ۱۷۰۷۔۱۸۵۷ء)

خطاطی کے چوتھے دور کا آغاز اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء سے شروع ہو کر ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء میں ختم ہوتا ہے اس دور میں مرہٹوں کی لوٹ مار سکھا گردی اور افغانیوں کی یورش کی وجہ سے خطاطی کی وہ سرپرستی نہ رہی۔ مغلوں کے ابتدائی دور عروج میں آگرہ کے بعد لاہور ملک کا دوسرا بڑا دارالسلطنت تھا اکثر امراء یہیں مقیم تھے مغل سربراہ بھی یہاں پر اپنا قیام بالعموم رکھتے حکمرانوں کی اس نقل وحرکت کی وجہ سے درباری کاتب دوسرے شہروں کے کاتبوں اور ان کے فن سے باخبر رہتے۔ ایک دوسرے کے فن پر اثرات چھوڑتے اور قبول کرتے۔ ایران کی طرف سے خطاطوں کی آمدورفت جاری رہی یہی وجہ ہے کہ اس دور میں قرآنی خطاطی زیادہ تر ایرانی خطاط احمد نیریزی ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء کی طرز کی مرہون احسان ہے کہ برصغیر میں اس دور سے آج تک جتنے بھی قرآن کریم لکھے گئے وہ زیادہ تر نیریزی طرز میں ہیں۔ (ع۔۶) وارث شاہ کے بقول اس دور میں مرکزی حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ راجے مہاراجے خود مختار ہو چکے تھے اور فنون کو وہ شاہی سرپرستی حاصل نہ رہی جو کبھی مغلیہ دور کا شاخسانہ تھی۔ اور راجے مہاراجے خال خال ہی کوئی مخطوطہ اپنی سرپرستی میں لکھاتے کاتب زیادہ تر اجرت پر خطاطی کرنے لگے قرآنی مخطوطات جو پہلے منظم طریقے سے انتہائی اہتمام سے تیار ہوتے اب اجرت پر تیار ہونے لگے۔ دیگر فنون مثلاً روشنائی سازی، جلدی سازی، قلمدان سازی، کاغذ سازی، مصوری، نقش ونگاری، قلم سازی میں سے سیاہی اور قلم سازی ہی باقی رہے باقی فنون شاہی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے موقوف ہو گئے۔ اس دور میں پنجاب میں زیادہ تر جلی حروف میں قرآنی کتابت کا اہتمام ہوا جبکہ کشمیر میں خوبصورت نقش ونگاری سے مزین قرآن کریم لکھے جاتے مگر اس میں وہ رعنائی باقی نہ رہی جو کبھی مغلیہ دور کا طرہ امتیاز تھی۔ وسط ایشیا سے آنے والے قرآن کریم متوسط قلم سے مطلا زمین پر تیار ہوتے رہے۔ عہد محمد شاہ کے مشہور خطاط محمد حفیظ خان م ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۰ء جو ہر طرز میں خطاطی کرتے داروغہ کتاب خانہ تھے انہوں نے طرز یاقوت میں چند نسخے قرآن کریم کے طرز یاقوت میں مطلا اور مذہب لکھ کر بادشاہ کو دیئے۔ (۶۰)



ع۔۶

خطاطی کا پانچواں دور (۱۸۵۷ سے ۱۹۴۷ء)

خطاطی کے پانچویں دور میں برصغیر میں قرآنی خطاطی سمٹ کر چند شہروں تک محدود ہوئی ان میں لاہور، دہلی اور لکھنو دبستان خطاطی کی حیثیت سے امتیازی خصوصیت کے حامل ہوئے لکھنوی روش کو جہاں پر قاضی نعمت اللہ لاہوری اور حافظ نور اللہ نے چھوڑا تھا منشی شمس الدین اعجاز رقم نے آگے بڑھایا عبدالرشید دیلمی کی روش کو جہاں محمد افضل لاہوری آقائے ثانی نے چھوڑا تھا امام ویردی لاہوری نے آگے بڑھایا۔ دہلی سکول والے حافظ امیر الدین المعروف میر پنجہ کش اور مولوی ممتاز علی نزہت رقم جیسے خطاطوں کو نہیں بھولے تھے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں ضلع گوجرانوالہ کے نواح جنڈیالہ ڈھاب والا سے محمد الدین مرحوم دہلی تشریف لائے جہاں ان کے بیٹے محمد یوسف نے دہلوی طرز کو آگے بڑھایا۔ خطاطی کا یہ وہ دور ہے کہ جب طباعت پوری آب وتاب کے ساتھ جاری تھی اور قرآن مجید طبع ہوتا تھا اور ہر ادارے کے اپنے اپنے کاتب ہوتے تھے۔ (۶۱) منشی گلاب سنگھ المعروف رائے صاحب کے مطبع میں قرآن کریم بڑے اہتمام سے چھاپا جاتا اور غلطی کا امکان کم کرنے کے لیے آٹھ حافظ قرآن ملازم رکھے ہوئے تھے اور ان حفاظ کے لیے ایک چبوترہ بنوا رکھا تھا پتھر کی طباعت کا دور تھا اور جب پلیٹیں استعمال کے بعد دھونا مقصود ہوتیں انہیں دھوکر، دھوون دریائے راوی میں بہا دی جاتی۔ قرآن کریم اور خاص کر عربی رسم الخط لکھنے والوں کو اکثر خط نسخ لکھنے کی وجہ سے نساخ کہا گیا ہے۔ ایک رسالہ ''اصول النسخ'' کے نام سے (۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء) الناظر پریس لکھنو میں شائع ہوا تھا جس کے مصنف مولوی حامد علی مرصع رقم نساخ ابن مولانا شیخ محمد علی محدث لکھنوی ہیں۔ اس کا تعارف نامہ محمد جان نے لکھا ہے۔ مصنف نے اس کے شروع میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھنو کے دور متاخرین کے نسخ نگاروں کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

''عہد اورنگ زیب کے محمد عارف نے یاقوت المستعصمی کے طرز تحریر میں بہت کچھ تغیر وتبدل کیا اور نیریزی طرز کو اپنایا ان کے برادرزادے قاضی عصمت اللہ تھے جن کا لقب یاقوت رقم ثالث تھا ان سے استفادہ یا تلمذ کرنے والے عبداللہ طباخ تھے ان کے بعد ان کے دو فرزند علی اکبر اور علی امیر نے اپنے باپ سے نسخ کی تعلیم حاصل کی اور ان کے تلامذہ میں شاہ غلام علی خلیفہ حاجی محمد تقی مہونوں باکمال نسخ نگار تھے۔ ان کے بعد ان کے دو فرزند میر اکبر علی اور میر کلن علی مشہور ہوئے اسی دور میں درویش مشرب شاہ غلام علی نسخ نگار ہوئے ان کے معاصرین میں نواب احمد قلی خان مرزائی بڑے کامل استاد تھے جن کے بعد ان کے نواسے میر بندہ علی مرتعش رقم اعلیٰ درجہ کے نساخ تھے یہ سو سال کی عمر میں ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں فوت ہوئے۔ ان کے شاگردوں میں آغا محمد اور محمد مرزا اور مولوی محمد مہدی تھے مولوی محمد یحییٰ مہاجر مکہ معظمہ بھی مشہور نساخ تھے اسی زمانے میں مولوی زکریا اور حافظ خورشید برادر حافظ نور اللہ کا فیض ہند میں جاری تھا اور منشی عبدالحئ سندیلوی بھی مشہور تھے ان کے تلامذہ میں میر طفیل اور بلگرامی بھی اچھے نسخ نگار تھے میر اکبر علی سکنہ قصبہ کالپی کے زمانے میں دہلی میں حافظ امیر الدین بادشاہ بہادر شاہ کے ہاں قرآن لکھتے، ان کا انتقال ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء میں ہوا اس کے علاوہ منشی محمد حفیظ، مولوی محمد صالح اور منشی محمد جعفر وغیرہ بھی قرآن لکھتے تھے اس کے مقابلے میں پنجاب کے ضلع گوجرانوالہ کے بعض مقامات مثلاً ایمن آباد، سوہدرہ، کوٹ وارث، سمبڑیال کے نساخ مشہور تھے جن میں سے عبدالرشید، محمد حسین، مولوی عبداللہ ان کے صاحبزادے مولوی عنایت اللہ، مولوی محمد دین وغیرہ۔ مشہور کاتب قرآن تھے۔ (۶۲)

خطاطی کا چھٹا دور: قیام پاکستان کے بعد قرآنی خطاطی

قیام پاکستان کے بعد دہلی اور دیگر ہندوستانی علاقوں سے بہت سے اعلیٰ خطاط ہجرت کر کے پاکستان آ کر آباد ہوئے ان میں محمد یوسف دہلوی کراچی میں جبکہ لاہور میں کپورتھلہ کے خورشید عالم خورشید رقم معروف خطاط ہیں۔ قیام پاکستان سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مغربی پنجاب خطاطی کے میدان میں پورے برصغیر پر نمایاں اہمیت اختیار کر گیا اور لاہور

ایک اہم اشاعتی مرکز کے طور پر ابھرا یہاں اخبارات کی کثیر تعداد نے اشاعت شروع کی اور بے شمار طباعتی ادارے وجود میں آئے اور کاتبوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوا اور لاہوری طرز نستعلیق عبدالمجید پرویں رقم کے ہاتھوں اپنے عروج کو پہنچ گئی اور لاہور شہر خطاطی کے میدان میں پورے برصغیر میں اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوا۔ یہی وہ دور ہے جب عالم اسلام کے معروف خطاطین یاقوت المستعصمی، شیخ حماد اللہ، مصطفیٰ زادہ، کرشانی، حافظ عثمان، مصطفیٰ عزت جیسے خطاطوں کے نمونوں کے علاوہ خوبصورت قرآن مجید چھپ کر لاہور آنے لگے اور یہاں کے خطاطین دیگر اسلامی ممالک میں گئے۔ قرآنی کتابت کے لیے پنجاب کے علاقے سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے قصبات پیرکوٹ، عادل گڑھ، کوٹ وارث اور کیلیانوالہ ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

برصغیر میں پچھلے صد سالہ دور میں جہاں بے شمار مسلمانوں نے اس کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا وہاں ہندو اور سکھوں نے بھی اس کی اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ جن میں جے ایس سنت سنگھ لاہور، مطبع مفید عام، مطبع منشی گلاب سنگھ اور مطبع نولکشور قابل ذکر ہیں۔ سراج الدین، عزیز یہ کتب خانہ، فیروز سنز، قبول عام پریس، میراں بخش، شیخ محمد اشرف (چینیاں والی مسجد کے سیکرٹری) انجمن حمایت اسلام ریلوے روڈ، تاج کمپنی ریلوے روڈ، چاند کمپنی شیخ محمد حسین اینڈ سنز، اویس کمپنی اردو بازار لاہور، نیو انڈس پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور، ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور، حافظ اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور، خالق بک سنٹر اردو بازار، اقراء کمپنی، ممتاز کمپنی، ممتاز قرآن کمپنی، مہتاب کمپنی، احمد بک سنٹر، ضیاء القرآن، فیض اینڈ کمپنی، قدرت اللہ اینڈ کمپنی، مکتبہ تعمیر انسانیت، مقدس پبلشر الوہاب مارکیٹ، اقبال اینڈ کمپنی الکریم مارکیٹ، قرآن کمپنی، ذکاء پبلشرز بالمقابل کامیاب ڈاکخانہ، زر کمپنی، شیخ غلام حسین اینڈ سنز، سلمانیہ کتب خانہ، ملک دین محمد، پیکو لمیٹڈ، دین محمدی پریس، مجاہد کمپنی اردو بازار، خواجہ محمد اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز جیسی کمپنیاں پچھلی صدی سے قرآن کریم کی اشاعت میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ہر ادارے کے اپنے خطاط ہیں جو اجرت پر کتابت کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صدیوں سے مسلمانوں کی توجہ کا اہم مرکز چونکہ کلام اللہ ہے اس لیے جہاں اس کی سورہ اقراء کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اس کی ترتیل و تجوید میں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اس کی خطاطی میں بھی مہارت کا ثبوت دیا گیا۔ کلام پاک خطاطی کی تمام مروجہ خطوط کوفی نسخ ریحان، محقق، ثلث، نستعلیق میں لکھا گیا۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ مسلمان اسلامی خطاطی جیسے پاکیزہ فن سے روشناس ہوئے۔ قرآنی خطاطی کوفی رسم الخط سے جدید نسخ اور نستعلیق تک کا ارتقائی سفر ہمیں مختلف ادوار کے شاندار ماضی اور حال کی خبر دیتا ہے کہ شمسی قمری رسم الخطوط گلزاری بہاری رسم الخط اور خود کوفی رسم الخط، ثلث، ریحان اور محقق جیسے رسم الخطوط کو قرآنی آیات نے لافانی بنا دیا۔ جس طرح دوسرے علوم وفنون میں لاہور کو مرکزیت حاصل رہی قرآنی کتابت میں بھی ہمیں لاہور کے کم وبیش ۸۵ کے قریب خطاط ملتے ہیں جنہوں نے مختلف ادوار میں قرآنی کتابت کو ذریعہ روزگار بنایا اور آج بھی عظمت رفتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ لاہور میں یہ سلسلہ ابراہیم غزنوی سے شروع ہو کر خورشید عالم گوہر قلم پر ختم ہوتا ہے۔

لاہور کے قرآنی خطاط

ذیل میں ابجد کی ترتیب سے غزنوی دور سے آج تک کے معروف خطاطین قرآن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے قرآنی خطاطی میں لاہور کے حوالے سے نمایاں خدمات انجام دیں۔

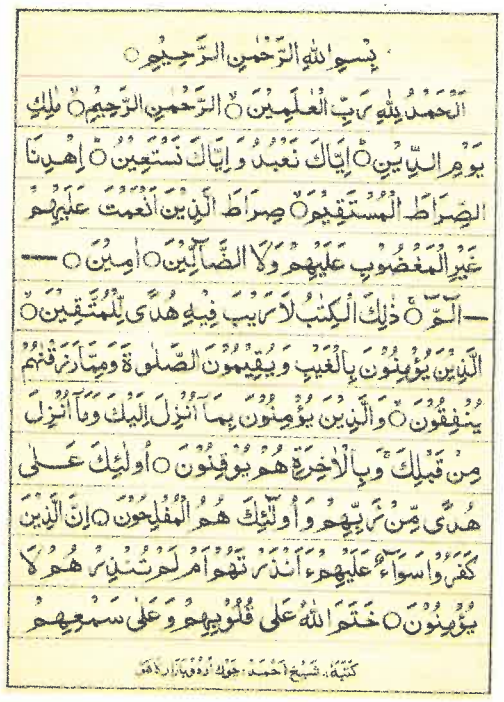
(سلطان) ابراہیم غزنوی

سلطان ابراہیم غزنوی بن سلطان مسعود بن محمود غزنوی (۶۳) نیک اطوار، ہر دلعزیز مستقل مزاج حکمران تھا یہ صلح جو شخصیت کا مالک تھا اس نے لاہور سے بڑھ کر اجودھن (موجودہ پاک پتن) کو جو لاہور سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر تھا فتح

کیا۔ یہ بادشاہ فن خوشنویسی میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا۔ ابراہیم غزنوی اپنے ہاتھ سے ہر سال قرآن کریم کتابت کرتا۔ (۶۴) سلطان ابراہیم اچھا نساخ تھا جس نے تمام زندگی یہ شعار اپنائے رکھا کہ ہر سال قرآن کریم اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظّمہ ارسال کرتا۔ فرشتہ کے زمانہ تک اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے بعض نسخے کتب خانہ نبوی میں موجود تھے۔ اس نے تقریباً ۴۰ برس تک حکومت کی اور ۴۹۳ھ/ ۱۰۹۸ء میں وفات پائی۔ (۶۵)

ابراہیم سیالکوٹی

لاہور عجائب گھر میں قرآنی مخطوطہ نمبر ۹۲۰ جسے ابراہیم سیالکوٹی نے ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء میں کتابت کیا پنجاب میں قرآنی نسخ کی بہترین مثال ہے۔ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن کریم ابراہیم خان برادر علی مردان خان کے لیے لاہور میں لکھا گیا۔ (۶۶)


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ
يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ اٰمِيْنَ ○
الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى
هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ○ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ
كتبه شيخ احمد جوك اوده بارالله

ع۔ ۷

احمد یار خان یکتا

موصوف کے اسلاف خوشاب کے رہنے والے تھے آپ کے والد الہ یار خان لاہور ٹھٹھہ اور ملتان کے صوبہ دار بھی رہے اس طرح احمد یار خان یکتا لاہور میں بھی رہے اور عالمگیر کے آخری زمانے میں ٹھٹھہ کے صوبے دار رہے انہوں نے قرآن مجید لکھ کر میر عبدالجلیل بلگرامی کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ شاعر تھے اور یکتا تخلص کرتے تھے۔ (۶۷)

حافظ شیخ احمد

معروف خطاط محمد یوسف سدیدی کے تلامذہ سے تھے، موصوف کا بیٹا عقیل احمد بھی حافظ صاحب کا شاگرد ہے۔ حافظ شیخ احمد نے قرآنی کتابت کو ذریعہ معاش بنایا۔ (ع۔ ۷)

امام الدین کیلانی

آبائی وطن کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ ہے قرآن پاک کے نہایت اعلیٰ خوشنویس اور مولوی عبداللہ وارثی کے ہمعصر تھے تمام عمر قرآن اور حدیث کی کتابت کی موصوف کے مطبوعہ قرآن مجید اور حمائلیں بطور یادگار محفوظ ہیں ان کی اولاد میں تا حال خطاطی کا سلسلہ جاری ہے آپ کے فرزند نور الٰہی کیلانی بھی کاتب قرآن تھے۔ آج کے دور میں بھی متعدد کیلانی اصحاب قرآن کریم کی کتابت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

برکت علی سیالکوٹی

قرآن پاک کے بہترین خطاط تھے ان کا مکتوبہ قرآن کریم بخط جلی (نسخ) پنجاب پریس سیالکوٹ میں باہتمام منشی غلام قادر فصیح ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں چھپا۔

شہزادہ پرویز

مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر کا دوسرا بیٹا (۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) کابل میں پیدا ہوا۔ تذکرہ خوشنویساں میں غلام محمد ہفت قلمی نے لکھا ہے۔

''درعلم عربی و فارسی ونوشتن خطوط بغایت آراستہ و پیراستہ بود اکثر اوقات را بکتابت کلام اللہ صرف می نمود'' (۶۸)

''عربی و فارسی کے آراستہ و پیراستہ خطوط لکھنے میں ماہر تھا اور اکثر اوقات کتابت کلام اللہ میں مصروف رہتا تھا۔''

شہزادہ پرویز کا انتقال ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء میں بمقام برہان پور ہوا قیاس کیا جاتا ہے کہ لاہور کے مضافات میں کوٹ خواجہ سعید میں موجود مزار شہزادہ پرویز کا ہے۔

خوشی محمد ناصر قادری

مرحوم کے والد کا نام کرم بخش تھا۔ (۶۹) آپ ۸ مارچ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء کو موضع کانگنہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء میں لاہور آ کر (بینک کالونی سمن آباد) رہائش اختیار کی۔ آپ خطاطی میں عبدالمجید پروین رقم کے شاگرد تھے۔ خط نسخ اور نستعلیق میں خاص مہارت تھی۔ (ع۔۸) موصوف نے روزنامہ ''انقلاب'' میں ساڑھے چار سال کتابت کی اور تفسیر پیر کرم علی شاہ کے پہلے نو پارے لکھے اور حضرت سلطان باہوؒ کی ساری تصنیفات کی کتابت کی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی مہر منیر، شمس ہدایہ، سیف چشتیائی، تصفیہ مابین سنی شیعہ اور مکتوبات مہریہ کی کتابت کی۔ ۱۹۹۱ء میں ملاقات کے دوران انہوں نے راقم الحروف کو بتایا کہ آج کل وہ فرینڈز سٹیشنری مارٹ کا قرآن کریم کتابت



خوشی محمد ناصر قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾
مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾
اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ
عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

ع۔۸

کر رہے ہیں۔ ۲۳ جون ۱۹۹۱ء تک ساڑھے چودہ پاروں کی کتابت مکمل کر چکے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں محمد رفیق غزنوی کراچی، شیخ محمد اشرف کراچی، عبدالواحد کراچی، حافظ گلزار کراچی، محمد عظیم، عبدالرحمٰن سکول ٹیچر، انوارالحق لاہور، محمد افضل لاہور، محمد عنایت اللہ لاہور، محمد اشرف محکمہ انکم ٹیکس)، محمد شفیع، محمد حنیف، محمد علی شامل ہیں۔ آپ کے ہمعصروں میں ہیرا نوالہ، گوجرانوالہ کے محمد شفیع، سیالکوٹ کے محمد اسماعیل مرحوم بھیگووال سیالکوٹ کے عبدالعزیز احمد، لاہور کے محمد اعظم مرحوم نعت خواں حاجی محمد اعظم کاتب شامل ہیں۔ آپ کا انتقال لاہور میں یکم دسمبر ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ (۷۰)

خورشید عالم گوہر قلم



ع۔۹

۱۹۵۷ء میں دھریمہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے خطاطی کی تعلیم لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی سے لی۔ لاہور عجائب گھر میں خطاطی کی نمائش منعقدہ ۱۹۸۱ء میں روایتی خطاطی میں تیسرا انعام حاصل کیا۔ (۷۱) بچپن میں ان کا نام لاہور ہی کے معروف خطاط جناب خورشید عالم خورشید رقم کے نام پر رکھا گیا۔ موصوف نے کئی مساجد پر خطاطی کی (۷۲) بے شمار کتابوں کے سرورق کتابت کئے۔ ۱۹۸۰ء میں ۴۰ من وزنی قرآن پاک کی کتابت شروع کی جس کا ہر پارہ علیحدہ جلد میں ہے یہ کتابت ۱۹۸۹ء میں ۹ سال کے عرصہ میں ختم ہوئی یہ نسخہ مختلف اقسام خط میں ہے اس کے علاوہ موصوف نے کئی قرآن کریم لکھ کر مختلف مساجد اور اہم اداروں کو پیش کئے ہیں۔ (ع۔۹) خطاطی کے فروغ کے لیے موصوف نے لاہور میں ایک اکیڈمی قائم کی جہاں اب تک سینکڑوں طلباء استفادہ کر چکے ہیں۔ خورشید عالم گوہر قلم ثلث، نسخ، نستعلیق، دیوانی اور طغریٰ میں مہارت رکھتے ہیں۔ بے شمار خطاطی کی نمائشوں میں حصہ لیا اور اعزازات سے نوازے گئے۔ ۱۹۹۱ء میں تمغہ حسن کارکردگی ملا۔

داراشکوہ

داراشکوہ بن شاہ جہاں باکمال مصنف، شاعر اور خطاط تھا۔ حضرت میاں میر قادری لاہور کے خلیفہ ملا شاہ بدخشی کا مرید اور اکثر لاہور میں میاں میر کی محفلوں میں حاضر رہتا۔ عبدالرشید دیلمی کا شاگرد رشید تھا۔ (۷۴) ''تذکرہ خوشنویساں'' کا مصنف غلام محمد ہفت قلمی لکھتا ہے۔



''داراشکوہ پسر شاہ جہاں بادشاہ شاگرد عبدالرشید آقاست برویہ آقا عبدالرشید شاید کسے مثل او نوشتہ باشد۔'' (۷۵)

''شاہجہان کا بیٹا داراشکوہ عبدالرشید آقا کا شاگرد ہے، عبدالرشید کی طرز پر شاید ہی کسی نے اس جیسا لکھا ہو۔''

داراشکوہ نسخ اور نستعلیق دونوں میں یکساں مہارت رکھتا تھا (۷۶) اس کے ہاتھ کا قلمی قرآن کریم عزیز باغ لائبریری حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔ (۷۷) جس کے حروف اول تا آخر سنہرے ہیں اس کے علاوہ ایک مطلا ''پنج سورہ'' وکٹوریہ ہال کلکتہ میں موجود ہے۔ (۷۸)

مولوی سراج الدین

موصوف معروف خطاط مولوی عزیز الدین کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور گوجرانوالہ کی جامع مسجد، شیرانوالہ باغ کے خطیب تھے۔ آپ کی تصنیف ''سراج الہدایہ'' کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بے مثل خوشنویس بھی تھے۔ (۷۹) مولوی عزیز الدین خط نستعلیق کے استاد تھے (۸۰) جبکہ مولوی سراج الدین خط نسخ کے، آپ نے قرآن کریم کا ایک نسخہ کتابت کیا جو نواب بہاولپور کے دربار میں پہنچا، بعد میں اسی طرز کا ایک اور نسخہ تیار کیا۔ مولوی سراج الدین کے دو

صاحبزادے تھے، بڑے بیٹے محمد حسین ایف سی کالج لاہور میں پروفیسر تھے جنہوں نے فارسی زبان میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں ''العجائب'' کا ایک نسخہ احمد حسین قلعداری کے ذخیرہ مخطوطات میں موجود ہے جس میں انہوں نے مغلیہ دور سے لے کر اپنے زمانے تک کے محیر العقول واقعات تحریر کئے ہیں۔ حکومت وقت نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا، دوسرے صاحبزادے مولوی نظیر حسین گوجرانوالہ میں بہترین خوشنویس تھے جنہیں حکومت نے آنریری مجسٹریٹ کا عہدہ دے رکھا تھا۔

ظہیرالدین بابر

بابر ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱ء میں لاہور پر حملہ آور ہوا۔ وہ ایک عمدہ خطاط بھی تھا۔ (ع۔۱۰) اور اس نے ایک خط، خط بابری کے نام سے متعارف کرایا۔ (۸۱) تیموریوں کی عام رسم تھی کہ وہ قرآن کریم اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ بھیجا کرتے۔ بابر کے متعلق بھی ایسی ہی روایت مشہور ہے، ملا عبدالقادر بدایونی کے قول کے مطابق یہ قرآن کریم خاص خط بابری میں لکھا گیا بابر کا سلسلہ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔

پیر عبدالحمید

موصوف ۱۳۱۸ھ/ ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے آبائی وطن موضع کالے والا ضلع گوجرانوالہ تھا۔ ۱۵ سال کی عمر میں مولوی محمد عبداللہ وارثی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور پھر مولوی عبدالرشید عادلی سے اکتساب فیض کیا دور حاضر کے ممتاز کاتب قرآن تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں تیس قرآن کریم کتابت کئے جن میں اکثر تاج کمپنی لاہور نے شائع کئے۔ آپ کے خط کا نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی مشرقی دیوار کے ساتھ بخط نسخ (گلزاری) آویزاں ہے۔ (ع۔۱۱)


تلك الرسل ٣ ٥٣ الـعـزيـز

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى
عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ
وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ
مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى
كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ
شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ
منزل

ع۔۱۱



ع۔۱۰



پیر عبدالحمید

منشی عبدالحکیم جنڈیالوی

موضع جنڈیالہ ڈھاب والا ضلع گوجرانوالہ منشی عبدالحکیم کا شمار اساتذہ خطاطی میں ہوتا ہے خط نسخ اور نستعلیق میں یکساں مہارت رکھتے طرز تحریر میں امام ویردی کے مقلد تھے بڑے بڑے اشاعتی ادارے ان سے منہ مانگے معاوضہ پر کتابت کرواتے تھے، انہوں نے قرآن کریم کے متعدد نسخے کتابت کئے جو مختلف اشاعتی اداروں نے شائع کئے۔موصوف جید عالم ہونے کے علاوہ مستند طبیب بھی تھے۔



ع۔۱۲

مولوی عبدالرشید عادلی محبوب رقم

موصوف کے والد کا نام مولوی نیاز احمد تھا اور دادا کا نام مولوی غلام رسول عادل گڑھی تھا۔ ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۵ء میں موضع عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے انہوں نے مولوی عبداللہ وارثی کوٹ وارث سے بھی اکتساب فیض کیا۔آپ لاہور کے مشہور اشاعتی اداروں میں کتابت کا کام کرتے رہے پچاسی برس کی عمر تک خطاطی کی خدمت کی۔ایک سو سے زائد قرآن کریم کتابت کئے۔(۸۲) موصوف کی رہائش خضری محلّہ اندرون شیرانوالہ دروازہ تھی آخری عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ اپنے آبائی وطن عادل گڑھ چلے گئے اور وہیں ۲۹ نومبر ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔(ع۔۱۲)

عبدالرحمٰن کیلانی

آپ کے والد کا نام نورالٰہی ہے موصوف ۱۱ نومبر ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء کو کیلیا نوالہ میں پیدا ہوئے۔(۸۳) ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء لاہور آ کر ادارہ کتابت چوک دالگراں رہائش اختیار کی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء تک یہیں مقیم رہے۔ ۱۹۵۴ء میں اپنے مکان واقع وسن پورہ میں چلے گئے ۱۹۴۴ء میں فوجی ملازمت کے سلسلہ میں راولپنڈی اور پونا (بھارت) بھی رہے ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۲ء میں ترک ملازمت کے بعد کیلیا نوالہ منتقل ہو گئے۔ جون ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۵ء تک ادارہ فیروز سنز کا کام کرتے رہے۔خطاطی کی تعلیم آپ نے محمد علی اور محمد صدیق الماس رقم سے حاصل کی۔نسخ اور نستعلیق میں مہارت تھی۔(ع۔۱۳) الماس رقم کے بھائی محمد صادق کے ہم تلامذہ ہیں۔موصوف نے روزنامہ ''سیاست'' میں کچھ عرصہ کتابت کی اور ادارہ فیروز سنز کا کام بھی کرتے رہے اور ۱۹۹۶ء میں وفات پائی۔انہوں نے ۳۰ قرآن کریم کتابت کئے جو تاج کمپنی اور حافظ محمد اشرف تعلیمی کتب خانہ نے طبع کئے۔آپ کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔جن میں (۱) آئینہ پرویزیت (۲) شریعت الطریقت (۳) خلافت الجمہوریت (۴) عقل پرستی اور انکار معجزات (۵) اسلام میں ضابطہ تجارت (۶) روح اور عذاب قبر (۷) احکام ستر و حجاب (۸) اسلام میں فاضلہ دولت کا مقام (۹) مترادفات القرآن (۱۰) احوال صنعت و تجارت کی زکوۃ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے خاندان میں گزشتہ تین پشتوں سے خطاطی کا سلسلہ جاری ہے موصوف کے خاندان کے خطاطین میں عبدالغفار کیلانی ، محمد یوسف کیلانی ، محمد ادریس کیلانی ، محمد سلیمان کیلانی ، ہارون الرشید ، محمد ریاض ، محمد خالد ، عبدالقادر ، عبدالرحیم ، غلام مصطفیٰ مرحوم ، محمد یونس ، عبدالمالک ، محمد ایوب ، محمد طارق ، عبدالقادر ، عبدالرحیم ، غلام مصطفیٰ مرحوم ، نور الٰہی ، عبدالحی ، عبدالواحد ، امام دین ، محمد دین ، محمد یعقوب ، محمد مسعود محمود ، فاروق ، عبدالستار عبدالرؤف ، عبدالشکور بشیر ، احسان اللہ ، عنایت اللہ ، اکرام اللہ وغیرہ خطاط ہیں ۔ (84) آپ کے تلامذہ میں محمد حنیف ، محمد ظہور الحسن ، مظہر حسین ، عنایت اللہ ، عبدالرحمٰن ، محمد سعید ، محمود الحسن ، محمد صادق ، عبدالسلام ، محمد سلیم ، محمد مسلم (تینوں بھائی) خوشنویس ہیں ۔



مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ
كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ
نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ
رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ
رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ
الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ
لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾
قَالَ فَالْحَقُّ ۖ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ
وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ هُوَ
اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (٥٩)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿٢﴾

ع ۔ ۱۳ کتبہ : عبدالرحمٰن کیلانی

مندرجہ بالا خوشنویسوں کے علاوہ کیلیا نوالہ کے مندرجہ ذیل خطاطین نے بھی قرآنی کتابت میں بھرپور کردار ادا کیا ۔ خلیل الرحمان ولد نور محمد ، عبدالغفار ولد عبدالقادر ، عنایت اللہ ولد عبدالرحیم ، عبدالرؤف ولد عبدالستار ، محمد یعقوب ولد محمد یوسف ، محمد الدین ولد محمد بخش ، محمد یوسف ولد غلام مصطفیٰ ، محمد حنیف ولد محمد شریف ، محمد سعید ولد عبداللطیف ، خالد محمود ولد محمد ادریس ، ریاض احمد ولد محمد ادریس ، محمد سلیمان ولد نور الٰہی ، نور الٰہی ولد امام الدین ۔

عبدالرؤف فاروقی

آپ کا تعلق مرید کے سے ہے آج کل ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی اردو بازار کا کام کر رہے ہیں ۔ مظہر قیوم بھٹہ نے اسی خطاط کا مطبوعہ قرآن کریم راقم الحروف کو دکھایا ۔

مولوی عبدالقادر

پیدائش ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء ہے نسخ اور نستعلیق میں اپنے والد ماجد اور عنایت اللہ وارثی سے اصلاح لی ۔ اردو کتابت میں خاصا وقت صرف کیا ۔ چند قرآن کریم کتابت کئے ۔ (۸۵)

عبدالکریم

غلام حسین کے بیٹے اور عمر دین کے پوتے تھے ان کے ہاتھ کا مکتوبہ قرآن کریم ۱۹۵۷ء میں سندھی ترجمہ کے ساتھ مولانا تاج محمود امروٹی نے مولانا احمد علی لاہوری فرمائش پر کوآپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور سے طبع کیا یہ نسخہ آج کل نیشنل میوزیم لائبریری کراچی کے مجموعہ پیر جھنڈو میں نمبر ۵ کے تحت موجود ہے ۔ (۸۶) قرآن کریم کا ترقیمہ (ع ۔ ۱۴) اس طرح سے لکھا ہے ۔



''وتمت کلمت ربک صدق وعدلاً
لامبدل للکلمتہ وہوالسمیع العلیم رقمہ
عاجز عبدالکریم عفی عنہ والدیہ ساکن
عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ۔''

مولوی عبدالمجید شیریں رقم

۱۸۸۱ء میں عادل گڑھ میں پیدا ہوئے والد کا نام حسن محمد تھا موصوف الہ آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر رہے ۶۷ سال کی عمر پاکر ۱۹۴۸ء میں وفات پاگئے۔ قیام پاکستان سے قبل نسخ میں قرآن کریم کتابت کرتے رہے۔ نستعلیق بھی عمدہ لکھ لیتے۔ ان کے مکتوبہ قرآن سنت سنگھ کے زیر اہتمام طبع ہوئے (۸۷) نیز موصوف نے کراچی کی ایک فرم سعید اینڈ سنز کا کام بھی کیا۔ (ع۔۱۵)

عبداللہ ہروی

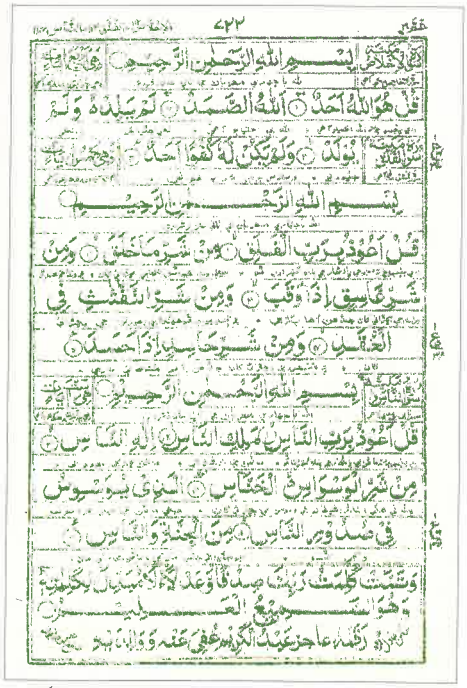
عبداللہ ہروی متوفی ۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء قرآن پاک کے معروف خطاط گزرے ہیں انہوں نے یاقوت کی طرز کو یہاں تک اپنایا کہ ان کے اور یاقوت کے خط میں تفریق مشکل تھی ایک عرصہ تک بغداد میں رہے سقوط بغداد کے بعد ہندوستان آئے۔ (۸۸) یہاں امراء اور وزراء کے مقرب رہے اس خطاط نے ۴۵ قرآن کریم اپنی یادگار چھوڑے۔ (۸۹)

مولوی عمر بخش رسول نگری

موصوف نے متعدد قرآن کریم اور پنجسورے کتابت کئے۔ اس کے علاوہ مناجات حضرت نوشہ گنج بخش کتابت کئے۔ (۹۰)

عبیداللہ

اس خطاط کا مکتوبہ قرآن کریم راقم الحروف نے نیشنل میوزیم کراچی میں دیکھا ہے۔ یہ نسخہ نمبر



ع۔۱۴ کتبہ: عبدالکریم



ع۔۱۵ کتبہ: عبدالمجید شیریں رقم

۱۹۷۶/۶۵ کے تحت ذخیرہ مخطوطات کا حصہ ہے اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ۱۱۲۴ھ/۱۸۱۲ء میں محمد معزالدین جہاندار شاہ کو لاہور میں پیش کیا گیا۔ (۹۱)



کتبہ: علی احمد صابر چشتی

علی احمد صابر چشتی

موصوف جالندھر میں ۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء میں حکیم وزیرالدین آصف کے ہاں بستی شیخ درویش بھارت میں پیدا ہوئے ۱۹۶۶ء میں لاہور آئے کچھ عرصہ فیصل آباد کے چوہدری محمد صدیق سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حافظ محمد یوسف سدیدی کی رفاقت میں امروز عرصہ گذرا اس دوران موصوف ان سے مشاورت کرتے رہے اب تک ۶ قرآن کریم کتابت کر چکے ہیں۔ (ع۔۱۶)

مولوی عنایت اللہ وارثی

وارث کوٹ ضلع گوجرانوالہ کے محمد عبداللہ وارثی کے بیٹے اپنے والد ماجد سے اکتساب فن کیا نسخ اور نستعلیق دونوں میں خوب لکھتے رہے۔ انجمن خدام الدین کا مطبوعہ کلام مجید پہلا ایڈیشن ان کے حسن خط کا نمونہ ہے۔ آپ نے ''العصر'' کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی نکالا۔ (ع۔۱۷)

سید عنایت اللہ حسینی

سید عنایت اللہ حسینی کے والد کا نام محمد بن سید الہداد تھا آپ کے جدامجد سید ظہیرالدین نجخند سے ہند آ کر ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوئے اسی قصبہ میں آپ کی ولادت ہوئی والدہ ماجدہ اور جید علماء کے فیض سے کتب متداولہ سے فارغ ہوئے ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء میں بالاپور برار تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد برہان پور چلے گئے۔ وہاں شیخ ابو المظفر صوفی خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے دست حق پرست پر بیعت کی، خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے ۱۸ قرآن پاک تحریر فرمائے۔ (۹۲) ۲۵ صفر ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ مدفن بالاپور برار میں ہے میر آزاد بلگرامی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا اور اس مصرع سے تاریخ نکالی، ''قطب اقطاب رفتہ دیں عالم''

مولوی غلام رسول عادل گڑھی

مشہور خطاط مولوی عبدالرشید محبوب رقم اور مولوی محمد حسین عادل فرماتے تھے کہ ہمارے دادا مولوی غلام رسول عادل گڑھی اور مولوی فضل الٰہی وارثی نے سمبڑیال میں خوشنویسوں کے ایک مشہور خاندان سے اکتساب فیض کیا۔ (۹۳) مولوی غلام رسول کے تلامذہ میں ان کے بیٹے عبدالرشید عادل مشہور ہوئے۔

میاں غلام قادر قادری

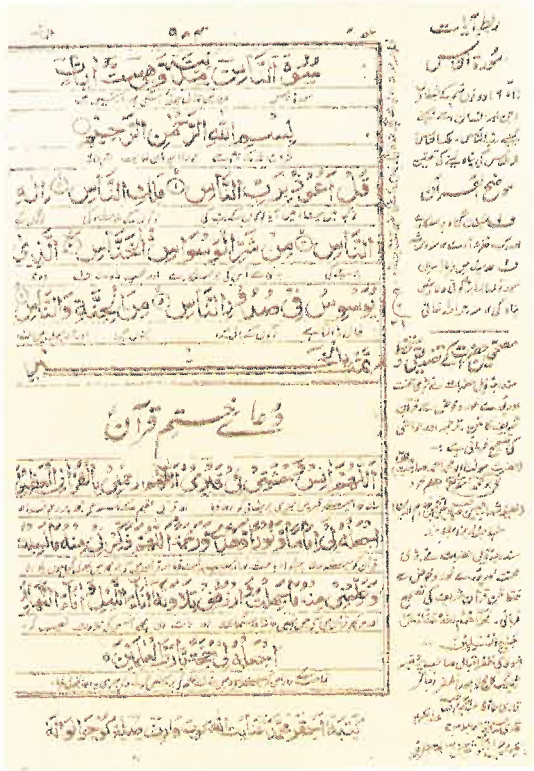
آپ نے ساری زندگی قرآن کریم کی کتابت کی۔ نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ ان کے ہاتھ کے قلمی نسخے اب بھی کوٹ وارث میں ہیں آپ اپنے نام کے ساتھ قادری لکھتے تھے۔ خط نسخ کی مصری طرز (خضری) کے بہترین خطاط تھے آپ نے زندگی کے آخری حصہ میں جو قرآن پاک کتابت کیا اس کے آخر میں آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ترقیمہ کچھ یوں ہے۔ (۱۰ جمادی الثانی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء) اس قرآن کریم کے آخری صفحہ کی پشت پر آپ کے منجھلے بیٹے میاں عطاء محمد کے ہاتھ سے لکھی

ہوئی تاریخ سے آپ کی وفات کا پتہ ملتا ہے جو ۲۷ محرم ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء نظر آتی ہے۔ اس نسخہ قرآن کریم کی کتابت کے سلسلہ میں کچھ معلومات یوں درج ہیں۔

''بتاریخ دہم ماہ مبارک جمادی الثانی سنہ یک ہزار دوصد شصت و ہفت ہجری مقدس باتمام رسانید وبعد ازیں پس از امضائے مدت چند بتاریخ بیست وہفتم شہر المکرّم محرم الحرام خود نیز ازیں عالم ست بنیاد رحلت فرمودہ روانہ جہان جاودانی گردیدند۔''

''اس مہینے کی دسویں مبارک تاریخ ۱۶۶۷ء کو مکمل ہوا اس کے بعد کچھ مدت گزرنے پر ۲۷ محرم الحرام خود بھی عالم فانی سے کوچ کر کے عالم جاودانی سے پیوستہ ہوئے۔''

آپ کی طرز تحریر کے نمونے مرقع خطاطی مرتبہ عنایت اللہ وارثی میں دیئے گئے ہیں۔ (۹۴)



ع۔۱۷

غلام محمد اچھروی

معروف صحافی جناب رفیق ڈوگر کے پاس راقم نے جلی کتابت کا قرآن کریم دیکھا جس کی کتابت غلام محمد اچھروی لاہوری نے کی ہے۔

مولانا غلام محمد لاہوری

آپ کے والد کا نام مولانا محمد صدیق لاہوری تھا موصوف کے آباؤ اجداد محمد اکبر ثانی کے عہد میں مسجد وزیر خان کے خطیب تھے۔ احمد شاہ ابدالی آپ کے علم وفضل کا معترف تھا۔ (۹۵) آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ انہیں قدر ومنزلت سے دیکھتا تھا یہی وجہ تھی کہ مسجد وزیر خاں سکھا گردی سے محفوظ رہی آپ نے قرآنی کتابت کو وسیلہ روزگار بنایا آپ شاعر بھی تھے۔ تصوف کے علم پر ایک منظوم کتاب ''گنج مخفی'' لکھی۔ پنجابی میں بھی طبع آزمائی کی آپ ۲۵ ذوالحج ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء کو لاہور میں جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ (۹۶) آپ کا مزار مسجد وزیر خان کے پاس ہے۔ (۹۷)

حافظ غلام علی لاہوری

موصوف کا قرآن مجید نمبری ۱۹۸۰۔۱/۳۰۷ مکتوبہ بارہویں صدی ہجری اٹھارویں صدی عیسوی نیشنل میوزیم کے ذخیرہ مخطوطات میں موجود ہے جو بڑی تقطیع پر جلی قلم سے لکھا گیا ہے۔ (۹۸) کتابت کا انداز خالصتاً لاہوری ہے۔ جو بغیر نقاشی کے سادہ ہے۔

مفتی غلام محمد لاہوری

موصوف مفتی غلام سرور لاہوری مولف ''خزینۃ الاصفیاء'' کے والد ماجد ہیں اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ آپ جامع علوم وفنون وتدریس وطباعت میں سرگرم رہتے اور رزق حلال کا ذریعہ قرآنی کتابت کو بنایا موصوف نے ۹ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء لاہور میں انتقال فرمایا۔ (۹۹) آپ مسجد بلوچاں موضع مزنگ کے خطیب تھے۔ (۱۰۰) اسی موضع میں حویلی تیار کی (۱۰۱) اشراق کی نماز کے بعد مریض دیکھتے اور پھر کتابت قرآن میں مصروف ہو جاتے مفتی غلام سرور نے ''گنج تاریخ'' میں ان کی وفات کے متعلق یہ قطعہ لکھا۔

مفتی دین غلام محمد چو از جہان
پدر و دگشت و یافت بملک جناں وصال
گو مظہر سلام بتاریخ رحلتش
جان جہاں غلام محمد جواں وصال

مولوی غلام محی الدین انصاری

موصوف نومبر ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی کے برادر بزرگ تھے۔ عربی، فارسی طب کی تعلیم اپنے والد چوہدری سلطان محمود انصاری سے حاصل کی فن کتابت میں منشی ممتاز علی نزہت رقم دہلوی کے تلمیذ تھے۔ اور خود کو زینت رقم (۱۰۲) لکھتے تھے۔ حکیم صاحب ایک عرصہ تک گوالیار اور بمبئی میں بھی رہے ''انڈیا گزٹ بمبئی'' کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی نکالا ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں دوستوں سے بغرض ملاقات لاہور آئے۔ اور پھر لاہور ہی کے ہو کر رہ گئے۔ موصوف نے ''ارمغان قادری'' ایک کتاب لکھی اور ایک حمائل شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر شائع کی جس کی خوبی یہ تھی کہ اگر ایک صفحہ کی پہلی سطر الف سے شروع ہوتی تو اس صفحہ کی آخری سطر کا ابتدائی حرف بھی الف ہے اسی طرح اوپر کی سطر کے مقابلے میں نیچے سے اوپر کی دوسری سطر ایک ہی لفظ یا حرف سے شروع ہوتی ہے اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ صفحہ اول کی درمیانی سطر جس حرف سے شروع ہوگی اس کے مقابل دوسرے صفحہ کی اس کے عین سامنے سطر بھی اس حرف سے شروع ہو گی آپ ۱۱ ذی الحجہ بروز اتوار ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء کو رحلت کر گئے آپ کی قبر حضرت طاہر بندگی کے جوار میں جانب مشرق ہے لوح مزار پر ''رفت در جنت'' مادہ سال وفات (۱۳۳۷ھ) کندہ ہے ان کے ساتھ ہی ان کے بھائی حکیم غلام جیلانی مدفون ہیں جن کی قبر پر کوئی کتبہ نہیں آپ کی قبر کا کتبہ معروف خطاط عبدالمجید پروین رقم کے قلم کا اعجاز ہے۔

غلام یٰسین لاہوری

تیرہویں صدی ہجری/ انیسویں صدی عیسوی کے خطاط تھے۔ مولوی نور احمد چشتی مصنف ''تحقیقات چشتی'' اور معروف خطاط سید نفیس رقم نے لکھا ہے کہ درگاہ قطب الاقطاب علی ہجویری قدس سرہ میں ایک قرآن کریم غلام یٰسین لاہوری نے لکھ کر نذر کیا۔ (۱۰۳)

فاطمہ الکبریٰ

منشی محمد الدین کی صاحبزادی اور معروف خطاط یوسف دہلوی کی ہمشیرہ اور نسخ کی باکمال خطاطہ تھیں (ع۔۱۸) اپنے ننھیال سمبڑیال ضلع سیالکوٹ میں ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء میں پیداء ہوئیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد سے اکتساب فیض کیا ان کی شادی متیرانوالی ضلع سیالکوٹ کے سردار محمد سعید سے ہوئی جن کی وفات ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء کے بعد

فاطمہ الکبریٰ اپنے والد کے پاس دہلی چلی گئیں ان کی کتابت شدہ تین حمائلیں چھپ چکی ہیں ان میں سے ایک ''فتح الحمید'' کے نام سے مشہور ہے دوسری ان کے کسی عزیز نے چھپوائی اور تیسری انہوں نے خود طبع کرائی تھی علاوہ ازیں آپ نے متعدد پنجسورے اور دہ سورے بھی رقم کئے ایک پنجسورہ پیش کرنے پر انہیں بیگم بھوپال کی جڑاؤ پہنچیاں پیش کی گئیں اور پنجسورہ نظام دکن میر عثمان علی خان کے لیے لکھا جس پر انہیں تاحیات وظیفہ دیا گیا مرحومہ نے آخری قرآن جلی حروف میں معرا لکھا اور اردو اکیڈمی سندھ نے اسے طبع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد لاہور آ گئی تھیں لاہور میں دوسالہ قیام کے بعد ناظم آباد کراچی چلی گئیں اور وہیں ۸۴ سال کی عمر میں ۱۹ دسمبر ۱۹۶۷ء مطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں۔



ع۔۱۸

مولوی فضل الدین صحاف

آپ کے والد میاں محمد بخش صحاف تھا ان کا شمار لاہور کے ممتاز خط نسخ و نستعلیق کے ماہرین میں ہوتا ہے ان کے ہاتھ کی قلمی حمائل شریف لندن میں طبع ہوئی۔ (۱۰۴) ان کی مکتوبہ نستعلیق کی ایک وصلی لاہور عجائب گیلری کی مخطوطات گھر کی زینت ہے۔ موصوف علامہ علاو الدین صدیقی کے دادا تھے۔ اور چوہٹہ مفتی باقر میں رہائش پذیر تھے۔ مطبع صحافی کے نام سے لاہور ہی میں ان کا اپنا ایک پریس تھا تعلیم خطاطی پر آپ نے ایک کتابچہ بھی شائع کیا آپ کا انتقال ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں لاہور میں ہوا۔

حافظ فضل الٰہی

میاں عطا محمد کے چھوٹے بھائی میاں غلام قادر کے بیٹے الحاج حافظ فضل الٰہی المتوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء خط نسخ کے بہترین خوشنویس تھے ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے نسخے موجود ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلا قرآن کریم جو طبع ہوا اس کی کتابت کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے طرز تحریر کے نمونے کا عکس مرقع خطاطی مرتبہ عنایت اللہ وارثی میں دیا گیا ہے۔ (۱۰۵)

سید فضل شاہ

موصوف اوجلہ خورد ضلع گوجرانوالہ ڈاک خانہ کوٹ عنایت خان کے رہنے والے تھے۔ جن کا لکھا ہوا کلام مجید، نومبر ۱۹۴۳ء میں گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ نے چھاپا۔ یہ نسخہ علامہ اقبال کے زیر مطالعہ رہا۔ آج کل میوزیم میں علامہ اقبال کی زیر مطالعہ کتب کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ (۱۰۶)

لطف اللہ مہندس

لطف اللہ مہندس استاد احمد معمار کا دوسرا نامور فرزند جو مختلف علوم کے ساتھ فن معماری میں بھی بڑی دستگاہ رکھتا تھا۔ استاد احمد معمار کا شجرہ کچھ یوں ہے۔ (۱۰۸) (ع۔۳۳)

احمد معمار

عطا اللہ رشدی	لطف اللہ مہندس معمار	نور اللہ معمار
امام الدین راضی		ابوالخیر عرف خیر اللہ خان
امیر الدین علی		مرزا محمد علی خطاط
سعادت اللہ		زین العابدین عرف مکھو
محمد امان نثار		

قرآن مجید بخط لطف اللہ مہندس کی بابت معلومات مہیا کرتے ہوئے صادق علی دلاوری رقم طراز ہیں۔

''مہندس نے قرآن مجید کی کتابت بڑے اچھے خط میں کی ہے اور اختلافات قرات حاشیے پر دیئے ہیں جبکہ نفیس ریشمی کاغذ کتابت کے لیے استعمال کیا ہے۔ (۱۰۹) اوراق ۳۹۷ سطور ۱۱ فی صفحہ تقطیع ۱۰×۷ انچ سورتوں کی تمام سرخیاں مدآت متن اور بعض علامات اوقاف شنگرف سے لکھے گئے ہیں اور اسمائے سورہ کے اردگرد اور بعض علامات اوقاف پر سنہری کام ہوا ہے علامات رکوع اور اختلافات قرأت بھی شنگرفی ہیں اور ان کی حرکات نیلگوں ہے جبکہ سپاروں کے اعداد پر آرائش کا کام پرانی طرز کا ہے۔ متن قرآنی ۳۹۰ پر ختم ہوا ہے ۳۹۱ (الف) سے ۳۹۴ (ب) تک دعائے ختم القرآن ہے ۳۹۵ (الف) پر علامات القرآن و رواتہیم درج ہیں۔ ۳۹۵۔ (ب) تا ۳۹۶ (الف) پر فہرست بعنوان۔ ''کتبت ہذا المعرفتہ مواضع السور'' اس فہرست کے آخر میں ہے کاتبہ لطف اللہ بن احمد معمار لاہوری مگر سوائے لاہوری کے باقی الفاظ اگرچہ مرمت کے کاغذ کے نیچے آ گئے ہیں پھر بھی پشت کاغذ پر روشنی ڈالنے سے پڑھے جاتے ہیں ۳۹۶ (ب) اور ۳۹۷۔ (الف) پر سپاروں کی فہرست مع اعداد درج ہے اس فہرست کا عنوان ہے۔ ''کتبت ہذا المعرفتہ مواضع اجزاء القرآن العظیم والفرقان الکریم'' کاتب نے آخری دو صفحوں پر اپنا اور اپنے باپ کا نام دوبارہ دیا ہے۔

وانا العبد لطف اللہ المتخلص المھندس ابن الاستاد احمد المعمار لاہوری۔

یہ نہ صرف خود خطاط تھا بلکہ ''آثار الصنادید'' کی روایت کی مطابق اس کا بھائی نور اللہ معمار ابن احمد بھی ایک باکمال خطاط تھا۔ (۱۱۰) جس کا لکھا ہوا دستخط شدہ کتبہ جامع مسجد دہلی میں موجود ہے۔ اس خاندان کے شاگردوں کا سلسلہ لاہور میں کافی دیر تک موجود رہا۔ (۱۱۱)

قاضی محمد امام الدین

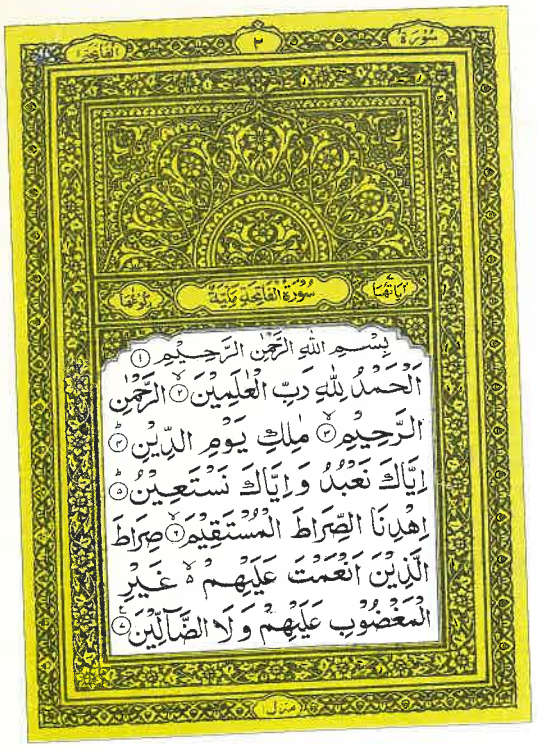
موصوف قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی اور قاضی نور محمد کے بیٹے اور عمدہ خطاط تھے تمام عمر قرآن کی کتابت کی۔ جنڈیالہ باغ والا متصل گوجرانوالہ میں وفات پائی ان کے خاندان میں خطاطی وراثت کے طور پر چلی۔

قاضی میراں بخش

قاضی محمد امام الدین کے بھائی قاضی میراں بخش بھی کاتب قرآن تھے قاضی میراں بخش کے پوتے حکیم محمد شفیع موجود ہیں اور کتابت کرتے ہیں۔ (۱۱۲)

سید محمد اشرف علی سید القلم

آپ کے والد کا نام سید بڈھن شاہ ہے معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے والد محترم تھے۔ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں موضع گھوڑیالہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اپنے تایا زاد بھائیوں حکیم سید محمد عالم، حکیم سید نیک عالم سے اکتساب فن کیا آپ نسخ اور نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے آپ کا خط لاہوری، دہلوی اور لکھنوی طرزوں کا حسین امتزاج ہے موصوف نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں کتابت کا آغاز کیا۔ ابتداء میں زیادہ تر نستعلیق لکھتے رہے۔ موصوف نے متعدد قرآن کریم کتابت کئے۔ ۱۹۹۴ء میں لاہور میں وفات پائی۔ (۱۱۳) (ع۔۱۹)



ع۔۱۹ کتبہ: سید محمد اشرف علی سید القلم

مولوی محمد اشرف

گوجرانوالہ کے مولوی محمد اشرف (ڈاکٹر وحید قریشی کے دادا) نے مصحف تیار کیا جو کافی عرصہ تک مولوی غلام جیلانی برادرزادہ مولوی محبوب عالم کے پاس رہا۔

حافظ محمد اعظم

حافظ محمد اعظم مولا بخش کے فرزند تھے۔ (۱۱۴) آپ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں موضع راہو کھیڑی تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور (بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں لاہور آ کر کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ میں مقیم ہوئے اور یہیں ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی آپ خطاطی میں لاہور کے معروف خطاط اور موجودہ طرز جدید کے بانی عبدالمجید پرویں رقم کے شاگرد رشید تھے۔ (۱۱۵) نسخ اور نستعلیق نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ روزنامہ ''انقلاب'' کے ہیڈ کاتب رہے۔ ایوب خان کے دور میں سونے کی تاروں سے مزین قرآن کریم کی کتابت کے سلسلہ میں مرکزی تزئین قرآن کمپنی نے زردوزی کے لیے کتابت کے نمونے طلب کئے (۱۱۶) جن فن کاروں نے نمونے بھیجے ان



حافظ محمد اعظم

میں معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی کا نمونہ بھی تھا چند نمونے محمد صدیق الماس رقم نے پیش کیے نمونوں کے انتخاب میں زردوزی کی آسائش پہلی شرط تھی اس شرط پر جو نمونہ پورا اترا وہ محمد صدیق الماس رقم کا پیش کردہ تھا۔ جو انہوں نے حافظ محمد اعظم سے لیا ہوا تھا اس طرح اس قرآن کریم کی کتابت کا اعزاز حافظ محمد اعظم کو حاصل ہوا۔ (ع۔۲۰)



ع۔۲۰

محمد بن ادریس بن العقاب البصری

بغداد میں پیدا ہوا ماہر خطاط ہونے کے ساتھ ساتھ سنگ تراش بھی تھا۔ ابن ادریس ابن مقلہ کے جانشین ابن البواب کے زمانہ میں بغداد میں موجود تھا اس نے ابن البواب سے کسب فیض کیا نسخ اور ثلث کا ماہر تھا۔ فقہ اور حدیث کا عالم بھی تھا مگر وجہ شہرت قرآنی خطاطی تھی اس نے قرآن کریم کتابت کر کے خلیفہ طائع باللہ کو پیش کیا۔ یہ قرآن کریم پتلی خوبصورت جھلی پر سنہری حاشیوں میں سیاہ روشنائی سے لکھا تھا عنوان سورہ ثلث اور عبارت نسخ میں تھی جب کہ ہر آیت کا پہلا حرف خفی رقاع میں تھا ابن ادریس لاہور میں مقیم رہا اور دہلی تک غزنوی لشکر کے ہمرکاب تھا۔ (۱۱۷)



ع۔۲۱

حافظ محمد حسین کردی

ان کا زمانہ گیارہویں صدی ہجری /سترہویں صدی عیسوی کا ہے۔ موصوف نے تیس اوراق پر مشتمل ایک نسخہ قرآن اس طرح سے کتابت کیا کہ ہر صفحہ کی پہلی سطر کے علاوہ باقی تمام سطور حرف ''الف'' سے شروع ہوتی ہیں اسی طرح انہوں نے قرآن مجید کا ایک اور نسخہ لکھا یہ بھی تیس اوراق پر مشتمل تھا اس میں صفحہ کی پہلی سطر کے علاوہ ساری سطور حرف ''و'' سے شروع ہوتی تھیں۔ محمد طاہر بن عبدالقادر کردی نے اپنی تالیف ''الخط العربی'' میں مذکورہ دونوں نسخوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے زمانے سے ۴۰، ۵۰ سال قبل تک یہ دونوں نسخے مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ (۱۱۸)

مولوی محمد حسین عادلی

موصوف کے والد کا نام مولوی نیاز احمد ہے مولوی عبدالرشید کے چھوٹے بھائی تھے ان کا قلمی نام مبارک رقم تھا ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے اور عمر کا زیادہ حصہ قرآنی کتابت میں گزارا نسخ نستعلیق اور ثلث کے ماہر تھے۔ (ع۔۲۱)

طغرا نویسی قطعات اور نقاشی میں بے مثال تھے۔ ان کی رہائش لاہور کے محلّہ وسن پورہ میں تھی۔ ۸ مئی ۱۹۶۴ء کو اپنے مکان دارالامان میں وفات پائی اور جسم خاکی عادل گڑھ لے جا کر دفن کیا گیا۔



ع۔۲۲

حافظ محمد حسین لاہوری

حافظ محمد حسین کے بیٹے حافظ روح اللہ کی مکتوبہ حمائل کے ترقیمہ سے معلومات بہم پہنچتی ہے کہ حافظ محمد حسین لاہوری اکبری دور میں کاتب قرآن تھے۔ (۱۱۹) محمد حسین ۱۲۷۲ھ میں عبداللہ لاہوری کے بھائی محمد حسین بھی اچھے نساخ تھے۔ اور کاتب قرآن تھے۔ (ع۔۳۴)

مفتی محمد حیات اللہ قصوری

موصوف کے والد کا نام محمد فاضل تھا جو نسخ کے باکمال خطاط اور عالم دین تھے موصوف کا مکتوبہ قلمی قرآن کریم ان کے خاندان میں موجود ہے اکثر صفحات طلائی اور منقش ہیں آپ کی سکونت پکا قلعہ قصور رہی، ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء میں وفات پائی اور قصور ہی میں مدفون ہیں۔ (۱۲۰)

محمد دین جنڈیالوی

جنڈیالہ جی ٹی روڈ پر گکھڑ منڈی سے دو میل شمال کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں محمد الدین پیدا ہوئے والد کا نام نظام الدین تھا اسی گاؤں میں محمد الدین کے بیٹے محمد یوسف پیدا ہوئے باپ بیٹا جب دہلی پہنچے تو دبستان دہلی کے بانی کہلائے۔ موصوف نے خط نسخ اور نستعلیق میں الفی قرآن کریم لکھا جس کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے یہ قرآن ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے جسے مطبع دہلی نے شائع کیا۔ (ع۔۲۲) خط نسخ میں ان کا لکھا ہوا ایک اور قرآن مجید امرتسر سے شائع ہوا جس کی ہر سطر ''ک'' پر ختم ہوتی ہے موصوف کی بیٹی نامور خطاطہ قرآن تھیں اور بیٹے محمد یوسف دہلوی سینٹ پیٹرز کالج دہلی کے گریجویٹ تھے اور ۱۳ زبانوں کے ماہر تھے۔ جن کی خطاطی کے نمونے دہلی کی عمارات پر موجود ہیں۔ موصوف نے متعدد قرآن مجید کتابت کئے ۱۹۳۲ء میں جب غلاف کعبہ پہلی مرتبہ برصغیر میں تیار ہوا تو اس کی خطاطی کی سعادت محمد الدین کو حاصل ہوئی مرحوم نے زندگی کا بیشتر حصہ لاہور اور دہلی میں گزارا۔ ۱۹۴۳ء میں دہلی میں وفات پائی۔ وہیں مدفون ہوئے موصوف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کتبہ ملتان میں موجود ہے جو عیدگاہ ملتان کی مرمت کے بارے ہے۔ (۱۲۱) ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔



محمد دین جنڈیالوی

محمد روح اللہ لاہوری

محمد روح اللہ لاہوری حافظ محمد حسین کے صاحبزادے تھے انہوں نے ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ پچاس دن میں تحریر کیا۔ (۱۲۲) یہ نسخہ مثمن شکل میں ۳۰۵ صفحات پر مشتمل تھا اسی طرح انہوں نے تیس اوراق پر ایک قرآن کریم کا نسخہ تحریر کیا جو مذکورہ بالا طرز تحریر میں تھا۔ بقول مؤلف ''تاریخ الخط العربی وآدابہ'' یہ نسخہ دارالکتب العربیہ القاہرہ مصر میں موجود ہے۔ (۱۲۳) ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دوسرا نسخہ لاہور عجائب گھر کے ذخیرہ مخطوطات میں نمبر ایم ایس /۹۲۹ کے تحت ہے جو انہوں نے ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء میں کتابت کیا۔ (۱۲۴) (ع۔۲۳)



ع۔۲۳ کتبہ: محمد روح اللہ لاہوری

محمد شریف لدھیانوی

موصوف سلطان القلم محمد قاسم لدھیانوی کے صاحبزادے تھے اور دسمبر ۱۹۱۲ء میں لاہور آئے اور رام گلی نمبر ۱۱ انسٹر روڈ لاہور رہائش پذیر ہوئے۔ ابتدائی دنوں میں نستعلیق کی طرف رجحان تھا ۱۹۴۵ء کے بعد کلام اللہ کی کتابت شروع کی آپ نے ۱۲ قرآن کریم یادگار چھوڑے (ع۔۲۴) لاہور کے معروف خطاط جناب حافظ محمد یوسف سدیدی نے بھی کچھ عرصہ آپ سے استفادہ کیا۔

حافظ محمد شریف ولد شیخ عبداللہ

راقم نے خط نسخ میں مجلد قرآن کریم مشہور پامسٹ مطبع الرحمان سابق منیجر سٹیٹ لائف کے پاس دیکھا۔ (۱۲۵) اس قرآن کریم کے بارے میں جتنی معلومات نوٹ کرسکا وہ درج ذیل ہیں۔ اس قرآن کریم کی ۱۸ سطور فی صفحہ متن کالی روشنائی سے بخط نسخ ہے جبکہ آیات کی تقسیم کے لیے گول دائرے بعد کا اضافہ ہیں سائز مخطوطہ 17x26cm جب کہ تقطیع 10.5x9.15cm ہے کاتب کا نام اور اس کے متعلق کافی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ دہلی میں یہ



ع۔۲۴ کتبہ: محمد شریف لدھیانوی

قرآن کریم حافظ محمد شریف ولد شیخ عبداللہ متوطن دارالسلطنت لاہور کے بارے معلومات مندرجہ ذیل ترقیمے سے ملتی ہیں۔

''الحمد للہ الذی بعزتہ تم الصالحت والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الہ واصحابہ اجمعین اما بعد فقد من اللہ تعالیٰ باتمام ہذا المصحف الشریفہ علے رسم العثمانیہ کتبہ حافظ محمد شریف ولد شیخ عبداللہ متوطن دارالسلطنت لاہور ونوشتہ شدہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد درگزر نخاس اسپاہ محلّہ مقیم پورہ تحریر فی التاریخ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۷ جلوس مبارک فرخ سیر بادشاہ غازی مطابق ۱۱۳۱ھ ترجمہ کلام اللہ مذکور ۱۱۶۳ھ در عہد محمد شاہ غازی نوشتہ شد''

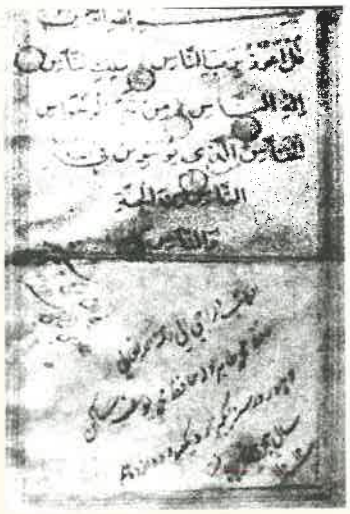
آغاز فصل (در رموز قرات سبعہ اختتام واجب است در سورۂ اعراف و مریم) اور قرآن کریم کے متعلق دیگر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس نسخے پر ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن کریم کسی محمد غلام علی خاں کی تحویل میں بھی رہا۔ یہ قرآن کریم فرخ سیر کے عہد میں ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء میں لکھا گیا جبکہ اس کا ترجمہ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۴۹ء میں مکمل ہوا۔



ع۔۲۵

محمد شفیع لودھیانوی

آپ مولانا محمد قاسم لدھیانوی کے بڑے صاحبزادے تھے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں دریا گنج دہلی میں پیدا ہوئے۔ (۱۲۶) موصوف نے اپنے والد سے خطاطی کے علاوہ صنعت روشنائی، بلاک سازی اور طباعت کا کام بھی سیکھا آپ کے خط میں آپ کے والد کے خط کا مکمل عکس تھا۔ (ع۔۲۵) موصوف نے اپنے والد کا چھوڑا ہوا نامکمل قرآن پاک مکمل کیا قیام پاکستان کے بعد لدھیانہ سے لاہور آگئے اور افواج پاکستان کے لیے بیجز کا کام کرتے رہے نومبر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں لاہور میں وفات پائی۔ اور میانی صاحب لاہور میں دفن ہوئے۔



ع۔۲۶

حافظ محمد طاہر

موصوف لاہور کے حافظ محمد یوسف کے بیٹے تھے آپ کی مکتوبہ حمائل شریف لاہور عجائب گھر کے ذخیرہ مخطوطات کے قرآن سیکشن کے ایم ایس ایس / ۹۲۸ نمبر کے تحت موجود ہے جو اٹھارویں صدی عیسوی / بارہویں صدی ہجری کی کتابت ہے۔ (۱۲۷) (ع۔۲۶)

محمد مظہر قیوم بھٹہ

موصوف ۱۵ ستمبر ۱۹۵۲ء کو بمقام ڈھل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں لاہور

آئے (۱۲۸) آپ کے والد کا نام محمد شریف ہے۔ موصوف روزنامہ ''کوہستان'' ''صداقت'' اور ''آزاد'' میں کام کرتے رہے۔ خطاطی میں محمد ادریس کیلانی کے تلامذہ میں سے ہیں آج تک موصوف نے دس قرآن کریم کتابت کئے آپ کی رہائش چوک سوئی گیس محلہ اسلام نگر غربی شاہدرہ ہے ان کے خاندان میں ان کے چچا شہباز، ماموں زاد محمد شفیع انور، مشتاق احمد بھٹہ، محمد اقبال بھٹہ، محمد یوسف بھٹہ، محمد نعیم، احمد علی بھٹہ، فیض رسول بھٹہ، سلطان احمد بھٹہ، زاہد حسین بھٹہ، عبدالرحمٰن بھٹہ، عبدالرؤف بھٹہ، ارشد حسین، منور حسین، علی محمد بھٹہ لاہور کے مختلف اخبارات، اشاعتی اداروں اور دیگر دفاتر میں کام کر رہے ہیں۔

محمد عباس شہباز رقم

آپ مولوی عبدالمجید کے بیٹے تھے ۱۹۳۰ء میں عادل گڑھ پیدا ہوئے ۱۹۸۷ء میں ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی سیٹھ آدم جی اور درسی ادارہ گجرات کا کام کرتے رہے۔ ۱۹۶۹ء تک لاہور قیام رہا پھر واپس (الہ آباد) وزیر آباد چلے گئے درسی ٹیسٹ پیپرز زیادہ تر ان ہی کے کتابت شدہ ہیں۔ موصوف نے متعدد قرآن کریم کتابت کئے۔ (ع۔۲۷)

مولانا محمد عبداللہ وارثی

مولانا حافظ فضل الٰہی کے دوسرے بیٹے مولانا عبداللہ وارثی کو طرز نسخ میں کمال حاصل تھا خضری ثلث، ولائتی باریک، جلی طغریٰ قطعات کے ماہر تھے۔ موصوف دہلی اور بمبئی کے کتاب خانوں کا کام کرتے رہے منشی محمد قاسم لدھیانوی کے ہمعصر تھے۔ مولوی محمد عبداللہ وارثی قدیم مصری طرز کے علاوہ دہلوی ولائتی ثلث وغیرہ کو اپنی جودت طبع کے زور پر درجہ کمال کو پہنچایا قرآن کریم کے بے شمار جلی اور خفی نسخے ان کے ہاتھ سے نکلے (ع۔۲۸) یہاں



ع۔۲۷



ع۔۲۸

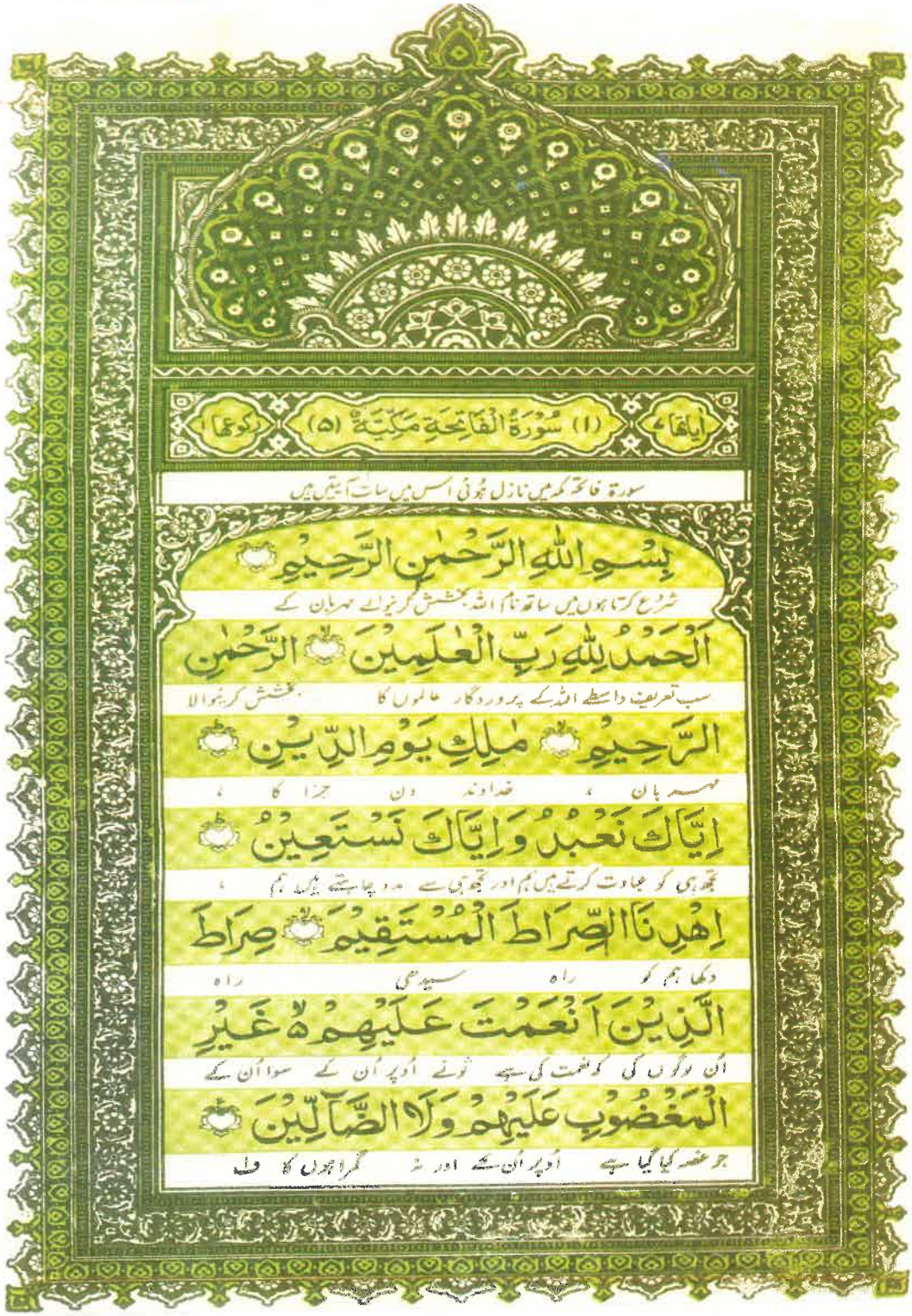
کتبہ: محمد عبدالغفور

سُورَةُ الْجِنِّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الحزب ٥٨

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا
عَجَبًا ﴿١﴾ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴿٢﴾
وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَأَنَّهُ كَانَ
يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ﴿٤﴾ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ
وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿٥﴾ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن
لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ﴿٧﴾ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ
حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ﴿٨﴾ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن
يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ
بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ
وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ
اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ
آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾



ع۔۳۰

کتبہ: منشی محمد قاسم لدھیانوی

تک کہ 20x30 سائز کے ایک تختے پر سارا قرآن کریم کتابت کیا جو ''پیسہ اخبار'' لاہور کے ادارے نے طبع کیا۔ عبداللہ وارثی نے گوجرانوالہ کے مشہور خطاط مولوی سراج الدین سے بھی اصلاحیں لیں یہ زمانہ امام ویردی کی وفات (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) کے قریب تر ہے لیکن خط نستعلیق کی مشق مشہور خوش نویس مولوی سید احمد ایمن آبادی کے پاس لاہور رہ کر کی۔ (۱۲۹) ''قطعات العربیہ'' کے نام سے عربی مشقیں اور نستعلیق کی مشقیں ۱۹۲۴ء میں طبع ہوئیں۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے فرزند مولوی محمد عنایت اللہ کے علاوہ مولوی عبدالرشید محبوب رقم عادلی، پیر عبدالحمید، منشی عبدالقدوس مشہور ہیں (۱۳۰)

محمد عبدالغفور

گکھڑ منڈی کے رہنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ بوتالہ شیر سنگھ گوجرانوالہ کے صوفی محمود الحسن کاتب اور نوید اجمل نے بھی متعدد پنجسورے اور قرآن کریم کتابت کئے۔

محمد علی زاہد

محمد علی زاہد کے والد کا نام احمد علی ہے موصوف ۲۳ فروری ۱۹۶۶ء کو فیصل آباد پیدا ہوئے خطاطی حافظ یوسف سدیدی کے شاگرد خالد جاوید یوسفی سے سیکھی ۱۹۹۳ء میں ریسرچ سنٹر فار اسلامک ہسٹری اینڈ کلچر استنبول ترکی کے بین الاسلامی مقابلہ خطاطی میں خط ثلث میں تیسری پوزیشن ۱۹۹۶ء میں نیشنل کونسل آف آرٹس اسلام آباد کے قومی مقابلہ خطاطی میں اول انعام گولڈ میڈل ۱۹۹۵ء میں سید بابر علی فاؤنڈیشن لاہور کے مقابلہ حسن خطاطی بخط نسخ و نستعلیق میں ہر دو خطوط میں اول انعام حاصل کئے ۱۹۹۶ء ذاتی فن پاروں کی نمائش بمقام شاکر علی میوزیم لاہور ہوئی ۱۹۹۸ء نیشنل کونسل آف دی آرٹس اسلام آباد میں مقابلہ خطاطی میں خصوصی اعزاز ملا قرآن کریم کی مکمل کتابت کی جو قدرت اللہ کمپنی اردو بازار کے زیر اہتمام چھپ چکا ہے۔ (ع۔۲۹)

سردار محمد عمر کابلی

موصوف کے والد کا نام سردار محمد کلدن خان تھا آپ کابل میں پیدا ہوئے ان کے والد بعہد محمود شاہ سردار قندھار و حاکم سندھ و شکار پور تھے۔ والد کے ہمراہ انہوں نے قندھار، سندھ، بلوچستان، شکار پور، پشاور کشمیر اور لاہور کی سیاحت کے دوران سفر اور علوم عربی اور تعلیم خطاطی سے بھی بہرہ ور ہوئے وہ پشتو اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔ ایک قلمی قرآن پاک انہوں نے یادگار چھوڑا اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء وفات پائی۔ (۱۳۲)

محمد غوث

بھارت کے مغربی ضلع گجرات کے شہر بڑودہ میں سلطان مظفر شاہ کی تعمیر کردہ چار سو سالہ پرانی جامی مسجد میں دنیا کا منفرد قرآن پاک کا نسخہ موجود ہے۔ اس قرآن کریم کا سائز ۶ فٹ ۳ انچ اور چوڑائی ۳ فٹ ۶ انچ ہے صفحہ ۱۱ سطور پر مشتمل ہے اور وزن ۱۰۰ کلوگرام ہے مجموعی طور پر قرآن کریم بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک سپارہ اٹھانے کے لیے ۴ افراد کی ضرورت ہوتی ہے اس کو پڑھنے کے لیے دو اشخاص ورق الٹتے ہیں اور ایک شخص تلاوت کرتا ہے قرآن کریم کے اس دو سو سالہ پرانے نسخے کو خطاط محمد غوث نے کتابت کیا جو بچپن میں پنجاب سے یہاں آئے تھے۔ (۱۳۳) انہوں نے ۱۵ سال کی عمر میں یہ قرآن کریم تحریر کرنا شروع کیا اور اسے مکمل کرنے میں ۴۵ سال لگے۔

سلطان القلم مولوی محمد قاسم لدھیانوی

موصوف کے والد کا نام مولوی الہ دین تھا آپ نے محلّہ واعظ گنج لدھیانہ میں ولادت پائی خط نسخ کی تعلیم سید امیر الدین دہلوی اور مولوی ممتاز علی نزہت رقم سے حاصل کی۔ خط نستعلیق میں مولوی سید احمد ایمن آبادی اور منشی شمس الدین اعجاز رقم سے بھی استفادہ کیا ۱۹۰۷ء میں آپ نے ایک ہفت رنگ قرآن کریم اپنے مطبع قاسمی سے طبع کیا جس کا انتساب آپ نے خان حبیب اللہ خان والئی افغانستان کے نام کیا یہ نسخہ قرآنی خطاطی کا بہترین نمونہ ہے انہوں نے اپنی زندگی میں کثیر تعداد میں قرآن کریم کتابت کئے متاخر دور میں آپ انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر لاہور تشریف لائے لدھیانہ کے علاوہ ایک عرصہ تک دہلی میں بھی مقیم رہے لاہور میں گلی نقشبند یاں نشتر روڈ میں قیام رہا۔ جہاں پر انہوں نے انجمن حمایت اسلام کے لیے قرآن کریم لکھا۔ (ع۔۳۰) ڈاکٹر عبداللہ چغتائی لاہور کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

> ''انگریز کے زمانہ میں یہاں اور بھی اعلیٰ درجے کے کاتب قرآن تھے ان میں خاص کر کاتب محمد قاسم لدھیانوی کا ذکر ضروری ہے۔ جنہوں نے ہمیشہ قرآن لکھا اور امیر حبیب الرحمٰن کو کو پیش کیا۔ (۱۳۴)

قیام لاہور میں مولانا کی صحت مخدوش ہوگئی اور کتابت مسلسل جاری نہ رہ سکی اور اس طرح طویل علالت کے بعد ۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء کو بروز جمعہ ستر برس کی عمر میں وفات پائی آپ کے انتقال کے بعد بڑے بیٹے منشی محمد شفیع نے ان کے شروع کیے ہوئے کلام مجید کو مکمل کیا۔ آپ نے ایک اور بھی قرآن کریم ادھورا چھوڑا یہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی کی تفسیر تھی جس کے ۲۵ پاروں کی کتابت کی جبکہ بقیہ پانچ پاروں کی تکمیل ان کے بیٹے منشی محمد شفیع نے کی آپ کے چھوٹے بیٹے محمد اشرف بھی کاتب قرآن تھے۔

میر صالح

راقم الحروف نے اس خطاط کے قلم سے دایہ انگہ کے مزار (گلابی باغ) میں سورۃ فتح چاروں اطراف لکھی دیکھی ہے۔ اس خطاط کا مکتوبہ قرآن کریم دارالاحسان ضلع فیصل آباد میں ۴۶۵ نمبر کے تحت موجود ہے۔ (۱۳۴) یہ خطاط میر عبداللہ مشکیں قلم کا بیٹا اور عہد شاہ جہاں کا نامور خطاط تھا۔ (۱۳۵)

شیخ میر لاہوری

آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآنی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی کے ذخیرہ مخطوطات میں ۳۱۶۔۱۹۵۸/این ایم نمبر کے تحت موجود ہے جو خاص لاہوری طرز نسخ میں جلی قلم سے ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء میں لکھا گیا۔ (۱۳۶)

مولوی میراں بخش

آپ کا شمار اپنے دور کے نامور خوشنویسوں میں ہوتا ہے آپ موضع چک خلیل ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ موصوف نے تمام زندگی اپنے گاؤں میں گزاری معروف عالم دین اور طبیب تھے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء ہے۔ آپ کے یادگار متعدد قلمی نسخے موجود ہیں ان میں نسخ اور نستعلیق خط زور قلم کا گواہ ہے آپ نے چند کتب بھی تصنیف کیں۔ آپ کے بیٹوں مولوی محمد اسماعیل اور مولوی ابراہیم نے فن کتابت کو اپنایا جو اپنے دور کے ممتاز خوشنویسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱۳۷)

مولوی محمد یٰسین قریشی

کوٹلی مچھرانواں ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے والد کا نام مولوی محمد دین ہے جو جید عالم اور درویش صفت انسان تھے خط نسخ اور نستعلیق میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ ان کے استاد منشی محمد انور لاہوری تھے۔ جب مولوی محمد یٰسین نے فن کتابت میں مہارت حاصل کر لی تو یہ بیسیوں دوسرے خوشنویسوں کے ساتھ ڈیرہ کاتباں لاہور مقیم ہو گئے۔ شروع میں قرآن حکیم کا ایک نسخہ کتابت کیا اور پھر پوری توجہ خط نستعلیق کی طرف مرکوز کر دی اور امام وہ یردی کی طرز اپنائی۔ بعد میں عبدالمجید پروین رقم کو اپنا استاد تسلیم کرتے ہوئے ان کی طرز میں اتنی مہارت حاصل کی کہ بڑے بڑے اشاعتی اداروں نے ان سے رجوع کیا مگر انہوں نے دارالاشاعت لاہور کے کام کو ترجیح دی اور اسی ادارہ کا کام کرتے رہے شمس العلماء مولوی ممتاز علی مرحوم کو ان کا کام اتنا پسند تھا کہ اپنا زیادہ تر کام ہمیشہ انہی سے کروایا کرتے تھے انہوں نے دارالاشاعت پنجاب کے لیے متعدد چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اس کے علاوہ اسی ادارہ کے ہفت روزہ ''پھول'' اور ماہنامہ ''تہذیب نسواں'' کی کتابت کئی برس تک مسلسل کرتے رہے۔

حاجی محمد امین



ع۔۳۱ کتبہ: محمد یوسف لاہوری

مولوی محمد یٰسین قریشی کے برادر خورد حاجی محمد امین ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۳ء کا شمار بھی اچھے خوشنویسوں میں ہوتا ہے ان کا تعلق بھی موضع کوٹلی مچھرانواں ضلع گوجرانوالہ سے ہے خط نسخ و نستعلیق میں یکساں مہارت سے لکھتے رہے کتابت میں جدید طرز کو اپنایا۔ روزنامہ ''پرتاب'' ''ویر بھارت'' ''ملاپ'' ''زمیندار'' کے لیے طویل عرصہ کتابت کی۔ انہوں نے متعدد اشاعتی اداروں کے لیے درجنوں چھوٹی بڑی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ موصوف نے متعدد پنج سورے اور کلام مجید کتابت کئے۔

محمد یوسف

آپ کی مکتوبہ حمائل شریف ۲۶/ایم ایس ایس نمبر کے تحت لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کے قرآن سیکشن کی زینت ہے (ع۔۳۱) جس کی تاریخ کتابت ۱۱۲۰ھ/ ۱۸۸۹ء ہے یہ حمائل شریف رئیس لاہور فقیر سید جمال الدین لاہوری کے لیے لکھی گئی اور انہیں لاہور میں ہی پیش کی گئی۔ (۱۳۸) اس کا سائز 4x3 انچ ہے جبکہ کتابت متن نسخ خفی قلم میں انتہائی چابکدستی سے کی گئی ہے جو موصوف کی قلم پر مضبوط گرفت کی عکاس ہے۔

مولوی نیاز احمد

موصوف مولوی غلام رسول عادل گڑھی کے بیٹے تھے عمدہ نسخ نویس اور کاتب قرآن تھے۔

مولوی نور الٰہی

آپ امام الدین کے بیٹے تھے موصوف نے ۱۵ قرآن کریم کتابت کئے۔

نذیر محمد قریشی

تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء میں پیدا ہوئے اور وفات ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء میں ہوئی اپنے دور کے معروف خوشنویس تھے قرآن کریم بڑے ذوق وشوق سے لکھتے اس دور میں کہا کرتے تھے کہ میں قرآن کریم کی کتابت خط نستعلیق میں کرسکتا ہوں، مگر رسم الخط بدلنے کا حوصلہ نہیں ہوتا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن کریم لندن کے ایک عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس قرآن کریم کے آخر میں نذر محمد قریشی تلونڈی موسیٰ خان پنجاب لکھا ہے۔ (۱۳۹)

حکیم سید نیک عالم شاہ

آپ کے والد کا نام سید نواب شاہ تھا جو گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے اور اپنے برادر بزرگ حکیم سید محمد عالم م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء سے خطاطی سیکھی۔ عمر بھر آپ نے ۵۹ قرآن کریم کتابت کئے۔ (ع۔۳۲) (۱۴۰) جبکہ ایک حمائل شریف ۲۳ دن میں مکمل کی۔ (۱۴۱) جو ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں طبع ہوئی۔ موصوف لاہور دہلی اور کانپور کے اشاعتی اداروں کی کتابت کا کام کرتے رہے۔ آخری زمانہ میں محلّہ گڑھی شاہونتی آبادی لاہور میں رہائش اختیار کی اور یہیں ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء کو وفات پائی۔ (۱۴۲) اور اسی محلّہ کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے آپ کے تلامذہ میں آپ کے چچیرے بھائی سید محمد اشرف علی ہیں جو قرآن پاک کے نابغہ روزگار خطاط اور لاہور کے معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے والد محترم ہیں۔



ع۔۳۲



ع۔۳۳



ع۔۳۴



حواشی وتعلیقات

1- قرآن حکیم۔ سورۃ العلق آیت ۳۔۵۔

2- احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، جلد اول ادارہ دار المعارف، مصر ۱۹۵۳ء ص ۲۴۶۔

3- محمد حمید اللہ۔ زبان اور اللہ کا کلام۔ اورینٹل کالج میگزین خصوصی شمارہ جشن صد سالہ اورینٹل کالج جلد ۴۸ عدد شمارہ ۲ ص ۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء ص ۱۔

4- عبدالقیوم۔ تدریس نسخ۔ آزاد بک ڈپو کراچی۔ ۱۹۶۱ء ص ۱۔

5- Anthony Welch, Calligraphy in the Arts of Muslim World, Asia Society New York 1979. p-5

6- خالد محمود "اقرا باسم ربک الذی خلق" جشن نزول قرآن نمبر روزنامہ کوہستان ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء۔

7- محمد اسحاق صدیقی۔ فن تحریر کی تاریخ۔ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱۹۶۲ء ص ۷۔

8- سلیم اختر "قرآن کے نادر قلمی نسخے" سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جلد اول، جلد ۱۳، نومبر ۱۹۶۹ء لاہور ص ۸۲۴۔

9- سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جلد ۱۳، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۶۹ء ص ۴۰۱۔

10- ایضاً

11- نور الدین بن علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" جلد ۲، ۱۹۸۶ء ص ۱۹۔

12- سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" محولا بالا ص ۴۰۱۔

13- مندرجہ ذیل کاتبین وحی خاص طور پر مشہور ہیں

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت زید بن ثابتؓ (۶) حضرت عبداللہ بن سعدؓ (۷) حضرت زبیر بن العوامؓ (۸) حضرت خالد بن سعیدؓ (۹) حضرت حنظلہ بن ربیعؓ (۱۰) حضرت علاء خالد بن ولیدؓ (۱۱) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۱۲) حضرت محمد اسلمؓ (۱۳) حضرت عبداللہ بن سلولؓ (۱۴) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (۱۵) حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ (۱۶) حضرت عمر بن العاصؓ (۱۷) حضرت تمیم بن اسلتؓ (۱۸) حضرت شرجیل بن حسنہؓ (۱۹) حضرت عبداللہ بن ارقمؓ (۲۰) حضرت ثابت بن قیسؓ (۲۱) حضرت حذیفہ بن الیمانؓ (۲۲) حضرت عامر بن فہیرہؓ (۲۳) حضرت عبداللہ بن جبیرؓ (۲۴) حضرت ابان بن سعیدؓ۔

14- Anthony Welch " Calligraphy in the Arts of the Muslim World. op. cit p-23.

15- ابوالحسن الیکری سیوطی، علاء الدین علی المتقی کنز العمال فی سن الاقوال الافعال۔ دائرہ معارف نظامیہ حیدر آباد ۱۳۱۳ھ ص ۲۲۳۔

16- امام محمد بن عیسیٰ ترمذی "جامع ترمذی" مترجم مولانا فضل احمد دار اشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ اردو بازار کراچی۔ ص ۲۲۸۔

17- محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی "جمہرۃ انساب العرب مولف عبدالسلام محمد ہارون دار المعارف مصر، قاہرہ ۱۹۶۲ء ص ۲۸۵۔

18- شہاب الدین فقیہ الحافظ المحدث احمد بن علی بن محمد، محمد بن علی الکنانی العسقلانی الشافعی المعروف ابن حجر۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، الجزء الثالث، بدار الکتاب المصریہ ۱۹۳۹ء ص ۵۱۳۔

19- سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" محولا بالا ۴۰۱ ص ۴۰۲۔

20- خالد محمود "اقرا باسم ربک الذی خلق" روزنامہ کوہستان محولا بالا ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء۔

21- ایضاً

22- ابوحفوظ الکریم المعصومی "مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے" مجلہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ۔ دسمبر ۱۹۶۱ء ص ۲۔

23- کتاب المصاحف ص ۲۵ فتح الباری ۹: ۱۵ وغیرہ۔

24- حمیدی تباع بین الحسین میں عبدالرحمٰن کی جگہ عبداللہ بن الحارث مقام المخزومی کا نام ملتا ہے جبکہ صحیح بخاری کے دو اول کے نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں۔

25- کچھ لوگ لکھتے ہیں کہ عہد عثمانی سے قبل مصاحف کی تیاری حضرت ابوبکر کے دور میں ہوئی حضرت عثمان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے صحف صدیق کی اشاعت عام کر دی تفصیل کے لئے دیکھیں مصحف عثمان کے تاریخی نسخے محولا بالا فٹ نوٹ ۱۷۔

26- ابوحفوظ المعصومی "مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے" محولا بالا۔ ص ۸،

27- سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جلد نمبر اول۔ محولا بالا۔ ص ۴۰۴۔

28- ایس ایم ڈیونڈ مترجم پروفیسر شیخ عنایت اللہ "مسلمانوں کے فنون" پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۰۰۔

29- شبلی نعمانی۔ المامون۔ سنگ میل پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۵۰۔۱۵۱۔

30- Zia-ud Din "Moslem Calligrapy" Visva Bharati Bookshop. Calcutta 1936. p.p. 16,17.

31- سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جلد نمبر اول۔ محولا بالا۔ ص ۴۰۵۔

32- طارق مسعود "اسلامی خطاطی قدیم وجدید" لاہور عجائب گھر۔ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۶۔

33- ایس ایم ڈیونڈ "مسلمانوں کے فنون محولا بالا۔ ص ۱۰۱ عبدالقیوم۔ تدریس نسخ۔ آزاد بک ڈپو کراچی۔ ۱۹۶۱ء ص ۱۰۰۔

34- D.Rumes & G.Scirickel " Encyclopedia of Arts " Phliosophical Libery. New York 1946. p. 1123

35- عبدالقیوم "تدریس نسخ" آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور فروری ۱۹۶۷ء ص ۱۱۔

36- احمد سہروردی کا مکتوبہ قرآن کریم نیشنل میوزیم کراچی کی زینت ہے۔ احمد سہروردی یاقوت کے چھ باکمال شاگردوں میں سے ایک تھا۔

37- مسٹر بیلی کے مجموعہ میں عبداللہ الصیرفی کے ہاتھ کا قلمی قرآن کریم موجود ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء ہے اس میں سورتوں کے عنوان کوفی میں ہیں جو شوخ قرمزی، فیروزی اور سبز رنگوں سے لکھے گئے ہیں۔ جن کی زمین طلائی ہے۔

38- Martin Lings " The Quranic Art of Calligraphy and Illumination " London. 1976. p.53

39- Lois Lamya Alfaruqi " Islam and Arts" National Hijra Council Islamabad. 1985 p.p. 50,51.

40- عبدالقیوم "تدریس نسخ" آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور فروری ۱۹۶۷ء ص ۱۰۔

41. Ekmeleddin Ihsanoglu,young Turks of the Art-of Calligraphy; Arts & the Islamic world vol 4 No.3, 1987 London PP.76.80

42- ایس ایم ڈیونڈ "مسلمانوں کے فنون" محولا بالا۔ ص ۱۰۲۔۱۰۳،

43. .Rundes &n G.Selrickel"Enycyclopedia of Arts."op.cit.p.487

44. Ahmad Nabi Khan "Al-Mansurah.A Forgotten Arab Metropalis. Deptt of Archaeology. Karachi.p.14

45.Dr.F.A.Khan "Bhanbore"Deptt. of Archacology. Karachi.p 14

46۔شیخ محمد اکرام "آب کوثر" ص ص ۶۴۔۴۵

47۔سید علی ہجویری "کشف المحجوب" مترجم سید محمد احمد قادری اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔۱۹۸۰ ص ۱۰۷

48۔ایضاً۔شیخ محمد اکرام۔آب کوثر محولا بالا۔ص ۶۱

49۔شیخ محمد اکرام "آب کوثر" محولا بالا۔ص ۳۹

50۔ابوالقاسم فرشتہ ترجمہ عبدالحی خواجہ "تاریخ فرشتہ" شیخ غلام علی اینڈ سنز جلد اول ۱۹۷۴ء ص ۱۵۲

51۔ابوالقاسم فرشتہ "تاریخ فرشتہ" محولا بالا۔ص ۱۵۲

52۔ایضاً ص ۱۵۳

53۔اعجاز راہی "تاریخ فرشتہ" محول بالا۔ص ۱۵۲

54۔ابوالقاسم فرشتہ "تاریخ فرشتہ" محولہ بالا۔ص ۲۶۸

55.W.E.Begley "Monumental Islamic Calligraphy from India."Islamic Foundation Villa Park, Illionis New York.1985.p.48

56۔انجم رحمانی "برصغیر پاک و ہند میں خطاطی"۔لاہور مجانب گھر لاہور ۱۹۷۸ء۔ص ۷

57۔شاہنواز خان مترجم محمد ایوب قادری "ماثر الامراء" جلد دوم۔مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء۔ص ص ۴۵۷، ۴۵۸۔

58۔شیخ محمد اکرم "رود کوثر" طبع پنجم دہم ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ۔لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۳۶۔

59۔عابد نظامی "لاہور میں قرآنی نوادر" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔جلد دوم۔شمارہ ۵ جلد ۱۳ نومبر ۱۹۶۹ء۔ص ۸۳۳

60۔عبداللہ چغتائی۔"خطاطی ۱۷۰۰ء، ۱۹۷۴ء" تاریخ ادبیات فارسی مسلمانان پاکستان، جلد ۵، فارسی ادب سوم، پنجاب یونیورسٹی۔ص ۳۳۴

61۔ایضاً ص ۳۴۲

62۔ایضاً ص ۳۴۴

63۔شیخ محمد اکرم "آب کوثر" چوتھا ایڈیشن۔ادارہ ثقافت اسلامیہ۔۱۹۹۰ ص ۶۴

64۔مولانا سید عبدالحی لکھنوی "زہرۃ الخاطر بہجۃ المسامع والنواظر" ترجمہ ابوتحیی امام خان نوشہروی۔مقبول اکیڈمی۔لاہور ۱۹۶۵ء جلد اول ص ۱۴۲

65۔ابوالقاسم فرشتہ "تاریخ فرشتہ" محولا بالا۔ص ۱۵۳

66.Anjum Rehmani. "Introduction to Manuscripts Gallery of Lahore Museum. Lahore Museum Lahore. 1998.p.9

67۔سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر محولا بالا۔ص ۸۰۸

68۔غلام محیوفت قلمی "تذکرہ خوشنویساں" ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۹۱۰ء۔ص ۹۱۔

69۔راقم الحروف نے موصوف کے حالات اوران کی دستخط شدہ تحریر حاصل کر کے محفوظ کر لی ہے۔

70۔حاجی محمد اعظم پروین رقم کے تلامذہ سے تھے اور موصوف نے خوشی محمد سے بھی اصلاح لی تھی۔

71۔طارق مسعود "مرقع خط" محولا بالا۔ص ۱۰۰

72۔مندرالہی "قرآن کریم کا منفرد طلائی نسخہ" روزنامہ جنگ ۱۵ تا ۲۱ اپریل ۱۹۸۳ء

73۔ایضاً

74.Dr.Muhammad Iqbal Bhutta "Abdul Rashid's Rare Manuscript in the Collection of Lahore Museum "Lahore Museum Bulletin vol-II July Dec. 1989.No.2 Lahore.pp.52-59

75۔غلام محیوفت قلمی "تذکرہ خوشنویساں" محولا بالا۔ص ۵۴

76۔مزید تفصیلات کے لیے "احوال و آثار خوشنویساں" ازمہدی بیانی جلد اول۔ص ۱۸۵

77۔سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ محولا بالا۔ص ۸۰۸

78۔ایضاً

79۔ڈاکٹر محمد حسین قلعداری "قدیم ترین علمی ماحول" "مجلہ مہک" گوجرانوالہ نمبر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔ص ۱۹۷

80۔مولوی سراج الدین نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۹۲ء میں وفات پائی جس پر مولوی عزیز الدین نے قطعہ تاریخ لکھا۔

81۔ولیم ارسکن "ظہیر الدین بابر اوران کا عہد" مترجم حسین انور، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء ص ۵۵۷

82۔سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر محولا بالا۔ص ۸۲۰

83۔عبدالرحمن کیلانی خوش نویس نے ۱۹۹۷ء میں وفات پائی۔وسن پورہ لاہور میں رہائش پذیر رہے راقم الحروف نے موصوف سے ملاقات کر کے یہ حالات لیے۔

84۔راقم الحروف نے یہ نام گیلانیوں کے شجرہ نسب سے لیے جن کی تصدیق عبدالرحمن کیلانی نے کی۔

85 محمد عنایت اللہ وارثی "گرد سفر" پروگریسو بکس اردو بازار لاہور۔۱۹۸۵ء ص ۳۵۳

86۔نیشنل میوزیم لائبریری پیر جھنڈا کلیکشن نسخہ نمبر ۵

87۔شجرہ شریف نقشبندیہ حضرات، حافظ عبدالمجید صاحب ساکن گدگور ضلع سیالکوٹ باہتمام مولوی عبدالمجید ساکن الہ آباد ضلع بریلی۔

88۔سقوط بغداد کے بعد جو لوگ برصغیر آئے ان کی پہلی منزل لاہور یا ملتان تھی۔

89۔سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" محولہ بالا ص ۸۰۶

90۔ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری "کتب خانہ القریشیہ قلعدار گجرات دے پنجابی قلمی نسخے" کھوج چھیماہی ۹۰۸ قلمی نسخہ نمبر جلد ۴ شمارہ ۲ جنوری۔جون ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۸ جلد ۵ شمارہ ۱ جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔ص ۳

91۔دیکھئے ذخیرہ مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی نسخہ نمبر ۱۹۷۶/۶۵ء

92۔انجم رحمانی "خطاط اور خوشنویس" مجلہ مہک گوجرانوالہ نمبر محولا بالا۔ص ۲۹۹

93۔سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولا بالا۔ص ۸۱۶

94۔محمد عنایت اللہ وارثی "مرقع خوشخطی" مکتبہ نظر سرگودھا روڈ گجرات ۱۹۷۸ء ص ۳۳

95۔محمد دین تاثیر "مدینۃ الاولیاء" اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور۔۱۹۷۶ء ص ۲۲۲

96۔سید انور حسین رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم۔محولا بالا۔ص ۸۱۴

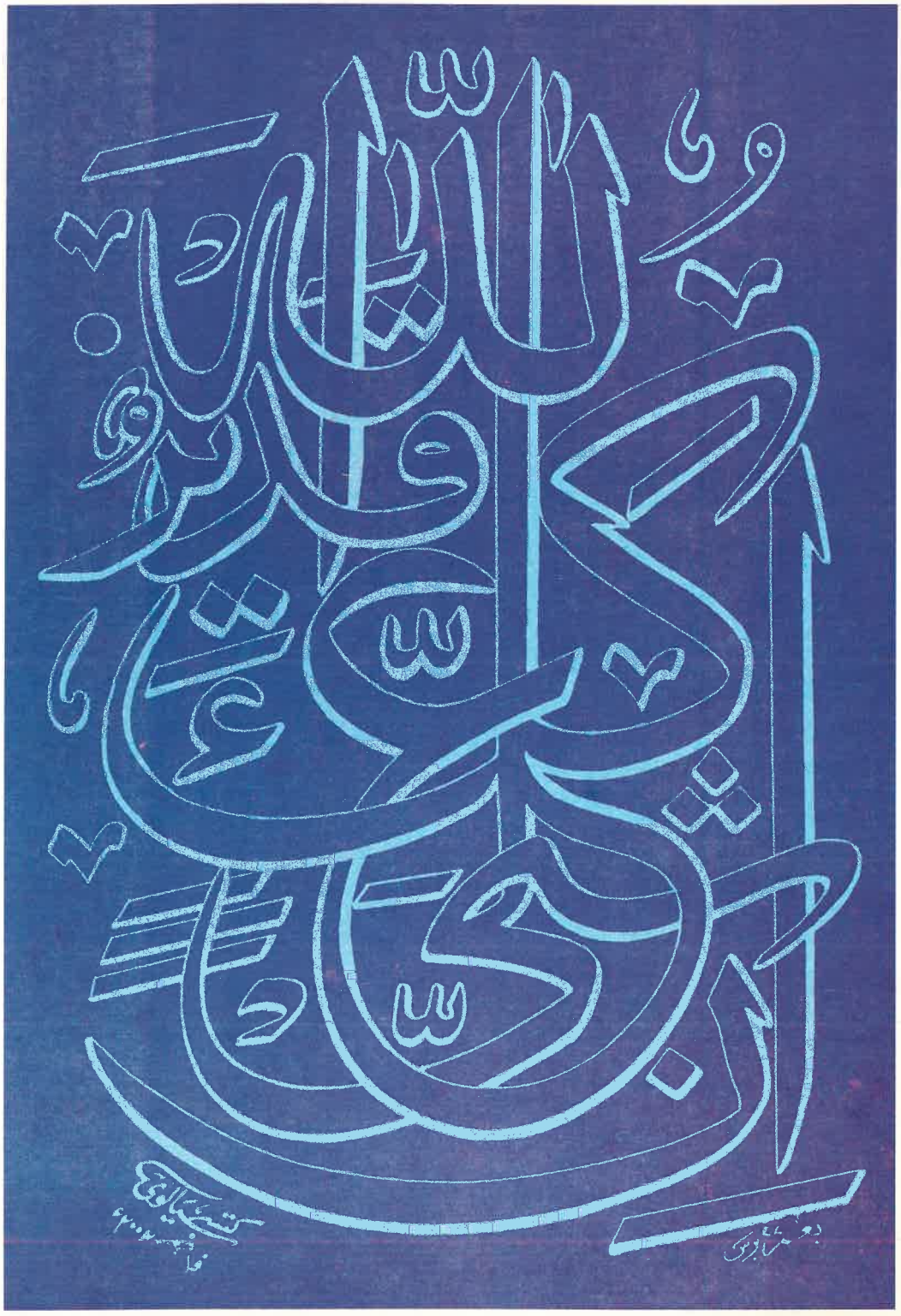
97۔محمد دین تاثیر "مدینۃ الاولیاء" محولا بالا۔ص ۲۲۲

98۔ دیکھئے ذخیرہ مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی نسخہ نمبر ۱۹۸۰ء ص ۳۰۷
99۔ مفتی غلام سرور ''خزینۃ الاصفیاء'' جلد دوم۔ نول کشور ایڈیشن کانپور ۱۸۶۸ء ص ص ۳۹۱۔۳۹۲
100۔ حکیم محمد موسیٰ ''اطباء عہد مغلیہ سے دور حاضر تک'' نقوش جلد دوم۔ ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۶۲ء ص ۸۱۳
101۔ کنہیا لال ''تاریخ لاہور'' مرتبہ کلب علی خان فائق مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور نمبر ص ۷۳
102۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری ''اطباء عہد مغلیہ سے دور حاضر تک'' محولا بالا نقوش لاہور نمبر ص ۸۲۰
103۔ نور احمد چشتی ''تحقیقات چشتی'' الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور ۱۹۹۳ء ص ۸۲۱
104۔ سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولا بالا ص ۸۱۶
105۔ محمد عنائیت اللہ وارثی ''گردسفر'' محولہ بالا ص ۳۵۱
106۔ دیکھئے علامہ اقبال کی زیر مطالعہ کتب علامہ اقبال میوزیم نمبر ۵۶۔۷۷ء
107۔ ڈاکٹر نذیر احمد علی گڑھ ''نادر العصر استاد احمد معمار تاج محل کے خاندان کے مصنفین کے مخطوطے'' اورینٹل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۶۰ء۔ جلد ۳۶۔ عدد ۳۔ عدد مسلسل ۱۴۱ ص ۲
108۔ صادق علی دلاوری ''لطف اللہ مہندس بن نادر العصر استاد احمد لاہوری کے متعلق کچھ مزید معلومات،، اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۹ء شمارہ مسلسل ۱۷۶۔۱۷۷۔ جلد ۲۵۔ شمارہ ۱۔۲۔ ص ۲
109۔ سر سید احمد خان۔ ''آثار الصنادید'' مرتبہ خلیق انجم، جلد اول باب ۳۔ کتبہ یازدہم از نور اللہ احمد۔ اردو اکادمی دلی ۱۹۹۰ء ص ۹
110۔ ایضاً
111۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔ ''استاد احمد معمار لاہوری'' کاپی بک شاپ، کتاب خانہ نورس اردو بازار لاہور۔ ص ۸
112۔ سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم۔ محولہ بالا۔ ص ۸۱۶
113۔ یہ حالات سید انور حسین نفیس رقم سے لیے ہیں جو مولانا اشرف علی کے صاحبزادے اور عالم اسلام کے معروف خطاط ہیں۔
114۔ موصوف کے حالات جناب ہاشم الاعظمی سے لیے ہیں جو روزنامہ ''امروز'' میں آرٹ ایڈیٹر تھے اور آج کل روزنامہ ''پاکستان'' کے آرٹ ایڈیٹر ہیں۔
115۔ عابد نظامی ''لاہور میں قرآنی نوادر'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد اول محولا بالا ص ۳۷۔
116۔ عطاء محمد (زردوز) ولد ماسٹر فتح محمد نے سیاہ رنگ کی کریپ پر چاندی کے تاروں سے تین ماہ کی محنت سے تین پارے زردوز کئے اور عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ان پاروں کی زیارت کرائی وزیر مال مغربی پاکستان نے اس کا رنامہ پر زردوز کو طلائی تمغہ دیا، بعد ازاں مرحوم ظہیر الدین لال میا کی بیگم صاحبہ انیس ڈھا کہ لے گئیں اس حوصلہ افزائی پر عطاء محمد نے سونے کی تاروں سے قرآن کریم مکمل کرنے کا عزم کیا اور اس عزم کی تکمیل کے لیے القرآن کمیٹی تشکیل دی گئی۔ پھر پیر آف دیول شریف کی تجویز سے ظہیر الدین لال میا کو اس قرآن کریم کی تکمیل کے لئے کہا گیا جن کی تحریک پر ۲۵ جولائی ۱۹۶۶ء کو ایوب ہال راولپنڈی میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت جنرل ایوب خان نے کی۔ صدر ایوب نے اس قرآن کے لیے تین ہزار کا عطیہ دیا تھا اور دوسرے ذرائع سے ۱۵ لاکھ ۶۷ ہزار کے عطیات جمع ہوئے۔ زردوزی تاج کمپنی کی زیر نگرانی کرائی گئی۔ اس کے لئے منتخب شدہ کپڑا کراچی کی ایبارٹری سے ٹیسٹ کرایا گیا جس کے بارے میں رائے دی گئی کہ یہ کم وبیش بہت عرصہ تک محفوظ رہے گا جب یہ تمام مراحل طے ہو گئے تو ملک عطاء محمد نے کام شروع کر دیا عطاء محمد نے بتایا کہ شروع میں اسے خیال تھا کہ جس نمونے کے مطابق لڑ جھائی کر رہا ہے وہ محمد صدیق الماس رقم کا ہے مگر بعد ازاں پتہ چلا کہ کتابت کا شرف اصل میں حافظ محمد اعظم نصیری کو حاصل ہے اس انکشاف سے ملک عطاء محمد کو حیرت بھی ہوئی اور دکھ بھی، تاہم اس نے حافظ محمد اعظم کو مبارکباد پیش کی۔ اس منصوبے کا افتتاح ۸ جنوری ۱۳۳۸ھ/۱۹۶۸ء کو کراچی میں جنرل محمد موسیٰ نے کیا۔ قرآن کریم کی پروف ریڈنگ شبیر احمد نے کی۔ کل صفحات ۱۲۱۴ ہیں اور وزن ساڑھے چار من ہے اور اس وقت اس پر تین لاکھ روپے لاگت آئی یہ قرآن کریم آج کل لاہور کی بادشاہی مسجد کے ذخیرہ تبرکات میں محفوظ ہے۔ حافظ محمد اعظم کے تین بیٹے شعبہ خطاطی میں خدمات انجام دے رہے ہیں بڑے بیٹے ہاشم الاعظمی روزنامہ ''پاکستان'' میں آرٹ ایڈیٹر ہیں اور چھوٹے بیٹے حافظ محمد ناظم روزنامہ مشرق سے وابستہ رہے جبکہ تیسرے بیٹے لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی سے وابستہ ہیں۔
117۔ اعجاز راہی ''تاریخ خطاطی'' ادارہ ثقافت اسلامیہ اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ص ۱۴۵/۱۴۴۔
118۔ عبدالقادر کردی ''الخط العربی وادابہ'' طبع ثانی، مدرسۃ تحسین الخطوط العربیہ مصر۔ ۱۹۸۲ء ص ۲۰۴
119۔ دیکھئے مخطوطہ نمبر ۱۹۲۹ محمد حسین لاہوری، لاہور عجائب گھر ذخیرہ مخطوطات
120۔ سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولا بالا ص ۸۱۴
121۔ منشی عبدالرحمٰن ''آئینہ ملتان'' مکتبہ اشرف المعارف۔ جہلیک۔ ملتان۔ ۱۹۸۷ء ص ۲۶۶
122۔ انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' محولہ بالا ص ۸۰۷
123۔ عبدالقادر کردی ''الخط العربی وآدابہ'' محولا بالا ص ص ۲۰۴، ۲۱۶
124۔ دیکھئے ذخیرہ مخطوطات لاہور عجائب گھر مخطوطہ نمبر ایم ایس لیس ۹۲۹
125۔ اس قرآن کریم کی تصاویر بھی لی گئیں مگر شومئی قسمت کہ فوٹو گرافر شفقت ملک مرحوم نے یہ تصاویر ضائع کر دیں۔
126۔ سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولہ بالا ص ۸۲۰
127۔ دیکھئے ذخیرہ مخطوطات ایم ایس ایس/۹۲۸ لاہور عجائب گھر۔
128۔ مظہر قیوم معروف خطاط محمد شیخ انور مرحوم کے ماموں زاد ہیں۔
129۔ محمد عنایت اللہ وارثی ''گردسفر'' محولہ بالا ص ۳۵۶
130۔ سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرن نمبر جلد دوم۔ محولا بالا ص ۸۱۸
131۔ عزیز الدین فوفلزئی ''ہنر خط در افغانستان در دو قرآن اخیر'' سلسلہ نشرات انجمن نمبر ۱۳۴۲ھ ص ۷۷
132۔ روزنامہ ''جنگ'' ۱۰ جون ۱۹۹۶ء ص ۸ جلد ۱۷۔ شمارہ ۲۳۳
133۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان ۱۷۰۷ء سے ۱۹۷۶ء'' جلد ۵ فارسی ادب سوم۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۳۴۱
134۔ دیکھئے ذخیرہ ''قرآنی مخطوطات'' مخطوطہ نمبر ۴۶۵۔ قرآن محل۔ دارالاحسان۔ ضلع فیصل آباد

135- Dr. Muhammad Iqbal Bhutta"Epigraph of Masjid Kharasian-The Earliest Extent Nastaliq Stone Inscription From Lahore. Lahore Museum Bulletin, Vol.III . No.2 July _ Dec.1990. p.p. 78-86

136- Hadyat Ullah Sidiqui" Acatalogue of Quranic Manuscripts in the National Museum of Pakistan Karachi. Deptt. of Archacology & Museums. Govt. of Pakistan. Karachi. 1972 p.49

137۔ انجم رحمانی ''ضلع گوجرانوالہ۔ خطاط اور خوشنویس'' مجلہ مہک گوجرانوالہ نمبر، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔ ۸۴۔۱۹۸۲ء ص ۳۰۶
138۔ دیکھئے ذخیرہ مخطوطات لاہور عجائب گھر ایم ایس ایس۔ ۲۶
139۔ سید انور حسین نفیس رقم۔ ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولا بالا ص ۸۱۳
140۔ ایضاً
141۔ موصوف کے حالات اور نمونے ان سے ملاقات کر کے حاصل کیے۔
142۔ سید انور حسین نفیس رقم۔ خطاطان قرآن محولا، بالا ص ۸۱۴



باب چہارم



لاہور میں خطاطی سکھانے کے مراکز



اسلامی خطاطی سکھانے کی ابتداء

ایک نسل سے دوسری نسل تک علم منتقل کرنے کو سائنس آف ایجوکیشن کہتے ہیں۔بعض لوگ تعلیم کے مفہوم کے معنی محض پڑھنے اور پڑھانے کے عمل کو لیتے ہیں لیکن تعلیم کے وسیع تر مفہوم میں نہ صرف سیکھنا سکھانا، بلکہ اس کے ثقافتی حوالے سے اس کے اثرات کو جاننا بہت ضروری ہے اور کسی بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے تقریر کے علاوہ تحریر ایک اہم ذریعہ ہے۔اس لئے فن خطاطی کی تعلیم ،مسلمانوں میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

عالم اسلام سے بہت پہلے ۱۵۰۰ء سے ۲۵۰۰ق۔م میں بھی تختیوں کا رواج تھا۔یہ تختیاں مٹی کی بنائی جاتی تھیں۔ لاہور میوزیم کی گندھارا گیلری میں پہلی اور دوسری صدی عیسوی سے متعلق گندھارا آرٹ کے نمونوں میں مہاتما بدھ کو سکول میں لکڑی کی تختی پر لکھنے کی مشق کرتے دکھایا گیا ہے (۱) پشاور میوزیم کی گندھارا گیلری میں ایک منقش سل پر گوتم بدھ کو باقاعدہ ایسی ہی لکڑی کی تختی اٹھائے ہوئے دکھایا گیا ہے۔(۲)

کوفہ میں ابوالقاسم بلخی ۱۰۵ھ/۷۲۳ء کے مدرسہ میں کاتبوں کی تعداد تین ہزار بتائی جاتی ہے۔(۳) ایک اور عوامی نصاب ابن التوام سے منسوب ہے کہ بچوں کے معاملے میں اپنا فرض ادا کرنے کے بارے والدین کو لازم ہے کہ وہ انہیں تیراکی ، ریاضی اور کتابت سکھائیں۔ (۴) ان مدرسوں میں نہ صرف اچھے کاتب سامنے آئے بلکہ انہی کاتبوں اور خطاطوں کی وجہ سے بہت بڑے بڑے کتب خانے وجود میں آئے۔ ہر بڑے کتب خانے میں سینکڑوں کی تعداد میں کاتب موجود رہتے۔ جو نہ صرف کتابوں میں اضافہ کا سبب بنتے بلکہ ان کے بہت سے شاگرد انہی کتب خانوں سے تحصیل علم کرتے۔مسلم فن خطاطی کی نمو میں اسلامی جذبہ کارفرما ہے۔(۵) اسلام میں تعلیم کا مقصد خدا کو جاننا اور اس کی تعریف کرنا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس کی تعریف کرنا۔حدیث ہے کہ ''طالب علم نبیوں کا وارث ہوتا ہے'' اسلام میں تعلیم کا مقصد خدا کو جاننا اور اس کی تعریف کرنا، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس کی تعریف کرنا۔ سائنس ہو کہ آرٹس، علم جفر ہو یا علم اشکال، جغرافیہ ہو یا آثار قدیمہ، کسی بھی علم کا حصول خطاطی کے بغیر ممکن نہیں۔اگر کوئی مسودہ خوبصورت الفاظ کے قالب میں ڈھل کر ہمارے سامنے نہ آئے تب تک علم کا حصول ممکن نہیں اور اگر کسی علم میں دینی اور مذہبی پہلو بھی ہو تو اس کا سیکھنا اور سکھانا عبادت کی حدوں کو چھونے لگتا ہے۔(۶) جہاں مسلم خطاطوں نے مساجد، مزاروں، اور درس گاہوں کو قرآنی خطاطی سے سجا کر آموزگان خطاطی کو مختلف مکاتب مہیا کیے وہاں پہلی صدی ہجری چھٹی صدی عیسوی سے ہی مسلمانوں کا اسلام کے ساتھ لگاؤ اور خطاطی کے ساتھ محبت کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آج ہر مسلم گھرانے میں کسی نہ کسی خطاط کا لکھا ہوا مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن کریم موجود ہے۔ جس کی ہر طرز حیران کن ہے۔ ہر خطاط قرآن، اس کی کتابت روح کی گہرائیوں سے مقدس فریضہ سمجھ کر کرتا ہے یہاں آرٹ آرٹسٹ کی نسبت زیادہ اہمیت کا حامل ہے بہت سے خطاط قرآنی مخطوطات پر محض ادب کے لحاظ سے اپنا نام نہیں لکھتے تھے۔مگر بعض نے بڑے اہتمام سے نام کے ہمراہ دیگر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔اس فن میں استاد کا درجہ انتہائی معتبر ہوتا ہے اسلامی خطاطی ساتویں صدی عیسوی کے وسط میں اور ہجرت کے تیس سال بعد شروع ہوگئی۔(۷) اس دور میں حضرت علی خطاط تھے جن کے بارے میں حضور نے فرمایا

''انا مدینه العلم ، علی بابها''

''میں علم کا شہر ہوں تو علی اس کا دروازہ''

اس طرح تمام مسلم خطاطین کا روحانی رشتہ حضرت علیؓ سے ہے۔(۸) اور شاید یہ فضیلت بھی خطاط ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ نے عطا فرمائی۔ کاغذ کی ایجاد سے مسلمانوں نے ۱۳۳ھ/۷۵۰ء میں اس فن کو اور بھی وسعت دی۔ اس طرح خطاطی کے ذریعے تعلیم کو مزید وسعت دی گئی اور دوسری صدی ہجری اور آٹھویں صدی عیسوی میں خطاطی مسلم دنیا میں پھیل گئی اور اس کے مختلف سکول وجود میں آئے۔ پہلی صدی ہجری کی تحریریں گو جمالیاتی اعتبار سے اتنی خوبصورت نہیں لیکن وہ موجودہ رسم الخطوط کی بنیاد تھیں۔ مختلف ممالک میں تمام بڑے خطاطوں کے پاس ہمہ وقت کافی شاگرد جمع رہتے جو ان کے کام کو آگے بڑھاتے۔ ابن خلدون کے مطابق



ع۔۱

''مصری خطاطوں کے بارے مشہور ہے کہ جہاں ان کے خط بے حد پاکیزہ ہوتے ہیں وہاں بعض اساتذہ خوش نویسی بھی سکھاتے ہیں اور ہر حرف کی مخصوص وضع کے قوانین و ضوابط بتاتے ہیں اور خود اپنے شاگردوں کو بنا بنا کر دکھاتے ہیں۔(ع۔۱) جس سے اس علم کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ قاہرہ میں بعض اساتذہ لوگوں کو خوش نویسی کے اصول و قوانین سکھاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہترین کاتب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے اور یہ فن وہ علمی قوانین و اصول کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اس لیے انہیں بہترین خوش نویسی آ جاتی ہے۔(۹)

ایک اچھے خطاط کے لیے قوت مشاہدہ از حد ضروری ہے اسی قوت مشاہدہ سے حروف کے قالب کو اپنے دماغ میں اتار کر ویسا ہی بنانے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ ان حروف کا نقشہ اس کے دماغ پر اترا ہے۔ اسلام میں تصویر کشی کی حوصلہ شکنی کی وجہ سے مسلمانوں کے ذوق جمالیات کی تسکین خطاطی کو نئی نئی جہتیں مہیا کر کے ہوئی۔ اسلام سے قبل بھی مختلف ملکوں اور شہروں میں خطاطی سکھانے کے مراکز قائم تھے مگر اسلام کے بعد خطاطی کی تعلیم کے لیے، مدرسہ، خانقاہوں میں اس کے سکھانے کا رواج ہوا۔ خطاطی کا باقاعدہ مدرسہ مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابن ارقمؓ کے گھر قائم کیا جہاں آپ لوگوں کو کلام اللہ پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام کلثومؓ کو مدینہ بھیجا تا کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔ وہاں مسجد نبوی میں درس قائم ہوا اور اس کام کی نوعیت کے اعتبار سے لفظ ''تکتیب'' سے لفظ کتاب یا مکتب بنا اور بعد میں اس لفظ کی اصل کو فراموش کر دیا گیا (۱۰) رفتہ رفتہ ''مکتب'' کا اطلاق عام تعلیمی اداروں کے لیے بھی ہونے لگا۔ اسلام کی فتوحات کے ساتھ ساتھ فن خطاطی نے بھی ترقی کی منازل طے کیں۔ سفیان بن امیہ اور ابوقیس بن عبد مناف مکہ کے اولین باشندے تھے جنہوں نے قرآت اور کتابت کا فن سیکھا (۱۱) عربوں میں سب سے پہلے جس شخص نے اس فن کو پیشے کے طور پر اپنایا وہ وادی القریٰ کا باشندہ تھا جس نے علاقے میں لوگوں کو قرأت اور کتابت کی تعلیم دینی شروع کی (۱۲) جس سے اس فن کو متعدد افراد نے سیکھا ظہور اسلام کے وقت قریش میں صرف ۱۷ ایسے افراد تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اسی طرح لکھنے پڑھنے کی مذہبی اور سیاسی ضرورتوں کے تحت حوصلہ افزائی کی گئی جس کے نتیجہ میں بیشتر اصحاب پیغمبر اسلام کے کاتب کے فرائض انجام دیتے تھے جن کی تعداد ۴۲ تک پہنچتی ہے۔(۱۳)

قرأت اور کتابت سکھانے کا اہتمام عام طور پر اساتذہ فن کے گھروں ہی میں ہوتا تھا۔ پروفیسر فلپ حتیٰ نے لکھا ہے کہ ''ابتدائی مدرسہ کے نصاب میں قرآن مجید اہم ترین درسی کتاب تھی اور پڑھانے کے ساتھ ساتھ اسے لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ (۱۴)''

اسلام کے ابتدائی دور میں خطاطی سکھانے کا رواج ہو چکا تھا اس کے باقاعدہ مدارس کے بارے میں Gold Ziher کے حوالے سے ڈاکٹر شلیبی نے لکھا ہے۔

(۱) رسول کریم کی ایک زوجہ محترمہ ام سلمہؓ نے ایک معلم کاتب سے کہلوایا کہ وہ مدرسے کے کچھ بچوں کو بھیج دے جو اون صاف کرنے اور کاتنے میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔

(۲) عمر بن میمون نے ۶۹۶ء نظر بد سے محفوظ رہنے کے لیے ان وظائف کی تفصیل بتائی ہے جو صحابی سعد بن ابی وقاص اپنے بچوں کو بتاتے تھے کیونکہ معلم ان بچوں کو صرف کتابت کی تعلیم دیتا تھا۔

(۳) ابن عمر اور ابوسید ایک مرتبہ ایک کاتب کے قریب سے گزرے اور لڑکوں کو مخاطب کیا۔ (۱۵)

صحابیہ ام الادراز ایک لڑکے کو پڑھنے اور لکھنے کے لیے ایک تختی پر کچھ حکیمانہ اقوال لکھ دیا کرتی تھیں۔ (۱۶)

ہارون الرشید کے زمانے میں بیت الحکمہ میں علان الشعوی الواقدی (متوفی ۲۰۸ھ/۸۲۳ء)، محمد بن سعید، عیسائی طبیب حنین بن اسحاق، آزرق محمد بن الحسن بن دینار الحافظ عبدالوہاب اور الجہشیاری کے کاتب امام شافعی کے بھائی احمد بن عبدوسی تھے ابن البواب ۴۱۳ھ/۱۰۲۲ء اور بہاؤالدین عضدوالدولہ کے خطاطی میں استاد تھے۔ (۱۷)

خطاطی سکھانے کا کام ترکی عراق، مصر، اندلس، برصغیر پاک و ہند ایران میں بڑے عروج پر رہا اور یہاں کے خطاط اجرت پر کام کرتے۔ شیخ زین الدین شعبان بن داؤد والماری نے سب سے پہلے خطاطوں کے لیے اجازہ یا سند کا رواج ڈالا۔ (۱۸) شعبان کے ہمعصر عراقی خطاطوں میں محمود الثنائی، صالح آفندی سلامی (موصل) فضل اللہ آفندی اور محمد سعید النوری قابل ذکر ہیں۔ (۱۹)

ایک اچھے طالب علم کی قوت مشاہدہ اتنی ہو کہ وہ خوبصورتی اور بدصورتی کو ممیّز کر سکے۔ ابن خلدون ایسی خطاطی کے سخت خلاف ہے جو ایک خاص مقصد یا معنی پیش کرتی ہو وہ اسی خط کو ترجیح دیتا ہے جو اسلام کے قریبی دور میں تھا۔ ابن خلدون نے یہ نہیں بتایا کہ اس فن کو کیسے سیکھا جائے اس مقصد کے لیے کتاب آداب املا والاستملا جو عبدالکریم ابن محمد السمعیانی نے مرتب کی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر اس لحاظ سے اہم ہے کہ ایک تو یہ چھٹی صدی ہجری/ بارہویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ سمعیانی کی وفات ۵۶۲ھ/ ۱۱۶۷ء کے وقت فن خطاطی عالم اسلام میں بام عروج پر تھا۔ اس کتاب کا ناصحانہ انداز اس کی دوسری خوبی ہے مصنف اس میں اپنے آپ کو ایک طالب علم ظاہر کرتا ہے۔ یوں آموزگان خطاطی اس ناصحانہ انداز السمعیانی کا نقطہ نظر آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ کاغذ، قلم، سیاہی کے انتخاب کے بارے نصیحت کے بعد وہ اچھے خطاط کی خوبیاں بتاتا ہے (۲۰) حروف کے بارے میں اس کی رائے ہے کہ وہ جلی ہونے چاہئیں نہ کہ خفی (۲۱) السمعیانی کے مطابق اچھا خطاط وہ ہے جس کا لکھا ہوا واضح اور صاف ہو اور پڑھا جا سکے۔ کوئی مسودہ لکھنے سے قبل ہر آموز خطاطی کو بسم اللہ علیحدہ سطر میں لکھنی چاہیے کیونکہ آیت قرآنی ہمیشہ مسودہ سے علیحدہ ہوگی۔ السمعیانی نے ہر حرف کے بارے ہدایات اشکال کی مدد سے دی ہیں حتیٰ کہ اس نے نقاط کی اہمیت کے بارے میں بھی بتایا ہے (۲۲) کہ اولاً یہ علیحدہ روشنائی سے لگائے جائیں یا پھر ان کے درمیان خلا Space چھوڑی جائے پھر ایک صفحہ لکھنے کے بعد ہر طالب علم دیکھ لے کہ دوسرا صفحہ خشک ہو گیا ہے اچھی بات یہ ہوگی کہ لکھنے والا خود دیکھے اور محسوس کرے کہ آیا جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ درست

ہے السمعیانی نے استاد شاگرد کے درمیان اچھے روابط پر زور دیا ہے۔ اس کا طرز تخاطب ایک پختہ ذہن کے آدمی والا ہے ''کتاب'' میں خطاطی کی تعلیم کے لیے طالب علموں کو سلیٹ مشق کے لیے مہیا کی جاتی غریب طلبہ بورڈ یا تختی استعمال کرتے اور اسے دھوکر دوبارہ مشق کرتے اسی طرح پھر وہ چند الفاظ مزید بتاتا اور پھر وہ اسی طریقہ پر مشق کرتے اور یہ مشقیں عموماً قرآنی آیات پر مبنی ہوتیں اس طرح ان شاگردوں کو خطاطی کی تعلیم کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم بھی مل جاتی۔ ابن جبیر (۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء) لکھتے ہیں کہ بیشتر جگہوں پر قرآن کا معلم الگ ہوتا تھا اور قرأت اور کتابت کا استاد الگ۔ تلاوت قرآن کے بعد کتابت سیکھنے کے لیے طلباء کو دوسری جگہ یا دوسرے استاد کے پاس جانا ہوتا تھا۔ اس طرح وہ اچھے کاتب بن کر ابھرتے کیونکہ کتابت کا استاد کوئی اور مضمون نہیں پڑھاتا تھا۔ (۲۳)

ابن بطوطہ (۷۷۹ھ/ ۱۳۷۷ء) نے بھی یہی حالات قلمبند کئے ہیں کہ کتابت کا استاد الگ اور قرات کا استاد الگ ہوتا تھا۔ کتابت کا استاد طلباء کو شاعری اور دوسری چیزوں سے تعلیم میں مدد دیتا تھا لیکن کتاب مقدس کے احترام کی بنا پر وہ قرآن نہیں پڑھاتا تھا۔ (۲۴) ابن خلدون (۸۰۸ھ/ ۱۴۰۵ء) نے لکھا ہے کہ قرآن اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کتابت نہیں سکھائی جاتی تھی اس کا ایک مخصوص معیار ہے اور جس طرح دوسرے فنون سکھائے جاتے ہیں اسی طرح قرأت اور کتابت کی تعلیم کے لیے خاص اساتذہ ہوتے ہیں۔ طلباء کے ابتدائی مدرسوں ''کتاب الصبیان'' میں قرأت اور کتابت نہیں سکھائی جاتی جو طلباء یہ فن سیکھنا چاہیں انہیں فن کے استادوں سے رجوع کرنا چاہیے۔ (۲۵) مائیکل ہملٹن مملوک یروشلم میں لکھتے ہیں۔

"Students had to learn, and teachers of calligraphy were paid for their labour, though teaching does not seem to have been a road to fortune, some calligrapher doubled as book dealers. selling what they produced and often employing other scribe. Although primarily patronage, could pay lavishly it was rarely a secure living dependent as it was upon a patron, fortune, taste and passion for the art. Commitment could be mutable, moral, professional, self-discipline, The long years of diligent application had passed before a student could hope claim proficency in the most exalted of Islamic arts. As the teachers and lectrurers (Sing mudaras) gathered with their students in new residential colleges maintained by the appropriate salaries so the sufies, the shaykhs and the neophyts lived, and assembled for their devotions, in foundation variously called khanqehs ribats or zaiyas. Specilized offshoots from the Madrasa concept were centres for the study of Koran (Sing. Dar-ul-Kuran) and similarly those for the tradition of the prophet (Sing. al- Hadith)"

''شاگردوں کو خطاطی سیکھنا پڑتی تھی اور خطاطی کے استادوں کو ان کی محنت کا عوضانہ ملتا تھا لیکن خطاطی سیکھنا بجائے خود خوش قسمتی کا ذریعہ نہ تھا۔ اس لئے بعض پیشہ ور خطاط کتابوں کی خرید وفروخت اپنے شاہ پاروں کی فروخت اور اپنے کام کے لئے دوسرے لوگوں کو ملازم رکھ کے اپنی آمدنی میں اضافہ کر لیتے تھے۔ اگر چہ اس فن کی سرپرستی ابتدائی طور پر بہت نفع بخش ثابت ہو سکتی تھی لیکن ایسی سرپرستی شاذ ہی محفوظ ذریعہ آمدنی ثابت ہوتی۔ اس کا انحصار تو سرپرست کی مستقل سرپرستی اپنی خوش بختی اور فن کے مطالق اس کے جذبہ اور ذوق پر ہوتا۔ اس فن سے وابستگی بدل بھی سکتی ہے، اور یہ محض اخلاقی اور پیشہ وارانہ اور انضباطی ہو سکتی ہے۔ ایک طالب علم کو اسلامی فنون کی اس اعلیٰ ترین

شاخ میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے لئے لمبے عرصہ تک اس فن کی آبیاری کرنا پڑتی ہے۔ جن اقامتی تعلیمی اداروں میں مدرس حضرات ایسے شاگردوں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں وہیں صوفی شیخ اپنے شاگردوں کے ساتھ عبادت کے لئے رہائش پذیر ہوجاتے ہیں ایسے اداروں میں تخواہیں مناسب ہوتی ہیں اور عرف عام میں انہیں خانقاہ، رباط یا زاویہ کا نام دیا گیا ایسے مدرسے جو قرآن کریم کی تعلیم کے لئے مخصوص ہوتے تھے دارالقران کہلائے اور درس حدیث کا انتظام کرتے ان کو دارالحدیث کہا جاتا تھا۔''

خدیو اسماعیل نے مشہور خطاط عبداللہ الزھدی کو مدرسہ خدیویہ میں مدرس مقرر کیا۔ احمد فواد الاول کی طرف سے ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں ترکیہ کے مشہور عالم خطاط عبدالعزیز الرفاعی کے ذمے مصحف کی کتابت ہوئی۔ رفاعی نے ۶ ماہ میں اس کی کتابت مکمل کی اور آٹھ ماہ اس کی تذہیب پر صرف کئے۔ (۲۷) فواد الاول نے اکتوبر ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں مدرسہ تحسین الخطوط الملیہ کھولا اور اس کا صدر عبدالعزیز الرفاعی کو ہی مقرر کیا اس مدرسہ میں احمد الکامل، محمد مونس آفندی زادہ اور معمار زادہ احمد علی خطاط المزحرف بھی اس مدرسہ میں خطاطی اور تذہیب کی تعلیم دیتے رہے۔ (۲۸) جب ترکیہ نے لاطینی رسم الخط اختیار کیا تو ترکی کے متعدد فنکار مصر چلے گئے جن میں حسین آفندی، رضوان آفندی، سعد آفندی، ابراہیم، فواد آفندی، خالد ارض رومی، محمد آفندی حلبی اور محمد آفندی مرزوق شامل تھے۔ ان میں سے اکثر نے قاہرہ، سکندریہ، منصورہ میں تعلیم خط کے شبینہ مدرسے کھول لیے اور پھر ۴۰ سال بعد وہی فن مصر والوں کو سکھایا۔ اس طرح یہ خطاط مصر میں فن خطاطی خصوصاً نسخ اور ثلث کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے۔ (۲۹)

مقابر کے علاوہ اسلامی فن تعمیر میں غیر معمولی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ بادشاہوں، شاہی خاندان کے لوگوں، اعلیٰ عہدیداروں اور ان کے خاندان کے لوگوں صوفیوں اور عالموں کے مقبرے بنائے گئے یہ عمارتیں الگ الگ بھی بنائی گئیں ان میں دو یا تین کو ملا کر بھی بنایا گیا قلعوں اور خانقاہوں میں جہاں مسجدوں کا ہونا ضروری تھا وہاں مدرسوں کے ساتھ مسجدیں بھی بنائی گئیں یا اور ایسی عمارات بھی تعمیر کی گئیں جن میں مقبرہ مسجد اور مدرسہ تینوں کو یکجا کر دیا گیا۔ بعض مقبرے ایسے ہیں جن کے ساتھ صرف مسجد ہے (۳۰) ان مساجد اور خانقاہوں میں خطاطی سکھانے کا انتظام کیا گیا۔

برصغیر میں اسلامی خطاطی سکھانے کے مراکز

برصغیر میں اگرچہ اسلامی خطاطی مسلمانوں کے حملہ سندھ ۹۳ھ/ ۷۱۱ء کے ساتھ وارد ہوئی جو زیادہ تر کوفی آرائشی تھی جس کے نمونے ہمیں بھنبھور عجائب گھر کے مجموعہ نوادرت میں ملتے ہیں کوفی خطاطی کا یہ سلسلہ ملتان اور اس کے مضافات تک ہی محدود رہا جبکہ ۴۱۲ھ/ ۱۰۲۱ء میں لاہور میں اسلامی خط بذریعہ محمود غزنوی آیا۔ ظالم کوٹ سے دو زبانوں میں ملنے والا کتبہ اس کی بہترین مثال ہے۔ (۳۱) محمد بن قاسم سے قبل ۸۶ھ/ ۷۰۵ء میں قتیبہ بن مسلم خراسان کا والی بنا (۳۲) تو اس جگہ سے اسلامی خطاطی ترقی یافتہ شکل میں افغانستان میں غزنی سے ہوتا ہوا لاہور وارد ہوا۔ اس جگہ سب سے پہلے جو اسلامی خط وارد ہوا وہ ثلث تھا (۳۳) اس وقت لاہور میں سنسکرت کا رواج تھا۔ اس کی شہادت محمود غزنوی کے عہد کا وہ ''سکہ'' ہے جو لاہور عجائب گھر کے ذخیرہ مسکوکات میں ہے اس کے ایک طرف سنسکرت اور دوسری طرف عربی عبارت ہے بہرحال محمود غزنوی کے حملوں کے ساتھ ہی یہاں پر خطاطوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی اور یہاں پر مدرسے اور خانقاہیں قائم ہوئیں جہاں باقاعدہ خطاطی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ غزنوی عہد میں غزنی کا باقاعدہ الحاق لاہور سے تھا جہاں غزنی اور لاہور کے علماء کی آمد و رفت جاری رہی اور اس دور میں اسلامی خطاطی کے مراکز یہاں وجود میں آتے رہے۔

"The Lahore remained the hub of floroscent artistic and building activity right from the period of the Ghaznavid." (34)

''غزنوی دور کی ابتدا ہی سے لاہور فنی اور تعمیراتی کاموں کا ایک ابھرتا ہوا مرکز بن گیا۔''

خطاطی کا لاہور سکول

خطاطی کے لاہور سکول کی بنیاد اس وقت پڑی جب سلطان محمود غزنوی نے لاہور ۴۱۳ھ/۱۰۲۲ء میں فتح کیا جس سے یہاں وسط ایشیائی اثرات سے لبریز خطاطی کا ورود ہوا جو اولاً خط ثلث کی شکل میں تھی۔ تمام مورخین متفق ہیں کہ محمود غزنوی (۳۸۸۔۴۲۱ھ/ ۹۹۸۔۱۰۳۰ء) علم وفن کی قدردانی میں اپنے معاصر حکمرانوں سے آگے تھا ہر سال سلطان علماء شعراء اور کاتبوں کی امداد میں کثیر سرمایہ صرف کرتا تھا اس نے غزنی میں نہ صرف دارالعلوم قائم کئے (۳۵) بلکہ اپنے زیر نگیں لاہور میں بھی مدرسے اور لائبریریاں قائم کیں اس دور میں ہر مسجد کے ساتھ کتب خانہ کا قیام لازمی امر تھا جن کی کتب زیادہ تر ماہر خطاطوں کی لکھی ہوئی تھیں۔

لاہور میں خطاطی کے اولین مدارس

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں عروس البلاد لاہور ایک اہم فوجی اور سیاسی مرکز تھا غزنی کی علمی وادبی محفلوں میں لاہور برابر شریک رہا اس عہد میں ایک فوجی جرنیل ساروغ کے زیر انتظام لاہور میں باقاعدہ دفتر دیوانی قائم ہوا اور یہاں پر باقاعدہ کاغذ، قلم دوات میسر آنے لگا اس سے قبل یہاں کاغذ کی کمی تھی برہمن بھوج پتر ہی سے اپنا کام چلاتے تھے اس فوجی جرنیل نے دریائے اٹک سے لاہور تک باقاعدہ اسلامی تعلیم اور خطاطی کے مدرسے قائم کئے۔ بہت سی ہندی کتابوں کے فارسی تراجم ہوئے۔ اس دور میں کوفی سے ثلث کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ جس کے نتیجہ میں ایک مکمل عمارتی خط وجود میں آیا جسے کوفی آمیز ثلث کا نام دیا گیا۔ یہ خط ۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک اپنی کسی نہ کسی شکل میں رائج رہا۔ عوفی نے ''لباب اللباب'' میں سید الکتاب جمال الدین لاہوری کو ابن مقلہ کی طرز کا مقلد لکھا ہے۔ (۳۶) اس کے علاوہ نجیب الدین ابوبکر الترمذی اور سید جمال الدین لاہوری اس دور کے اعلیٰ خطاط تھے ان ہر دو کاتبوں کے بیشتر شاگرد ہوئے۔ (۳۷) اسی دور میں لاہور ہی میں ابو حامد نامی کاتب نے ''کشف المحجوب'' کی کتابت کی جو غالباً اسلامی حکومت کے بعد لاہور میں تیار ہونے والا پہلا مخطوطہ ہے۔ (۳۸) سلطان ابراہیم غزنوی (۴۹۲ھ/ ۱۰۹۸ء) خود ایک اعلیٰ خطاط تھا اس نے خطاطی کی عملاً سرپرستی کی اور اپنے ہاتھ سے قرآن پاک کتابت کر کے مدینہ اور مکہ مکرمہ بھیجے۔

دوسرا مدرسہ

غزنوی دور کی معارف پروری اور علم نوازی کی کئی داستانیں زبان زد عام تھیں غزنی تو علم وفضل کا منبع تھا ہی لیکن اسی سلطنت کا دوسرا صوبہ اور پنجاب کا صدر مقام ہونے کے سبب لاہور بھی علماء اور فضلا کا مسکن بن گیا۔ ابراہیم غزنوی کے ایک وزیر ابونصر فارسی جو ادبی دلچسپیوں کی وجہ سے ادیب مشہور تھا علم وفضل کا مربی تھا اس نے لاہور میں ایک خانقاہ قائم کی جو اہل علم وہنر اور خطاطوں کی جائے پناہ تھی۔ (۳۹) یہ سلسلہ سلطان ابراہیم غزنوی سے چل کر بابر تک یعنی ۴۱۳ھ/۱۰۲۲ء تا ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء تک چلتا ہے اور پھر ۹۳۳۔۱۱۱۹ھ/ ۱۵۲۶۔۱۷۰۷ء تک اور ۱۱۱۹۔۱۲۷۴ھ/ ۱۷۰۸۔۱۸۵۷ء تک بہت سے نامور خطاطین نے اس سرزمین پر خطاطی کی خدمت انجام دی۔

اسی زمانہ میں بے شمار مسلم خاندان دوسرے ممالک سے تلاش معاش یا تبلیغی مقاصد کے لیے لاہور آ کر آباد ہونے لگے یہاں کے حکام کے درباروں میں علماء اور اہل فنون کی کثیر تعداد نظر آنے لگی۔ پنجاب ۴۹۴ھ/۱۱۰۰ء تک غزنوی سلطنت کے ماتحت رہا۔ غزنوی خاندان کے آخری تین حکمرانوں نے لاہور کو صدر مقام قرار دے کر یہیں اقامت اختیار کر لی اس دور میں جہاں دوسرے علماء صلحاء اور بزرگان دین لاہور آئے وہاں خطاطین اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین کی جماعتیں یہاں آ کر آباد ہوئیں۔ خانقاہ ابونصر فارسی میں اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون کی تربیت بھی دی

جاتی تھی اس مدرسے کے ساتھ ایک عالی شان لائبریری بھی تھی یہاں بیش بہا کتابیں تیار ہوئیں۔ ابراہیم غزنوی کی وفات کے بعد علاؤ الدولہ مسعود تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے فرزند مشیر زاد کو پنجاب کا حاکم اور ابونصر فارسی کو نائب حاکم بنایا اور سپہ سالار مقرر کیا۔ (۴۰)

ایبک دور میں خطاطی کے مراکز

غزنوی خاندان کے زوال کے بعد محمد غوری نے لاہور کی حکومت حاصل کی تو قطب الدین ایبک کو فتوحات ہند کا وائسرائے مقرر کیا۔ اس کے دور میں لاہور علوم وفنون میں اس قدر ترقی کر چکا تھا کہ ایبک دور میں جب فخر مدبر نے اپنی کتاب ''شجرہ انساب'' بارہ سالہ محنت اور ایک ہزار کتب کے مطالعہ سے لاہور میں تالیف کر کے قطب الدین ایبک کو پیش کی۔ (۴۱) ایبک نے حکم دیا کہ اس کتاب کا ایک نسخہ خاص اہتمام سے شاہی کتب خانہ کے لیے تیار کرایا جائے۔ یہ واقعہ جہاں ایبک کی علم پروری کی روشن دلیل ہے وہاں یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانہ میں لاہور میں اس قدر کتب خانے موجود تھے جہاں فخر مدبر کو اپنے مطلب کی ایک ہزار کتابیں میسر آ گئیں اور ظاہر ہے کہ اتنی لائبریریوں کے لیے مخطوطات تیار کرنے کا کارخانہ یہاں موجود ہوگا۔ (۴۲) اس کارخانے میں صدہا خوش نویس مخطوطات تیار کرتے ہوں گے۔

التمش کے دور میں خطاطی کے مراکز

التمش (۵۰۷۔۶۳۳ھ/۱۲۱۰۔۱۲۳۶ء) علماء وفضلا کا قدردان اور مربی تھا بلکہ خود بھی ایک عالم فاضل اور نابغہ روزگار خطاط تھا اس کے دور میں نہ صرف خطاطی کی شاہانہ سرپرستی کی گئی بلکہ اس کا بیٹا ناصر الدین محمود (۶۴۴۔۶۶۴ھ/۱۲۴۵۔۱۲۶۵ء) قرآن پاک کی کتابت کے ذریعے اپنی روزی مہیا کرتا تھا۔ غیاث الدین بلبن بھی علوم وفنون کا مربی ثابت ہوا اس کا بیٹا شہزادہ محمد سلطان اور اس کے مصاحب امیر خسرو بھی اچھے خطاط تھے۔ یہ دونوں لاہور کے قریب دریائے راوی کے کنارے منگولوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے منگولوں نے شہزادہ محمد کو شہید کر دیا۔ اس دور میں لاہور اور دہلی میں اعلیٰ خطاطی کی روایات کو فروغ حاصل ہوا۔ التمش نے دو مدرسے مغزیہ اور ناصریہ قائم کئے جن میں عربی فارسی قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ خطاطی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی سلطان کی تقلید میں اس کے صوبائی گورنر بختیار خلجی نے رنگپورہ بہار میں اس قسم کا ایک مدرسہ قائم کیا۔

برصغیر میں یہ روایت جاری رہی گولکنڈہ میں سلطان محمد علی قطب شاہ ترویج علوم میں عالی مرتبہ رکھتا اس نے حیدرآباد کے وسط میں چار مینار کی عمارت اور مسجد تعمیر کی یہ ایک بہت عظیم الشان مدرسہ تھا اور اس میں مصلحین و متعلمین رہتے تھے اس کے علاوہ سلطان نے اور بھی بہت سے مدرسے اور علوم وفنون کے مراکز قائم کئے ایک مدرسہ حیدرآباد کے مضافات میں بھی تعمیر کیا ان بڑے مدارس کے علاوہ جنوبی ہند میں بے شمار ابتدائی مکاتب بھی موجود تھے۔ جو استادوں کے مکانوں میں قائم ہوتے تھے ان مکتبوں میں شاگرد آلتی پالتی مار کر بچ یا چٹائی پر بیٹھتے تھے اور سرکنڈے یا واسطین کے قلم سے کاغذ پر لکھتے تھے (۴۳) کاغذ زیادہ تر چین سے درآمد کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ یورپی کاغذ کے مقابلے میں اچھا نہ ہوتا یورپ کا کاغذ صاف اور پتلا تھا قرآن اور فارسی کی تعلیم زیادہ تر مسلمان حاصل کرتے تھے۔ (۴۴)

شہاب الدین غوری کے زمانے میں ایبک نے علم وفن کی جو سرپرستی کی اور یہاں پر مدارس قائم کئے۔ جس کے نتیجہ میں ایک عمارتی خط کوفی آمیز نسخ وجود میں آیا۔ یہ ۵۹۷ سے ۹۰۶ھ/۱۲۰۰۔۱۵۰۰ء تک عمارتی خطاطی کے طور پر رائج رہی جس کی مثال دہلی میں مسجد قوۃ الاسلام، التمش کا مزار اور اجمیر شریف میں مسجد اڑھائی دن کا جھونپڑا ہے۔ ایران عراق اور مصر میں بھی یہی خط رائج تھا۔ التمش محمد تغلق ناصر الدین محمود وغیرہ نہ صرف خود اعلیٰ خطاط تھے بلکہ خطاطوں کے سرپرست بھی رہے۔ بقول مستفیض الرحمٰن۔

"In medieval times all over the muslim world the art of calligraphy was taught in the educational institutions as a compulsary subject. Moreover, the prespective students could have special lessons from master calligraphers." (45)

''قرون وسطی میں دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں خطاطی کو تعلیمی اداروں میں ایک لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں متوقع طالب علم فن خطاطی کے استادوں سے خاص عملی ہدایت بھی لے سکتے تھے۔''

سلطنت دور میں عمارتی خطاطی کے لیے غزنی سے لے کر قاہرہ تک عمارتی خطاطی کے لئے ایک ہی خط جسے مملوکوں اور سلجوقیوں کا نمائندہ خط قرار دیا جا سکتا ہے۔

خطاطی کے مراکز مغلیہ دور میں

سلاطین کے دور کے بعد مغلیہ دور میں بھی نہ صرف معیاری کتابوں کی کتابت کا سلسلہ جاری رہا بلکہ بہت سے خطاطین لاہور میں بس گئے بقول سری واستوا۔

"Second most important aspect of this study has been that Lahore (now in Pakistan) has emerged as a most significant nucleous of art and cultural activity as revealed from the evidence available from the manuscripts the Libraries of Indian and abroad." (46)

اس مطالعہ کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ لاہور (جواب پاکستان میں ہے) آرٹ اور کلچر کا مرکز بن کر ابھرا، اس بات کی شہادت ان مخطوطات سے ملتی ہے جو ہندوستان اور بیرونی ممالک کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

بابر سے قبل ہندوستان میں مفت تعلیم کا رواج تھا۔ طلبہ سے کسی قسم کی فیس یا اجرت نہیں لی جاتی تھی اور انہیں ابتدائی تعلیم خاص اہتمام سے دی جاتی۔ چنانچہ کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں مسجد نہ ہو اور ہر مسجد کے ساتھ مکتب ہوتا تھا اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بھی مکتب اور مدرسے تھے اور مسجد کا امام عموماً امامت کے علاوہ کتابت اور حکمت کرتا تھا۔ پنجاب کے دیہات میں یہ رواج آج بھی ہے۔ بڑے شہروں میں سرکاری سرپرستی میں مکاتب قائم تھے جن سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء مستفید ہوتے مساجد اور صوفیائے کرام کی خانقاہیں ملک بھر میں قائم تھیں جہاں عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ خطاطی اور کتب سازی پر بھی توجہ دی جاتی رہی جہاں صوفیا کے ملفوظات بڑے اہتمام سے کتابت کئے جاتے تھے۔ اس مقصد کے لیے مصارف کے طور پر بادشاہ اور امراء جاگیریں اور تعلیمی وظائف جاری کرتے۔ بابر جب ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کے ہمراہ وسط ایشیا بالخصوص ہرات کے فضلا، نقاش اور خطاط بھی آئے جن کی وجہ سے لاہور میں نستعلیق کا آغاز ہوا۔ ان خطاطین میں ملا زاہد اور خود بابر قابل ذکر ہیں۔ دولت خان لودھی کی دعوت پر بابر نے دہلی پر حملہ کیا لیکن بابر کے لاہور پہنچنے پر دولت خاں اپنی دعوت سے منحرف ہو گیا اور آمادہ جنگ ہوا۔ بابر نے اسے شکست دے کر لاہور پر قبضہ کر لیا جہاں اس کے ہاتھ دولت خان لودھی کا کتب خانہ لگا جسے اس نے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا بابر اور ہمایوں کے عہد میں شیخ محمد منجو اور ملا سرخ کے زیر سایہ بہت سے خطاط لاہور میں کتابوں کی تیاری کا کام کرتے رہے جن کی سرپرستی اور توجہ سے فن کتابت اور کتب خانوں کی ترویج میں جن شہروں اور علاقوں کا دخل رہا ان میں لاہور سرفہرست تھا۔ یہاں بڑے بڑے علماء فضلاء اور ماہرین فن پیدا ہوئے۔ (۴۷) مولانا شہاب الدین ہروی ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء بابر کے عہد کے مشہور خطاط لاہور سے دہلی گئے اور حضرت نظام الدین اولیا کے مزار کے بعض کتبات لکھے۔

میرزا کامران کا دودھ بھائی محرم کوکہ کے خوبصورت نستعلیق کا مصور مخطوطہ لاہور عجائب گھر کی زینت ہے۔ (۴۸)

ہمایوں (۹۳۷۔۹۶۳ھ/۱۵۳۰۔۱۵۵۶ء) ہر وقت اپنے ہمراہ اپنا کتب خانہ رکھتا اس کے کتب خانے میں نادر کتابیں ایرانی اثرات کے تحت تیار کی گئیں جو معروف خطاطین کی خطاطی اور عظیم مصوروں کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں جو آج دنیا کے عجائب گھروں کی زینت ہیں۔ دہلی میں قلعہ کہنہ کے اندر شیر منڈل کی عمارت میں اس نے ایک بڑی لائبریری قائم کی یہیں اس کی موت واقع ہوئی۔

ہمایوں کے زمانے میں (۹۳۷۔۹۶۳ھ/۱۵۳۰۔۱۵۵۵ء) میں یہاں مولانا شہاب الدین کے بیٹے کمال ابن شہاب اعلیٰ درجہ کے خطاط تھے۔ جن کی ثلث طرز میں خطاطی کا ایک نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ (۴۹) اس کے علاوہ میر منصور استر آبادی اور اس کا بیٹا مولانا قاسم، میرزا احمد حسین، مرزا احسین، خواجہ محمد مومن، مولانا شمس الدین کاشانی وابستہ رہے۔ (۵۰)

شیر شاہ سوری اور اس کے جانشین اسلام شاہ سوری کے دور میں بھی خطاطی کا عروج برقرار رہا۔ اس دور کے قلعہ رہتاس ضلع جہلم اور مسکوکات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خط پر بنگال کے اثرات ہیں۔ ثلث اور کوفی آمیز ثلث قلعہ رہتاس ضلع جہلم میں موجود ہیں۔ بہر حال مغلوں کی سرپرستی میں یہ فنون لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ انہوں نے اس فن کی ترقی کے لیے بہت زیادہ اقدامات کیے اکثر مغل حکمران یا تو خود خطاط تھے یا انہوں نے ماہرین فن کو مراتب پر فائز کیا اور اساتذہ کے فن پاروں کو شاہی لائبریریوں کی زینت بنایا۔ آرائش عمارات کے لیے اس عہد میں خطاطی جس پیمانے پر استعمال ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے دھات، روغنی برتنوں اور روغنی ٹائیلوں، پیپر ماشی اور لکڑی کی بنی ہوئی اشیاء کے ظاہری حسن کو خطاطی کے مختلف نمونوں سے آراستہ کیا گیا۔

اکبری عہد میں لاہور میں خطاطی کے مراکز

اگرچہ اکبری دور (۹۶۳۔۱۰۱۴ھ/۱۵۵۵۔۱۶۰۵ء) میں پریس وجود میں آ چکا تھا اور اس ابتدائی دور کی چند مطبوعات اکبر کے سامنے پیش کی گئیں لیکن یہاں مغلوں کی روایتی نزاکت آڑے آئی اور یہ رد کر دی گئیں دیکھا جائے تو اکبر کا فن خطاطی، نقاشی، چھوٹی تصاویر، (Miniature Painting) جلد سازی، قلمسازی، کاغذ سازی، پر یہ احسان تھا اس پابندی کی وجہ سے کاتبوں کی کثیر جماعتیں ہر وقت موجود رہیں جو کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کتابوں کی نقول مہیا کرتیں اس عہد میں ملا بلال، عنایت اللہ اور خواجہ شریف کے تحت بہت سے کاتب مخطوطات تیار کرتے۔ اکبر کو نادر کتب جمع کرنے کا جنون تھا اگرچہ وہ خود ان پڑھ تھا مگر وہ ہر رات ایک نئی کتاب، کتاب خواں سے خاص اہتمام سے سنا کرتا۔ اس کا شنیدہ علم حیرت انگیز تھا علمی مباحثوں میں بڑے بڑے علماء کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ لاہور اکبر کے عہد میں ۱۴ سال دارالخلافہ رہا اور یہیں سے حکومت ہند کو کنٹرول کیا گیا اس وقت دربار شاہی لاہور میں ہونے کی وجہ سے بہت سے خطاط یہاں مقیم تھے۔ (۵۱) جو یہاں پر لائبریریوں کے لیے نادر مخطوطات تیار کرتے۔

مغلیہ سلطنت کی بنیادیں اکبری دور میں ہی مستحکم ہوئیں۔ اکبر نے ہی بچوں کے لیے کتاب خوانی کے اسباق اور لفظوں کو ملا کر پڑھنے کی طرح ڈالی اس طرح جو سبق بچے مہینوں اور سالوں میں یاد کرتے اب وہ دنوں میں ازبر کر لیتے تھے۔ قانون اسچیٹ (۵۲) کے اثرات کے پیش نظر مغل حکمرانوں کی دیکھا دیکھی عمائدین سلطنت نے بھی مختلف علوم وفنون کی کھل کر حوصلہ افزائی کی اکبری دور میں لاہور میں مدرسہ ہائے خطاطی قائم تھے۔ برٹش میوزیم لندن میں ایک مخطوطہ رسالہ در تاریخ خوشنویساں موجود ہے جس میں اکبر اعظم سے لے کر اکبر ثانی تک کے خوشنویسوں کا ذکر زمانی اعتبار سے کیا گیا ہے یہ رسالہ ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں نستعلیق نویسوں کا ذکر جبکہ دوسرے باب میں شکستہ اور شفیعہ کے ماہروں تیسرے میں نساح جبکہ چوتھا اور آخری باب شاہی مہروں کی کھدائی کرنے والے کے ذکر سے پر ہے۔ اس کے مطابق نستعلیق نویسوں میں محمد حسین کشمیری زریں قلم، میر خلیل اللہ شاہ بادشاہ قلم، جعفر علی مقید، مولانا خواجہ محمود، عبدالمجید شیریں قلم، ملا سید سمرقندی،

میر فتح اللہ شیرازی، خنجر بیگ چغتائی، خان عالم، اشرف خان میر منشی، مظفر خان، عبداللہ مشکیں قلم، میر صالح، میر مومن، عبدالرحیم خانخاناں، میرزا عزیز اور میرزا داراب، خواجہ سلطان علی، زین الدین کوکہ، ملا عبدالقادر، رائے منوہر، محمد شریف راجہ ٹوڈرمل، مرزاء عزیز کوکلتاش، محمد یوسف کابلی حسین بن احمد چشتی میر معصوم قندھاری، حکیم رکنا، مولانا علی احمد نشانی، میر دوری اور عبدالرحیم عنبرین قلم جیسے خطاطوں کے نام مذکور ہیں۔ (۵۳)

محمد حسین کشمیری زریں قلم

اکبر کے قیام لاہور کے دوران یہ خطاط دربار سے منسلک تھا اس لیے لاہور میں موجود رہا۔ یہاں پر اس نے بہت سے شاگرد چھوڑے۔ کتبہ ہرن مینار شیخوپورہ محمد حسین نے ہی لکھا تھا۔ (۵۴) اکبر نے شاہی کاتبوں کی نگرانی میں اپنے کارخانہ جات شاہی میں ایک خاص شعبے کا اضافہ کیا جس میں کتاب سازی کے متعلق تمام جملہ فنون سکھائے جاتے تھے اس کارخانہ میں ۱۰۰ سے زائد مصور تھے اور بے شمار نقاش جو خطاطوں کے ساتھ مل کر مخطوطات تیار کرتے نتیجہ کے طور پر ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء تک کتب خانہ شاہی میں چوبیس ہزار نسخے محفوظ ہو چکے تھے۔ (۵۵) محمد حسین کشمیری نے مخطوطہ ''بہارستان جامی'' لاہور میں کتابت کیا جسے بہت سے مصوروں نے مصور کیا اس کے علاوہ ''دیوان انوری'' مصور (۹۹۶ھ/ ۱۵۸۸ء) لاہور ہی میں تیار ہوا۔ (۵۶) جن کی نزاکت اور رعنائی لاہور میں خطاطی کی اعلیٰ روایات کی شہادت ہے۔

عبدالرحیم عنبرین قلم

محمد حسین زریں قلم کے علاوہ عبدالرحیم عنبریں قلم (۵۷) بھی اکبری دربار سے ہی منسلک تھا اس نے نہ صرف مختلف کتبات اور وصلیاں تحریر کئے بلکہ مخطوطات کی تیاری میں بھی کاتبوں کی جو جماعتیں کتابت کرتیں ان کی نگرانی کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ لاہور میں عبدالرحیم الہروی عنبریں قلم کا ماحول ایک آراستہ بیٹھک تھی۔ (۵۸)

عبدالرحیم خانخانان کا کتب خانہ

مغلیہ دور میں ہر امیر کا اپنا الگ کتب خانہ ہوتا تھا۔ اکبر کے لاہور قیام کے دوران یہاں علمی، ادبی اور فنی سرگرمیاں مزید تیز ہوگئیں۔ اکبر کے اتالیق، بیرم خان کا بیٹا عبدالرحیم خانخانان جس کی فیاضی اور سخاوت نے حاتم کو بھی مات کر دیا تھا۔ لاہور ہی میں پیدا ہوا جہاں اس کے باپ کا رفیع الشان محل لاہور کے لیے باعث فخر تھا۔ (۵۹) اس نے یہاں ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں کاتب ملازم تھے۔ (۶۰) جو نوآموزگان کو تعلیم خط بھی دیا کرتے تھے۔ پروفیسر محمد شجاع الدین رقمطراز ہیں۔

''کتب خانہ کا ادارہ کتابت محض کتابیں تیار کرنے کا کارخانہ ہی نہ تھا۔ بلکہ اس میں نوآموزگان کو متعلقہ فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی چنانچہ ہم ''مآثر رحیمی'' میں بہت سے باکمالوں کے حالات دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فنون میں مہارت اسی کتب خانے میں حاصل کی۔'' (۶۱)

عبدالباقی نہاوندی میاں ندیم کے حالات میں لکھتا ہے۔

''درفن نقاشی وتصویر بعد از مانی و بہزاد او مثل او از مادمتولد شدہ بود وایں کسب دریں کتابخانہ ودر خدمت ایں سپہ سالار نمودہ بود۔'' (۶۲)

''مصوری اور نقاشی میں مانی اور بہزاد کے بعد اس جیسا کام مادنے کیا اور اس نے اس لائبریری اور اس سپہ سالار سے یہ کام سیکھا تھا۔''

مولانا مشفق نقاش نے یہیں سے نقاشی کی تربیت حاصل کی۔ (۶۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کتابت، نقاشی،

مصوری، جدول سازی، جلد سازی، کاغذ سازی، وصلی سازی، قلمسازی، قلمدان سازی، جیسے فنون یہاں سکھائے جاتے تھے۔ یہ لوگ متعلقہ فنون سیکھ کر اسی ادارے میں ملازمت حاصل کر لیتے تھے عبدالرحیم عنبریں قلم نے فن خطاطی یہیں سے سیکھا (۶۴) اور تکمیل تربیت کے بعد خانخاناں نے اسے ملک ملازمان شاہی میں منسلک کرادیا۔ مزید برآں عبدالرحیم خانخاناں کے کتب خانہ میں کتابوں کی تیاری کن مراحل میں سے گزرتی اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

"The profession of a copiest being fairly profitable, literary men and scholars adopted it. Normally their daily income through copying saleable books was three to four rupees. They were also employed in libraries for transcribing books and were paid regular remuneration. They were appointed as teacher, the most reputed among them being selected for instructing princes, princesses and sons of nobles. Often the prince had more than one teacher in calligraphy each being incharge of the particular kind of hand re specialized. The calligraphists were given chart of libraries where their duty was to supervise the work of subordinate scribes engaged in copying books and look to the quality of their handwriting,the average of his mistakes and his speed, Mullah Muhammad Amin of Kashan the superintendent of library of Abdur Rahim Khan Khanan was paid monthly salery of 4 thousands rupees. In the library of Banu Ammar, at Tripoli 180 scribes worked of whom a guoup of 30 could always be seen at work day and night. In the private library of Bayasatghar, who was a calligrapher himself, 40 scribes worked under the supervision of Maulana Jafar Scribes were very often scholars of recognised status and while they served as copyists they could do their own creative work too (e.g). Ibn Saeed was a copyist of Waqdi and has written stupendous biography of Prophet." (65)



ع۔۲

چونکہ نقل نویسی کا کام نفع بخش تھا عالم فاضل لوگ اسے اختیار کرتے تھے۔ عمومی طور پر قابل اشاعت کتابوں کی نقل نویسی سے بھی چار روپے روزانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ نقل نویسوں کو کتب خانوں میں کتب نویسی کے لئے بھی ملازم رکھا جاتا تھا۔ اوران کا باقاعدہ محنتانہ مقرر ہوتا تھا۔ ایسے لوگوں کو بقول معلم بھی مقرر کیا جاتا تھا۔ اور ان میں زیادہ ثبوت کے حامل لوگوں کو شہزادوں، شہزادیوں اور امراء کے بچوں کے لئے مختص کرلیا جاتا تھا۔ خطاطی کی تعلیم کے لئے اکثر ایک شہزادے کے ایک سے زائد اساتذہ ہوتے تھے۔ (ع۔۲) ہر استاد کا کام خالص طرز خطاطی میں تعلیم دینا ہوتا تھا۔ جس کا وہ ماہر سمجھا جاتا تھا۔ خطاط حضرات کو کتب خانوں کی ایک فہرست دے دی جاتی تھی۔ تاکہ وہ ان کتب خانوں میں کتابوں کی نقل تیار کرنے والے تحت کاتبوں کے کام کی نگرانی کریں۔ ان کی خوش خطی کے معیار کو پرکھے، ان کی رفتار اور اغلاط پر نظر رکھے، کاشانی کے ملا محمد امین، جو عبدالرحیم خان

خاصب کے کتب خانے کا مہتمم تھا کہ ماہوار تنخواہ 4 ہزار روپے تھی۔ تریپولی میں ہنوعمار کے لائبریری میں 180 کاتب کام کرتے تھے۔ جن میں سے 30 کاتبوں کا ایک گروہ دن رات کام میں مصروف رہتا بائستغر کی لائبریری میں 40 کاتب مولانا جعفر کی نگرانی کام کرتے تھے۔ بائستغر خود بھی ایک اچھا خطاط تھا۔ کتب نویس عمومی طور پر اچھی کثرت کے حامل عالم فاضل ہوا کرتے تھے۔ ایسے افراد کتب نویسی کے علاوہ وہ اپنا تخلیقی کام بھی کر سکتے تھے۔ مثلا ابن سعید اچھا نقل نویس تھا۔ اس نے اپنے کام کے علاوہ پیغمبر اسلام کی سوانح حیات پر ایک جامع کتاب تصنیف کی۔''

جہانگیری دور کے خطاط

جہانگیر کو خطاطی اور مصوری سے اس قدر دلچسپی تھی کہ مختلف مصور اگر ایک تصویر کو بناتے تو وہ بتا دیتا کہ کون سا حصہ کس مصور کے موئے قلم کا شاہکار ہے جہانگیر کو لاہور سے دلی وابستگی تھی وفات کے بعد اس نے یہیں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر سری واستوا لکھتے ہیں۔

"Jahangir 1605-1627 was very fond of Lahore (the second capital of the Kingdom, and , on his way to Kabul and Kashmir, held his court there." (66)

اس کے دور میں عمارات عمدہ خطاطی سے مزین کی گئیں بے شمار مخطوطات تیار کئے گئے۔ کتب خانوں میں بہت سے کاتب ملازم تھے جن میں اشرف خان اور خواجہ محمد شریف کی نگرانی میں لاہور میں کئی کاتب کام کرتے رہے جنہیں خطاطی کی تربیت دی جاتی۔ عہد مغلیہ میں چھاپہ خانوں کا رواج نہ تھا تصانیف کی کتابت کے لیے کافی کاتب میسر تھے۔ (٦٧) شاہی کتب خانوں اور امراء کے کتب خانوں میں خوشنویسوں کا مجمع رہتا۔ جن پر ایک نامور خوش نویس افسر مقرر ہوتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح بیسویں صدی میں اخبارات کی اشاعت کے لیے ہر اخبار کے پاس سو سے زائد کاتب ملازم رہے اوران پر ایک افسر بطور ہیڈ کاتب مقرر ہوتا جو ان کی قلمیں اور خطاطی چیک کر کے اخباری خطاطی کا معیار برقرار رکھتا۔ اس طرح یہ طریقہ کتب خانوں کے ملازم کاتبوں کے لیے بھی تھا۔ جہانگیر کا درباری شاعر طالب آملی لاہور کے حضرت شاہ ابو المعالی کا مرید تھا۔ شاعری کے ساتھ ساتھ خطاطی بھی کرتا۔ نور الدین لاہوری اس عہد کا نامور خطاط تھا جس کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ ''گلستان'' لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ آئین اکبری کے مطابق نور اللہ، میر حسن کالنگی وغیرہ کو بھی اکبر اور جہانگیر کے عہد کا خطاط بیان کیا گیا ہے میر حسین کالنگی نے مخطوطہ فارسی رباعیات میر سید جامہ باف بقلم خفی (٩٨٣ھ/ ١٥٧٥ء) میں لاہور میں لکھا۔ (٦٨) جہانگیر خود اچھا خطاط تھا اس کی لکھی ہوئی ایک وصلی باڈلین لائبریری میں موجود ہے جبکہ دوسری وصلی دہلی میوزیم میں ہے اس کی طرز تحریر کا نمونہ تحفتہ السلاطین پر بھی ہے اور انٹرنیشنل پبلک لائبریری بانکی پور میں اس کی تحریر کے نمونے موجود ہیں۔ جہانگیر نے خسرو، خرم اور پرویز کی تربیت خطاطی میں بہت اچھی طرح سے کی۔ جہانگیر سے منسوب ایک دوات میٹروپولیٹین میوزیم آف آرٹ نیویارک میں موجود ہے۔ (٦٩) (ع۔٣) جہانگیر



ع۔٣

نے خواجہ شریف بن عبدالصمد شیریں قلم کو امیر الامراء کا خطاب دے کر اس کی سرپرستی کی جس کی نگرانی میں بے شمار مخطوطات تیار ہوئے۔ اس کے علاوہ مکتوب خان کی سرکردگی میں بہت سی کتابیں کتابت کی گئیں۔ (۷۰) محمود بن اسحاق شہابی الہروی عبدالکریم جہانگیری عہد کے نامور خطاط گزرے ہیں۔

لطف اللہ مہندس بن استاد احمد معمار

تاج محل آگرہ کے معمار کا تعلق لاہور سے تھا۔ اس کا خاندان بھی خطاطی میں اعلیٰ مقام کا حامل رہا ہے استاد احمد معمار کے بیٹے لطف اللہ مہندس کا ذکر خطاطان قرآن کے ضمن میں گزرا ہے۔ (۷۱) اس خاندان نے خطاطی کے فروغ کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔

شاہی قلعہ لاہور کا مکاتیب خانہ

لاہور کے شاہی قلعہ کے اندر موتی مسجد کے پاس خوشنویسوں کے لیے حجرے بنائے گئے تھے جہاں کاتب حضرات بیٹھ کر کتابوں کی کتابت کے علاوہ آنے جانے والوں کے حلیے رقم کیا کرتے تھے۔ یہ حجرے مسجد وزیر خان کے حجروں سے مشابہ ہیں ان حجروں میں کاتب اور جلد ساز بیٹھا کرتے تھے اور ان علوم کو سیکھنے کے شائقین یہاں آ کر خطاطی اور اس کے دوسرے امدادی فنون سیکھتے یہ عمارت معمور خان کے زیر اہتمام ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۷ء میں بنوائی گئی تھی۔ (۷۲)

ابوالفضل کا گھر

جہانگیر ایک مرتبہ جب لاہور میں ابوالفضل کے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ۴۰ کاتب قرآن و حدیث کی کتابت کر رہے ہیں۔ اس نے اکبر سے یہ شکایت کی۔ ظاہر ہے لاہور میں ابوالفضل کے گھر پر ۴۰ کاتب اعلیٰ پائے کے تھے جن کا شاگردی کا سلسلہ بھی خاصا وسیع تھا۔ یہ اکبری دور کے صرف ایک امیر کی خطاطی کے لیے سرپرستی کی دلیل ہے جبکہ دوسرے امراء علوم وفنون کی سرپرستی میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے اور لاہور میں خطاطی کی اعلیٰ روایات کے امین تھے۔

عبداللہ الحسینی کا مدرسہ

عبداللہ الحسینی ترمذ کا باشندہ تھا۔ (۷۳) اس کو دربار شاہی سے ''مشکیں قلم'' کا خطاب عطا ہوا یہ خطاط زیادہ عرصہ لاہور ہی میں رہا یہاں اس نے قلیچ خان گورنر لاہور کے لیے کئی وصلیاں کتابت کیں۔ یہ وصلیاں فقیر خانہ میوزیم اور لاہور عجائب گھر میں موجود ہیں اس کے علاوہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسجد خراسیاں لاہور کا کتبہ ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء جو راقم الحروف کی کاوشوں سے آج لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری کی زینت ہے۔ (۷۴) ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے دو بیٹے میر مومن، میر صالح اچھے خوشنویس تھے جو شاہ جہانی دربار سے وابستہ رہے۔ جن کے علاوہ اس خطاط کے اور شاگرد یہاں موجود تھے۔ عبداللہ الحسینی کے نانا مرزا نظام الدین احمد کا قیام لاہور میں رہا بلکہ ان کا مزار بھی سوڈیوال لاہور میں اب تک موجود ہے۔ جہانگیر کے بعد شاہ جہاں نے خطاطی کی سرپرستی جاری رکھی اس دور میں ایران سے معروف خطاط عماد الحسینی کا بھانجا عبدالرشید دیلمی ترکی سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا جہاں اس کے بہت سے شاگرد ہوئے۔ (۷۵) سری واستوا کے بقول۔

''شاہ جہاں کے دور میں نہ صرف شاہ جہاں اعلیٰ خطاط تھا بلکہ اس کے چاروں بیٹے اور دو بیٹیاں جہاں آراء اورزیب النساء بلند مرتبہ خطاط تھے۔ (۷۶) ان میں سے داراشکوہ اورزیب النساء، عبدالرشید دیلمی کے اورنگ زیب

سید علی خان جواہر رقم کے شاگرد تھے۔'' (۷۷)

اورنگ زیب نسخ کا عمدہ استاد تھا۔ اس نے خطاطی کو ہمیشہ دوسرے تینوں پر ترجیح دی۔ داراشکوہ نے اکبر سے شاہ جہاں کے دور تک معروف خطاطوں کی وصلیوں کو یکجا کر کے ایک خوبصورت البم تشکیل دیا اسی طرح کا ایک اور البم اس وقت لاہور عجائب گھر کی زینت ہے۔ (۷۸) شاہ جہاں لاہور ہی میں پیدا ہوا اسے اپنی جنم بھومی سے بہت پیار تھا۔ اس شہر میں علمی و ادبی ترقی میں اس نے خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا سینکڑوں چوٹی کے علماء فضلاء یہاں سے دربار شاہی پہنچے جس کی وجہ سے مدینۃ الاولیاء لاہور میں بلخ، بخارا، خراسان، ترکستان کے طالب علم کشاں کشاں یہاں پہنچنے لگے اور گلی گلی کوچے کوچے میں مکاتب قائم ہوئے ان میں سے چند اہم مکاتب مندرجہ ذیل ہیں جہاں اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی فنون کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔

مدرسہ مائی لاڈو، درس میاں وڈا، مدرسہ میانی، مدرسہ خیر گڑھ گڑھی شاہو، مدرسہ ابوالحسن تربتی مغلپورہ، مدرسہ شیخ بہلول، مدرسہ ملا فاضل قادری، مدرسہ خواجہ بہاری۔ الغرض ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء میں لاہور جہاں سیاسی طور پر ایک مضبوط اور مستحکم حکومت کا دارالخلافہ تھا وہاں یہ شہر علمی ادبی اور فنون خطاطی کے اعتبار سے بھی بین الاقوامی شہرت کا حامل رہا۔



دہلی میوزیم میں شاہ جہاں کی قلمی وصلی اور چند مخطوطات رام پور سٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں جن پر شاہ جہاں کی خطاطی کے نمونے ہیں پٹنہ میوزیم انڈیا میں شاہ جہاں کی ایام شہزادگی کی لکھی ہوئی ایک وصلی ہے جبکہ چیسٹر بیٹی لائبریری ڈبلن میں شاہ جہاں کی تحریر موجود ہے۔ ''رسالہ در تاریخ خوشنویساں'' میں شاہ جہاں کے عہد کے نستعلیق نویسوں کے نام درج ذیل ہیں۔

ملا باقر کشمیری۔ مقصود علی۔ محمد کاشی، حافظ عبداللہ، شکر اللہ، محمد مقیم، محمد مراد کشمیری، عبداللہ الحسینی۔ میر سید علی تبریزی، جواہر رقم، عبدالکریم، عبدالکریم القادری، عبدالرشید دیلمی اور اس کے شاگرد داراشکوہ۔ میر حاجی سعیدائے اشرف۔ چندر بھان، سیج بھان، خواجہ نامی عبدالرحیم فرماں نویس، شہزادی زیب النساء، جہاں آرا، جس کی تحریر ''لقمان کے سو اقوال'' نامی مخطوطہ پر موجود ہے جو رامپور لائبریری انڈیا میں ہے۔ (۷۹)

عبدالرشید دیلمی اور اس کا مدرسہ

عجم میں اسلامی خطاطی کی عمارت پانچ ستونوں پر کھڑی ہے یہ پانچ ستون ملا محمد حسین کشمیری، سلطان علی مشہدی، میر علی، میر عماد اور عبدالرشید دیلمی ہیں۔ (۸۰) برصغیر میں عبدالرشید دیلمی کے بعد جتنے بھی معروف خطاط گزرے ہیں ان سب کا سلسلہ تلمذ مندرجہ بالا پانچ اساتذہ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے لاہور کے خطاطین اپنا تعلق خطاطی کے حوالے سے عبدالرشید دیلمی کی ذات سے جوڑتے ہیں برصغیر میں اس فن کے تمام مراکز یعنی لاہور، دہلی، لکھنؤ، دکن کا سلسلہ تلمذ عبدالرشید دیلمی سے ملتا ہے جس کے ماموں میر عماد کو شاہ عباس صفوی کے دور میں بوجہ تسنن و تصوف ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء میں ۶۳ سال کی عمر میں شہید کر دیا گیا۔ (۸۱) عبدالرشید دیلمی اپنے دیگر رشتے داروں کے ہمراہ ہجرت کر کے ترکی پہنچا۔ (۸۲) جہاں اس نے نستعلیق کو فروغ دیا وہاں سے لاہور پہنچا۔ (۸۳) شاہ جہاں میر عماد کے خط کا قدردان تھا جو کوئی میر عماد کی لکھی ہوئی وصلی شاہجہاں کو پیش کرتا تو وہ ''یکصدی منصب'' پاتا۔ لاہور قیام کے دوران عبدالرشید دیلمی کے متعدد شاگرد ہوئے اس طرح لاہور مرکز نستعلیق کے طور پر سامنے آیا۔ (۸۴) آج لکھنو سکول کے نمائندہ خطاط ہوں یا دکن یا دہلی سکول کے سب اپنا رشتہ عبدالرشید

دیلمی کی ذات سے جوڑتے ہیں۔(ع۔۴،۵) لاہور میں قیام کے بعد عبدالرشید دیلمی شاہ جہاں کے دربار سے وابستہ ہوا اور داراشکوہ اور زیب النساء کا اتالیق مقرر ہوا۔ پھر ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۸ء میں مہتمم کتابخانہ مقرر ہوا۔ (۸۵) کتابوں کی حفاظت تیاری کے لیے سامان اور کاتبوں کی جماعتیں تیار کرنا اس کے فرائض میں شامل تھا (۸۶) دیلمی کے علاوہ اس عہد میں میر صالح میر مومن کتب کی تیاری پر مامور رہا۔ رشید دیلمی کی وفات بعض نے ۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء لکھی ہے۔ جو غلط ہے۔ غلام محمد ہفت قلمی نے ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء لکھی ہے (۸۷) جو صحیح ہے عبدالرشید دیلمی کا سلسلہ تلمذ کچھ اس طرح سے ہے۔



میر سید علی — حافظ خواجہ ظہیر الدین

خواجہ میر عبداللہ

مولانا فریدالدین جعفر تبریزی

مولانا مظہرالدین اظہر

حافظ حاجی محمد

سلطان علی مشہدی

میر علی ہروی

سید احمد مشہدی — محمد حسین تبریزی

میر عمادالحسینی

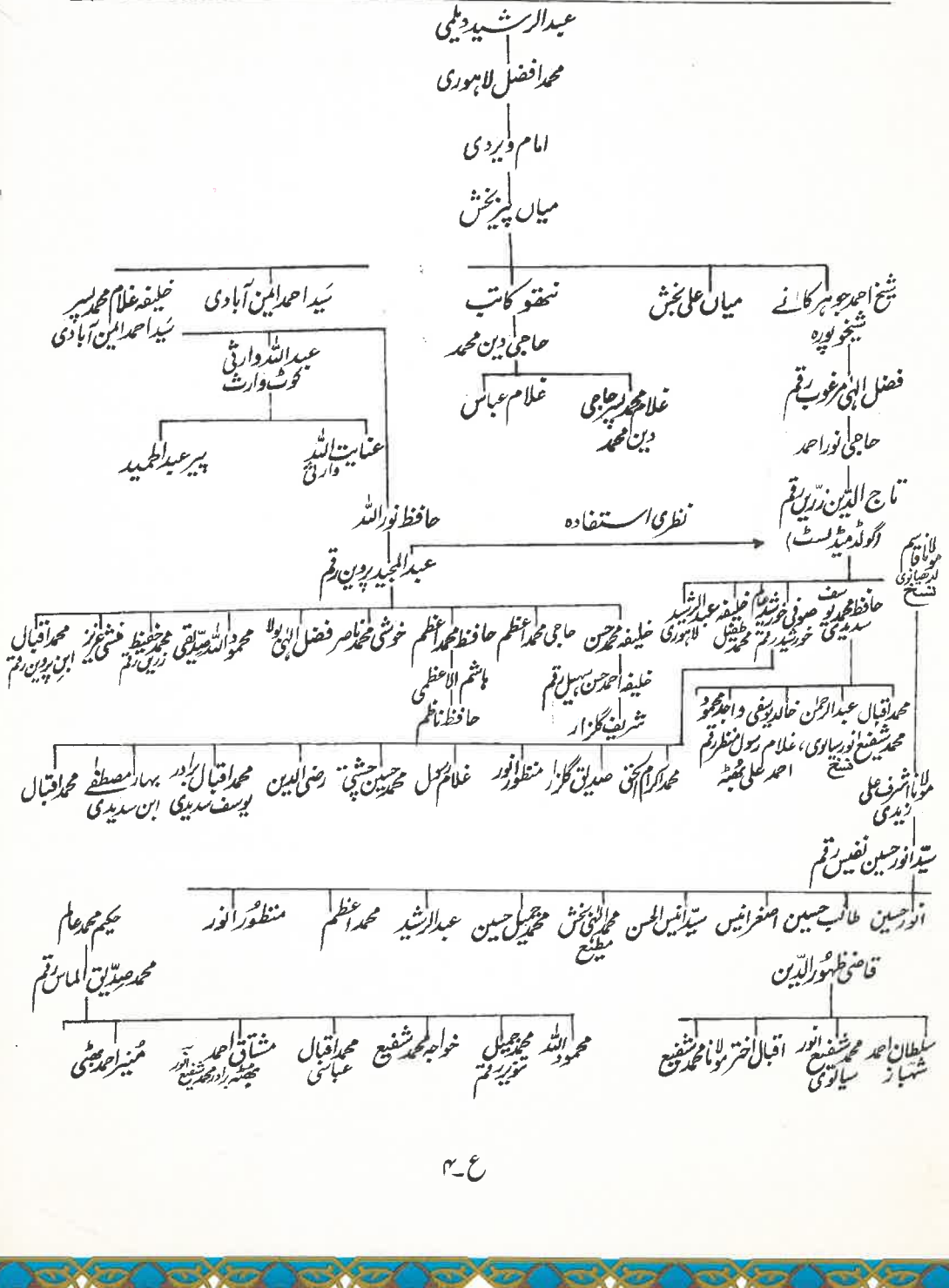
عبدالرشید دیلمی

لاہور میں عہد اورنگ زیب عالمگیر کے درباری خطاط میرزا سید علی خان جواہر رقم تھے جو ہمیشہ سے رشید دیلمی سے متاثر رہے۔ اس عظیم خطاط کی وصلیوں سے آج بھی نوآموز گان خطاطی استفادہ کرتے ہیں۔ مرزا حبیب نے لکھا ہے کہ عبدالرشید دیلمی کا خط میر عماد کے پائے تک پہنچ چکا تھا۔ اور دو دانگ قلم میں عبدالرشید دیلمی کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ (۸۸)

مولانا ابوالبرکات منیر لاہوری کا خاندان

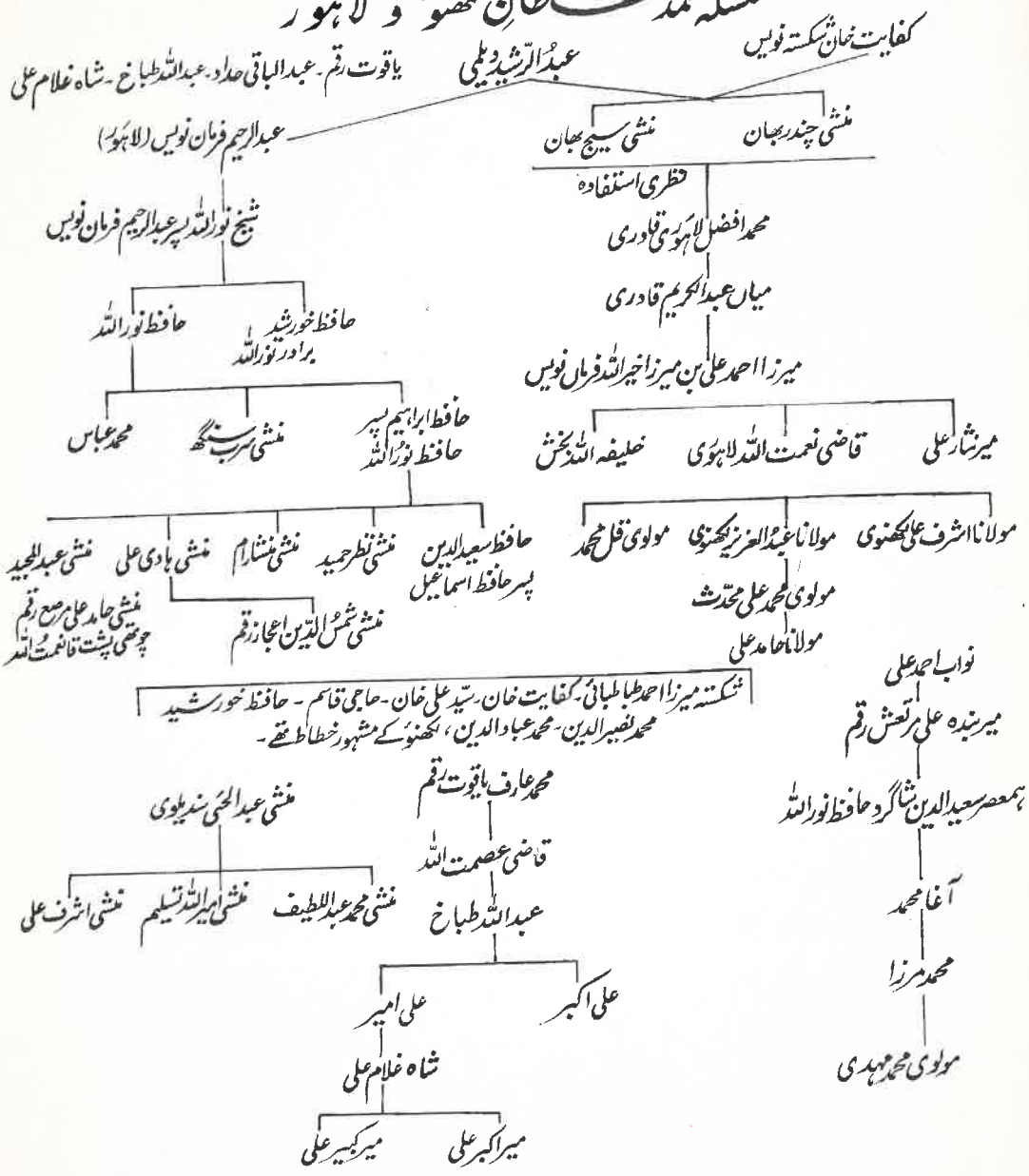
اسی عہد کی ایک مشہور شخصیت منشی مولانا منیر لاہوری ہیں جو ابوالبرکات منیر لاہوری کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ شخص شعر و سخن یکتائے روزگار اور خوشنویسی میں باکمال تھا۔ اس کا خاندان فن خوشنویسی میں مشہور اور لاہور میں مقیم تھا۔ (۸۹) موصوف کے والد کا نام عبدالجلیل ابن حافظ ابواسحٰق تھا جن کی وفات (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء) میں ہوئی۔ ''اکبر نامہ'' کے مسودات ابوالفضل کی ہدایت پر آپ ہی نے تیار کئے۔ منیر کے دو بھائی ابوالفیضی المتخلص فیضی اور ابوالفتح ضمیر تھے۔ خطاطی میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد لاہور میں موجود رہی۔ (۹۰) جن میں ان کے ایک بیٹے ابوالفیض جو شاعری کے

خطاطانِ لاہور کا سلسلۂ تلمذ



ع۔۴

سلسلۂ تلمذ خطاطانِ لکھنؤ و لاہور



ع۔۵

ساتھ ساتھ خطاطی بھی کرتے تھے۔ان کا تخلص فیض تھا۔جنہوں نے ایک دیوان یادگار چھوڑا خط نستعلیق نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء میں ان کی وفات لاہور میں ہوئی۔(۹۱)

لاہور میں خطاطی بعہد اورنگ زیب



ع۔۶

اورنگ زیب (۱۰۶۹۔۱۱۱۸ھ/ ۱۶۵۹۔۱۷۰۷ء) علم سے بہت شغف رکھتا تھا اس نے بے شمار مکاتب و مدارس قائم کئے (۹۲) یہ شہنشاہ نہ صرف حافظ قرآن تھا بلکہ کاتب قرآن بھی تھا (ع۔۶) اس کے عہد میں لاہور میں بادشاہی مسجد سے متصل طالب علموں کی رہائش گاہ کے انتظام کے ساتھ ساتھ خطاطی سکھانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔اس حکمران کا وسیلہ روزگار قرآنی خطاطی رہا لاہور کا سید علی خان جواہر رقم اورنگ زیب عالمگیر کا استاد تھا۔(۹۳) سید علی خان جواہر رقم اور ابوالفتح کامل خان کتابوں کی تیاری کے نگران بھی تھے۔اورنگزیب نے اپنے ہاتھ سے قرآن کریم مکمل کر کے سات ہزار روپے کی لاگت سے اسے سجایا ایک نسخہ مکہ اور دوسرا مدینہ بھیجا۔اس دور کے نسخ نویسوں میں عبدالباقی حداد، یاقوت رقم اور اس کے دو بیٹے علی اکبر اور علی اصغر اور محمد عارف شامل تھے۔'' رسالہ در تاریخ خوشنویساں میں اس کے عہد کے دیگر خطاطوں میں شمس الدین علی خان ابن سید علی، ہدایت اللہ زریں رقم، میر محمد باقر، محمد زاہد، ہدایت اللہ لاہوری، ہدایت اللہ زریں قلم جو اورنگ زیب کا درباری خطاط تھا شاہی کتابخانے کا کتابدار اور شہزادہ کام بخش کا اتالیق مقرر ہوا۔ ایک اور خطاط حاجی عصامی جسے اورنگ زیب نے روشن قلم کا خطاب دیا اسی دربار سے وابستہ تھا۔(۹۴)

متاخر مغلیہ دور میں خطاطی

مغلوں کے دور زوال کے بعد محمد افضل لاہوری نستعلیق کے بہت بڑے استاد گزرے (ع۔۷) جن کے شاگردوں کی کثیر تعداد عبدالرشید دیلمی کی طرز نستعلیق کی مقلد تھی۔اس عہد میں قاضی عصمت اللہ لاہوری قرآن پاک کے بے مثل خطاط تھے جو لاہور سے لکھنو چلے گئے جہاں انہوں نے دبستان لکھنو کی بنیاد رکھی۔ان کے سکول میں میر گدائی، حافظ ابوالحسن اور میر کرم علی، حافظ مسعود، فیض اللہ خان، عنایت اللہ بروص اور میر سودا اچھے خطاط تھے ان کے علاوہ متاخر دور میں لاہور میں عباداللہ بیگ، حافظ محمد حسین لاہوری اور محمد روح اللہ لاہوری جیسے نابغہ روزگار خطاطوں نے نسخ اور نستعلیق میں کئی نامور شاگرد پیدا کئے۔اس دور زوال میں خطاطی کی سرپرستی ختم ہوگئی اور خطاط امراء اور نوابین کے ہاں چلے گئے۔(۹۵) اٹھارویں اور انیسویں صدی کے جو مخطوطات ہمیں ملتے ہیں ان پر عمومی طور پر پہلے کی طرح سجاوٹ نقش و نگاری سے تزئین و آرائش کا کام متروک ہوگیا مغل حکمرانوں کے دور میں فرامین، سیاحوں کے حلیے۔روزنامچے، اخبارات، لائبریریاں جیسے ادارے کاتبوں سے بھرے ہوئے تھے کاتبوں کی جماعتیں جو یہاں ملازم تھیں نہ صرف جملہ



ع۔۷

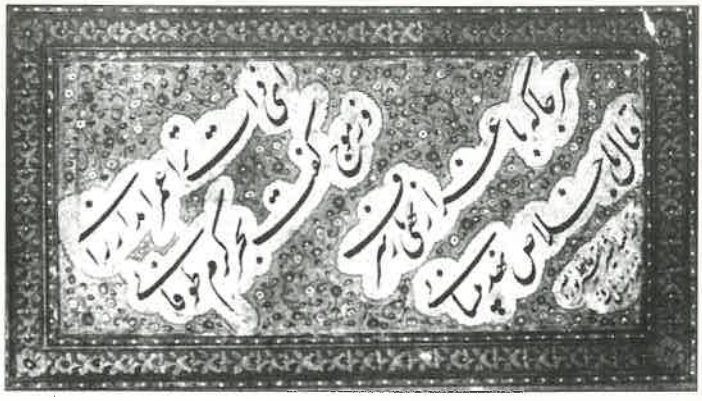
ضروریات پوری کرتیں بلکہ یہاں سے عمدہ خطاطوں نے اعلیٰ شاگرد مہیا کئے ان کتب خانوں اور دفاتر کو خطاطی کے فروغ کے لیے استعمال کیا جس سے رفتہ رفتہ اتنے خطاط پیدا ہوئے کہ مغلوں کے بعد بھی خطاطی جاری وساری رہی۔ متاخر مغل دور میں فرخ سیر کے عہد میں حاجی نامدار اچھا نستعلیق نویس تھا جس کی خطاطی کا نمونہ اورنٹیل پبلک لائبریری بانکی پور میں موجود ہے محمد شاہ کے عہد کے خطاطوں میں محمد افضل الحسینی، محمد افضل القریشی، محمد نعیم۔ محمد اسلم محمد موسیٰ۔ محمد صدیق۔ اچھے خطاط تھے۔

احمد شاہ کے عہد کے دو معروف خطاط عماد الملک غازی الدین خان اور میرزا ارجمند معروف خوشنویس تھے۔ شاہ عالم کے عہد کے خطاطوں میں محمد عطا مرصع رقم۔ سید اعجاز رقم خان روشن قلم، خلیفہ سلطان۔ شاہ عزالدین۔ محمد عابد شاگرد عزالدین۔ ناظم الدین شاگرد عزالدین، شیخ نوراللہ، حافظ نوراللہ، حافظ خورشید میرزا محمد علی ابن مرزا خیراللہ فرمان نویس اور اس کا شاگرد وقاضی نعمت اللہ، خلیفہ نجات اللہ، میر نصیر علی، محمد علی ابن زریں رقم، مقبول نبی خان شاگرد میرزا محمد علی، حافظ محمد علی۔ حافظ عبدالغنی ابن حافظ محمد علی، حافظ ابراہیم، حافظ بقا اللہ ابن حافظ ابراہیم، مولوی محمد خلیل، حکیم میر محمد حسین، میر ابو الحسن، میر کلن، محمد میر غلام علی خان۔ اکبر ثانی کے عہد کے خطاطوں میں۔ محمد خان، سید محمد امیر رضوی میر پنجہ کش، آغا مرزا شاگرد میر پنجہ کش، مرزا عباد اللہ بیگ زمرو رقم اور خواجہ غلام نقشبند خان آخری مغل تاجدار بہادر شاہ کی خطاطی کے نمونے زینت محل کے فراش خانہ اور حمام حکیم احسان اللہ خان دہلی میں موجود رہے دیگر نساخ نویسوں میں عصمت اللہ، محمد افضل محمد عسکری مرزا فیض اللہ اور زین الدین شامل ہیں۔ شاہ عالم کے زمانہ کے نساخوں میں عباد اللہ خان، میر گدائی مغلپوریہ، حافظ ابوالحسن، میر کرم علی حافظ محمد مسعود، عنایت اللہ، میاں محمدی، زین العابدین، غلام حسین خان اور اکبر ثانی کے عہد کے نساخوں میں حکیم محمد حسین، محمد تقی الحسینی، میر مہدی، میر امام علی میر جلال الدین شامل ہیں۔ (۹۶)

مغلیہ دور زوال میں خطاطی پورے برصغیر سے سمٹ کر چار علاقوں میں اپنے علاقائی اثرات کے ساتھ برقرار رہی۔ ان میں برصغیر میں اسلوب خطاطی کے حوالے سے لاہور سکول دہلی سکول لکھنو سکول مکاتب سامنے آتے ہیں۔

لاہور سکول

یہ سکول زیادہ تر مغربی پنجاب سے ہی فروغ پذیر ہوئے جہاں تک خطاطی کی پرانی روایات کا تعلق تھا ۱۹۸۰ء تک پاکستان ایک واحد ملک رہ گیا جہاں خطاطی کو فروغ حاصل رہا اور یہ تمام تر یہاں سے نکلنے والے روزناموں کی وجہ سے تھا۔ (۹۷) طلباء کو مختلف قسم کے رائج رسم الخطوط کو پڑھنا اور ان حروف کو جن کے نمونے استاد مختلف طریقوں سے حاصل کرتا ہے کو سمجھنا اور اس کی صلاحیت بھی پیدا کرنا ہوتی ہے۔ مشترک حروف کا لکھنا دیسی تعلیم کے لیے ضروری جز تھے۔ (۹۸) ان دیسی سکولوں میں جس منظم طریقے سے اور جتنے کم وقت میں بچوں کو لکھنا سکھایا جاتا ہے اور بڑی جماعتوں کے طالب علموں سے ان کے کسی تعلیمی نقصان کے بغیر چھوٹی جماعتوں کے کام کو جس طرح چلایا جاتا ہے وہ یقیناً قابل ستائش ہے اور انگلستان میں اس طریقہ کار کی نقل حق بجانب ہے۔ (۹۹) انڈونیشیا اور مغرب میں یہ طریقہ نہیں ہے بجائے اس کے وہ ایک حرف کو قواعد وضوابط کے مطابق سیکھیں جو اساتذہ نے مرتب کئے ہوئے ہیں یہاں استاد ایک مکمل لفظ لکھ دیتا ہے اور طالب علم اس کی مشق کرتے ہیں اور استاد اس وقت تک اصلاح کرتا ہے جب تک کہ وہ لفظ ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ (۱۰۰) جبکہ برصغیر میں مفردات کی مشق پر زور دیا جاتا ہے۔ برصغیر میں خطاطی سیکھنے کیلئے تختی اور سلیٹ کا استعمال ازمنہ قدیم سے رہا ہے۔ (۱۰۱) مغربی پنجاب کے جن علاقوں سے خطاطی کی شاخیں پھوٹ کر پورے ہندوستان کو منور کرتیں رہیں ان میں عادل گڑھ، کوٹ وارث، ایمن آباد، گوجرانوالہ، کیلیانوالہ، سیالکوٹ، سوہدرہ، سمبڑیال، جنڈیالہ، گکھڑ، قصور، لاہور قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام علاقے مضافات لاہور میں واقع ہیں۔ دکن، دہلی اور لکھنو مکاتب نے بھی یہیں سے فروغ حاصل کیا ان تمام علاقوں سے کاتبوں کی اکثریت نے لاہور میں مستقلاً یا عارضی رہائش اختیار کی۔ خطاطی کا کام لاہور سے ہی حاصل کیا جاتا جو یہ لوگ اپنے علاقوں میں جا کر کرتے ان میں سے بہت سے خطاطوں نے لاہور میں مستقلاً اخبارات کی ملازمتیں اختیار کیں جو اب تک لاہور سے بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ پنجاب کے سینکڑوں کاتب مندرجہ بالا علاقوں سے متعلق ہیں جن میں غالب



ع۔۸



ع۔۹

اکثریت ضلع گوجرانوالہ کی ہے۔(۱۰۲)

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اس پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

''لاہور میں کاتب صاحبان کے متعدد مراکز ہیں جہاں اساتذہ سے ان کے شاگرد فن خطاطی باقاعدہ طور پر سیکھتے ہیں اور ان کی خصوصیات کو اپنی تحریروں میں پیدا کرتے ہیں۔''(۱۰۳)

لاہور میں یوں تو بہت سے مدرسے ابتدائی غزنوی دور سے ہی خطاطی سکھانے کے مراکز کے طور پر سامنے آتے ہیں لیکن ان مدرسوں کی تفصیل سے قبل ان کے عروج کا زمانہ متعین کرلیا جائے تو یہ سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ آج کے دبستان خطاطی نے لاہور ہی سے جڑیں پکڑیں۔ دراصل لاہور میں موجودہ وقت تک جو خطاطی جاری ہے اس کی بنیادیں ابتدائی غزنوی عہد سے پیوستہ ہیں۔ تاہم خط نستعلیق کے حوالے سے خطاطی کے لاہور سکول کا بھرپور اجراء آقا رشید دیلمی کے دور سے شروع ہوتا ہے۔(۱۰۴)



ع۔۱۰

مغلوں کے دور زوال تک لاہور میں چند اعلیٰ خطاطوں نے نستعلیق کو اوج کمال تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ان خطاطین میں آقائے ثانی محمد افضل قادری لاہوری، قاضی نعمت اللہ لاہوری، حافظ نوراللہ لاہوری (ع۔۸)، مرزا عباداللہ بیگ، ہدایت اللہ لاہوری، مولوی پیر بخش، مولوی سید احمد ایمن آبادی (ع۔۹)، منشی عبدالغنی تھوکاتب (ع۔۱۰)، مولوی محمد عبداللہ وارثی، شیخ احمد جوہر کانی اور منشی فضل الٰہی مرغوب رقم تھے ان میں سے قاضی نعمت اللہ، حافظ نوراللہ اور مرزا عباداللہ بیگ نواب آصف الدولہ بہادر شاہ اودھ کے عہد میں لکھنو چلے گئے جہاں وہ ''خریطہ نگاری'' اور قاضی نعمت اللہ اور مرزا عباداللہ بیگ شہزادوں کے اتالیق مقرر ہوئے اور اس طرح موجودہ لکھنو سکول کے بانی کہلائے۔

لاہور میں خطاطی کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز میرزا امام دیردی سے ہوتا ہے یہ عظیم المرتبت امام فن اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں لاہور آیا جہاں امام دین گورنر کشمیر اور

نوابان قزلباش کی سرپرستی میں لا زوال خطاطی کے شاہکار چھوڑے۔(ع۔۱۱،۱۲،۱۳،۱۴)

یہ عظیم خطاط لاہور میں رہتا تھا۔ اور کنہیا لال کی تاریخ لاہور کی مرتب ہونے سے ۵ سال قبل اس کا انتقال ہوا۔ (۱۰۵) اس وقت اس شہر میں بڑے بڑے کاتب وخوش نویس پہلے زمانہ میں بھی تھے اور آج بھی فارسی اور عربی فارسی خط اس شہر کا ولایتوں میں مشہور تھا۔ (۱۰۶) امام ویردی کابل کا رہنے والا تھا بعض نے اسے ایرانی بھی لکھا ہے۔ جو افغانستان کے سدوزئی شاہان کے آخری زمانے میں کابل میں پیدا ہوئے اور شہزادگان میں سے ایک شہزادے شیر علی خان کی ملازمت میں رہے۔ ایوب خان نامی شخص کے ہمراہ کابل سے لاہور آئے جہاں بعض خطاطوں نے انہیں استاد تسلیم کرلیا ان خطاطوں میں منشی عبدالغنی کاتب گزرے ہیں۔ (۱۰۷) جن کا قلمی نام شیریں رقم تھا۔ قابل ذکر ہیں (۱۰۸) ہند کے ایک نواب شیر افگن جو امام ویردی کے خط کا پرستار تھا نے ایک نسخہ گلستان سعدی کا لکھوایا۔ جو کتابت کے چند سال بعد سید عثمان سید عطا محمد شاہ آغا خطاط معروف افغانی دسویں صدی کے پاس محفوظ رہا جس پر لکھا ہے۔ (۱۰۹) ''بقلم گلستان نوشتہ شدہ دارالسلطنت کابل'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس گلستان کی کتابت کابل میں ہوئی۔ امام ویردی امام الدین گورنر کشمیر کے وقت لاہور آئے اور ایک مسجد میں بچوں کو تعلیم خط دینے پر مامور ہوئے جہاں گورنر کشمیر کا بیٹا بھی پڑھتا تھا۔ وہیں انہوں نے ایک دن تختی پر امام ویردی سے اصلاح لی جو اامام الدین کی نظر سے گزری تو انہوں نے بیٹے کو پوچھا کہ یہ اصلاح کس نے کی ہے؟ اس طرح امام ویردی کو ایک فن پرور شخص ملا (۱۱۰) پھر امام ویردی لاہور میں مرزا محمد سرور خان ولد غلام حیدر خان اور ایوب خان (۱۱۱) نامی شخص کے والد کے ہمراہ لاہور آیا۔ امام ویردی لاہور میں گورنر کشمیر نواب شیخ امام الدین کے ہمراہ رہتے تھے۔ گورنر موصوف نے لاہور میں واقعہ سوتر منڈی کی مسجد بنوائی اور اس پر امام ویردی سے لکڑی کے تختے اور درمیانی حصے پر محراب کے اوپر عین سامنے کتبات لکھوائے۔ (۱۱۲) معروف خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم کے پاس اس کی نقل ہے۔ (۱۳۲) یہ لکڑی کا تختہ آج بھی اس مسجد میں موجود ہے۔ سید احمد ایمن آبادی نے اپنا ایک بیٹا ان کے پاس تعلیم خط کے لیے بھیجا امام ویردی نے اس کے لیے مفردات



ع۔۱۱



ع۔۱۲



ع۔۱۳



ابجد کی تختی لکھ دی اور سید احمد ایمن آبادی نے یہ مفردات کرنل ہالرائیڈ کے پاس ۳۰ کلدار میں فروخت کر دیئے جو اس نے انگلستان بھجوا دیں اور وہاں سے کتابچہ شائع ہوا۔ (ع۔۱۵) (۱۱۳) یہ قطعات ۶ پیسہ انگریزی کے حساب سے انگلستان اور لاہور میں فروخت ہوئے۔ (۱۱۴) امام ویردی کے خط کے عشاق نے یہ کتاب دیکھی تو امام ویردی کو مطلع کیا جس سے امام مذکور سید احمد جوہر کانی سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور ان کے بیٹے کو خطاطی سکھانے سے انکار کر دیا۔ (۱۱۵) امام ویردی کو موسیقی سے بھی شغف حاصل تھا وہ سنگساز بھی تھے۔ فارسی جلی لکھتے تھے ان کے جلی نمونے آج بھی مختلف جگہوں پر خطاطی کی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔



ع۔۱۴

امام ویردی کا انتقال لاہور میں ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں ہوا۔ (۱۱۶) اور مومن پورہ میکلوڈ روڈ کے قبرستان میں دفن ہوئے ان کے معاصرین میں ایک صاحب پیر بخش تھے جنہوں نے رنجیت سنگھ کے لیے کریما جلی کا نسخہ مطلا مذہب تیار کیا امام ویردی کو لاہور کے خوشنویسوں کا سرخیل کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ آج کل جتنے بھی خوشنویس لاہور میں موجود ہیں اور کام کر رہے ہیں سب کا سلسلہ تلمذ امام ویردی سے اور پھر آقائے ثانی محمد افضل قادری سے ہوتا ہوا عبدالرشید دیلمی کی ذات سے مل جاتا ہے انیسویں صدی میں امام ویردی سے بہتر خوشنویس کوئی نہ تھا اگرچہ اس دور میں پریس عام تھے مگر خوش قسمتی سے صدیوں سے یہاں خطاطی کی جونشو ونما ہو رہی تھی قائم رہی۔ پریس کی ایجاد نے کسی قدر قدیم قسم کے کاتبوں میں تبدیلی پیدا کی اور اکثر کاتب جو بلند پائے کے تھے کام کرتے رہے ان میں دہلی میں میر پنجہ کش اور لاہور میں امام ویردی کا مقام اونچا ہے افغانستان میں امام ویردی کے قطعات اتنے میسر نہیں جتنے کہ لاہور میں ہیں افغانستان میں ایک قطعہ قلمی اور ایک قطعہ خط ناخن میں کتابخانہ مرحوم سید صدیق خان گوہری مزار شریف میں موجود ہے ایک اور قطعہ قلمی جو لکڑی کی تختی پر ہے زیارت سخی علی آباد کابل میں موجود ہے ایک قطعہ جلی کتابت میں کتابخانہ ملی ایران میں موجود ہے (۱۱۷)



ع۔۱۵

لاہور میں ان کے لکھے ہوئے قطعات مساجد اور قبروں کے کتبوں کی صورت میں محفوظ ہیں جن میں مومن پورہ کا قبرستان، اور لاہور کی سوتر منڈی کی مسجد حمام والی اور بی بی پاکدامن کے احاطے میں مدفون نواب امام الدین شیخ کی والدہ کی قبر کا کتبہ ان

کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔(۱۱۸) نواب شیخ امام الدین کی قبر مزار حضرت داتا گنج بخش کے احاطہ میں تھی لیکن اب مسجد میں توسیع کے باعث وہ کتبہ ضائع ہو چکا ہے بعض اداروں اور لوگوں کی ذاتی ملکیت میں بھی ان کے لکھے ہوئے قطعات موجود ہیں لاہور عجائب گھر میں اور ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار کے پاس دو دو قطعات ہیں۔ نیشنل میوزیم کراچی میں مخطوطہ گلستان بعض قطعات ان کے نام کی شہرت کی وجہ سے جعلی تیار کئے گئے ان کے علاوہ نوابان قزلباش کے امام باڑہ واقعہ چوک نواب صاحب میں میرزادہ صاحب کے لکھے اور کندہ کئے ہوئے لکڑی کے بڑے بڑے قطعات بھی ہیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی گلستان میو سکول آف آرٹس موجودہ نیشنل کالج آف آرٹس میں شاہ ایران کی آمد کے موقع پر نمائش میں رکھی گئی تھی۔ میر زادہ صاحب خود لکھتے خود ہی نقاشی کرتے اور خود ہی پتھر کھودتے تھے۔

میاں علی بخش مرحوم فرماتے ہیں کہ امام ویردی کو خطاطی کا اس قدر شوق تھا کہ وہ کابل کی ایک مسجد جو سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی روزانہ قلم دوات لے کر چلے جاتے اور فرش اور دیواروں پر جہاں تک ہاتھ جاتا مشق کرتے اور نمازیوں کے آنے سے قبل اس جگہ کو دھو کر صاف کر دیتے لاہور میں ان کے بے شمار شاگرد ہوئے جن میں میاں علی محمد عرف میاں علی بخش مولوی شیخ سید احمد جوہر کانی منشی عبدالغنی تھو وغیرہ قابل ذکر ہیں رائے صاحب منشی گلاب سنگھ نے اپنے چھاپہ خانہ (موجودہ گورنمنٹ پریس) میں ملازم کاتبوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ امام ویردی سے اصلاح لیا کریں۔ وفات کے وقت موصوف کی عمر ۹۰ سال تھی ۱۸۸۰ء میں وفات کے حساب سے ان کی پیدائش کابل میں ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء میں ہوئی ان کی گلستان سعدی کا کتابت شدہ نمونہ آدھا حصہ کراچی کے قومی عجائب گھر میں جب کہ باقی ماندہ شاہی قلعہ لاہور میں موجود ہے اور موصوف کا مکتوبہ ''مناجات عبداللہ انصاری'' شاہی قلعہ لاہور میں موجود ہے۔

آریانہ کے مقالہ نگار میرزادہ صاحب کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ دراصل میرزادہ صاحب خود بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا تھے۔ میرزادہ صاحب کی وفات کے موقع پر ۱۹ فروری ۱۸۸۰ء میں لکھنو کے اخبار اودھ نے لکھا۔

پنجابی اخبار لاہور سے یکتائے زمانہ خوشنویس یگانہ امام ویردی مشہور خوشنویس میں اپنے وقت کے امام تھے اور میر پنجہ کش دہلوی کے قائم مقام تھے۔(۱۳۹)



سید ناصر علی شمس رقم

میرزادہ صاحب کا خاندان آج بھی لاہور کے محلّہ چونا منڈی میں آباد ہے ان کے پڑپوتے کرم حسین شاہ المعروف کاظم شاہ صاحب کے بیٹے ناصر علی شمس رقم نے والد اور امام ویردی کے کتابات کو خوب سنبھالے رکھا۔ سید ناصر علی شمس رقم کے فرزند صاحبزادہ سید ظہور کاظمی بھی خطاط اور آرٹسٹ ہیں۔

مولوی سید احمد ایمن آبادی

مولوی سید احمد بڑے دیندار اور خوش پوش بزرگ تھے۔ گندمی رنگ، سرخ داڑھی، سفید عمامہ اور سفید غرارہ پہنتے تھے۔ آپ لاہور کے پہلے کاتب تھے جن کا کام سرکاری پریس سے سب سے پہلے طبع ہوا۔(۱۲۰) (ع۔۹) میرزادہ امام ویردی کی وصلیاں جو آج بھی بعض لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ آپ ہی کی کوششوں سے لندن سے طبع ہوئی۔ مگر یہ بات امام ویردی کو ناگوار گزری اور وہ مولوی سید احمد سے ناراض ہو گئے۔ مولوی سید احمد ساندہ کلاں لاہور کے قبرستان میں اپنے مرشد کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔ لاہور میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ آپ کے دو فرزند خلیفہ نور احمد اور خلیفہ غلام محمد تھے جو بہت اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے۔ آپ کے ہمعصروں میں مولوی فقیر محمد، پنڈت دیا رام قاضی شمس الدین اور چراغ علی اعلے پائے کے خطاط تھے۔(۱۲۱) موصوف کے بیٹے خلیفہ غلام محمد کے شاگرد ہوئے تو انہیں میرزادہ امام ویردی کا شاگرد کرایا اور ایک سو روپیہ پگڑی اور شیرینی پیش کی گئی۔ میرزادہ صاحب ان کو مدت تک اصلاح دیتے رہے۔ آپ نے بڑی ترقی کی اور استادوں کے مرتبے تک پہنچے۔ آپ عالم شباب میں ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء میں وفات

پا گئے۔

مولوی فضل الدین صحاف

مسجد وزیر خان کے نیچے کتابت کا کام کرتے تھے اور یہاں بابا حیات نے ان سے کتابت سیکھی ان کے ہاتھ کا کتابت شدہ نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔(۱۲۲)

میاں پیر بخش کا گھر

مہاراجہ رنجیت سنگھ (۱۱۹۴۔۱۲۵۵ھ/۱۷۸۰۔۱۸۳۹ء) کے عہد میں کشمیر کی فتح کے دوران اور بہت سے کشمیری خطاط بھی لاہور آئے جنہیں رنجیت سنگھ کے دربار میں جگہ ملی۔ان میں پنڈت دیا رام کول طوطہ اور اس کا بیٹا پنڈت راجہ رام کول طوطہ شامل تھے جنہوں نے خطاطی میں بڑا مرتبہ پایا۔(۱۲۳) پیر بخش (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) کی رنجیت سنگھ کی نظر میں خاص تقدیم تھی موصوف گھر میں خطاطی سیکھنے والے سے کوئی فیس نہ لیتے (۱۲۴) یہاں سے مولوی فضل الدین صحاف، خلیفہ بگونامی۔مولوی غلام یٰسین مرزا امام ویردی، منشی سید احمد ایمن آبادی، مولوی فقیر محمد، غلام محمد نے کتابت سیکھی۔اسی دور کے قاضی شمس الدین اور چراغ علی لاہور کے بہترین خطاط تھے۔

لاہور کے مسلم خطاطوں کے علاوہ یہاں کے ہندو خطاطوں کے سرخیل راجہ ٹوڈرمل، پنڈت جگن ناتھ اور منشی چندر بھان تھے۔(۱۲۵) کنہیا لال مولوی غلام یٰسین، مولوی فقیر محمد، غلام محمد، قاضی شمس الدین اور چراغ علی کے نام گنوائے ہیں جو اس وقت نہ صرف لاہور میں مخطوطات کی تیاری میں کارفرما تھے بلکہ نوآموزگان کی خطاطی میں تربیت بھی کرتے تھے۔پیر بخش تو اعلیٰ درجہ کا کوفت گر بھی تھا اس نے لاہور میں تیار کئے جانے والے اسطرلاب پر خطاطی کی۔(۱۲۶) بیسویں صدی کے متاخر زمانے میں روزمرہ معمولات میں خط کی ایک عام شکل بن گئی اور فنون لطیفہ خاص طور پر خطاطی کی پابندیوں سے ہٹ کر ذرا آزاد صورت اختیار کر گیا لوگ روایات کے پابند نہیں رہے اس کے ثبوت کے طور پر اکثر کتب شکستہ میں لکھی گئیں۔(۱۲۷) مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس صدی میں بلند پایہ خطاط موجود نہ تھے۔دراصل یہ دور انگریزی سامراج کا دور تھا جنہوں نے اسلامی فنون کو ختم کرنے کی بے انتہا کاوشیں کیں خود انہوں نے اسلامی فنون اور خط کا مطالعہ کیا لیکن مسلمانوں کو اسلام سے پہلے کی تاریخ میں محو کر دیا۔یہ کتب شکستہ میں اسی وجہ سے لکھی گئی تھیں کہ اس دور میں مغل بادشاہوں جیسے سرپرست نہ رہے مگر راقم الحروف کو عبداللہ چغتائی کی بات سے اختلاف ہے کہ اس عہد میں کتب شکستہ میں لکھنے کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ خط دیوانی کی عام ضرورت نے اس امر پر مجبور کیا تھا۔اس کے بعد ہندو انشاء پردازی نے اس طرز کو رواج دیا ان میں غیر مسلم کائستھ لوگ زیادہ تھے جن میں کچھی نرائن، کنول داس، کنور پریم کشور، رائے شنکر نوساری، شنکر ناتھ وغیرہ۔(۱۲۸) یہ بات ہرگز نہ تھی کہ ایسا لکھنا ایک ضرورت بن گیا تھا وجہ صرف یہ تھی کہ نقاشوں اور کاتبوں کی وہ قدر افزائی اور پذیرائی باقی نہ رہی جو انہیں مغل دور میں میسر رہی جس کی وجہ سے کتاب خوبصورتی اور فنی محاسن کی بجائے محض پڑھنے کے لیے تیار کی جانے لگی۔نیز برطانوی عہد میں پریس عام ہو گئے تھے۔جو اپنے ارتقائی منازل میں تھے اگرچہ رنگوں کی چھپائی ممکن نہ تھی۔

شیخ احمد چوہڑکانی

موصوف امام ویردی کے شاگرد تھے اور ان کی روش کے مقلد تھے۔آپ چوہڑکانہ حال ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے اپنے قطعات کے نیچے ترقیمہ کے طور پر آخر چوہڑکانی لکھتے تھے۔جلی سے جلی بے تکلفی سے لکھ جاتے تھے۔ان کے لکھے ہوئے قطعات آج بھی لوگوں کے پاس محفوظ پڑے ہیں۔ایک قطعہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری

میں بھی موجود ہے۔(۱۲۹)(ع۔۱۶) میاں محمد حیات نقاش مسجد وزیر خان کے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قطعہ موجود تھا جو انہوں نے ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں لکھا تھا (۱۳۰) اس قطعے میں مندرجہ ذیل شعر ہے جس کی مشق تاج الدین زریں رقم اور پرویں رقم کے علاوہ تقریباً تمام خوشنویسوں نے کی ہے۔

از تواضع میتوان کردن مسخر عالمے
خاتم دست سلیمانی ہمیں پست دوتا است



ع۔۱۶

موچی دروازہ لاہور کے اندر کوچہ مغل حویلی میں مرزا محمد علی مرحوم کے امام باڑہ میں شیخ احمد کے لکھے ہوئے بیشتر قطعات موجود تھے۔ مگر آج یہ قطعات ناپید ہیں موصوف ابتداء میں محکمہ بندوبست کے رجسٹروں کے عنوانات لکھا کرتے تھے۔ اس سے اتنی مشق ہوئی کہ اپنے وقت کے نامور خوشنویسوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ آپ بھاٹی دروازہ لاہور کے اندر تحصیل بازار کے پیچھے ایک مسجد میں امامت کراتے تھے وہیں آپ نے وفات پائی۔ لاہور میں ان کے بیشتر شاگرد ہوئے۔ ان کے تلامذہ میں منشی عبدالغنی شیریں رقم المعروف نتھو کاتب، مولوی محمد عبداللہ وارثی ہیں۔ (۱۳۱) ان کے علاوہ ہدایت اللہ لاہوری، امام ویروی، مولوی سید ایمن آبادی، مولوی محمد عبداللہ وارثی، شیخ احمد چوہڑکانی، عبدالمجید پرویں رقم، نور احمد، تاج الدین زریں رقم، محمد صدیق الماس رقم، سید انور حسین نفیس رقم، حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم قابل ذکر ہیں مندرجہ بالا تمام خطاط علیحدہ علیحدہ طرز تحریر کے سرخیل ثابت ہوئے۔ (۱۳۲)

منشی اسداللہ

منشی اسداللہ اناؤ یوپی کے باسی تھے جو ۱۸۹۰ء میں لاہور آئے اور مستقلاً یہیں کے ہو رہے ۹۰ سال کی عمر میں لاہور ہی میں ان کا انتقال ہوا (۱۳۳) موصوف نے مرقع چغتائی یعنی دیوان غالب کا مصور ایڈیشن لکھا وہ کہا کرتے تھے کہ ان کا سلسلہ تلمذ میر عماد اور عبدالرشید دیلمی تک پہنچتا ہے ان کے بیٹے سمیع اللہ بھی خوب لکھتے ہیں۔ (۱۳۴)

مسجد وزیر خان اور اس کے حجرے

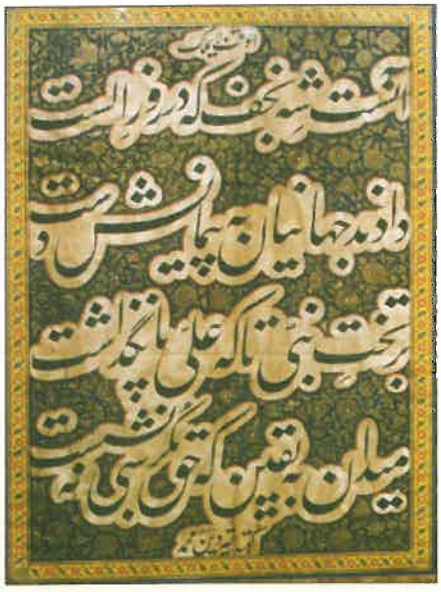
جس طرح لاہور میں کوچہ مصوراں اندرون موچی گیٹ ہے اسی طرح لاہور میں مسجد وزیر خان کی عمارت کے نیچے کاتب اور نقاش بیسویں صدی تک بیٹھا کرتے تھے۔ ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۷۵ء تک بابا حیات نقاش یہاں موجود رہا جو امام ویردی، پرویں رقم اور تاج الدین زریں رقم کے قطعات پر نقش و نگاری کرتا رہا یہ شخص نہ صرف نقاش بلکہ بہت اچھا خطاط بھی تھا۔ ان حجروں کے بارے میں حکیم علیم الدین المقلب وزیر خاں کی وصیت کے مطابق صحاف اس مسجد کے حجروں میں بے کرایہ رہا کرتے تھے (۱۳۵) یہ وصیت نامہ ''تحقیقات چشتی'' میں بھی ہے اور بھولا ناتھ ہندی کی ''تحفۃ الہند'' میں بھی مذکور ہے۔ (۱۳۶) اس مسجد کے دوسرے خدام کے علاوہ صحافوں، جلد سازوں، کتاب فروشوں کے لیے حجرے مخصوص کر دیئے گئے۔ یہ حجرے ایک طرح سے مدرسے کا کام بھی دیتے تھے جہاں نادر مخطوطات تیار ہوتے۔ یہ مسجد وزیر خاں پر نقاشی کا کام آج

بھی خطاطی اور مصوری کے ایک سکول کا درجہ رکھتا ہے آج بھی فنون لطیفہ کے طلباء و طالبات یہاں آ کر ان فنون کی نمائش سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک مہیا کرتے ہیں اس مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی ہوا کرتا تھا جہاں کتاب فروشوں کا جمع ہونا قدرتی امر تھا۔ یہ مسجد وزیر خان کی علمی و ادبی فضا کا فیضان تھا کہ اس میں احباب جمع ہو کر ادبی مباحثے بھی کرتے۔ بھولا ناتھ ہندی نے مسجد وزیر خان کے بارے میں لکھا ہے۔ ہر جمعہ کو کتابوں کے شائق اور کتابت کے سامان آلات و دوات کے خریدار اس بازار میں آتے ہیں اور ایک میلہ سا لگ جاتا ہے۔ ایران و توران سے کتابیں یہاں آ کر بکتی ہیں۔ (۱۳۷)



ع۔۱۷

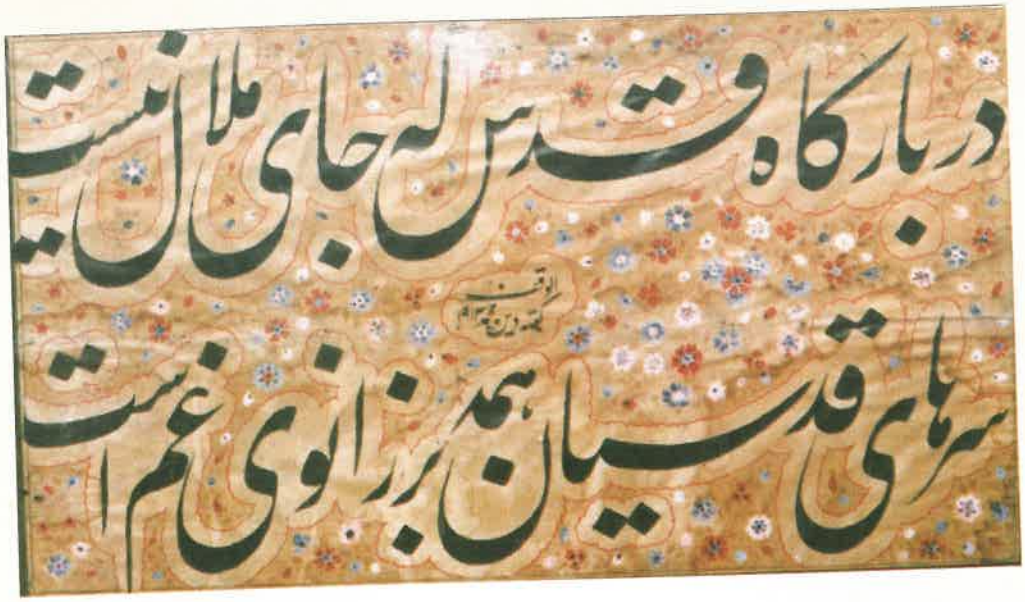
''روز جمعہ ارباب فضل و کمال فصحائے خوش بیان و شعرائے زبان و طبقہ مردم مردم، سخندان از اہل ایران و توران و ہندوستان ..... در مسجد وزیر خان کہ ضرب المثل بقاع روزگار است مجتمع گشتہ ہنگامہ سخن و سخندانی گرم می دارند و کتب بے شمار از عربی و فارسی و دیگر نسخہ ہائے معتبر از تواریخ و مثنوی و دیوان ہائے متقدمین و متاخرین و منشات و فقرات و رقعات و نوشتہ جات خوشنویسان روزگار و سائر الات و دوات مشق از ہر قسم و ہر جنس بغرض خرید و فروخت می آید۔ چون آزادی مکتب نشیناں مخصوص این روز است از ہر کوچہ و کوی جوانان نو رسیدہ بیاض در دست و گل برسر بمقتضائے عہد شباب خراماں بسیر بازاری آیند و تا انقضائے نصف النہار گرمی ایں ہنگامہ رونق افزائے دیدہ ارباب بصیرت می باشد۔'' (۱۳۸)



ع۔۱۸

حاجی دین محمد

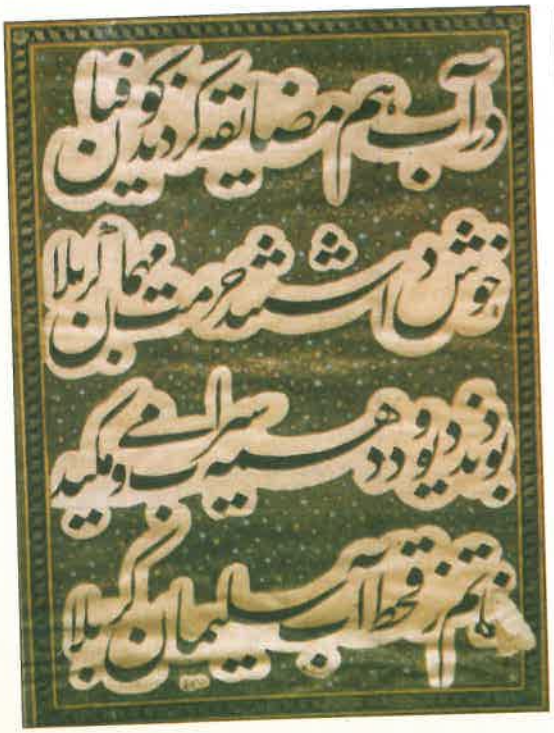
موصوف کی پیدائش ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء لاہور میں ہوئی اور انتقال ۱۹ اگست ۱۹۷۱ء کو ۹۰ سال کی عمر میں لاہور ہی میں ہوا۔ (۱۳۹) (ع۔۱۷۔۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱) اورینٹل کالج آف آرٹس کی پیشانی پر ''کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی'' اور جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، انارکلی لاہور میں کرنال شاپ جو ۳۵ فٹ لمبائی میں لکھا اور دین محمدی پریس بل روڈ کی دیوار ان کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ موصوف میاں شیر محمد شرق پوری اور علامہ اقبال کے لیے کتابت کا کام کرتے رہے۔ سید امجد علی نے حاجی دین محمد لاہوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ: کرنل ہالرائیڈ سکول کی نصابی کتب کی


دربارگاه قدس له جای ملال نیست
سرهای قدسیان همه بر زانوی غم است

ع- ۱۹


از بهر شکستن تمثال در کعبه
بر دوش رسول شد علی الاعلی
ناریم برین همت عالیجاهی
جائیکه خدا دست گذارد او پا

ع- ۲۰


در آب هم مضایقه کردند کوفیان
خوش دشت کربلا حرمت مهمان کربلا
بودند دیو و دد همه سیراب و میکید
ماتم رفحط آب سلیمان کربلا

ع- ۲۱

کتابت کے لیے کوئی سادہ طرز متعارف کرانا چاہتا تھا جو ذرا روایتی خطاطی سے مختلف ہو اور انگریزی طرز تحریر کی طرح دو متوازی لائنوں سے نکلنے نہ پائے اس مقصد کے لیے اس نے مقامی طابع گلاب سنگھ کو بلایا اور کہا کہ ملک کے معروف خطاط سے یہ کام کروایا جائے۔ (۱۴۰) اس مقصد کے لیے مطبع منشی نولکشور لکھنو سے منشی شمس الدین اعجاز رقم کو لاہور بلایا گیا کرنل ہالرائیڈ نے اپنے نقطہ نظر کو واضح کر کے منشی اعجاز رقم کو ایک نمونہ لکھنے کو کہا جب نمونہ اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے اس پر پنسل سے دو متوازی خطوط کے باہر ''م'' کا ''الف'' اور ''ک'' کی کشش پر نشانات لگائے۔ منشی صاحب اس واقعہ کو اپنی بے عزتی گردانتے ہوئے واپس لکھنو چلے گئے۔ (۱۴۱) اور اس طرح وہ صرف تین ماہ لاہور میں رہے ان کے جانے کے بعد مقامی خطاط منشی عبدالغنی نتھو کاتب کو اس مقصد کے لیے کہا گیا جنہوں نے بخوبی یہ کام انجام دیا۔ اس طرز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متوازی خطوط کے اندر ہونے کی وجہ سے الفاظ سمٹے ہوئے اور دائرے پچکے ہوئے ہوتے ہیں اور الفاظ کے درمیان مناسب فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ بعد میں اس طرز میں ملک صفدر علی، خلیفہ عزیز الدین، مولوی عبدالقادر جنڈیالوی، منشی محمد چراغ، (حویلی کا بلی مل) مولوی شاہ دین نورالدین وغیرہ نے مہارت حاصل کر لی اور متعدد درسی قاعدے کتابت کیے۔ اس زمانے میں لاہور میں خطاطی سیکھنے سکھانے کا رواج عام تھا۔ اور پورا شہر لاہور تشنگان علم خطاطی کے لیے ایک درس گاہ تھا۔

غلام محمد، محمد مسعود، محمد اکبر

کاتبوں نے زیادہ تر تین پیشوں کا انتخاب کیا جن میں امامت، طبابت اور کتابت ہیں۔ پری محل لال مسجد کے خطیب غلام محمد پردیس رقم کے شاگرد تھے۔ محمد مسعود موراں والی مسجد پاپڑ منڈی کے خطیب اور خطاط تھے اسی طرح نیویں مسجد بازار ڈوگراں کے خطیب محمد اکبر بھی اچھے خطاط تھے جو نہ صرف دینی تعلیم سے طلباء کو بہرہ ور کرتے بلکہ خطاطی کی باقاعدہ تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ (۱۴۲)

منشی عبدالغنی شیریں رقم المعروف نتھو کاتب

موصوف نے مولوی سید احمد ایمن آبادی اور امام ویردی سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے شاگردوں میں حاجی دین محمد لاہوری (۱۴۳) اور خلیفہ نور احمد ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں۔ انگریزی دور میں عام طور پر سکول میں خط کی تعلیم کے لیے خط نستعلیق میں لکھی ہوئی کاپیاں پہلی تین جماعتوں کے لیے مقرر تھیں اور خاص کر بیسویں صدی کے ایک کاتب ''نتھو'' نامی تھے جو عام طور پر سکولوں کی کتابیں رائے گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ میں ملازم کی حیثیت سے لکھتے۔ (۱۴۴)

خلیفہ عزیز الدین

کاتب موصوف نستعلیق کے ماہر خطاط تھے۔ ان کا کتابت شدہ ایک درسی قاعدہ لاہور عجائب گھر کی لائبریری میں کرنل رشید کلیکشن میں موجود ہے۔ (۱۴۵) موصوف شاہ عالمی دروازہ کے اندر مسجد موراں میں کتابت کرتے تھے قبل ازیں مطبع مفید عام منشی گلاب سنگھ (موجودہ گورنمنٹ پریس) میں کام کرتے تھے بعد میں لالہ عطر چند کپور کی شائع کردہ درسی کتب کی کتابت کرنے لگے ان کے علاوہ پانڈو کی کلاں نزد علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کے حکیم نور حسین جو مولوی صدرالدین کے بیٹے تھے ان کے ہمراہ مطبع مفید عام میں منشی گلاب سنگھ کے پاس ملازمت کرتے رہے۔

مدرسہ تحسین الخطوط

لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی اس کے بانی تھے۔ (ع۔۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹) جو باقاعدہ فارغ ہونے والے تلامذہ کو اسناد جاری کرتے تھے۔ (ع۔۳۰) گزشتہ ۳۵ برسوں میں بڑے بڑے معروف خطاطوں نے اس مدرسہ سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ جن میں خالد جاوید یوسفی، ظہور ناظم، علی احمد بھٹہ، رشید بٹ راولپنڈی، محمد یوسف چوہدری، محمد سلیم ساغر، محمد اقبال یوسفی، علی احمد صابر چشتی، عبدالرحمٰن بی کام، عبدالرحمٰن، محمد اقبال بھٹہ اور محمد یوسف بھٹہ ہیں۔ اسی نام کا ایک مدرسہ فواد اول نے اکتوبر ۱۹۲۲ء میں کھولا جس کا نام مدرسہ تحسین الخطوط الملیہ تھا اور اس کا صدر مدرس عبدالعزیز رفاعی مقرر ہوا۔ اس مدرسہ میں احمد کامل، محمد یونس، آفندی زادہ اور معمار زادہ محمد علی خطاطی اور تذہیب کی تعلیم دیتے رہے۔ (۱۴۶)



ع۔۲۲



ع۔۲۳



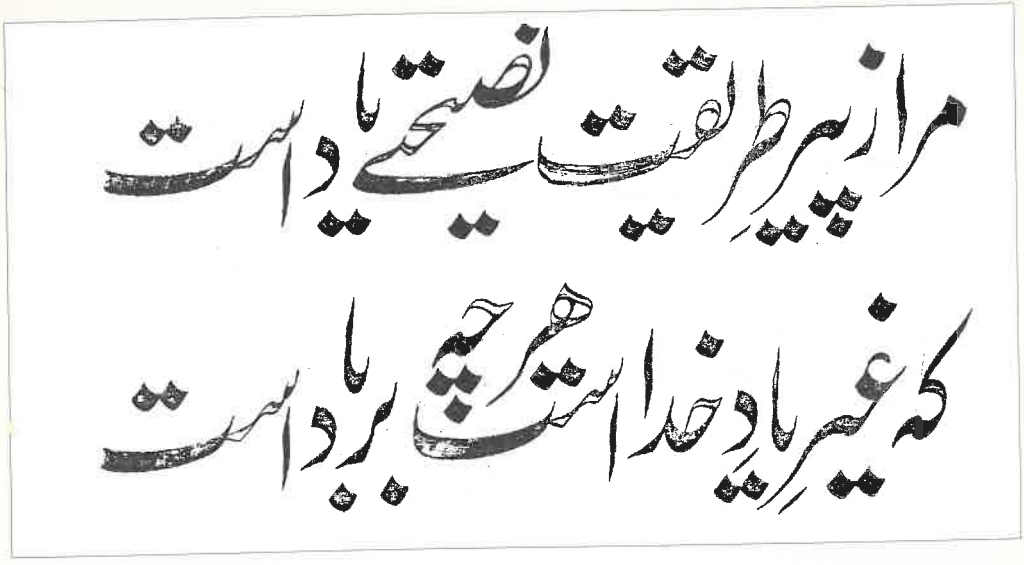
ع۔۲۴

تو غنی از هر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

ع ـ ۲۵







ع ۔ ۲۸



ع ۔ ۲۹


الشهادة

ع ۔ ۳۰

فتح علی ملتانی

فتح علی ملتانی (ع۔۳۱)، مرزا احمد علی کشمیری (ع۔۳۲) (جن کی خطاطی کا ایک نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ (۱۴۷) سے برسوں اصلاح لیتے رہے ان کو کتھے کی سیاہی سے قطعات لکھنے کا شوق تھا۔ (۱۴۸) شروع میں یہ تکیہ نتھے شاہ کے بالمقابل محلّہ شعیاں میں رہتے تھے چند روز منشی عبدالمجید پرویں رقم کے پاس بھی رہے۔ انہوں نے ۱۹۱۹ء میں لاہور میں وفات پائی۔ (۱۴۹) اور مومن پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔



ع۔۳۱



ع۔۳۲



ع۔۳۳

ادارہ کتابت چوک دالگراں

۱۹۲۵ء میں قاضی ظہورالدین خطاط (ع۔۳۳) نے ادارہ کتابت چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ (نشتر روڈ) اور ریلوے روڈ کے سنگم پر واقع بلڈنگ میں قائم کیا۔ قاضی ظہور دین کو اپنے شاگردوں سے بہت پیار تھا۔ جو کوئی شخص بھی ان کے پاس کتابت سیکھنے گاؤں سے خالی ہاتھ آتا اس کی خوراک اور رہائش کا انتظام بھی یہی کرتے خطاطی میں ان کے اصلاح دینے اور سمجھانے کا انداز بہت شفقت آمیز تھا۔ یہ ادارہ دو رہائشی کمروں پر مشتمل تھا ۱۹۶۵ء میں یہ کمرے خالی کرا لیے گئے ان کی اپنی رہائش جو دو کمروں میں تھی آپ کے بچوں نے ادارے کو دے دی اور خود علی پور ضلع گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ قاضی صاحب ادارہ میں ہی رہے اس ادارے سے بہت سے نامور خطاط نکلے جن میں محمد شفیع (معراج کے چٹھہ) نستعلیق اور قرآنی خطاطی میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے قاضی صاحب کے ساتھ مل کر سالہا سال ''درس قرآن'' رسالہ جو آسٹریلشیا بلڈنگ سے ادارہ ''اصلاح و تبلیغ'' کے زیر اہتمام شائع ہوتا تھا کتابت کیا۔ اس کے علاوہ عبدالقدوس روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، عطاء اللہ بخاری، مولوی محمد فضل (۱۵۰) چراغ دین، محمد اسحاق، حکیم محمد رفیق معصوم یہیں رہائش پذیر رہے۔ قاضی صاحب کی وفات ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء کے بعد اس ادارے کا انتظام ان کے شاگرد اور داماد اقبال اختر نے سنبھالا اور ادارے کا نام زندہ رکھا۔ (۱۵۱)

۱۹۹۰ء میں ادارہ کتابت کی بلڈنگ کی خستہ حالی کی وجہ سے مالکان نے گرانے کے لیے خالی کرالیا۔ اس طرح ۱۹۲۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کے عرصہ پر محیط اس ادارے کا وجود ختم ہوگیا۔ اس ادارے سے قاضی ظہور الدین کے دیگر شاگردوں کی کثیر تعداد نے فن خطاطی کی خدمت انجام دی۔ جن میں محمد شفیع انور سیالوی، اقبال اختر، قصور کے شہاب الدین عبدالرشید خاکی نے شعبہ اشتہارات میں بہت نام پیدا کیا محمد صادق، حافظ نذیر احمد، محمد رفیق، مقصود، صوفی چراغ دین، بشیر احمد، محمد دین وغیرہ نامور خوشنویس ہیں۔ اس ادارے کے ساتھ ساتھ اسی وقت لاہور میں بیٹھک کاتباں اندرون لوہاری گیٹ محمد صدیق الماس رقم حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور، غلام یٰسین کی بیٹھک چوک متی اور خوشی محمد ناصر قادری کی بیٹھک وغیرہ خطاطی سکھانے کے مراکز تھے قاضی ظہور دین نہایت ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام محی الدین تھا جنہوں نے بعد میں نام تبدیل کر کے مولا بخش رکھ لیا۔ آپ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شہر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی ۱۹ سال کی عمر میں فوج میں ڈریسر بھرتی ہوئے جمرود (پشاور) تعینات ہوئے ان کی بٹالین ۳۳/۱ پنجاب رجمنٹ تھی ۲۲ اپریل ۱۹۲۰ء تک ملازمت کی۔ فوج سے فارغ ہو کر انہوں نے جنوری ۱۹۲۲ء میں محکمہ صحت گوجرانوالہ میں ملازمت کی جہاں ان کی ملاقات حکیم غلام رسول سے ہوئی۔ حکیم صاحب نے ان کو خوش خط پا کر خطاطی سیکھنے کی طرف توجہ دلائی ابتداء میں آپ نے یوسف دہلوی کے والد مولوی محمد دین جنڈیالہ ڈھاب والا (ضلع گوجرانوالہ) سے اصلاح لی۔ ۱۹۲۵ء میں لاہور آ کر ''ادارہ کتابت'' قائم کیا۔ آپ حافظ علم الدین کی بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی قاضی جلال الدین طباعت کرتے تھے اور رسول نگر ہی میں مقیم تھے۔ قاضی ظہور الدین نے روزنامہ ''احسان'' اور کوہستان میں کافی عرصہ بطور ہیڈ کاتب کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر زیادہ وقت ''ادارہ کتابت'' میں ہی دینا شروع کر دیا۔ آپ بڑے سے بڑے پوسٹر کو اوپر سے شروع کر کے بغیر کانٹ چھانٹ کے لکھ دیتے۔ پیر عبدالحمید خطاط قرآن، قرآن مجید کا متن لکھا کرتے اور حواشی و تفسیر قاضی ظہور دین لکھا کرتے۔ قاضی ظہور الدین کے بڑے بیٹے قاضی مظفر اقبال ریلوے اکاؤنٹس میں ہیں اور دو بیٹے محکمہ ڈاک میں ملازمت کر رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے اطہر ضمیر نے کتابت سیکھی اور آج کل بطور آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے وقت'' میں کام کر رہے ہیں۔ موصوف کے ہمعصروں میں پیر عبدالحمید، حاجی نور احمد، سید انور حسین نفیس رقم، محمد صدیق الماس رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، خوشی محمد ناصر قادری جو اس وقت دین محمدی پریس میں تھے۔ شریف گلزار چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' محمد اقبال ابن پروین رقم، مولوی غلام رسول، غلام یٰسین چوک متی حکیم محمد عظیم، محمد دین پیسہ رقم وغیرہ تھے۔ ''ادارہ کتابت'' کا عرصہ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۹۰ء تک محیط ہے (۱۵۲) اس دوران یہاں سے بہت لوگوں نے خطاطی سیکھ کر اخبارات میں ملازمتیں کیں اور بہت سے خطاطوں نے خطاطی میں ایک مقام حاصل کیا خطاطی سکھانے کے علاوہ اس ادارے میں خوش نویس یونین کے اجلاس بھی ہوا کرتے تھے اور خوشنویسوں کی بہبود کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جاتا تھا۔ آج کل بھی ''ادارہ کتابت'' کا بورڈ آویزاں ہے جو لاہور میں خطاطی کے عروج و زوال کی داستان رقم کر رہا ہے۔

تھڑا کاتباں

اندرون موچی گیٹ میں ایک مکان کے باہر صابر کاتب اور اس کے چار بیٹے کتابت کا کام کرتے تھے جن میں مولوی محمد دین، غلام فرید، غلام محی الدین ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ یہی جگہ کوچہ کاتبان کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہاں پر خطاطی سکھانے کا اہتمام بھی تھا۔ (۱۵۳)

مرغوب ایجنسی

یہ ادارہ چوک متی میں بازار ڈوگراں کے سامنے تھا اس ادارے کے روح رواں منشی فضل الٰہی مرغوب رقم تھے ان

کے پاس چھوٹا پریس تھا اور ان کی بیٹھک تھی۔ موصوف نے نو آموز گان خطاطی کے لیے تختیاں بھی لکھیں جنہیں ان کی ایجنسی نے شائع کیا۔ ان کے شاگردوں میں عبدالغنی، نور احمد، محمد لطیف، ثناء اللہ، منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے بیٹے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں یہاں حاجی محمد اعظم نے بھی مشق کی۔ مرغوب رقم کی وفات ۱۹۱۶ء لاہور میں ہوئی تو یہ ادارہ صرف طباعت کا مرکز بن کر رہ گیا۔

نگارستان ایجنسی

خطاط فتح علی ملتانی جو مرزا احمد علی کے شاگرد الرشید تھے منشی عبدالمجید پرویں رقم کی بیٹھک اندرون لوہاری گیٹ میں رہے اور ۱۹۱۹ء میں وہیں وفات پائی (۱۵۴) نگارستان ایجنسی سے پرویں رقم خطاط نے ۱۹۲۸ء میں ابجد لکھی اور چھاپی اور دیگر قطعات شائع کیے اس بیٹھک نے ایک ہاسٹل کی طرح کام کیا یہاں سے سیکھنے والوں کو منشی پرویں رقم کی طرف سے قیام طعام کی سہولت بھی حاصل تھی۔ عبدالمجید نارووال، غلام رسول گوجرانوالہ، محمد یعقوب اور حاجی محمد اعظم منور رقم یہاں مقیم رہے اس ایجنسی کا آغاز ۱۹۳۵ء میں ہوا اور معروف خطاط پرویں رقم یہاں ایک خاص وضع داری سے نشست کرتے اور طالب علم ان سے خطاطی کی اصلاح لیتے۔

ڈیرہ کاتباں

ڈیرہ کاتبان قیام پاکستان سے قریباً ۱۰۰ سال قبل لاہور میں خوشنویسوں کا مرکز رہا۔ (۱۵۵) ڈیرہ کاتباں مولوی سید احمد ایمن آبادی جو مرزا امام ویردی کے ہمعصر تھے اور محلّہ چڑی ماراں اندرون لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کی نشست ڈیرہ کاتبان چوک متی میں تھی وہیں کتابت کرتے۔ جہاں سے اعلیٰ خطاط تربیت پا کر نکلے لاہور ہی کے مشہور خطاط خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے والد خلیفہ محمد حسن جو مہاراجہ جموں و کشمیر کے درباری خطاط تھے۔ موصوف اکثر لاہور آتے اور ڈیرہ کاتباں ہی میں قیام کرتے تھے۔ (۱۵۶) یہاں آپ کے بے شمار شاگرد ہوئے جن میں حکیم مراد بخش چغتائی اور ملک علی محمد معروف خطاط تھے۔ لاہور کے ایک اور خطاط منشی محمد انور کے دو بھائی منشی محمد افضل اور منشی محمد عالم بھی ڈیرہ کاتباں میں مقیم رہے۔ پنڈت ٹھاکر دت شرما موجد امرت دھارا کے خاص کاتب تھے جبکہ ایک اور باکمال خطاط سردار محمد عالم انہی کے فیض یافتگان میں سے تھے اور ان کے شاگرد منشی رحمت علی باکمال خطاط گزرے ہیں جن کا انتقال ۴۶ برس کی عمر میں لاہور میں ہوا۔ یہ ڈیرہ چوک متی میں نانک چند پوری کے مکان کے نیچے واقع تھا۔ (۱۵۷) یہاں مندرجہ بالا خطاطین کے علاوہ غلام محمد، غلام نبی، رحمت خان، اقبال مقبول محمد شفیع (۱۵۸) ملک حسا، حیات، محبوب عالم وغیرہ خطاط بیٹھا کرتے تھے اسی ڈیرہ کاتباں سے متعلق ایک اور خطاط مولوی محمد یٰسین قریشی کوٹلی مچھرانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے والد کا نام مولوی محمد دین تھا جو جید عالم اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں مہارت حاصل کی اور ان کے استاد مولوی محمد انور لاہوری تھے فن کتابت میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد یہ بیسوں دوسرے خوشنویسوں کے ساتھ ڈیرہ کاتباں لاہور میں مقیم ہو گئے تھے۔ (۱۵۹)

بیٹھک کاتباں

خطاط الملک تاج الدین زریں رقم گولڈ میڈلسٹ ۱۹۲۴ء نصف صدی سے بیٹھک کاتباں (مکان نمبر ۴۵۱-D) اندرون لوہاری گیٹ میں اسلامی خطاطی کی بلا معاوضہ تربیت کرتے تھے۔ موصوف نستعلیق کے استاد تھے۔ دور دراز اور غیر ممالک سے شائقین فن ان سے عظیم اسلامی ورثہ یعنی خوشخطی سے مالا مال ہوئے۔ (۱۶۰) تاج صاحب کے استاد ان کے حقیقی ماموں حاجی نور احمد تھے۔ موصوف کی ولادت ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں لاہور اور وفات ۱۳ جون ۱۹۵۵ء میں ہوئی (۱۶۱)

موصوف نے مرقع زریں کے نام سے مبتدیان خطاطی کے لیے کتاب شائع کی۔ بانی ادارہ خطاط الملک تاج زریں رقم کے شاہکار قومی عجائب گھر کراچی، عجائب گھر لاہور اور آرٹ گیلری اسلام آباد میں محفوظ ہیں۔

وزارت ثقافت حکومت پاکستان نے اس عظیم ترین درسگاہ سکول خطاطی کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے اور اس مرکز خطاطی بیٹھک کا تباں رجسٹرڈ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے تحفظ کے لیے گزٹ نوٹیفیکیشن ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے ذریعہ قومی ورثہ کے طور پر اپنی تحویل میں لے لیا۔ (۱۶۲) اب یہاں خطاطی کا سرکاری سکول کام کر رہا ہے۔ وزارت ثقافت حکومت پاکستان کے تعاون سے اس ادارہ سے خطاطی کے شائقین آج بھی چشم فیضان زریں رقم سے فیضاب ہو رہے ہیں۔ (۱۶۳) اور باقاعدہ سند بھی دی جاتی ہے اس مرکز خطاطی کے نگران اعلیٰ جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم ابن مقلہ ایوارڈ یافتہ اور محمد سلیم بن زریں رقم ہیں۔ اس بیٹھک کا مقام فن خطاطی میں بہت بلند ہے جہاں خطاطی کی ترویج و ترقی کے علاوہ خوشنویس یونین کے بقا کے لیے شاندار لائحہ عمل تیار ہوئے۔ صوفی صاحب کے شاگردوں میں اکرم الحق اور منظور رانو راعلیٰ نستعلیق نویس ہیں۔

بیٹھک منشی نرائن سنگھ

قیام پاکستان سے قبل فیصل آباد میں منشی نرائن سنگھ کی بیٹھک تھی جہاں وہ خطاطی سکھایا کرتا تھا یہ تاج الدین زریں رقم لاہوری کا شاگرد تھا۔ (۱۶۴)

خطاطی کا ایک نیا دور

لاہور میں خطاطی کا ایک مکمل دبستان ۱۹۰۱ء تا ۱۹۲۲ء کے عرصہ پر محیط ہے۔ عبدالمجید پرویں رقم جیسے عظیم خطاط نے ایرانی طرز سے ہٹ کر لاہوری طرز کی ابتداء کی اور یہ طرز نہ صرف پاکستان بھر میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں پسند کی گئی ۱۹۸۹ء میں ترکی میں ہونے والے بین الاقوامی مقابلہ خطاطی میں لاہوری طرز کو بے حد پسند کیا گیا۔ (۱۶۵) منشی عبدالمجید پرویں رقم نے حافظ نوراللہ اور مولوی سید احمد سے استفادہ کیا۔ (۱۶۶) لیکن بعد میں انہوں نے حکیم فقیر محمد چشتی کے ساتھ مل کر ایک نئی روش کی ابتداء کی آپ نے امام ویردی کی روش میں اجتہادی اضافے کئے۔ آپ نے اپنے جدت پسند ذہن اور حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے حروف کی ساخت اور پیوندوں میں دلکش ترامیم کر کے خط نستعلیق کو ایک نئی صورت عطا کی۔ انہوں نے مرصع قطعات اور کتابہ نویسی میں کمال حاصل کیا جلی اور خفی میں پرویں رقم کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علامہ اقبال کی کتب کے اکثر اولین ایڈیشن آپ کی خطاطی سے مزین ہیں۔ (۱۶۷) آج لاہور بلکہ کراچی (جزوی طور پر) اسی روش کے مقلد خطاط موجود ہیں۔ انہی ایام میں لاہور میں ایک اور خطاط منشی فضل الٰہی مرغوب رقم (م ۱۹۱۶ء) تھے جن کے شاگرد حاجی نور احمد جو معروف خطاط ''تاج الدین زریں رقم لاہور کے حقیقی ماموں تھے۔ تاج الدین زریں رقم نے پروینی طرز کو اپنایا اور اس قدر بہترین طریقے سے اس روش کی تقلید کی کہ ان دونوں کے لکھے ہوئے قطعات ایک جیسے سائز ایک جیسی قلم اور ایک جیسی عبارت اور طرز میں ملتی ہیں کہ ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ تاج الدین زریں رقم اور پرویں رقم ایک دوسرے پر خطاطی میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ زریں رقم نے اس قدر مشق کی کہ آج دونوں خطاطین کے نام اکھٹے لیے جاتے ہیں ان خطاطوں کا نام ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہو گیا ان خطاطوں کی پیشہ وارانہ کشمکش کے نتیجہ کے طور پر خطاطی کے ایسے شاہکار سامنے آئے۔ جو آج بھی لاہور میں خطاط خاندانوں، فقیر خانہ میوزیم، لاہور میوزیم، شیخ شمس الحق مرحوم اور اکرام الحق خطاط کے پاس محفوظ ہیں۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں لاہور شہر میں بے شمار خطاط سرگرم تھے۔ ان خطاطین کا شجرہ تلمذ دیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ لکھنو، دہلی، کراچی، پشاور، دکن سکول، لاہور سکول سے ہی وسعت پذیر ہوئے اور برصغیر پاک و ہند میں

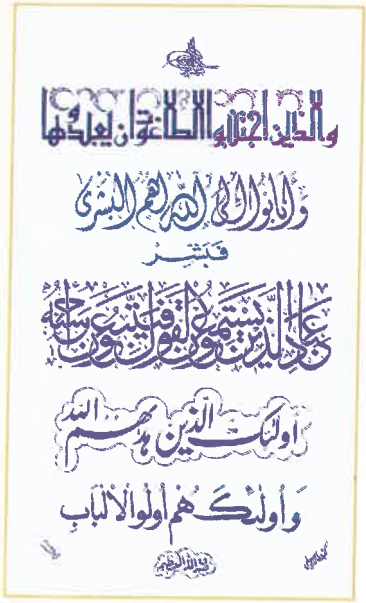
صرف لاہور ہی ایک ایسا شہر تھا جس سے خطاطی کی کرنیں پورے برصغیر کو منور کرتی رہیں حتیٰ کہ یہ سلسلہ اتنا چلا کہ یہاں بہت سے ادارے معرض وجود میں آئے جہاں نہ صرف خطاطوں کی تربیت ہوتی بلکہ انہیں روزگار کے وسیع مواقع میسر آتے۔

بیٹھک محمد صدیق الماس رقم

آپ کو نستعلیق کے چوٹی کے خطاطوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جامع ملیہ دہلی سے بھی وابستہ رہے۔ مختلف رسائل و جرائد کی الواح اور کتب کے سرورق آپ کے کمال فن کی گواہی دیتے ہیں۔ بیٹھک اردو بازار موجود تھی۔ (۱۶۸) جہاں مشتاق بھٹہ، محمود احمد، محمد جمیل تنویر رقم، محمد صدیق، خواجہ محمد شفیع، محمد اقبال عباسی، منیر احمد بھٹی مرحوم آپ کے شاگرد ہوئے۔

حافظ یوسف سدیدی سکول

آپ کا تعلق بھون ضلع چکوال سے ہے۔ آپ پر دینی طرز کے مقلد اور تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے۔ مرحوم بتایا کرتے تھے کہ میں نے پروین رقم سے بھی اصلاح لی ہے۔ سعودی عرب میں کار کے ایک حادثہ کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے اور لاہور میں انتقال فرمایا۔ ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد اس وقت لاہور میں موجود ہے۔ جن میں خالد جاوید یوسفی اسلام آباد (ع۔۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸) رشید بٹ، پاکستان ٹیلی ویژن



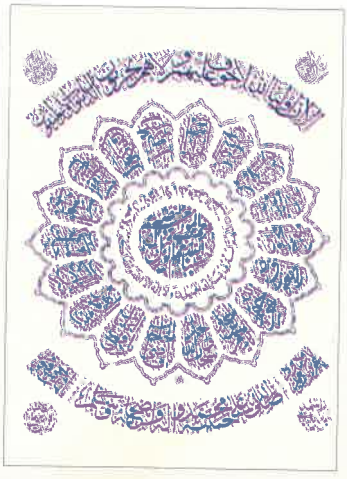
ع۔۳۴



ع۔۳۵



ع۔۳۶



ع۔۳۷



ع۔۳۸

موصوف نے مرقع زریں کے نام سے مبتدیان خطاطی کے لیے کتاب شائع کی۔ بانی ادارہ خطاط الملک تاج زریں رقم کے شاہکار قومی عجائب گھر کراچی، عجائب گھر لاہور اور آرٹ گیلری اسلام آباد میں محفوظ ہیں۔

وزارت ثقافت حکومت پاکستان نے اس عظیم ترین درسگاہ سکول خطاطی کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے اور اس مرکز خطاطی بیٹھک کا تباں رجسٹرڈ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے تحفظ کے لیے گزٹ نوٹیفیکشن ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے ذریعہ قومی ورثہ کے طور پر اپنی تحویل میں لے لیا۔ (۱۶۲) اب یہاں خطاطی کا سرکاری سکول کام کر رہا ہے۔ وزارت ثقافت حکومت پاکستان کے تعاون سے اس ادارہ سے خطاطی کے شائقین آج بھی چشم فیضان زریں رقم سے فیضاب ہو رہے ہیں۔ (۱۶۳) اور باقاعدہ سند بھی دی جاتی ہے اس مرکز خطاطی کے نگران اعلیٰ جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم ابن مقلہ ایوارڈ یافتہ اور محمد سلیم بن زریں رقم ہیں۔ اس بیٹھک کا مقام فن خطاطی میں بہت بلند ہے جہاں خطاطی کی ترویج و ترقی کے علاوہ خوشنویس یونین کے بقا کے لیے شاندار لائحہ عمل تیار ہوئے۔ صوفی صاحب کے شاگردوں میں اکرم الحق اور منظور رانو راعلیٰ نستعلیق نویس ہیں۔

بیٹھک منشی نرائن سنگھ

قیام پاکستان سے قبل فیصل آباد میں منشی نرائن سنگھ کی بیٹھک تھی جہاں وہ خطاطی سکھایا کرتا تھا یہ تاج الدین زریں رقم لاہوری کا شاگرد تھا۔ (۱۶۴)

خطاطی کا ایک نیا دور

لاہور میں خطاطی کا ایک مکمل دبستان ۱۹۰۱ء تا ۱۹۲۲ء کے عرصہ پر محیط ہے۔ عبدالمجید پرویں رقم جیسے عظیم خطاط نے ایرانی طرز سے ہٹ کر لاہوری طرز کی ابتداء کی اور یہ طرز نہ صرف پاکستان بھر میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں پسند کی گئی ۱۹۸۹ء میں ترکی میں ہونے والے بین الاقوامی مقابلہ خطاطی میں لاہوری طرز کو بے حد پسند کیا گیا۔ (۱۶۵) منشی عبدالمجید پرویں رقم نے حافظ نوراللہ اور مولوی سید احمد سے استفادہ کیا۔ (۱۶۶) لیکن بعد میں انہوں نے حکیم فقیر محمد چشتی کے ساتھ مل کر ایک نئی روش کی ابتداء کی آپ نے امام وردی کی روش میں اجتہادی اضافے کئے۔ آپ نے اپنے جدت پسند ذہن اور حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے حروف کی ساخت اور پیوندوں میں دلکش ترامیم کر کے خط نستعلیق کو ایک نئی صورت عطا کی۔ انہوں نے مرصع قطعات اور کتابہ نویسی میں کمال حاصل کیا جلی اور خفی میں پرویں رقم کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علامہ اقبال کی کتب کے اکثر اولین ایڈیشن آپ کی خطاطی سے مزین ہیں۔ (۱۶۷) آج لاہور بلکہ کراچی (جزوی طور پر) اسی روش کے مقلد خطاط موجود ہیں۔ انہی ایام میں لاہور میں ایک اور خطاط منشی فضل الٰہی مرغوب رقم (م ۱۹۱۶ء) تھے جن کے شاگرد حاجی نور احمد جو معروف خطاط ''تاج الدین زریں رقم لاہور کے حقیقی ماموں تھے۔ تاج الدین زریں رقم نے پروینی طرز کو اپنایا اور اس قدر بہترین طریقے سے اس روش کی تقلید کی کہ ان دونوں کے لکھے ہوئے قطعات ایک جیسے سائز ایک جیسی قلم اور ایک جیسی عبارت اور طرز میں ملتی ہیں کہ ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ تاج الدین زریں رقم اور پرویں رقم ایک دوسرے پر خطاطی میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ زریں رقم نے اس قدر مشق کی کہ آج دونوں خطاطین کے نام اکھٹے لیے جاتے ہیں ان خطاطوں کا نام ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہو گیا ان خطاطوں کی پیشہ وارانہ کشمکش کے نتیجہ کے طور پر خطاطی کے ایسے شاہکار سامنے آئے۔ جو آج بھی لاہور میں خطاط خاندانوں، فقیر خانہ میوزیم، لاہور میوزیم، شیخ شمس الحق مرحوم اور اکرام الحق خطاط کے پاس محفوظ ہیں۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں لاہور شہر میں بے شمار خطاط سرگرم تھے۔ ان خطاطین کا شجرہ تلمذ دیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ لکھنو، دہلی، کراچی، پشاور، دکن سکول، لاہور سکول سے ہی وسعت پذیر ہوئے اور برصغیر پاک و ہند میں

کے پاس چھوٹا پریس تھا اور ان کی بیٹھک تھی۔ موصوف نے نو آموز گان خطاطی کے لیے تختیاں بھی لکھیں جنہیں ان کی ایجنسی نے شائع کیا۔ ان کے شاگردوں میں عبدالغنی، نور احمد، محمد لطیف، ثناء اللہ، منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے بیٹے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں یہاں حاجی محمد اعظم نے بھی مشق کی۔ مرغوب رقم کی وفات ۱۹۱۶ء لاہور میں ہوئی تو یہ ادارہ صرف طباعت کا مرکز بن کر رہ گیا۔

نگارستان ایجنسی

خطاط فتح علی ملتانی جو مرزا احمد علی کے شاگرد الرشید تھے منشی عبدالمجید پرویں رقم کی بیٹھک اندرون لوہاری گیٹ میں رہے اور ۱۹۱۹ء میں وہیں وفات پائی (۱۵۴) نگارستان ایجنسی سے پرویں رقم خطاط نے ۱۹۲۸ء میں ابجد لکھی اور چھاپی اور دیگر قطعات شائع کئے اس بیٹھک نے ایک ہاسٹل کی طرح کام کیا یہاں سے سیکھنے والوں کو منشی پرویں رقم کی طرف سے قیام طعام کی سہولت بھی حاصل تھی۔ عبدالمجید نارووال، غلام رسول گوجرانوالہ، محمد یعقوب اور حاجی محمد اعظم منور رقم یہاں مقیم رہے اس ایجنسی کا آغاز ۱۹۳۵ء میں ہوا اور معروف خطاط پرویں رقم یہاں ایک خاص وضع داری سے نشست کرتے اور طالب علم ان سے خطاطی کی اصلاح لیتے۔

ڈیرہ کاتباں

ڈیرہ کاتبان قیام پاکستان سے قریباً ۱۰۰ سال قبل لاہور میں خوشنویسوں کا مرکز رہا۔ (۱۵۵) ڈیرہ کاتباں مولوی سید احمد ایمن آبادی جو مرزا امام ویردی کے ہمعصر تھے اور محلّہ چڑی ماراں اندرون لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کی نشست ڈیرہ کاتبان چوک متی میں تھی وہیں کتابت کرتے۔ جہاں سے اعلیٰ خطاط تربیت پا کر نکلے لاہور ہی کے مشہور خطاط خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے والد خلیفہ محمد حسن جو مہاراجہ جموں و کشمیر کے درباری خطاط تھے۔ موصوف اکثر لاہور آتے اور ڈیرہ کاتباں ہی میں قیام کرتے تھے۔ (۱۵۶) یہاں آپ کے بے شمار شاگرد ہوئے جن میں حکیم مراد بخش چغتائی اور ملک علی محمد معروف خطاط تھے۔ لاہور کے ایک اور خطاط منشی محمد انور کے دو بھائی منشی محمد افضل اور منشی محمد عالم بھی ڈیرہ کاتباں میں مقیم رہے۔ پنڈت ٹھاکر دت شرما موجد امرت دھارا کے خاص کاتب تھے جبکہ ایک اور باکمال خطاط سردار محمد عالم انہی کے فیض یافتگان میں سے تھے اور ان کے شاگرد منشی رحمت علی باکمال خطاط گزرے ہیں جن کا انتقال ۴۶ برس کی عمر میں لاہور میں ہوا۔ یہ ڈیرہ چوک متی میں نانک چند پوری کے مکان کے نیچے واقع تھا۔ (۱۵۷) یہاں مندرجہ بالا خطاطین کے علاوہ غلام محمد، غلام نبی، رحمت خان، اقبال مقبول محمد شفیع (۱۵۸) ملک حسا، حیات، محبوب عالم وغیرہ خطاط بیٹھا کرتے تھے اسی ڈیرہ کاتباں سے متعلق ایک اور خطاط مولوی محمد یٰسین قریشی کوٹلی مچھرانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے والد کا نام مولوی محمد دین تھا جو جید عالم اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں مہارت حاصل کی اور ان کے استاد مولوی محمد انور لاہوری تھے فن کتابت میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد یہ بیسوں دوسرے خوشنویسوں کے ساتھ ڈیرہ کاتباں لاہور میں مقیم ہو گئے تھے۔ (۱۵۹)

بیٹھک کاتباں

خطاط الملک تاج الدین زریں رقم گولڈ میڈلسٹ ۱۹۲۴ء نصف صدی سے بیٹھک کاتباں (مکان نمبر ۴۵۱-D) اندرون لوہاری گیٹ میں اسلامی خطاطی کی بلا معاوضہ تربیت کرتے تھے۔ موصوف نستعلیق کے استاد تھے۔ دور دراز اور غیر ممالک سے شائقین فن ان سے عظیم اسلامی ورثہ یعنی خوشخطی سے مالا مال ہوئے۔ (۱۶۰) تاج صاحب کے استاد ان کے حقیقی ماموں حاجی نور احمد تھے۔ موصوف کی ولادت ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں لاہور اور وفات ۱۳ جون ۱۹۵۵ء میں ہوئی (۱۶۱)

۱۹۹۰ء میں ادارہ کتابت کی بلڈنگ کی خستہ حالی کی وجہ سے مالکان نے گرانے کے لیے خالی کرالیا۔ اس طرح ۱۹۲۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کے عرصہ پر محیط اس ادارے کا وجود ختم ہوگیا۔ اس ادارے سے قاضی ظہور الدین کے دیگر شاگردوں کی کثیر تعداد نے فن خطاطی کی خدمت انجام دی۔ جن میں محمد شفیع انور سیالوی، اقبال اختر، قصور کے شہاب الدین عبدالرشید خاکی نے شعبہ اشتہارات میں بہت نام پیدا کیا محمد صادق، حافظ نذیر احمد، محمد رفیق، مقصود، صوفی چراغ دین، بشیر احمد، محمد دین وغیرہ نامور خوشنویس ہیں۔ اس ادارے کے ساتھ ساتھ اسی وقت لاہور میں بیٹھک کاتباں اندرون لوہاری گیٹ محمد صدیق الماس رقم حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور، غلام یٰسین کی بیٹھک چوک متی اور خوشی محمد ناصر قادری کی بیٹھک وغیرہ خطاطی سکھانے کے مراکز تھے قاضی ظہور دین نہایت ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام محی الدین تھا جنہوں نے بعد میں نام تبدیل کر کے مولا بخش رکھ لیا۔ آپ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شہر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی ۱۹ سال کی عمر میں فوج میں ڈریسر بھرتی ہوئے جمرود (پشاور) تعینات ہوئے ان کی بٹالین ۳۳/۱ پنجاب رجمنٹ تھی ۲۲ اپریل ۱۹۲۰ء تک ملازمت کی۔ فوج سے فارغ ہو کر انہوں نے جنوری ۱۹۲۲ء میں محکمہ صحت گوجرانوالہ میں ملازمت کی جہاں ان کی ملاقات حکیم غلام رسول سے ہوئی۔ حکیم صاحب نے ان کو خوش خط پا کر خطاطی سیکھنے کی طرف توجہ دلائی ابتداء میں آپ نے یوسف دہلوی کے والد مولوی محمد دین جنڈیالہ ڈھاب والا (ضلع گوجرانوالہ) سے اصلاح لی۔ ۱۹۲۵ء میں لاہور آ کر ''ادارہ کتابت'' قائم کیا۔ آپ حافظ علم الدین کی بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی قاضی جلال الدین طباعت کرتے تھے اور رسول نگر ہی میں مقیم تھے۔ قاضی ظہور الدین نے روزنامہ ''احسان'' اور کوہستان میں کافی عرصہ بطور ہیڈ کاتب کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر زیادہ وقت ''ادارہ کتابت'' میں ہی دینا شروع کر دیا۔ آپ بڑے سے بڑے پوسٹر کو اوپر سے شروع کر کے بغیر کانٹ چھانٹ کے لکھ دیتے۔ پیر عبدالحمید خطاط قرآن، قرآن مجید کا متن لکھا کرتے اور حواشی و تفسیر قاضی ظہور دین لکھا کرتے۔ قاضی ظہور الدین کے بڑے بیٹے قاضی مظفر اقبال ریلوے اکاؤنٹس میں ہیں اور دو بیٹے محکمہ ڈاک میں ملازمت کر رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے اطہر ضمیر نے کتابت سیکھی اور آج کل بطور آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے وقت'' میں کام کر رہے ہیں۔ موصوف کے ہمعصروں میں پیر عبدالحمید، حاجی نور احمد، سید انور حسین نفیس رقم، محمد صدیق الماس رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، خوشی محمد ناصر قادری جو اس وقت دین محمدی پریس میں تھے۔ شریف گلزار چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' محمد اقبال ابن پروین رقم، مولوی غلام رسول، غلام یٰسین چوک متی، حکیم محمد عظیم، محمد دین پیسہ رقم وغیرہ تھے۔ ''ادارہ کتابت'' کا عرصہ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۹۰ء تک محیط ہے (۱۵۲) اس دوران یہاں سے بہت لوگوں نے خطاطی سیکھ کر اخبارات میں ملازمتیں کیں اور بہت سے خطاطوں نے خطاطی میں ایک مقام حاصل کیا خطاطی سکھانے کے علاوہ اس ادارے میں خوش نویس یونین کے اجلاس بھی ہوا کرتے تھے اور خوشنویسوں کی بہبود کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جاتا تھا۔ آج کل بھی ''ادارہ کتابت'' کا بورڈ آویزاں ہے جو لاہور میں خطاطی کے عروج و زوال کی داستان رقم کر رہا ہے۔

تھڑا کاتباں

اندرون موچی گیٹ میں ایک مکان کے باہر صابر کاتب اور اس کے چار بیٹے کتابت کا کام کرتے تھے جن میں مولوی محمد دین، غلام فرید، غلام محی الدین ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ یہی جگہ کوچہ کاتبان کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہاں پر خطاطی سکھانے کا اہتمام بھی تھا۔ (۱۵۳)

مرغوب ایجنسی

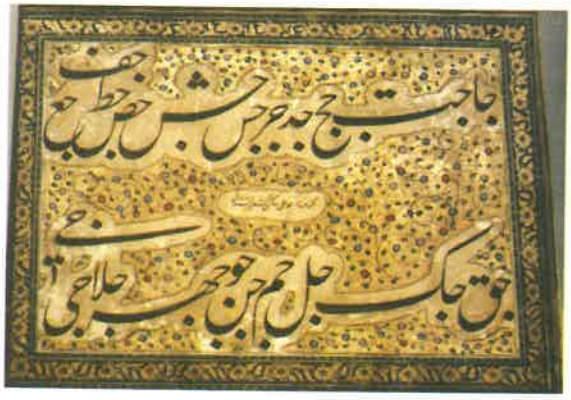
یہ ادارہ چوک متی میں بازار ڈوگراں کے سامنے تھا اس ادارے کے روح رواں منشی فضل الٰہی مرغوب رقم تھے ان

فتح علی ملتانی

فتح علی ملتانی (ع۔۳۱)، مرزا احمد علی کشمیری (ع۔۳۲) (جن کی خطاطی کا ایک نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ (۱۴۷) سے برسوں اصلاح لیتے رہے ان کو کتھے کی سیاہی سے قطعات لکھنے کا شوق تھا۔ (۱۴۸) شروع میں یہ تکیہ نتھے شاہ کے بالمقابل محلّہ شعیاں میں رہتے تھے چند روز منشی عبدالمجید پرویں رقم کے پاس بھی رہے۔ انہوں نے ۱۹۱۹ء میں لاہور میں وفات پائی۔ (۱۴۹) اور مومن پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔



ع۔۳۱



ع۔۳۲



ع۔۳۳

ادارہ کتابت چوک دالگراں

۱۹۲۵ء میں قاضی ظہور الدین خطاط (ع۔۳۳) نے ادارہ کتابت چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ (نشتر روڈ) اور ریلوے روڈ کے سنگم پر واقع بلڈنگ میں قائم کیا۔ قاضی ظہور دین کو اپنے شاگردوں سے بہت پیار تھا۔ جو کوئی شخص بھی ان کے پاس کتابت سیکھنے گاؤں سے خالی ہاتھ آتا اس کی خوراک اور رہائش کا انتظام بھی یہی کرتے خطاطی میں ان کے اصلاح دینے اور سمجھانے کا انداز بہت شفقت آمیز تھا۔ یہ ادارہ دو رہائشی کمروں پر مشتمل تھا ۱۹۶۵ء میں یہ کمرے خالی کرا لیے گئے ان کی اپنی رہائش جو دو کمروں میں تھی آپ کے بچوں نے ادارے کو دے دی اور خود علی پور ضلع گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ قاضی صاحب ادارہ میں ہی رہے اس ادارے سے بہت سے نامور خطاط نکلے جن میں محمد شفیع (معراج کے چھٹہ) نستعلیق اور قرآنی خطاطی میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے قاضی صاحب کے ساتھ مل کر سالہا سال ''درس قرآن'' رسالہ جو آسٹریلشیا بلڈنگ سے ادارہ ''اصلاح و تبلیغ'' کے زیر اہتمام شائع ہوتا تھا کتابت کیا۔ اس کے علاوہ عبدالقدوس روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، عطاء اللہ بخاری، مولوی محمد فضل (۱۵۰) چراغ دین، محمد اسحاق، حکیم محمد رفیق معصوم یہیں رہائش پذیر رہے۔ قاضی صاحب کی وفات ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء کے بعد اس ادارے کا انتظام ان کے شاگرد اور داماد اقبال اختر نے سنبھالا اور ادارے کا نام زندہ رکھا۔ (۱۵۱)

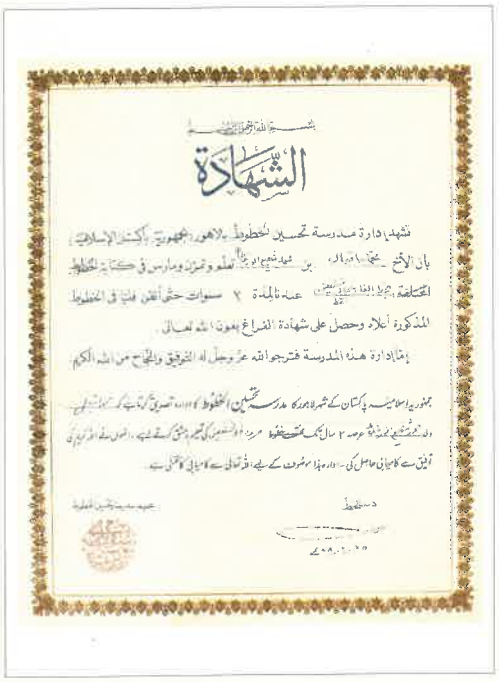
مرا زپیرِ طریقت نصیحتے یاد است

کہ غیرِ یادِ خدا ہر چہ ہست برباد است

ع ۔ ۲۸



ع ۔ ۲۹



الشهادة

ع ۔ ۳۰

تو غنی از هر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

ع ـ ۲۵





مدرسہ تحسین الخطوط

لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی اس کے بانی تھے۔(ع۔۲۲،۲۳،۲۴،۲۵،۲۶،۲۷،۲۸،۲۹) جو باقاعدہ فارغ ہونے والے تلامذہ کو اسناد جاری کرتے تھے۔(ع۔۳۰) گزشتہ ۳۵ برسوں میں بڑے بڑے معروف خطاطوں نے اس مدرسہ سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔جن میں خالد جاوید یوسفی،ظہور ناظم،علی احمد بھٹہ، رشید بٹ راولپنڈی، محمد یوسف چوہدری، محمد سلیم ساغر، محمد اقبال یوسفی، علی احمد صابر چشتی، عبدالرحمٰن بی کام، عبدالرحمٰن، محمد اقبال بھٹہ اور محمد یوسف بھٹہ ہیں۔اسی نام کا ایک مدرسہ فواد اول نے اکتوبر ۱۹۲۲ء میں کھولا جس کا نام مدرسہ تحسین الخطوط الملیہ تھا اور اس کا صدر مدرس عبدالعزیز رفاعی مقرر ہوا۔اس مدرسہ میں احمد کامل، محمد یونس، آفندی زادہ اور معمار زادہ محمد علی خطاطی اور تذہیب کی تعلیم دیتے رہے۔(۱۴۶)



ع۔۲۲



ع۔۲۳



ع۔۲۴

کتابت کے لیے کوئی سادہ طرز متعارف کرانا چاہتا تھا جو ذرا روایتی خطاطی سے مختلف ہو اور انگریزی طرز تحریر کی طرح دو متوازی لائنوں سے نکلنے نہ پائے اس مقصد کے لیے اس نے مقامی طابع گلاب سنگھ کو بلایا اور کہا کہ ملک کے معروف خطاط سے یہ کام کروایا جائے۔ (۱۴۰) اس مقصد کے لیے مطبع منشی نولکشور لکھنو سے منشی شمس الدین اعجاز رقم کو لاہور بلایا گیا کرنل بالرائیڈ نے اپنے نقطہ نظر کو واضح کر کے منشی اعجاز رقم کو ایک نمونہ لکھنے کو کہا جب نمونہ اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے اس پر پنسل سے دو متوازی خطوط کے باہر ''م'' کا ''الف'' اور ''ک'' کی کشش پر نشانات لگائے۔ منشی صاحب اس واقعہ کو اپنی بے عزتی گردانتے ہوئے واپس لکھنو چلے گئے۔ (۱۴۱) اور اس طرح وہ صرف تین ماہ لاہور میں رہے ان کے جانے کے بعد مقامی خطاط منشی عبدالغنی نتھو کاتب کو اس مقصد کے لیے کہا گیا جنہوں نے بخوبی یہ کام انجام دیا۔ اس طرز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متوازی خطوط کے اندر ہونے کی وجہ سے الفاظ سمٹے ہوئے اور دائرے پچکے ہوئے ہوتے ہیں اور الفاظ کے درمیان مناسب فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ بعد میں اس طرز میں ملک صفدر علی، خلیفہ عزیز الدین، مولوی عبدالقادر جنڈیالوی، منشی محمد چراغ، (حویلی کاہلی مل) مولوی شاہ دین نورالدین وغیرہ نے مہارت حاصل کر لی اور متعدد درسی قاعدے کتابت کئے۔ اس زمانے میں لاہور میں خطاطی سیکھنے سکھانے کا رواج عام تھا۔ اور پورا شہر لاہور تشنگان علم خطاطی کے لیے ایک درس گاہ تھا۔

غلام محمد، محمد مسعود، محمد اکبر

کاتبوں نے زیادہ تر تین پیشوں کا انتخاب کیا جن میں امامت، طبابت اور کتابت ہیں۔ پری محل لال مسجد کے خطیب غلام محمد پردیس رقم کے شاگرد تھے۔ محمد مسعود موراں والی مسجد پاپڑ منڈی کے خطیب اور خطاط تھے اسی طرح نیویں مسجد بازار ڈوگراں کے خطیب محمد اکبر بھی اچھے خطاط تھے جو نہ صرف دینی تعلیم سے طلباء کو بہرہ ور کرتے بلکہ خطاطی کی باقاعدہ تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ (۱۴۲)

منشی عبدالغنی شیریں رقم المعروف نتھو کاتب

موصوف نے مولوی سید احمد ایمن آبادی اور امام ویردی سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے شاگردوں میں حاجی دین محمد لاہوری (۱۴۳) اور خلیفہ نور احمد ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں۔ انگریزی دور میں عام طور پر سکول میں خط کی تعلیم کے لیے خط نستعلیق میں لکھی ہوئی کاپیاں پہلی تین جماعتوں کے لیے مقرر تھیں اور خاص کر بیسویں صدی کے ایک کاتب ''نتھو'' نامی تھے جو عام طور پر سکولوں کی کتابیں رائے گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ میں ملازم کی حیثیت سے لکھتے۔ (۱۴۴)

خلیفہ عزیز الدین

کاتب موصوف نستعلیق کے ماہر خطاط تھے۔ ان کا کتابت شدہ ایک درسی قاعدہ لاہور عجائب گھر کی لائبریری میں کرنل رشید کلیکشن میں موجود ہے۔ (۱۴۵) موصوف شاہ عالمی دروازہ کے اندر مسجد موراں میں کتابت کرتے تھے قبل ازیں مطبع مفید عام منشی گلاب سنگھ (موجودہ گورنمنٹ پریس) میں کام کرتے تھے بعد میں لالہ عطر چند کپور کی شائع کردہ درسی کتب کی کتابت کرنے لگے ان کے علاوہ پانڈو کی کلاں نزد علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کے حکیم نور حسین جو مولوی صدرالدین کے بیٹے تھے ان کے ہمراہ مطبع مفید عام میں منشی گلاب سنگھ کے پاس ملازمت کرتے رہے۔

مدرسہ تحسین الخطوط

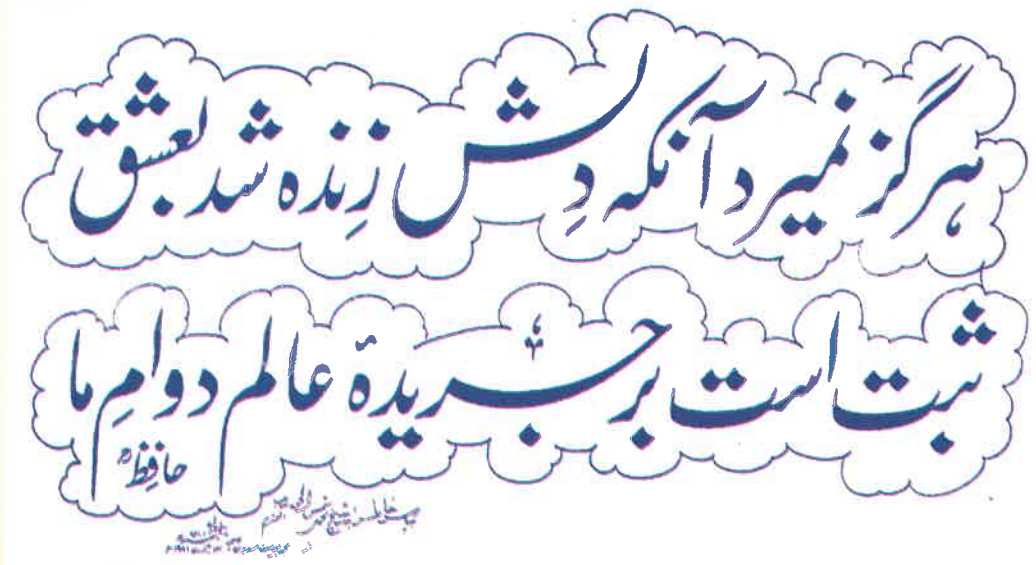
لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی اس کے بانی تھے۔(ع۔۲۲،۲۳،۲۴،۲۵،۲۶،۲۷،۲۸،۲۹) جو باقاعدہ فارغ ہونے والے تلامذہ کو اسناد جاری کرتے تھے۔(ع۔۳۰) گزشتہ ۳۵ برسوں میں بڑے بڑے معروف خطاطوں نے اس مدرسہ سے زانوئے تلمذتہ کیا۔جن میں خالد جاوید یوسفی،ظہور ناظم،علی احمد بھٹہ، رشید بٹ راولپنڈی، محمد یوسف چوہدری، محمد سلیم ساغر، محمد اقبال یوسفی، علی احمد صابر چشتی، عبدالرحمٰن بی کام، عبدالرحمٰن، محمد اقبال بھٹہ اور محمد یوسف بھٹہ ہیں۔اسی نام کا ایک مدرسہ فواد اول نے اکتوبر ۱۹۲۲ء میں کھولا جس کا نام مدرسہ تحسین الخطوط الملیہ تھا اور اس کا صدر مدرس عبدالعزیز رفاعی مقرر ہوا۔اس مدرسہ میں احمد کامل، محمد یونس، آفندی زادہ اور معمار زادہ محمد علی خطاطی اور تذہیب کی تعلیم دیتے رہے۔(۱۴۶)



ع۔۲۳



ع۔۲۲



ع۔۲۴

تو غنی از هر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

ع ـ ۲۵





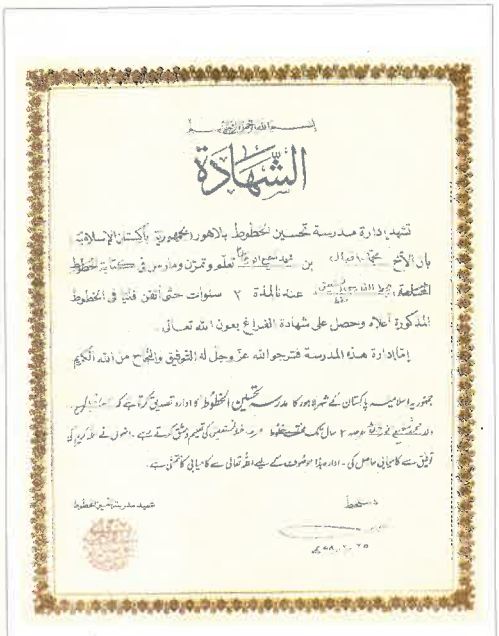
مرا زپیر طریقت نصیحتے یاد است

کہ غیر یادِ خدا است ہر چہ بر باد است

ع ۔ ۲۸



ع ۔ ۲۹



الشهادة

ع ۔ ۳۰

فتح علی ملتانی

فتح علی ملتانی (ع۔۳۱)، مرزا احمد علی کشمیری (ع۔۳۲) (جن کی خطاطی کا ایک نمونہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ (۱۴۷) سے برسوں اصلاح لیتے رہے ان کو کتھے کی سیاہی سے قطعات لکھنے کا شوق تھا۔ (۱۴۸) شروع میں یہ تکیہ نتھے شاہ کے بالمقابل محلّہ شعیاں میں رہتے تھے چند روز منشی عبدالمجید پرویں رقم کے پاس بھی رہے۔ انہوں نے ۱۹۱۹ء میں لاہور میں وفات پائی۔ (۱۴۹) اور مومن پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔



ع۔۳۱



ع۔۳۲

ادارہ کتابت چوک دالگراں

۱۹۲۵ء میں قاضی ظہورالدین خطاط (ع۔۳۳) نے ادارہ کتابت چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ (نشتر روڈ) اور ریلوے روڈ کے سنگم پر واقع بلڈنگ میں قائم کیا۔ قاضی ظہور دین کو اپنے شاگردوں سے بہت پیار تھا۔ جو کوئی شخص بھی ان کے پاس کتابت سیکھنے گاؤں سے خالی ہاتھ آتا اس کی خوراک اور رہائش کا انتظام بھی یہی کرتے خطاطی میں ان کے اصلاح دینے اور سمجھانے کا انداز بہت شفقت آمیز تھا۔ یہ ادارہ دو رہائشی کمروں پر مشتمل تھا ۱۹۶۵ء میں یہ کمرے خالی کرا لیے گئے ان کی اپنی رہائش جو دو کمروں میں تھی آپ کے بچوں نے ادارے کو دے دی اور خود علی پور ضلع گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ قاضی صاحب ادارہ میں ہی رہے اس ادارے سے بہت سے نامور خطاط نکلے جن میں محمد شفیع (معراج کے چٹھہ) نستعلیق اور قرآنی خطاطی میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے قاضی صاحب کے ساتھ مل کر سالہا سال ''درس قرآن'' رسالہ جو آسٹریلشیا بلڈنگ سے ادارہ ''اصلاح وتبلیغ'' کے زیر اہتمام شائع ہوتا تھا کتابت کیا۔ اس کے علاوہ عبدالقدوس روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، عطاء اللہ بخاری، مولوی محمد فضل (۱۵۰) چراغ دین، محمد اسحاق، حکیم محمد رفیق معصوم یہیں رہائش پذیر رہے۔ قاضی صاحب کی وفات ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء کے بعد اس ادارے کا انتظام ان کے شاگرد اور داماد اقبال اختر نے سنبھالا اور ادارے کا نام زندہ رکھا۔ (۱۵۱)



ع۔۳۳

۱۹۹۰ء میں ادارہ کتابت کی بلڈنگ کی خستہ حالی کی وجہ سے مالکان نے گرانے کے لیے خالی کرالیا۔ اس طرح ۱۹۲۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کے عرصہ پر محیط اس ادارے کا وجود ختم ہوگیا۔ اس ادارے سے قاضی ظہور الدین کے دیگر شاگردوں کی کثیر تعداد نے فن خطاطی کی خدمت انجام دی۔ جن میں محمد شفیع انور سیالوی، اقبال اختر، قصور کے شہاب الدین عبدالرشید خاکی نے شعبہ اشتہارات میں بہت نام پیدا کیا محمد صادق، حافظ نذیر احمد، محمد رفیق، مقصود، صوفی چراغ دین، بشیر احمد، محمد دین وغیرہ نامور خوشنویس ہیں۔ اس ادارے کے ساتھ ساتھ اسی وقت لاہور میں بیٹھک کاتباں اندرون لوہاری گیٹ محمد صدیق الماس رقم حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور، غلام یٰسین کی بیٹھک چوک متی اور خوشی محمد ناصر قادری کی بیٹھک وغیرہ خطاطی سکھانے کے مراکز تھے قاضی ظہور دین نہایت ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام محی الدین تھا جنہوں نے بعد میں نام تبدیل کر کے مولا بخش رکھ لیا۔ آپ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شہر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی ۱۹ سال کی عمر میں فوج میں ڈریسر بھرتی ہوئے جمرود (پشاور) تعینات ہوئے ان کی بٹالین ۳۳/۱ پنجاب رجمنٹ تھی ۲۲ اپریل ۱۹۲۰ء تک ملازمت کی۔ فوج سے فارغ ہو کر انہوں نے جنوری ۱۹۲۲ء میں محکمہ صحت گوجرانوالہ میں ملازمت کی جہاں ان کی ملاقات حکیم غلام رسول سے ہوئی۔ حکیم صاحب نے ان کو خوش خط پا کر خطاطی سیکھنے کی طرف توجہ دلائی ابتداء میں آپ نے یوسف دہلوی کے والد مولوی محمد دین جنڈیالہ ڈھاب والا (ضلع گوجرانوالہ) سے اصلاح لی۔ ۱۹۲۵ء میں لاہور آ کر ''ادارہ کتابت'' قائم کیا۔ آپ حافظ علم الدین کی بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی قاضی جلال الدین طباعت کرتے تھے اور رسول نگر ہی میں مقیم تھے۔ قاضی ظہور الدین نے روزنامہ ''احسان'' اور کوہستان میں کافی عرصہ بطور ہیڈ کاتب کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر زیادہ وقت ''ادارہ کتابت'' میں ہی دینا شروع کر دیا۔ آپ بڑے سے بڑے پوسٹر کو اوپر سے شروع کر کے بغیر کانٹ چھانٹ کے لکھ دیتے۔ پیر عبدالحمید خطاط قرآن، قرآن مجید کا متن لکھا کرتے اور حواشی و تفسیر قاضی ظہور دین لکھا کرتے۔ قاضی ظہور الدین کے بڑے بیٹے قاضی مظفر اقبال ریلوے اکاؤنٹس میں ہیں اور دو بیٹے محکمہ ڈاک میں ملازمت کر رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے اطہر ضمیر نے کتابت سیکھی اور آج کل بطور آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے وقت'' میں کام کر رہے ہیں۔ موصوف کے ہمعصروں میں پیر عبدالحمید، حاجی نور احمد، سید انور حسین نفیس رقم، محمد صدیق الماس رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، خوشی محمد ناصر قادری جو اس وقت دین محمدی پریس میں تھے۔ شریف گلزار چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' محمد اقبال ابن پروین رقم، مولوی غلام رسول، غلام یٰسین چوک متی، حکیم محمد عظیم، محمد دین پیسہ رقم وغیرہ تھے۔ ''ادارہ کتابت'' کا عرصہ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۹۰ء تک محیط ہے (۱۵۲) اس دوران یہاں سے بہت لوگوں نے خطاطی سیکھ کر اخبارات میں ملازمتیں کیں اور بہت سے خطاطوں نے خطاطی میں ایک مقام حاصل کیا خطاطی سکھانے کے علاوہ اس ادارے میں خوش نویس یونین کے اجلاس بھی ہوا کرتے تھے اور خوشنویسوں کی بہبود کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جاتا تھا۔ آج کل بھی ''ادارہ کتابت'' کا بورڈ آویزاں ہے جو لاہور میں خطاطی کے عروج و زوال کی داستان رقم کر رہا ہے۔

تھڑا کاتباں

اندرون موچی گیٹ میں ایک مکان کے باہر صابر کاتب اور اس کے چار بیٹے کتابت کا کام کرتے تھے جن میں مولوی محمد دین، غلام فرید، غلام محی الدین ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ یہی جگہ کوچہ کاتبان کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہاں پر خطاطی سکھانے کا اہتمام بھی تھا۔ (۱۵۳)

مرغوب ایجنسی

یہ ادارہ چوک متی میں بازار ڈوگراں کے سامنے تھا اس ادارے کے روح رواں منشی فضل الٰہی مرغوب رقم تھے ان

کے پاس چھوٹا پریس تھا اور ان کی بیٹھک تھی۔ موصوف نے نوآموز گان خطاطی کے لیے تختیاں بھی لکھیں جنہیں ان کی ایجنسی نے شائع کیا۔ ان کے شاگردوں میں عبدالغنی، نور احمد، محمد لطیف، ثناء اللہ، منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے بیٹے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں یہاں حاجی محمد اعظم نے بھی مشق کی۔ مرغوب رقم کی وفات ۱۹۱۶ء لاہور میں ہوئی تو یہ ادارہ صرف طباعت کا مرکز بن کر رہ گیا۔

نگارستان ایجنسی

خطاط فتح علی ملتانی جو مرزا احمد علی کے شاگرد الرشید تھے منشی عبدالمجید پرویں رقم کی بیٹھک اندرون لوہاری گیٹ میں رہے اور ۱۹۱۹ء میں وہیں وفات پائی (۱۵۴) نگارستان ایجنسی سے پرویں رقم خطاط نے ۱۹۲۸ء میں ابجد لکھی اور چھاپی اور دیگر قطعات شائع کئے اس بیٹھک نے ایک ہاسٹل کی طرح کام کیا یہاں سے سیکھنے والوں کو منشی پرویں رقم کی طرف سے قیام طعام کی سہولت بھی حاصل تھی۔ عبدالمجید نارووال، غلام رسول گوجرانوالہ، محمد یعقوب اور حاجی محمد اعظم منور رقم یہاں مقیم رہے اس ایجنسی کا آغاز ۱۹۳۵ء میں ہوا اور معروف خطاط پرویں رقم یہاں ایک خاص وضع داری سے نشست کرتے اور طالب علم ان سے خطاطی کی اصلاح لیتے۔

ڈیرہ کاتباں

ڈیرہ کاتبان قیام پاکستان سے قریباً ۱۰۰ سال قبل لاہور میں خوشنویسوں کا مرکز رہا۔ (۱۵۵) ڈیرہ کاتباں مولوی سید احمد ایمن آبادی جو مرزا امام ویردی کے ہمعصر تھے اور محلّہ چڑی ماراں اندرون لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کی نشست ڈیرہ کاتبان چوک متی میں تھی وہیں کتابت کرتے۔ جہاں سے اعلیٰ خطاط تربیت پا کر نکلے لاہور ہی کے مشہور خطاط خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے والد خلیفہ محمد حسن جو مہاراجہ جموں وکشمیر کے درباری خطاط تھے۔ موصوف اکثر لاہور آتے اور ڈیرہ کاتباں ہی میں قیام کرتے تھے۔ (۱۵۶) یہاں آپ کے بے شمار شاگرد ہوئے جن میں حکیم مراد بخش چغتائی اور ملک علی محمد معروف خطاط تھے۔ لاہور کے ایک اور خطاط منشی محمد انور کے دو بھائی منشی محمد افضل اور منشی محمد عالم بھی ڈیرہ کاتباں میں مقیم رہے۔ پنڈت ٹھاکر دت شرما موجد امرت دھارا کے خاص کاتب تھے جبکہ ایک اور باکمال خطاط سردار محمد عالم انہی کے فیض یافتگان میں سے تھے اور ان کے شاگرد منشی رحمت علی باکمال خطاط گزرے ہیں جن کا انتقال ۴۶ برس کی عمر میں لاہور میں ہوا۔ یہ ڈیرہ چوک متی میں نانک چند پوری کے مکان کے نیچے واقع تھا۔ (۱۵۷) یہاں مندرجہ بالا خطاطین کے علاوہ غلام محمد، غلام نبی، رحمت خان، اقبال مقبول محمد شفیع (۱۵۸) ملک حسا، حیات، محبوب عالم وغیرہ خطاط بیٹھا کرتے تھے اسی ڈیرہ کاتباں سے متعلق ایک اور خطاط مولوی محمد یٰسین قریشی کوٹلی مچھرانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے والد کا نام مولوی محمد دین تھا جو جید عالم اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں مہارت حاصل کی اور ان کے استاد مولوی محمد انور لاہوری تھے فن کتابت میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد یہ بیسوں دوسرے خوشنویسوں کے ساتھ ڈیرہ کاتباں لاہور میں مقیم ہو گئے تھے۔ (۱۵۹)

بیٹھک کاتباں

خطاط الملک تاج الدین زریں رقم گولڈ میڈلسٹ ۱۹۲۴ء نصف صدی سے بیٹھک کاتباں (مکان نمبر ۴۵۱-D) اندرون لوہاری گیٹ میں اسلامی خطاطی کی بلا معاوضہ تربیت کرتے تھے۔ موصوف نستعلیق کے استاد تھے۔ دور دراز اور غیر ممالک سے شائقین فن ان سے عظیم اسلامی ورثہ یعنی خوشخطی سے مالا مال ہوئے۔ (۱۶۰) تاج صاحب کے استاد ان کے حقیقی ماموں حاجی نور احمد تھے۔ موصوف کی ولادت ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں لاہور اور وفات ۱۳ جون ۱۹۵۵ء میں ہوئی (۱۶۱)

موصوف نے مرقع زریں کے نام سے مبتدیان خطاطی کے لیے کتاب شائع کی۔ بانی ادارہ خطاط الملک تاج زریں رقم کے شاہکار قومی عجائب گھر کراچی، عجائب گھر لاہور اور آرٹ گیلری اسلام آباد میں محفوظ ہیں۔

وزارت ثقافت حکومت پاکستان نے اس عظیم ترین درسگاہ سکول خطاطی کی اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے اور اس مرکز خطاطی بیٹھک کا تباں رجسٹرڈ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے تحفظ کے لیے گزٹ نوٹیفیکشن ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے ذریعہ قومی ورثہ کے طور پر اپنی تحویل میں لے لیا۔ (۱۶۲) اب یہاں خطاطی کا سرکاری سکول کام کررہا ہے۔ وزارت ثقافت حکومت پاکستان کے تعاون سے اس ادارہ سے خطاطی کے شائقین آج بھی چشم فیضان زریں رقم سے فیضاب ہورہے ہیں۔ (۱۶۳) اور باقاعدہ سند بھی دی جاتی ہے اس مرکز خطاطی کے نگران اعلیٰ جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم ابن مقلہ ایوارڈ یافتہ اور محمد سلیم بن زریں رقم ہیں۔ اس بیٹھک کا مقام فن خطاطی میں بہت بلند ہے جہاں خطاطی کی ترویج وترقی کے علاوہ خوشنویس یونین کے بقا کے لیے شاندار لائحہ عمل تیار ہوئے۔ صوفی صاحب کے شاگردوں میں اکرم الحق اور منظور رانو راعلیٰ نستعلیق نویس ہیں۔

بیٹھک منشی نرائن سنگھ

قیام پاکستان سے قبل فیصل آباد میں منشی نرائن سنگھ کی بیٹھک تھی جہاں وہ خطاطی سکھایا کرتا تھا یہ تاج الدین زریں رقم لاہوری کا شاگرد تھا۔ (۱۶۴)

خطاطی کا ایک نیا دور

لاہور میں خطاطی کا ایک مکمل دبستان ۱۹۰۱ء تا ۱۹۲۲ء کے عرصہ پر محیط ہے۔ عبدالمجید پرویں رقم جیسے عظیم خطاط نے ایرانی طرز سے ہٹ کر لاہوری طرز کی ابتداء کی اور یہ طرز نہ صرف پاکستان بھر میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں پسند کی گئی ۱۹۸۹ء میں ترکی میں ہونے والے بین الاقوامی مقابلہ خطاطی میں لاہوری طرز کو بے حد پسند کیا گیا۔ (۱۶۵) منشی عبدالمجید پرویں رقم نے حافظ نوراللہ اور مولوی سید احمد سے استفادہ کیا۔ (۱۶۶) لیکن بعد میں انہوں نے حکیم فقیر محمد چشتی کے ساتھ مل کر ایک نئی روش کی ابتداء کی آپ نے امام ویردی کی روش میں اجتہادی اضافے کئے۔ آپ نے اپنے جدت پسند ذہن اور حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے حروف کی ساخت اور پیوندوں میں دلکش ترامیم کر کے خط نستعلیق کو ایک نئی صورت عطا کی۔ انہوں نے مرصع قطعات اور کتابہ نویسی میں کمال حاصل کیا جلی اور خفی میں پرویں رقم کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علامہ اقبال کی کتب کے اکثر اولین ایڈیشن آپ کی خطاطی سے مزین ہیں۔ (۱۶۷) آج لاہور بلکہ کراچی (جزوی طور پر) اسی روش کے مقلد خطاط موجود ہیں۔ انہی ایام میں لاہور میں ایک اور خطاط منشی فضل الٰہی مرغوب رقم (م ۱۹۱۶ء) تھے جن کے شاگرد حاجی نور احمد جو معروف خطاط ''تاج الدین زریں رقم لاہور کے حقیقی ماموں تھے۔ تاج الدین زریں رقم نے پروینی طرز کو اپنایا اور اس قدر بہترین طریقے سے اس روش کی تقلید کی کہ ان دونوں کے لکھے ہوئے قطعات ایک جیسے سائز ایک جیسی قلم اور ایک جیسی عبارت اور طرز میں ملتی ہیں کہ ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ تاج الدین زریں رقم اور پرویں رقم ایک دوسرے پر خطاطی میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ زریں رقم نے اس قدر مشق کی کہ آج دونوں خطاطین کے نام اکھٹے لیے جاتے ہیں ان خطاطوں کا نام ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہوگیا ان خطاطوں کی پیشہ وارانہ کشمکش کے نتیجہ کے طور پر خطاطی کے ایسے شاہکار سامنے آئے۔ جو آج بھی لاہور میں خطاط خاندانوں، فقیر خانہ میوزیم، لاہور میوزیم، شیخ شمس الحق مرحوم اور اکرام الحق خطاط کے پاس محفوظ ہیں۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں لاہور شہر میں بے شمار خطاط سرگرم تھے۔ ان خطاطین کا شجرہ تلمذ دیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ لکھنو، دہلی، کراچی، پشاور، دکن سکول، لاہور سکول سے ہی وسعت پذیر ہوئے اور برصغیر پاک و ہند میں

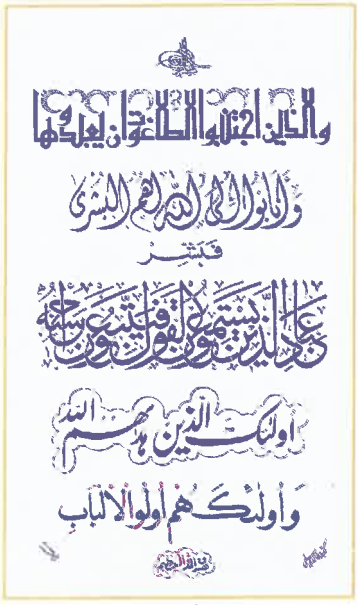
صرف لاہور ہی ایک ایسا شہر تھا جس سے خطاطی کی کرنیں پورے برصغیر کو منور کرتی رہیں حتیٰ کہ یہ سلسلہ اتنا چلا کہ یہاں بہت سے ادارے معرض وجود میں آئے جہاں نہ صرف خطاطوں کی تربیت ہوتی بلکہ انہیں روزگار کے وسیع مواقع میسر آتے۔

بیٹھک محمد صدیق الماس رقم

آپ کو نستعلیق کے چوٹی کے خطاطوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جامع ملیہ دہلی سے بھی وابستہ رہے۔ مختلف رسائل و جرائد کی الواح اور کتب کے سرورق آپ کے کمال فن کی گواہی دیتے ہیں۔ بیٹھک اردو بازار موجود تھی۔ (۱۶۸) جہاں مشتاق بھٹہ، محمود احمد، محمد جمیل تنویر رقم، محمد صدیق، خواجہ محمد شفیع، محمد اقبال عباسی، منیر احمد بھٹی مرحوم آپ کے شاگرد ہوئے۔

حافظ یوسف سدیدی سکول

آپ کا تعلق بھون ضلع چکوال سے ہے۔ آپ پر دینی طرز کے مقلد اور تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے۔ مرحوم بتایا کرتے تھے کہ میں نے پرویں رقم سے بھی اصلاح لی ہے۔ سعودی عرب میں کار کے ایک حادثہ کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے اور لاہور میں انتقال فرمایا۔ ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد اس وقت لاہور میں موجود ہے۔ جن میں خالد جاوید یوسفی اسلام آباد (ع۔۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸) رشید بٹ، پاکستان ٹیلی ویژن



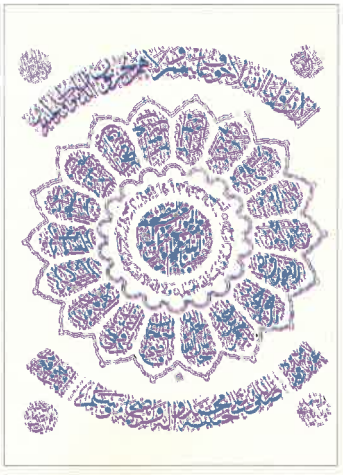
ع۔۳۴



ع۔۳۵



ع۔۳۶



ع۔۳۷



ع۔۳۸

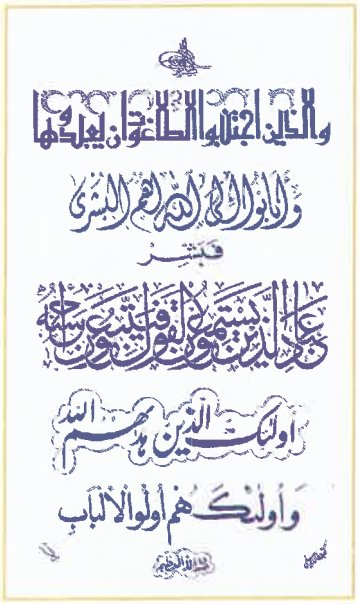
صرف لاہور ہی ایک ایسا شہر تھا جس سے خطاطی کی کرنیں پورے برصغیر کو منور کرتی رہیں حتیٰ کہ یہ سلسلہ اتنا چلا کہ یہاں بہت سے ادارے معرض وجود میں آئے جہاں نہ صرف خطاطوں کی تربیت ہوتی بلکہ انہیں روزگار کے وسیع مواقع میسر آتے۔

بیٹھک محمد صدیق الماس رقم

آپ کو نستعلیق کے چوٹی کے خطاطوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جامع ملیہ دہلی سے بھی وابستہ رہے۔ مختلف رسائل و جرائد کی الواح اور کتب کے سرورق آپ کے کمال فن کی گواہی دیتے ہیں۔ بیٹھک اردو بازار موجود تھی۔ (۱۶۸) جہاں مشتاق بھٹہ، محمود احمد، محمد جمیل تنویر رقم، محمد صدیق، خواجہ محمد شفیع، محمد اقبال عباسی، منیر احمد بھٹی مرحوم آپ کے شاگرد ہوئے۔

حافظ یوسف سدیدی سکول

آپ کا تعلق بھون ضلع چکوال سے ہے۔ آپ پر دینی طرز کے مقلد اور تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے۔ مرحوم بتایا کرتے تھے کہ میں نے پروین رقم سے بھی اصلاح لی ہے۔ سعودی عرب میں کار کے ایک حادثہ کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے اور لاہور میں انتقال فرمایا۔ ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد اس وقت لاہور میں موجود ہے۔ جن میں خالد جاوید یوسفی اسلام آباد (ع۔۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸) رشید بٹ، پاکستان ٹیلی ویژن



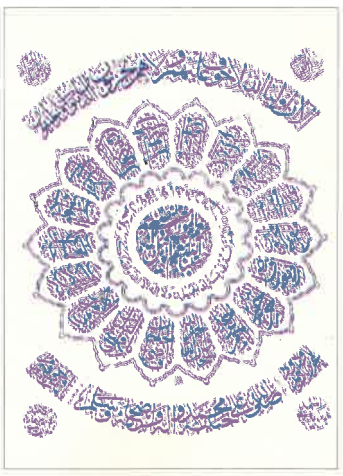
ع۔۳۴



ع۔۳۵



ع۔۳۶



ع۔۳۷

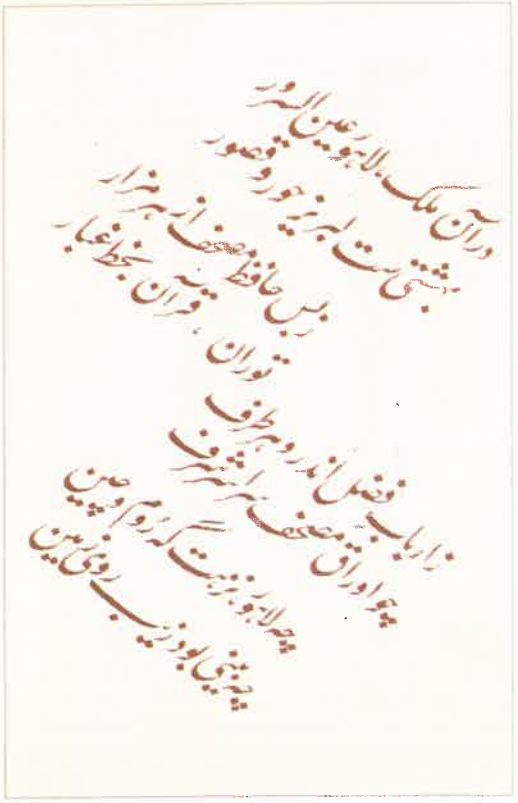


ع۔۳۸

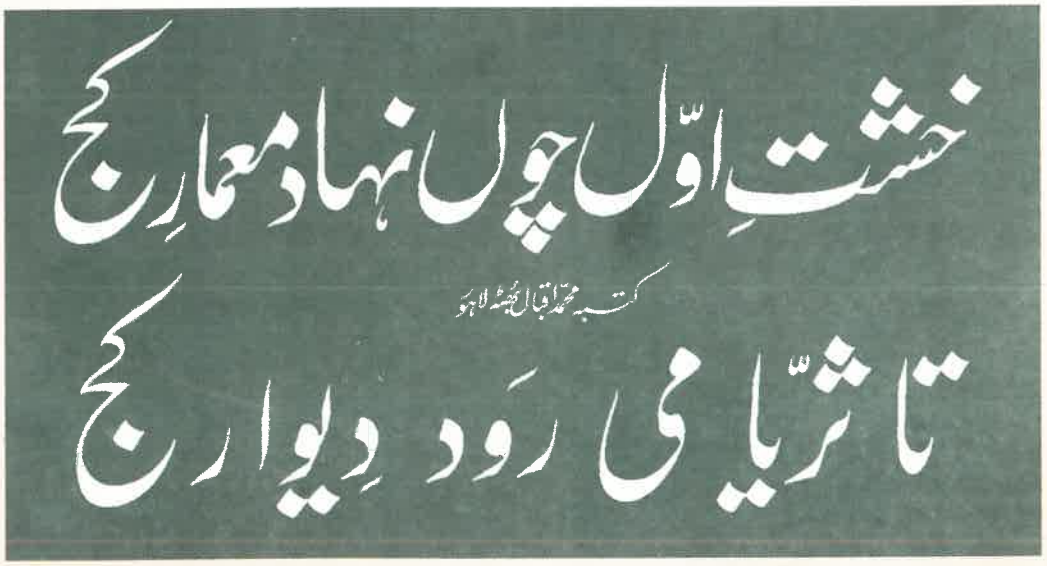
(اسلام آباد) محمد سلیم ساغر، محمد یوسف چوہدری ،
(سعودی عرب) محمد اقبال یوسفی ملتانی، ظہور ناظم
پاکستان ٹیلی ویژن علی احمد صابر، محمداقبال بھٹہ
(ع۔۳۹،۴۰،۴۱)۔



ع۔۳۹



ع۔۴۰



ع۔۴۱

اور عبدالرحمٰن (بی کام) (ع۔۴۵، ۴۶) موجود ہیں۔



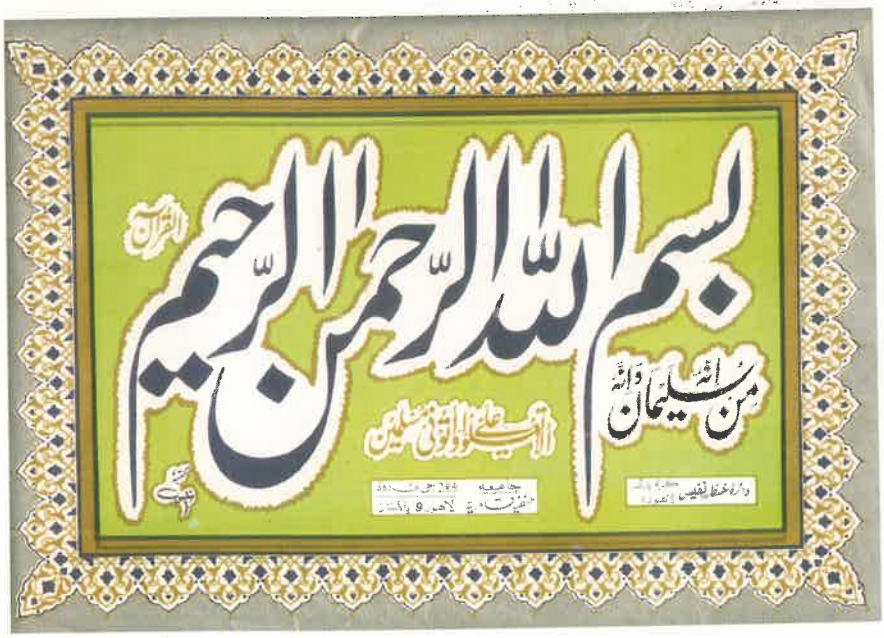
ع۔۴۵



ع۔۴۶

سید انور حسین نفیس رقم سکول

آپ کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ موصوف کی خطاطی ایرانی اور ترکی کی طرزوں کا حسین امتزاج ہے۔ ان کے خط میں الماس رقم اور پروین رقم اور ایرانی طرز سے ملی جلی خوبیاں موجود ہیں۔ ان کے تلامذہ میں خوشنویسوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ جن میں ان کے صاحبزادے سید انیس الحسن مرحوم (ع۔ ۴۷، ۴۸، ۴۹)، محمد جمیل حسن (ع۔ ۵۰، ۵۱)، عبدالرشید قمر



ع۔ ۴۷



ع۔ ۴۸



ع-٤٩



ع-٥٠



محمد جميل حسن



ع-٥١

الٰہی بخش مطیع (ع۔۵۲،۵۳،۵۴،۵۵،۵۶،۵۷) نمایاں ہیں۔



ع۔۵۲



ع۔۵۳



ع۔۵۴



ع-٥٦



ع-٥٧



ع-٥٥

صوفی خورشید عالم خورشید رقم سکول

ولادت ۱۹۲۳ء کپورتھلہ میں ہوئی۔ ان کا خط نستعلیق اپنی مثال آپ ہے۔ جو پروین رقم اور تاج الدین زریں رقم کی ملی جلی خوبیاں لیے ہوئے ہے موصوف کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد لاہور میں موجود ہے۔ لاہور میں بعض خطاط ایسے بھی ہیں جنہوں نے مندرجہ بالا تینوں خطاطین سے مختلف طرزوں میں مہارت حاصل کی ہے۔ یوں تو مندرجہ بالا تینوں خطاط ہر روش اور ہر طرز میں باکمال لکھتے ہیں۔ مگر صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی نستعلیق سید انور حسین رقم اور حافظ یوسف سدیدی کی تمام مروجہ اسلوب میں مہارت یکساں تھی۔

افضل الکتابت

منظور الکتابت کی طرح ''افضل الکتابت'' نام کا ایک ادارہ شیخ فضل الرحمٰن نے ۱۹۴۷ء میں اردو بازار لاہور میں قائم کیا۔ جہاں سے خطاطی سکھانے کے علاوہ سامان کتابت بھی میسر آتا تھا۔ (۱۶۹) شیخ فضل الرحمٰن ۱۹۰۰ء میں قصبہ نسبت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے آپ کا شجرہ نسب فضل الرحمٰن بن محمد عثمان بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے آپ چھ بھائی تھے۔ موصوف ۲۰ سال کی عمر میں فن خوشنویسی سے وابستہ ہوئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے پاس ۵ سال رہے جہاں خوشنویسی کا سلسلہ بھی جاری رکھا بعد میں دہلی پہنچے اور درس و تدریس سے وابستہ رہے ۱۹۲۷ء میں پھاٹک حبش خاں دہلی میں افضل الکتابت کے نام سے ادارہ مذکورہ قائم کیا۔ فن خوشنویسی کی ترویج میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ کاتب حضرات ان کے ہاتھ کے لگائے ہوئے مسطر پسند کرتے تھے۔ مبتدی حضرات اور بچوں کی رہنمائی کے لیے چھپی چھپائی تختی لکھی جس میں ان کے کتابت تختی پر چھاپ دیئے جاتے اور ہر بار دھو کر اسے دوبارہ استعمال کیا جا سکتا تھا فن کی ترویج کے لیے آخر میں ''افضل مرقع خوشنویس'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں فن خوشنویسی کے اصول حروف تہجی کے جوڑ اور معروف اساتذہ خطاطی کے نمونے اس میں دیئے گئے تاکہ مبتدی اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔ آپ آخر عمر میں ایک حادثہ کے نتیجے میں معذور ہو گئے اور ۱۹۸۱ء میں ۸۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے شفیق الرحمٰن طالب علم انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور نے یہ کتاب فن کتابت کے فروغ کے لیے اپریل ۱۹۸۹ء میں چھپوائی۔ (۱۷۰)

دائرہ نفائس الخطوط

دائرہ نفائس الخطوط کا آغاز فیصل آباد سے ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ اس ادارے کے بانی لاہور کے معروف خطاط سید انور حسین نفیس شاہ ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں موصوف نے میکلوڈ روڈ لاہور میں چٹان بلڈنگ میں ایک کمرہ کرائے پر لیا۔ اس طرح یہ ادارہ فیصل آباد سے لاہور منتقل ہو گیا۔ اس دوران نفیس رقم نے جتنے بھی پوسٹر کتابت کئے ان پر اس ادارے کا نام درج ہے۔ (۱۷۱) اس کے قیام کا مقصد خطاطی کا فروغ و اشاعت رہا جسے آج قائم ہوئے ۵۱ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے یہاں بہت سے معروف خطاطوں کی موضوع خطاطی پر میٹنگز ہوئیں جن میں جناب الماس رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، منشی تاج الدین زریں رقم، حاجی نور احمد جیسے خطاط شامل رہے۔

آرٹ اینڈ کیلیگرافی سنٹر

اس ادارے کا قیام ۱۹۵۶ء میں عمل میں آیا۔ جس وقت ''مشرق'' اخبار لاہور سے نکلا اور ''کوہستان'' نزع کے عالم میں تھا۔ کتاب یا رسالہ کی بہترین طریقے سے layout اور کتابت کرنا اس ادارے کے مقاصد میں شامل تھا اس کا دفتر نسبت روڈ ''مشرق'' بلڈنگ میں ۴ سال یعنی ۱۹۶۰ء تک رہا، یہاں کتابیں اور رسائل کی کتابت کی جاتی رہی۔ جن میں

رسالہ ''شعور'' بھی شامل ہے یہاں خطاطوں کو نہ صرف خطاطی بلکہ اخباری layout کی تربیت بھی دی جاتی اس ادارے کی layout کو اولاً ''مشرق'' اخبار نے اور بعد میں کثیر اخباروں نے اپنایا۔(۱۷۲)

آستانہ کتابت

اس ادارے کا نام شریف گلزار آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' لاہور نے تجویز کیا۔ غلام حسین بٹ محلہ سلامت مومن روڈ سے خوشنویسی پر ایک رسالہ ''خوشنویس'' نکالا کرتے تھے۔ جس کا دفتر دلشاد ہوٹل انارکلی کے اوپر دوسری منزل میں ایک کمرے میں تھا۔ ۱۹۵۶ء میں یہ دفتر تیسری منزل میں شفٹ ہوگیا۔ خلیفہ احمد حسین سہیل رقم بھی یہاں آئے۔ اس رسالے کے ٹائیٹل پر اچھے خطاطوں کے نمونہ جات شائع کئے جاتے اس کے علاوہ مسائل تاریخ خطاطی، خطاطین کے حالات زندگی خطاطوں کی زندگیوں کے بارے لطائف وغیرہ چھاپے جاتے۔ یہ رسالہ آستانہ کتابت ہی میں تیار ہوتا تھا۔ اس کا بورڈ خلیفہ احمد حسین سہیل رقم نے لکھا۔ ان دنوں شریف گلزار ''ہلال پاکستان'' میں ملازمت کررہے تھے۔ یہاں پر خوشنویسوں کے ماہانہ یا پندرہ دن بعد اجلاس ہوتے جن میں زیادہ تر خطاطی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی خوشی محمد ناصر قادری، محمد صدیق الماس رقم اور دوسرے خوشنویس یہاں آئے۔ یہاں ایک دلچسپ بحث چھڑی کہ ابجد یعنی (الف) کی پٹی میں (ھھھ) کے اوپر جو (لا) لکھا جاتا ہے وہ کیوں لکھا جاتا ہے۔ جس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ (لا) ہر پٹی میں موجود ہوتا ہے لہٰذا (ل) کی پٹی کو چھوڑ کر (ا) کی پٹی میں صرف (لا) کا اضافہ کردیا گیا۔ غرض یہاں نستعلیق خط موضوع بحث رہتا۔ اور حروف کی پیدائش کے مختلف تصورات پر بحث ہوئی جس کے (ا) کے بارے اللہ تعالیٰ کا تصور یا درخت کا تنا۔ (ب) سے بطخ کا تصور (س) سے شیر کے پنجے کا تصور (ش) سے تلوار کا تصور (ہ) سے غار کا تصور وغیرہ۔ اس ادارے میں محمد یعقوب احمد اور شریف گلزار نے مشق کی۔(۱۷۳)

نقش ''بیٹھک کاتباں''

اندرون بھاٹی گیٹ فقیر خانہ میوزیم سے چند قدم آگے سید بابر علی میسرز پیکجز لمیٹڈ کی زیر سرپرستی ایک عمارت خشتی بنوائی گئی جہاں پر اب خطاطی سکھانے کے لیے سید ثقلین زیدی مرحوم کے بعد محمد شفیع انور سیالوی راقم الحروف کے والد خطاطی سکھانے پر مامور تھے۔ اس بیٹھک کے زیر اہتمام فن خطاطی کے مقابلے کرائے جاتے ہیں جن کا مقصد خطاطی جیسے فن کی آبیاری ہے۔ یہ ادارہ بابر علی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام کام کررہا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں اسی ادارہ کے زیر اہتمام خطاطی کی ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں ۲۶ خوشنویسوں نے حصہ لیا۔ ان تمام کے نمونہ ہائے خطاطی ایک جلد میں دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئے۔ (۱۷۴) محمد شفیع انور (ع۔۵۸۔۵۹۔۶۰، ۶۱۔۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶) کی پیشہ وارانہ مہارت کی وجہ سے یہاں مبتدیان خطاطی کی کثیر تعداد آج بھی فیض یاب ہوتی رہی۔ اسی بیٹھک کے اوپر والے حصہ میں منی ایچر آرٹ کی کلاسز بھی جاری ہیں جو منی آیچر آرٹسٹ شکیل کی زیر نگرانی ہیں۔

سدیدیہ دارالکتابت

حافظ یوسف سدیدی کے ہونہار شاگرد عبدالرحمٰن نے سدیدیہ دارالکتابت کے نام سے ذوالقرنین چیمبرز اردو بازار لاہور میں دفتر کھولا جہاں بقول ان کے ۵۰ یا ۶۰ سے زائد کاتب حضرات کتابت سیکھ چکے ہیں۔ موصوف کے شاگردوں محمد نعیم، حافظ محمد طاہر، شاہد جہاں، وسیم، ذوالفقار، محمد اعظم، عبدالحمید معروف خطاط ہیں۔



ع-٥٨



ع-٥٩



ع-٦٠



ع-٦١

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ع-۶۲

وصلی اللہ علیٰ نورٍ کز و شد نورہا پیدا
زمین از حبِ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

ع-۶۳



ع-۶۴



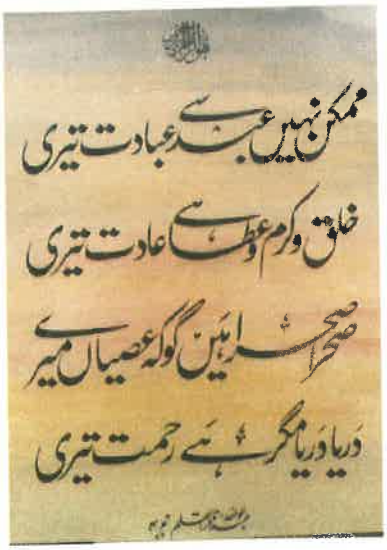
ع-۶۵



ع-۶۶

الخطاط اسلامک آرٹ گیلری

اس کا قیام ۱۹۶۰ء میں عمل میں آیا شروع میں یہ ادارہ الخطاط اسلامک آرٹ گیلری کے نام سے ہال روڈ پر قائم تھا(۱۷۵)
اس گیلری کے قیام کا مقصد تشنگان خطاطی کو سیراب کرنا اور خطاطی کے فن پاروں پر ایک مستقل نمائش کا اہتمام تھا۔ اس ادارے سے کم وبیش ۲۰۰ کے قریب طالب علم خطاطی سیکھ کر مختلف اخبارات ، رسائل اور آزاد مارکیٹ میں کام کر رہے ہیں۔ اس گیلری میں عبدالواحد نادر القلم اور ان کے بیٹے منور الاسلام کے قریباً ۲۰۰ فن پارے ، دعوت نظارہ دیتے ہیں یہ نمونے زیادہ تر آئل پینٹ سے تیار کئے گئے۔ علاوہ ازیں پوسٹر کلر سے کاغذ پر اور کینوس پر خطاطی کے نقوش بکھرے ہیں۔ نادر القلم (ع۔۶۷) قریباً ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر خطاطی کی نمائش کا اہتمام کرتے رہتے ہیں پاکستان کے علاوہ ترکی ، ایران ، عراق ، سعودی عرب ، لندن ، امریکہ میں ان فن پاروں کی سلائیڈز دکھائی گئیں۔ آج بھی معروف شخصیات کے ڈرائنگ رومز اور نیشنل بنک آف پاکستان کی مختلف برانچوں میں نادر القلم کے نمونے ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ نگارخانہ خطاطی کو جن معروف فنی اور غیر فنی شخصیات نے پذیرائی کی ان میں حافظ یوسف سدیدی ، انور حسین نفیس رقم ، حاجی دین محمد ، صوفی خورشید عالم خورشید رقم ، حاجی محمد اعظم ، محمد جمیل تنویر رقم ، محمد سلیم بن زریں رقم ، رشید بٹ کے علاوہ دیگر ملکی و غیر ملکی شخصیات بھی یہاں آئیں آج کل یہ گیلری ۱۰۸ الٹن روڈ آٹو سینٹر مزنگ چونگی کمرہ نمبر ۳۰ میں پہلے فلور پر قائم ہے۔ (۱۷۶)
عبدالواحد نادر القلم اس ادارے کے بانی تھے۔ ان کے والد کا نام مولوی عبدالرحیم تھا آپ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو ضلع قصور کے گاؤں دفتوہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے خطاطی اپنے بھائی مولوی عبدالقادر عاجز سے سیکھی نستعلیق اور نسخ ، دیوانی خوب لکھتے رہے۔ نادر القلم ۱۹۴۶ء میں لاہور آئے انہوں نے ''قرطاس وقلم'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ (۱۷۷) ان کا انتقال ان کی اپنی رہائش گاہ واقع ۱۰۰/ای گلی نمبر ۱۳ حسنین آباد لاہور کینٹ میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوا۔ ان کے دوسرے بھائی نذیر احمد ناظر بھی خوشنویس ہیں جبکہ اس کے بیٹے منور الاسلام (ع۔۶۸) اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خطاطی کا کام کر رہے ہیں۔ آپ کے خاندان میں آپ کے علاوہ عبدالقادر عاجز ، نذیر احمد ناظر اور منور الاسلام کے علاوہ حکیم ملک منظور عزیز ، ملک یوسف عزیز ، ملک یونس عزیز ، خالد محمود ، مظفر طارق اسلام ، زاہدہ بتول ، نعمان منور اسماء ، نسیم کوثر خوشنویس ہیں۔



ع۔۶۷


ع۔۶۸





محمد رمضان کہکشاں رقم

اندرون لوہاری گیٹ میں بیٹھک کاتباں سے تھوڑا آگے محمد رمضان کہکشاں رقم کی بیٹھک ہوا کرتی تھی۔ جہاں غلام محمد خطاط پری محل والے بھی بیٹھا کرتے تھے کچھ لوگ یہاں ان سے کتابت سیکھنے آیا کرتے تھے۔

منظور الکتابت

غلام حیدر خوشنویس نے یہ ادارہ ۱۹۶۲ء میں شروع کیا۔ انہوں نے اس ادارے کا نام اپنے بڑے بیٹے منظور احمد خوشنویس کے نام پر رکھا۔ (۱۷۸) یہاں زیادہ کتابت کے متعلق آلات وسامان نب، ہر قسم کی قلمیں، ہولڈر، سیاہی، مسطر، بٹر پیپر، آرٹ پیپر وغیرہ فروخت کیا جاتا تھا۔ منظور الکتابت کے بانی غلام حیدر ۱۹۴۸ء میں روزنامہ ''شہباز'' پشاور میں بحیثیت خوشنویس ملازم ہوئے اور ۱۹۵۹ء تک اس روزنامے سے منسلک رہے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء تک لاہور میں روزنامہ ''انقلاب'' سے وابستہ رہے اس ادارے میں ۱۹۶۵ء سے آج تک سامان کتابت فروخت ہو رہا ہے یہ ادارہ آج کل مسلم ماڈل سکول اور سلیم ماڈل سکول کے قریب اردو بازار میں واقع ہے۔ جس سے ملک کے نامور خوشنویس حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم، محمد صدیق الماس رقم مرحوم، صوفی خورشید عالم، عبدالمجید پرویں رقم، گوہر قلم، عبدالرشید قمر، منظور انور اور ملک کے تمام اخبارات کے خوشنویس سامان حاصل کرتے رہے ہیں اس ادارے میں پہلے مسطر لتھو پیپر پر چھاپ کر اس پر اراروٹ کی تہ جمائی جاتی اس کے بعد آفسٹ کا زمانہ آیا اور کتابت بٹر پیپر پر کی جانے لگی اور اس کے لیے بٹر پیپر کے نیچے صفحہ کا سائز اور مسطر بندی کے لیے آج تک ہر سائز کی مسطریں یہیں چھاپی جاتیں ہیں۔ یہ مسطر کم از کم تیس قسم کی ہوتی ہیں۔ اور عمومی طور پر 23x33,30x40,23x36,20x30,17x27,20x26,18x23 سائز میں ہوتی ہیں اور ان میں مختلف سائزوں میں صفحوں کی تعداد مختلف ہوتی ہے ایک مسطر کی تیاری میں پورا ایک دن صرف ہوتا ہے۔ ۶۲۔۱۹۶۰ء میں یہ مسطر لتھو مشین پر تیار ہوتا تھا آج کل آفسٹ پر چھاپا جاتا ہے اس ادارے میں طویل عرصہ سے کتابت کا کام ہو رہا ہے یہیں اس کی اشاعت کی جاتی ہے اس ادارے کے بانی سے کئی خوشنویسوں نے خطاطی کی تربیت حاصل کی۔ ان کے تین بیٹے ہیں جن میں منظور احمد خوشنویس ہیں دوسرے اعجاز احمد اور ریاض احمد ڈیزائنرز ہیں جنہوں نے بیشتر عید کارڈ ڈیزائن کئے ہوئے ہیں۔ (۱۷۹) جو ملک میں ہر جگہ دستیاب ہیں ادارے کے بانی ۲۴ مارچ ۱۹۸۷ء کو وفات پا چکے ہیں۔

نفیس دارالکتابت

اس ادارے کے بانی جناب منظور انور ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۶۳ء میں کوہستان اخبار سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی جبکہ نسخ اور ثلث سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی منظور انور کی خطاطی میں دو اساتذہ کے نمونوں کی جھلک ملتی ہے اور یہ دونوں سکولوں کے نمائندہ خطاط ہیں۔ نفیس دارالکتابت کا آغاز انہوں نے ۱۹۷۵ء میں بیرون موری دروازے سے شروع کیا۔ اس ادارے کا نام انہوں نے اپنے استاد اور معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے نام پر رکھا۔ انہوں نے سیالکوٹ محلّہ مظفر پورہ، گلشن راوی لاہور، وزیر آباد جامعہ توحید برنی مساجد کے کتبات لکھے۔ (۱۸۰) موصوف نے ''امروز''، ''مشرق''، ''نوائے وقت''، ''کوہستان''، ''مساوات''، ''جمہور'' جیسے اخبارات میں کوفی، نسخ، ثلث، نستعلیق رسم الخطوط کے جوہر دکھائے۔ ان کے ادارے میں زیادہ تر گوجرانوالہ، کامونکی اور سیالکوٹ سے لوگ کتابت سیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ ادارہ ۱۹۸۰ء میں موری دروازہ سے قذافی مارکیٹ اردو بازار میں منتقل کر دیا گیا۔ سیالکوٹ کے شوکت اور ہفت روزہ ''زندگی'' کے نذیر انور ان کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں۔ (۱۸۱)

انجمن فروغ خطاطی

یہ ادارہ ۱۹۶۴ء میں معروف خطاط شریف گلزار (ع۔۶۹، ۷۰، ۷۱) نے قائم کیا۔ ابتداء میں صرف روزنامہ ''مشرق'' کے خطاط اس کے ممبر بنے جن میں محمد حبیب، محمد اعظم، عرفان احمد، یعقوب وغیرہ تھے۔ اس کے لیے فنڈ زا کھٹے کیے گئے تا کہ بیرون ملک سے کتابیں منگوا کر اس سے استفادہ کیا جائے اور نوآموزگان کو خطاطی کے ساتھ ساتھ کاپی جوڑنے کا فن بھی سکھایا جاتا اور تحقیق کے مواقع فراہم کیے جاتے۔ لیکن کاتبوں کی بے مائیگی اور لاپرواہی سے یہ ادارہ اگرچہ جلد ہی ختم ہو گیا لیکن اپنے اثرات لاہور سے نکلنے والے تمام روزناموں پر چھوڑ گیا جو آج بھی لاہور کے روزناموں کی layout میں نظر آتے ہیں۔ (۱۸۲)



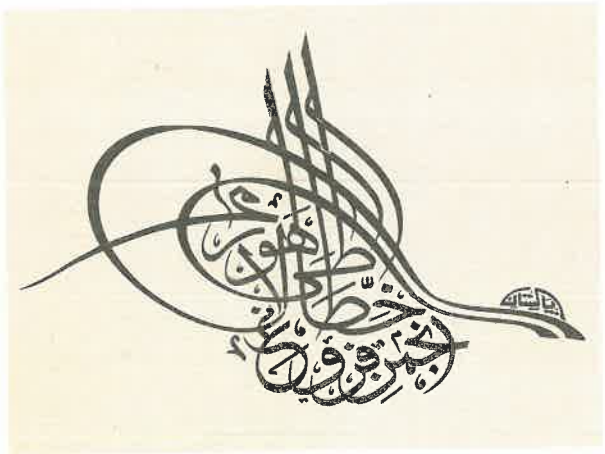
شریف گلزار



ع۔۶۹



ع۔۷۰



ع۔۷۱

ادارہ پروین الکتابت

ادارہ پروین الکتابت حاجی محمد اعظم منور رقم کی زیر سرپرستی میں شروع ہوا۔ (۱۸۳) اس ادارے کا قیام ۱۴ اپریل ۱۹۶۴ء کو بزم پروین رقم کے تحت عمل میں آیا اس کے صدر رائیس القلم حافظ محمد اعظم تھے۔ اور خلیفہ احمد حسین سہیل رقم سرپرست اور خوشی محمد ناصر قادری خوشی رقم جنرل سیکرٹری اور منور رقم اس کے خزانچی مقرر ہوئے۔ اسی بزم کے زیر اہتمام ۱۹۶۴ء میں ہی ادارہ پروین الکتابت کا قیام عمل میں آیا شروع میں اس کا دفتر رائل پارک میں رہا بعد میں ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ موجودہ جگہ پر منتقل ہوگیا۔ ادارہ پروین الکتابت نے وقتاً فوقتاً پروین رقم کے قطعات کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ (۱۸۴) اور خطاطی سیکھنے والے کے لیے تدریس خطاطی جیسی کتب شائع کیں۔ اس ادارے سے کتابت سیکھنے والوں میں محمد رفیق (راجہ جنگ) حال مقیم لاہور، محمد رفیق سکنہ نواں پنڈ لاہور، حافظ محمد طارق باغبانپورہ لاہور، محمد اشرف حال مقیم لندن، محمد یوسف بغدادی چاہ میراں، محمد شریف ڈھولنوال، محمد جمشید علامہ اقبال ٹاؤن، عبدالرشید، محمد حفیظ شاہ، احمد شہباز روزنامہ پاکستان، محمد خالد ولد دین محمد، محمد شریف والد ماسٹر عبدالرشید، محمد سلیم ولد دین محمد مستری، محمد اکرام صدیقی حال مقیم کراچی، خلیفہ محمد افضال مرحوم، صاحبزادہ پرویں رقم، حافظ عبدالرشید، محمد شہباز، محمد اعظم، محمد رزاق، محمد ریاض روزنامہ امروز، غلام رسول روزنامہ مغربی پاکستان، محمد رفیق پھالیہ، عبدالقیوم ولد محمد معصوم مغربی پاکستان اخبار، خوشی محمد پھالیہ، محمد اقبال کیلیا نوالہ، مرزا محمد تحصیل آزاد کشمیر، مدثر اقبال ہاشمی پتوکی، حافظ محمد ظہور بھیرہ، محمد انوار چشتی فیصل آباد، محمد اعجاز ولد نور احمد میاں چنوں، امیر محمد خان ضلع گوجرانوالہ، ارشد سلیم سیالکوٹ، سید محب اللہ شاہ لاہور، قاری محمد نواز، قاری غلام حسن لاہور محمد اصغر شیخوپورہ، صغیر احمد لاہور، حافظ محمد رضاء الحق سوڈیوال، غلام مصطفیٰ شالامار ٹاؤن وغیرہ۔ (۱۸۵) محمد اعظم منور رقم وفات پا چکے ہیں۔

ادارہ علم وفن

۱۹۶۷ء میں ایک ادارہ ''علم وفن'' کے نام سے قائم کیا گیا۔ جن ۶ ملازمین کو ''کوہستان'' اخبار سے نکال دیا گیا انہیں اس ادارہ میں ملازمت دی گئی۔ ان میں ظہور ناظم پاکستان ٹیلی ویژن، منظور انور اردو بازار اور یوسف کاتب تھے۔ اس ادارے سے ذریعہ آمدنی سے (Earning Units) کا کام لیا گیا جس کا سربراہ عبدالوحید خان کو مقرر کیا گیا۔ موصوف کتابوں کی کتابت مذکورہ بالا کاتبوں سے کروا کر انہیں چھاپ کر فروخت کیا کرتے تھے۔ میر نور احمد کی ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' اسی ادارہ سے کتابت کروائی گئی اور یہیں سے چھپی۔ اس ادارہ کو وسعت دینے کے لیے مزید دو کمرے لے کر خوشخطی کالج بنانے کا پروگرام طے پایا۔ اس سلسلہ میں مشہور خطاطین کی مشاورت بلائی گئی جس میں معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم، خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، خوشی محمد ناصر قادری، حاجی محمد منور رقم، الماس رقم کو بلایا گیا اور سید نفیس رقم سے پرنسپل بننے کی درخواست کی گئی اور تمام اساتذہ سے درخواست کی گئی کہ وہ تھوڑا تھوڑا وقت دیا کریں اور یہاں ۴ سالہ خطاطی کے کورس کا سلیبس بھی مرتب ہوا تاکہ فارغ التحصیل طلباء اپنی حیثیت منوا سکیں خطاطی کے ساتھ ساتھ انہیں تاریخ خطاطی کا بھی ادراک ہو۔ اسی طرح بیٹھک سسٹم کو ختم کرنے کی کاوش ہوئی لیکن اس کی زیادہ پذیرائی نہ ہوئی کاتب پرانی روایات سے باہر نہ نکل سکے۔ شریف گلزار ۱۹۶۷ء میں ''اخبار خواتین'' کراچی چلے گئے اس طرح اس ادارے کی سرپرستی ختم ہوگئی اور کچھ عرصہ یہ ادارہ فن خطاطی کی خدمت سرانجام دینے کے بعد مرکزیت اور قیادت ختم ہو جانے کی وجہ سے ختم ہوگیا لیکن اسی دوران بہت سے نوآموز گان نے یہاں سے تربیت حاصل کی۔ (۱۸۶) یہاں کے کچھ کاتب دوسرے روزناموں سے وابستہ ہوگئے شریف گلزار مرحوم کے مطابق یہ ادارہ ایک سسٹم کے تحت وجود میں آیا تھا مقاصد اعلیٰ تھے اگر اس کی پذیرائی مناسب ہوتی تو یہ باقاعدہ کالج کا درجہ اختیار کرسکتا تھا۔

مثالی آرٹ سٹوڈیو

اس ادارے نے لاہور میں ۱۹۶۸ء میں ایبک روڈ پر ''مرکز کتابت'' کے نام سے کام شروع کیا۔ ۱۹۷۱ء میں اسے تبدیل کر کے مثالی آرٹ سٹوڈیو کر دیا گیا اس ادارے نے کمرشل خطاطی کو فروغ دیا اور قطعات وغیرہ شائع کئے ادارے کے بانی غلام سرور راہی (ع۔۷۲،۷۳) تھے جو خود نستعلیق کے اچھے استاد تھے۔ ان کے تلامذہ میں ظہور تابش امروز ملتان، کوثر عباس رضوی جنگ کوئٹہ، یعقوب پیرس ہوٹل لاہور، فاخر، اللہ دتہ عنایت سیالکوٹی ہیں۔ غلام سرور راہی نے آزاد خوشنویس یونین کی بنیاد بھی رکھی جو اخبارات کے علاوہ کھلی مارکیٹ میں کام کرنے والے خطاطوں کی نمائندہ جماعت تھی۔ اس یونین کے قیام کے مقاصد میں الیکشن کا کام، سرکاری کام کی تقسیم اور اجرت طے کی جاتی۔ آج کل تازہ مسائل میں کمپیوٹر کے اجراء سے کتابت پر ہونے والے اثرات اور خطاطوں کے لیے بے روزگاری جیسے مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہے۔ اس یونین کے دیگر عہدے داروں میں حاجی محمد اعظم اور عبدالقیوم شامل ہیں۔ اخبارات کے دیگر خوشنویس بھی اس یونین کے اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے۔ (۱۸۷)



ع۔۷۲



غلام سرور راہی



ع۔۷۳

بیٹھک بنسی لال

یہ بیٹھک گندا انجن گوالمنڈی میں واقع تھی یہاں قیام پاکستان سے قبل کاتب دیوان چند مونگا اور گورداس کپور بیٹھتے جو درسی کتب لکھا کرتے تھے۔

مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ

اس مکتبہ کی بنیاد ۱۹۶۸ء میں رکھی گئی جس کا باقاعدہ افتتاح ڈاکٹر وحید قریشی نے کیا۔ (ع۔۴۷) اس ادارے نے تین معروف خطاطوں حافظ یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور سید انور حسین نفیس رقم کی کتابت شدہ کتاب ''شعرناب'' کی تقسیم کاری کے فرائض انجام دیئے۔ (۱۸۸) اس ادارے کے زیر اہتمام ''مرقع زریں'' ۳ اگست ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء کو نثار آرٹ پریس سے چھپوائی اور جس کے چھٹے ایڈیشن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں ''مرقع تاج'' جو رباعیات پر مشتمل ہے چھاپا گیا دیگر کتب کے علاوہ خطاطی پر نمائشیں منعقد کرائی گئیں۔ اس ادارہ کے بانی شیخ شمس الحق ولد عبدالحق تھے۔ جو ۲۸ جنوری ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے اور ۲۰۰۱ء میں فوت ہوئے۔ اور شعرناب کے علاوہ نفائس القلم، نسخ خطی، تعلیم النسخ کے تقسیم کار بھی رہے۔ (۱۸۹)



ع۔۴۷

انہوں نے معروف خطاطوں کے نمونے اکھٹے کئے جن میں انور حسین نفیس رقم، حافظ یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، اکرام الحق، خالد یوسفی، زریں رقم، پروین رقم اور حاجی دین محمد کے انٹرویوز ریکارڈ کئے جن کی کیسٹ حافظ یوسف سدیدی کے پاس رہی۔ ۱۹۸۳ء میں الحمراء میں ترکی کے معروف خطاط استاد حامد الامدی کے فن خطاطی پر مبنی (۱۹۰) نمائش کے اہتمام کے علاوہ خطاطی پر شائع شدہ کتب کی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۱ء میں لاہور عجائب گھر میں قرآنی خطاطی کی نمائش میں فن پارے مہیا کئے ہاشم البغدادی جیسے معروف خطاط عراق کی نمائش الحمراء میں کی گئی۔ ۱۹۸۴ء میں عجائب گھر میں ہونے والی خطاطی کی نمائش میں پروین رقم، زریں رقم، گوہر قلم اور محمد الیاس نفیس رقم، حافظ یوسف سدیدی کے قطعات نمائش کے لیے رکھے گئے۔ اس ادارے کے پاس خطاطی پر کتب کا نادر ذخیرہ موجود ہے۔ حامد الامدی اور ہاشم بغدادی جیسے خطاطوں پر تعارفی مقالہ جات لکھے گئے جو روزنامہ امروز اور مشرق میں چھپے۔ اس ادارے کے بانی حافظ یوسف سدیدی سے خطاطی کی مشق بھی کرتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں جب شیخ شمس الحق پہلی جماعت میں پڑھتے تھے تو پروین رقم کا لکھا ہوا قاعدہ ان کے ذہن پر نقش ہو گیا یہ قاعدہ منشی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ سے چھپا اس پر یودھشٹر کا نام تھا جو منشی گلاب سنگھ کا بیٹا تھا۔ اس قاعدے سے متاثر ہو کر شیخ موصوف نے اس ادارہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۹۱ء میں معروف خطاطوں کے نادر نمونہ جات کا ذخیرہ عجائب گھر لاہور کو فروخت کر دیا۔ ۱۹۷۰ء میں اس ادارے کے دفاتر ''التصویر'' چیمبرلین روڈ منتقل ہو گئے۔

ادارہ خوشخطی کالج لاہور

۷۲۔۱۹۷۳ء میں حکومت وقت کے فیصلہ کے مطابق خط نستعلیق کی جگہ خط نسخ رائج کر دیا گیا۔ جس سے طالب علموں کے خط میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ محمد اکبر امین سیالکوٹی نامی خوش نویس نے ان ایام میں اس ادارہ کی بنیاد ایک تحریک کے طور پر رکھی۔ یہ ادارہ چوک اردو بازار حبیب بنک والی بلڈنگ میں قائم کیا گیا اس خطاط نے شائقین خطاطی کے لیے ''دستور خوشخطی'' کے نام سے ایک کتاب بھی مرتب کی۔ محمد امین مرحوم کاتب قرآن بھی تھے ان کا لکھا ہوا قرآن کریم ادارہ علوم شرعیہ کراچی سے انگلش ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا۔ (۱۹۱) ادارہ کے بانی محمد اکبر امین کے والد کا نام حاجی محمد یوسف تھا جو خوشنویس تھے اکبر امین ۱۹۰۴ء میں تحصیل وضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں ''چنوں موم'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ سے پاس کرنے کے بعد فن خطاطی کی اصلاح اپنے والد حاجی محمد یوسف سے لی۔ موصوف اور ان کے والد خطاط قرآن تھے۔ ۱۹۵۶ء میں سیالکوٹ سے چنگڑ محلّہ لاہور منتقل ہوئے اور ادارہ ''شمس الکتابت'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۶۲ء میں چوک اردو بازار لاہور میں ملک جلال الدین وقف بلڈنگ منتقل ہوئے ۴۵ سال تک آزادانہ خطاطی کی آپ کے تلامذہ میں ۱۲ کے قریب خوشنویس لاہور میں موجود ہیں۔ یہ سلسلہ قادریہ سے منسلک رہے۔ مسجد جمال مصطفیٰ موری گیٹ میں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ (۱۹۲) انجمن تعمیل اسلام کے رکن تھے۔ اواخر عمر آنکھوں میں موتیا اور شوگر جیسی امراض کی وجہ سے دسمبر ۱۹۸۹ء کو وفات پائی اور شاہدرہ اسٹیشن کے بالمقابل قبرستان جمیل شاہ میں دفن کئے گئے۔

ایوان خطاطان پاکستان

اس ادارے کا قیام ۱۹۷۵ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی ''امروز'' کے خطاط سید محمد اکرام الحق ہیں۔ (۱۹۳) سید اکرام الحق کو ۱۹۷۵ء میں امروز خوشنویس یونین کا یونٹ چیف چنا گیا۔ اس وقت ان کے ذہن میں خطاطوں کو عوام الناس میں روشناس کرانے کا مقصد بھی تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے امروز کے معروف خطاط جناب حافظ یوسف سدیدی سے اظہار رائے کیا جنہوں نے اسے بہت سراہا۔ حافظ یوسف سدیدی کی اجازت سے حکیم محمد نبی خان سوید اور آغا وزیر الحسن عابدی سے مل کر اس پروگرام کو حتمی شکل دی گئی۔

اس ایوان کے قیام کے وقت مندرجہ ذیل مقاصد پیش نظر تھے۔

(۱) خطاطوں کی فلاح و بہبود۔ (۲) خطاطی کا فروغ۔ (۳) خطاطوں کے نمونے منظر عام پر لانا۔ (۴) لاہور میں مستقل بنیادوں پر خطاطی کی گیلری کا قیام۔ (۵) خطاطی کے فن پاروں پر مشتمل نمائش۔

ایوان خطاطان پاکستان کا نام سید وزیر الحسن عابدی نے تجویز کیا تھا۔ (۱۹۴) اس ایوان کے پلیٹ فارم سے خطاطی کی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ جو خالصتاً اس اصول پر کی گئی کہ نمائش کا لفظ جو محض ایک روایتی فعل ہو کر رہ گیا ہے اسے عامتہ الناس کی نظر میں با مقصد کس طرح بنایا جائے۔ لہٰذا اس سلسلے میں نمائش کے اہتمام کے ساتھ ساتھ روزنامہ ''امروز'' کا خصوصی خطاطی کا ایڈیشن شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں خطاطین نے مختلف اداروں سے اشتہارات اکٹھے کئے اور اس وقت ''امروز'' کے ایڈیٹر جناب ظہیر بابر نے مکمل تعاون کیا اور اس نمائش کے بارے میں اخبار کے صفحہ اول پر مفت ۳ کالمی اشتہارات چھاپے۔ خطاطی کی اس نمائش کا اہتمام ۲۸ جون ۱۹۷۸ء میں ہوا جس کا افتتاح اے کے بروہی نے کیا اور ساتھ ہی سیمینار کے افتتاحی اجلاس کی صدارت لاہور عجائب گھر کے چیئر مین بی اے قریشی نے کی۔ (۱۹۵) اس سیمینار میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، حیات احمد خان، سید انور حسین نفیس رقم نے مقالے پڑھے نمائش کا افتتاح اکبر منہاس صوبائی وزیر جنگلات نے کیا۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت چوہدری اعتزاز حسن نے کی۔ اس اجلاس میں احمد ندیم قاسمی، سید قاسم محمود اور

سید انور حسین نفیس رقم نے اپنے مقالے پیش کئے۔ اس سال عجائب گھر لاہور میں مستقل بنیادوں پر خطاطی کی گیلری کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ (۱۹۶) اور اسی ایوان نے ۶۰ کے قریب مشہور خطاطوں کے قدیم وجدید فن پارے لاہور عجائب گھر کو عطیہ کے طور پر دیئے۔ ایوان خطاطان پاکستان نے ''دبستان خط'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں اساتذہ فن کے نمونے اور مختصر کوائف دیئے گئے۔ اس کے علاوہ مشہور خطاطوں حافظ محمد یوسف سدیدی، خالد جاوید یوسفی، علی احمد صابر کے قطعات شائع کئے گئے۔ معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی کی برسی کے موقع پر ان کی لکھی ہوئی ابجد چھاپی گئی۔ جس کی اصل خالد جاوید یوسفی کے پاس موجود ہے۔ (۱۹۷) اس ایوان کا ہر خطاط ممبر رہا۔

گوہر اکیڈمی

یہ اکیڈمی ۱۹۸۱ء میں قائم کی گئی۔ جس کا پہلا دفتر ذیلدار چوک اچھرہ میں تھا۔ جو بعد ازاں القرطبہ مارکیٹ مزنگ چونگی منتقل کر دیا گیا اور اس اکیڈمی کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا گیا۔ اس کے قیام کے چیدہ چیدہ مقاصد یہ تھے۔ کہ نوجوانوں کو خطاطی کی تربیت دی جائے۔ بطور اسلامی ورثہ خطاطی کی تاریخ اور اس کے جملہ محاسن سے نوجوان نسل کو آگاہی حاصل کرائی جائے اس اکیڈمی سے قریباً ۶۰۰ کے قریب طلباء خطاطی کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ اس مدرسہ کی ایک شاخ کوئٹہ میں بھی قائم ہے۔ جہاں ۱۲۰ طلباء طالبات نے استفادہ کیا ہے اس اکیڈیمی سے فارغ التحصیل مندرجہ ذیل خطاط ہیں۔ (۱۹۸)

اوکاڑہ کے انیس طاہر، ڈی جی خان کے خورشید شمیم الخطاط اور جاوید منصور اول الذکر نے ایک کتاب ''نقش شمیم'' بھی لکھی ہے۔ سرگودھا کے فیض سلطانی سیال خوشاب کے خالد جاوید کوئٹہ کے مقصود علی جواہر رقم، عبدالباسط، حامد سلیم مرزا، عبدالقیوم صدیق، نور شاہ، عوض علی، شائستہ حسین انعام یافتہ خطاط ہیں۔ خیر پور سندھ سے عبیدالرحمٰن لاہور سے شازیہ گلبرگ، نذیر احمد امروز، محمد یحییٰ مدرس سلیم ماڈل سکول، عبدالقیوم صدیقی، غلام یٰسین گلبرگ، توقیر گیلانی پنجاب بنک، عبدالوحید، افشاں طالبہ نیشنل کالج آف آرٹس، تسلیم اختر، الطاف حسین، رمضان، محمد طارق، عظمی علی، جعفر اقبال پیکجز، شمائلہ، لطیف، شعیب احمد، اکرم نظامی سیف اللہ کاہلوں، گجرات کے غلام رسول، کراچی کے محمد عارف، محمد اسلم، ارشد ناز، گوجرانوالہ کے محمد سعید، قابل ذکر خوشنویس ہیں۔ عبدالواحد نادر القلم، یوسف نگینہ، صوفی خورشید عالم خورشید رقم جمیل احمد تنویر رقم اور دیگر اساتذہ گاہے گاہے یہاں آتے رہے۔ یہاں دور دراز کے طالب علموں کو رہائش مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خطاطی کی پہلی کلاس ذیلدار اچوک اچھرہ میں ہوئی جسے بعد ازاں فیروز پور روڈ منتقل کیا گیا۔ طلباء کو باقاعدہ اسناد ایک خصوصی اجلاس میں جاری کی جاتی ہیں۔ جس میں سرکردہ افراد کو شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس ادارے کے قیام کے ساتھ ساتھ یہاں اور بھی خطاطی سکھانے کے مراکز کام کر رہے ہیں۔ اس اکیڈمی کے بانی خورشید عالم گوہر قلم۔ (۱۹۹) ہیں۔ ان کے والد کا نام حافظ فضل الٰہی ہے۔ یہ ۲۶ جون ۱۹۵۶ء میں دھریمہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ اس وقت عمر ۴۵ سال ہے۔ خطاطی کی تعلیم حافظ محمد یوسف سدیدی اور سید اسماعیل دہلوی سے حاصل کی۔ خطاط ہفت قلم ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۱ء میں ہفت روزہ ''چنگاری''، ''مزدور''، ''خبرنامہ'' ۱۹۷۲ء ''شعلہ'' سرگودھا، ''نظام جمہوریت'' سرگودھا۔ ''خیر مقدم'' سرگودھا ۱۹۷۴ء ماہنامہ ''تصویر'' لاہور ۱۹۷۵ء میں ملازمت کی۔ یہ ۱۹۷۰ء میں لاہور آئے جبکہ خطاطی ۱۹۶۶ء سے شروع کی۔ انہوں نے ۱۹۷۹ء میں ''جواہر القلم'' اور ''نقش گوہر'' کے نام سے ۱۹۸۸ء میں مرقع جات لکھے۔ (۲۰۰) آج کل فن خطاطی پر ایک اور کتاب لکھ رہے ہیں۔ موصوف نے بے شمار کتب کے ٹائٹل وغیرہ لکھے۔ لاہور، کراچی، اسلام آباد، شیخوپورہ، فیصل آباد، سرگودھا، مری برمنگھم، ماسکو (روس) میں تقریباً ۲۱ نمائشوں میں حصہ لیا خطاطی کے علاوہ تاریخ خطاطی اور سائنس تاریخ، ادب اسلامیات کا گہرا مطالعہ ہے۔ چالیس من وزنی قرآن کی کتابت کا شرف بھی حاصل ہے۔ (۲۰۱) ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے خطاطی کے میدان میں تمغہ حسن کارکردگی دیا گیا۔

خانہ فرہنگ ایران

اس جگہ قریباً ۴۰ افراد خطاطی سیکھنے آتے ہیں اور تمام طالب علم فن خطاطی میں گونا گوں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اب بھی مقررہ اوقات میں خانہ فرہنگ ایران خطاطی کے کورسز کراتے رہتے ہیں۔ نادر القلم نے ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء تک یہاں خطاطی کی کلاسیں لیں۔ (۲۰۲) ظہور کاظمی بھی یہاں خطاطی سکھاتے رہے۔ (۲۰۳)

اردو مرکزی سائنس بورڈ



ع۔۵۷

جہاں خطاطی کی باقاعدہ کلاسز ہوتی تھیں اس وقت اردو مرکز سائنس بورڈ کے ڈائریکٹر معروف نقاد محقق اشفاق احمد تھے اور مرکزی وزارت تعلیم کی منظوری سے یہاں خطاطی کی کلاسز کا اجراء کیا گیا جو قریباً ایک سال تک جاری رہیں اور یہاں سے بیشتر تشنگان فن نے اپنی پیاس بجھائی۔ جہاں عبدالواحد نادر القلم اور غلام رسول منظر رقم (ع۔۵۷) خطاطی سکھانے پر مامور رہے۔

دی قائد سکول آف کیلیگرافی

اوائل میں کمپیوٹر صرف اے کلاس کے اخبارات تک محدود رہا لیکن جلد ہی یہ عام ہو گیا تو بہت سے کاتبوں نے خطاطی کے مراکز کھول لیے جن میں ناصر رضا نے دی قائد سکول آف کیلیگرافی قائم کیا۔ جو پہلے سمن آباد لاہور مسجد خضراء کے ساتھ واقع تھا۔ آج کل ۲۶۔ علامہ اقبال روڈ نزد خیاباں ہوٹل محمد نگر میں قائم ہے اس کی ابتداء ۱۹۸۸ء میں ہوئی۔ (۲۰۴) ناصر رضا کی ولدیت محمد شفیع ہے اور یہ ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے اور خطاطی خورشید عالم گوہر قلم سے سیکھی ان کے طالب علموں کی ایک مختصر تعداد خطاطی کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔ یہاں ۴ ماہ میں خطاطی کا معمولی کورس کرایا جاتا ہے اور اس طرح طالب علم کا خط بہت اچھا تو نہیں البتہ عام روش سے ہٹ جاتا ہے اور طالب علم میں اسے مزید اچھا کرنے کا شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کسی اچھے استاد کی شاگردی میں چلا جاتا ہے۔ آج کل یہاں ذوالفقار کاتب (رائل پارک) خطاطی سکھانے پر مامور ہیں۔ موصوف درمیانے درجے کے خوشنویس ہیں۔

علم وفن اکیڈمی

اس اکیڈمی کا قیام ربیع الاول ۱۹۸۹ء کو عمل میں آیا اس کے بانی عرفان احمد ہاشمی ہیں جو خود ایک اچھے خطاط اور واجد محمود یاقوت رقم کے شاگرد ہیں علم وفن اکیڈمی کی جانب سے گوجرانوالہ اور لاہور کے کالجوں میں خطاطی کی کلاسز کا اجراء کیا گیا۔ (۲۰۵) اس سلسلہ میں مارچ ۱۹۹۰ء کو گوجرانوالہ کے تین کالجوں جن میں لاثانی آکسفورڈ گرلز کالج کالونی گوجرانوالہ میں امان اللہ قادری خوشنویس لاثانی بوائز ہائی سکول سیٹلائٹ ٹاؤن میں زاہد اقبال خوشنویس اور اقراء کالج سیٹلائیٹ ٹاؤن میں حافظ بلال خوشنویس شاگرد صوفی خورشید عالم اور وسیم صدیقی خوشنویس شاگرد سید نفیس رقم کو مقرر کیا گیا ہے۔ لاہور سے اس کے دفاتر گوجرانوالہ منتقل ہو چکے ہیں۔

یہاں ان کے تلامذہ ہیں بابر، شاہد، رضوان، عرفان، عابد، نعیم اور ظفر شامل ہیں اس ادارے کو حاجی محمد صدیق عائشہ ٹیکسٹائل ملز کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس ادارے کی طرف سے سہ ماہی ''علم وفن'' رسالہ نکالا گیا جس میں خطاطی سکھانے کے اسباق دیئے جاتے ہیں اور پاکستان کے خطاطین کا تذکرہ ترتیب وار شائع کیا جارہا ہے۔

یہ ادارہ مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت وجود میں آیا۔

(۱) مشرقی علوم وفنون کے فروغ اور احیاء کے لیے عملی اقدامات۔ (۲) طلبہ میں فن خطاطی اور مصوری کو فروغ دینے کے لیے فری کلاسز کا اجراء۔ (۳) مختلف علمی وفنی موضوعات پر سیمینار، تقریری مقابلے، مباحثے، مشاعرے وغیرہ۔ (۴) فن خطاطی ومصوری کے تخلیقی نمونوں، قلمی نسخہ جات اور تاریخی عمارات پر رقم شدہ عبارات وقطعات اور فنی نوادرات ومخطوطات کے علاوہ ثقافتی اور تاریخی اہمیت کے حامل کتبات ومسودات کو محفوظ کرنے اور فنون پر کتب شائع کرنے کے اہتمام کے لیے لائبریری کا قیام۔ (۵) مختلف علوم وفنون پر ریسرچ اور فنون کی تاریخ مرتب کرنے اور کتابی شکل میں شائع کرنے کے ملک کے ارباب علم وفن کے تعاون سے شعبہ تحقیق وتالیف کا قیام۔ (۶) عوام کے ذوق جمالیات کے لیے نمائشوں کا انعقاد اور علم وفن رسالے کا اجراء۔ (۷) خطاطی کے تربیتی پروگرام۔

اس سلسلے میں پہلا سیمینار خطاطی پر ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا۔ جس کے ساتھ ہی خطاطی کی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ (۲۰۶) اس میں محمد اقبال بھٹہ، انجم رحمانی، پروفیسر عبدالجبار شاکر، پروفیسر اکرم رضا، خالد یوسفی، بہار مصطفیٰ، صوفی خورشید نے مقالہ جات پڑھے۔ آج کل فروغ خطاطی کے لیے یہ ادارہ سرگرم عمل ہے۔ اور خطاطی پر مختلف کتب کی اشاعت کا پروگرام ہے۔

پاکستان کیلیگراف آرٹسٹس گلڈ

پاکستان کیلیگراف آرٹسٹس گلڈ کا قیام ۱۹۹۷ء میں عمل میں آیا جس کے روح رواں محمد اطہر طاہر (ممبر بورڈ آف ریونیو پنجاب) ہیں۔ اب تک گلڈ کے زیر اہتمام چار بین الاقوامی نمائشیں ہو چکی ہیں جبکہ وہاں اکرام الحق اور عرفان احمد خان تشنگان خطاطی کو سیراب کررہے ہیں۔

پاکستان کونسل آف کیلیگرافرز

گوجرانوالہ کے عرفان احمد قریشی، راولپنڈی کے رشید بٹ، لاہور کے خورشید عالم گوہر قلم، اویس سہروردی، واجد یاقوت رقم اور عبدالرحمٰن نے پاکستان کونسل آف کیلیگرافرز کی بنیاد ۲۰۰۴ء میں رکھی جس کے زیر اہتمام فیصل آباد اور لاہور میں بہترین نمائشوں اور ورکشاپوں کا انعقاد کیا۔

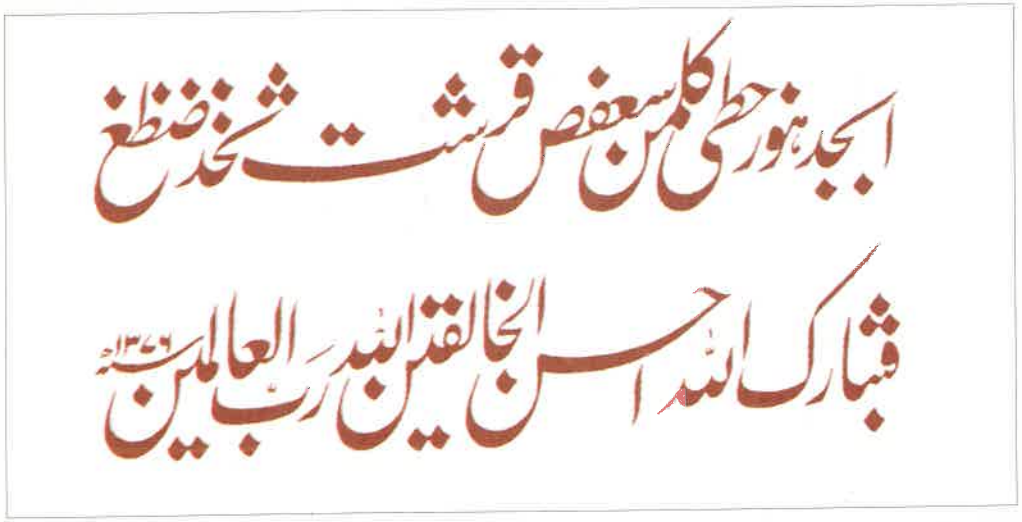
پنجاب کے چند مشہور مکاتب خطاطی

مذکورہ بالا تمام خطاط صرف چونکہ نستعلیق ہی میں ماہر تھے اس لیے ان کے شاگرد میں بھی یہی رجحان غالب رہا اس وجہ سے پروین رقم، زریں رقم، الماس رقم کی زیادہ توجہ نستعلیق نگاری کی طرف ہی رہی ان ایام میں مضافات لاہور اور لاہور میں ایسا بھی طبقہ تھا جو نسخی کتابت میں نئے باب رقم کررہا ہے۔ ان میں مولانا محمد قاسم لدھیانوی اور مولوی عبداللہ وارثی نے خوب شہرت پائی۔ مضافات لاہور میں ضلع گوجرانوالہ بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ گوجرانوالہ کی کتابت کے سلسلہ میں برتری اب بھی قائم ہے۔ پنجاب کے مندرجہ ذیل علاقوں میں ہمیشہ سے کاتبوں کی کثیر تعداد موجود رہی ہے۔

ایمن آباد، عادل گڑھ، کوٹ وارث، جنڈیالہ، کیلیانوالہ، سودھرہ، سمبڑیال، گھوڑیالہ، شیخوپورہ، قصور، سیالکوٹ

کوٹ وارث سکول

کوٹ وارث میں عبدالرزاق اوران کے بیٹے شریف الدین کی خطاطی کے نمونے عنایت اللہ وارثی کی کتاب مرقع خوشخطی میں شائع ہوئے۔ اس سکول سے تعلیم یافتہ خطاطوں میں میاں عطا محمد، مولانا فضل الٰہی (م ۱۹۰۷ء) مولانا عبداللہ وارثی (ع۔۷۶)، عنایت اللہ وارثی، عبدالرحمٰن عبد، خان محمد، اعظم خان، اور رشید احمد وارثی، ہیڈ کاتب، روزنامہ نوائے وقت کا ذکر ملتا ہے۔ (۲۰۷)



ع۔۷۶

ایمن آباد سکول

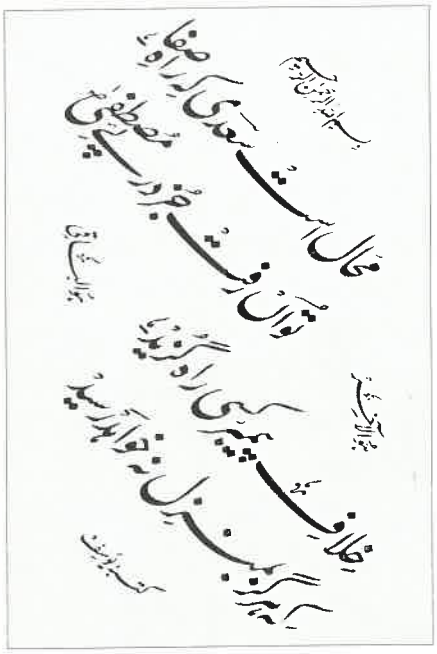
یہاں کے نمائندہ خطاط سید احمد تھے جو امام ویردی کے ہمعصر تھے موصوف نے لاہور آ کر بیٹھک کاتباں میں خطاطی کا کام شروع کیا۔ ان کے شاگردوں میں عبدالمجید پرویں رقم لاہوری جیسے نابعہ روزگار تھے۔ ان کے اپنے بیٹے غلام محمد امام ویردی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ حافظ نور احمد، خلیفہ محمد حسن اوران کے بیٹے خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، عبدالمجید پرویں رقم، مولوی پیر بخش، منشی عبدالعزیز، محمد اقبال ابن پرویں رقم اسی علاقے کے نمائندہ خطاط تھے۔

کیلیانوالہ سکول

اس قصبہ میں خطاطی کی بنیاد ایک مذہبی خاندان نے ڈالی اور نسل در نسل یہ فن آگے چلتا گیا اسی خاندان کے محمد بخش، محمد الدین، امام الدین، عبدالغفار عبدالحی، نور الٰہی، عبدالوحید اور عبدالرحمٰن کیلانی سرکردہ خطاط ہیں۔ اس سکول کو اپنی ایک جداگانہ طرز ہے اور یہ اپنے علاقائی رنگ کے باعث بخوبی پہچانا جاتا ہے۔ محمد یوسف، غلام مصطفیٰ (۱۹۲۴ء) محمد داؤد، محمود الحسن، مسعود احمد، محمد یعقوب، فاروق احمد، مولوی غلام حسین، عبدالستار اور محمد ادریس نے اس سکول میں خطاطی میں نام پیدا کیا۔ اس علاقے کے خطاط قرآن کریم لکھنے میں خاص طور پر مشہور ہیں۔

جنڈیالہ سکول

محمد یوسف دہلوی (ع۔۷۷) خطاط کا تعلق اسی قصبہ سے تھا۔ جنہوں نے بعد ازاں دہلی سکول کی خطاطی کی بنیاد رکھی یہ قیام پاکستان کے بعد کراچی سکول میں منتج ہوئی ان کے والد محمد الدین زیادہ تر مذہبی کتب کی کتابت کرتے تھے محمد یوسف کی ہمشیرہ فاطمہ الکبریٰ نسخ و نستعلیق کی ماہر تھیں۔ قاضی عبدالحکیم اور ان کے شاگرد منظور حسین کا تعلق بھی اس قصبہ سے تھا۔



ع۔۷۷

عادل گڑھ سکول

اس سکول کے نمائندہ خطاط مولانا عبدالرشید عادلی اور مولوی محمد حسین عادلی ہیں۔ عادل گڑھ سکول (ع۔۷۸) نے کوٹ وارث ہی سے جنم لیا یا اسے کوٹ وارث سکول کی ایک برانچ کہہ لیں تو مناسب ہوگا۔ ہر دو خطاط نسخ اور نستعلیق میں کمال مہارت کے حامل تھے۔

گوجرانوالہ سکول

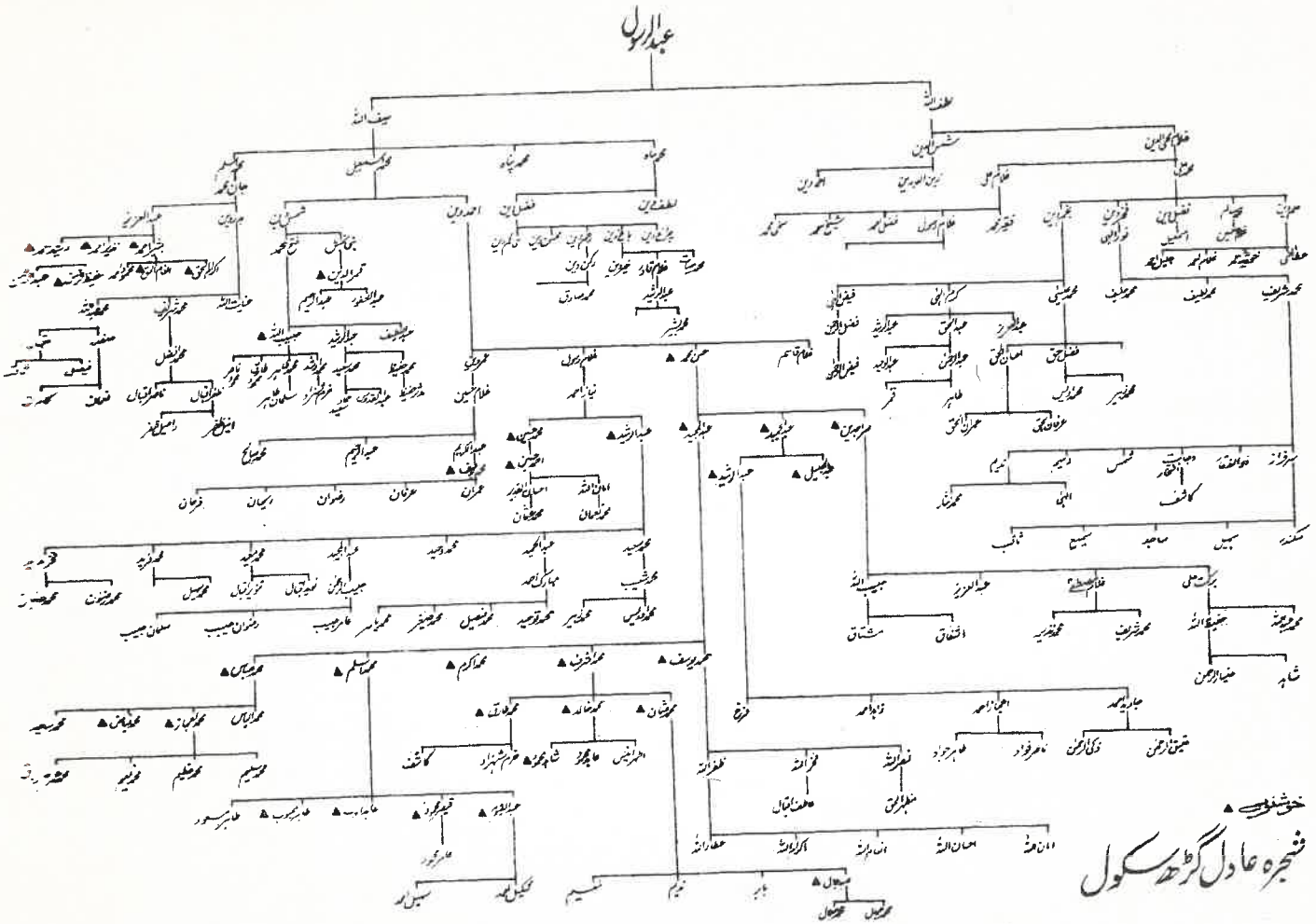
گوجرانوالہ میں مولوی احمد علی منہاس کے چند قطعات ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار کے پاس جو انہوں نے اپنے والد ایم غلام محمد ڈار (گوجرانوالہ) سے ورثے میں پائے ہیں۔ بنیادی طور پر وکیل تھے نسخ اور نستعلیق اور طغریٰ میں ید طولیٰ رکھتے تھے ان کے چند نمونے فقیر خانہ میوزیم اور لاہور عجائب گھر میں موجود ہیں موصوف کا بھتیجا ایم ایم شریف آرٹسٹ جنہوں نے پشاوری سکول کی بنیاد رکھی معروف خطاط گزرے ہیں۔ پاکستان کے مشہور خطاط اور عکاس آفتاب احمد ایم ایم شریف آرٹسٹ کے بیٹے ہیں۔ محمد سلیم جاوید بھی گوجرانوالہ کے معروف خطاط ہیں۔ ان کے علاوہ مولوی محمد حسین، مولوی حکیم غلام حسین احمد، مولانا محمد عالم، منشی فضل الٰہی مرغوب رقم، امام الدین اگوچک، پیر عبدالحمید، سید عبدالعزیز، بشیر احمد، رشید احمد، اکرام الحق، حفیظ الرحمٰن، قاضی ظہور الدین رسول نگری اور محمد حسین شاہ بھی اس ضلع سے تعلق رکھتے ہیں علاوہ ازیں لاہور کے اخبارات میں کام کرنے والے خطاطین میں قریباً ۸۰ فیصد خطاط ضلع گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

سیالکوٹ سکول

سرزمین پنجاب میں اس وقت لاہور گوجرانوالہ کے علاوہ سیالکوٹ بھی خطاطی کا مرکز چلا آ رہا ہے اب راولپنڈی، فیصل آباد، سرگودھا، ملتان، بہاولپور میں بھی خطاطین کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو زیادہ تر لاہور کے خطاطوں کے شاگرد ہیں

سمبڑیال سکول

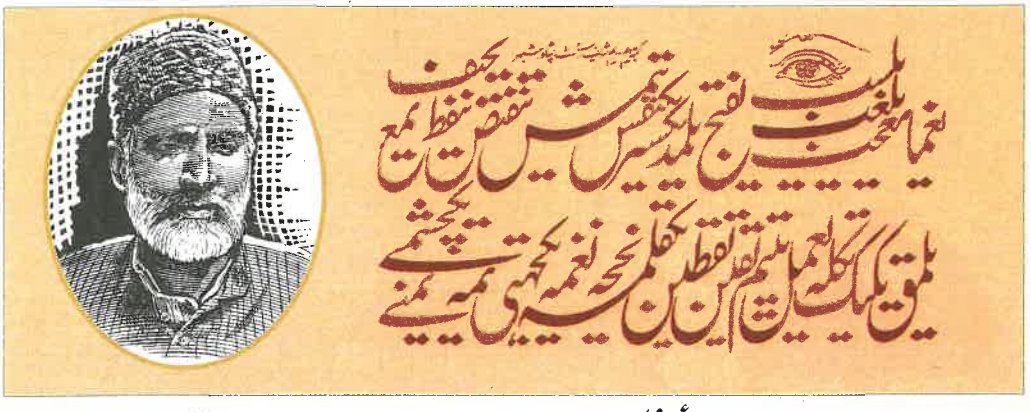
یہ علاقہ فاطمہ الکبریٰ (ہمشیرہ یوسف دہلوی اور خطاط محمد الدین کی بیٹی) کا ننھیال ہے۔ مولوی محمد الدین (۲۰۸)


عبدالرسول
سیف اللہ
عطاء اللہ
محمد پناہ
محمد اسمٰعیل
احمد دین
لطف دین
فضل دین
شمس دین
فتح محمد
غلام محی الدین
شمس الدین
عزیز
محمد شریف
محمد لطیف
محمد حسین
فضل حق
محمد یوسف
محمد اکرم
محمد اسلم
محمد عباس
محمد ادریس
محمد یعقوب
محمد ابراہیم
محمد اسحاق
محمد صدیق
محمد عمر
محمد حسن
محمد عبدالرشید
محمد یحییٰ
محمد ہارون
محمد سلیم
محمد نعیم
محمد طاہر
محمد شاہد
محمد ضیاء الرحمن
خوشنویس
شجرہ عادل گڑھ سکول

سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کے رہائشی تھے مگر زیادہ تر دہلی میں رہے اور کئی قرآن کتابت کئے یہ فن ان کی اولاد میں بھی رہا آپ کے تلامذہ میں منشی رحیم اللہ اور منشی رضی الدین قرآن لکھنے میں مشہور ہوئے معروف خطاط سید نفیس رقم نے مولوی محمد حسین عادلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بقول مولوی محمد حسین عادلی، ہمارے دادا مولوی غلام رسول عادل گڑھی اور مولوی فضل الٰہی وارثی نے سمبڑیال کے خوشنویس کے ایک مشہور خاندان سے اکتساب کیا۔ (۲۰۹)

پشاوری سکول

ایم ایم شریف آرٹسٹ نے پشاور میں ایک نئے سکول کی بنیاد رکھی (ع۔۷۹) موصوف احمد علی منہاس مشہور خطاط کے بھتیجے تھے ان کا تعلق بھی گوجرانوالہ شہر سے ہی تھا۔ (۲۱۰) مگر یہ گوجرانوالہ سے نقل مکانی کر کے پشاور جا بسے آپ نے خطاطی میں نئی جدتیں اور طرزیں پیدا کیں۔ انہوں نے خط ابری ایجاد کیا آپ کے خط کے نمونے ''ید بیضا'' کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ پشاور خوش نویس یونین کے سرپرست بھی تھے۔ آج کل آپ کے بیٹے آفتاب احمد بہترین قلمکار



ع۔۷۹

ع۔۸۰

ہیں (ع۔۸۰) اس وقت کراچی اور پشاور کے علاوہ پاکستان بھر میں لاہور نستعلیق کی چھاپ نمایاں ہے، لاہوری نستعلیق میں ایک خاص بے ساختگی گداز اور روانی ہے حروف اجلے اجلے نکھرے نکھرے اجاگر ہوتے ہیں (۲۱۱) معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی نے ڈرائنگ انہی سے سیکھی تھی۔ محمد قدرت اللہ، شاہ محمود قادری مستجاب رقم کا تعلق دکن سکول سے ہے جبکہ دکن سکول زریں رقم اور پرویں رقم حیدر آباد دکن بھی تشریف لے گئے نظام حیدر آباد سے انہیں انعام کے علاوہ گولڈ میڈل بھی عطا ہوا۔ اور وہاں رہ کر یہ قطعات اجرت پر بھی لکھتے رہے۔



ع۔۸۰

کراچی سکول

بیسویں صدی کے آغاز میں گوجرانوالہ کے نواح جنڈیالہ ڈھاب والا سے محمد الدین مرحوم (۲۱۲) دہلی تشریف لے گئے ان کے بیٹے محمد یوسف دہلوی اپنے والد کے ہمراہ سولہ سال کی عمر میں دہلی گئے۔ اس ذہین و فطین خطاط کی وجہ سے دہلی میں ایک خاص طرز

نستعلیق معرض وجود میں آئی۔ (۲۱۳) اس عظیم خطاط نے سینٹ اسٹیفن کالج دلی سے بی اے کیا یوسف دہلوی عبدالرشید دیلمی کو خطاطی میں اپنا استاد تسلیم کرتے تھے۔ (۲۱۴) یوسف دہلوی دہلی میں محلّہ بلی ماراں کے ایک مکان میں مقیم رہے جہاں دہلی کے خطاط ان سے اصلاح لیتے باقی امروہوی جو نہ صرف شاعر تھے بلکہ خوش نویس بھی تھے ان کے بے تکلف دوستوں میں شامل تھے دہلی کے ماہنامہ شمع کا ایک بورڈ منشی یوسف نے لکھا جو مدتوں تک چھپتا رہا۔ جب نئی دہلی کی سرکاری عمارات تعمیر ہو رہی تھیں تو اس وقت حکومت برطانیہ نے خاص خاص عمارتوں کو مغلوں کی طرح مختلف زبانوں کے فن خطاطی اور آرٹ سے مزین کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سر ہربرٹ، سر ایڈون لیون اور سر والٹر چارج نے دہلی وائسریگل لاج موجود راشٹر پتی بھون، پارلیمنٹ ہاؤس اور انڈیا گیٹ، نارتھ اور ساؤتھ بلاک سیکرٹریٹ میں ان سے خطاطی کا کام کروایا۔

تقسیم ہند کے بعد موصوف ہجرت کر کے پاکستان آئے اور کراچی میں مقیم ہوئے۔ پاکستانی سکوں پر حکومت پاکستان کا لفظ اسی عظیم خطاط کا لکھا ہوا ہے یوسف دہلوی ۳ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور ۲۱ ربیع الاول، ۱۳۹۷ھ کو فوت ہوئے۔ کراچی میں قیام کے دوران محمد یوسف دہلوی نے کراچی سکول کی بنیاد رکھی ان کی ایک خاص روش نستعلیق سے انہوں نے حروف کے قدیم پیمانوں میں بہت سی لچک پیدا کر دی تھی نستعلیق جلی میں خط ثلث کی بعض خوبیوں کو شامل کیا۔ دہلی میں اس طرز کو خاص پذیرائی حاصل ہوئی اور ان کے کراچی منتقل ہونے کے ساتھ دہلی سکول کی چھاپ کراچی سکول پر پڑی کراچی میں آپ کے تلامذہ میں عبدالمجید دہلوی جن کی خطاطی کے شہ پارے قائداعظم کے مزار پر موجود ہیں ان کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ شاگردوں میں سید امتیاز علی، شفاعت احمد اور عبدالرشید رستم قلم جن میں موخر الذکر کا تعلق بھی پنجاب سے ہی ہے نمایاں مقام کے حامل ہیں قیام پاکستان کے بعد بعض دوسرے علاقوں سے ہجرت کر کے بہت سے خطاط کراچی پہنچ کر یہاں سے نکلنے والے روزناموں میں ملازم ہوئے ان میں خاص طور پر شاہ محمود قادری المعروف مستجاب رقم دکن سے ہجرت کر کے کراچی مقیم ہوئے۔ یہ مشہور خطاط محمد قدرت اللہ شاہی خطاط نظام دکن کے شاگرد ہیں انہوں نے مختلف اسلوب میں مہارت حاصل کی اور اردو کا مونوٹائپ ایجاد کرنے میں بھی نمایاں کام کیا۔

لاہور کا موجودہ سکول

لاہور میں اس وقت خطاطی کے میدان میں جو کثیر خطاط سرگرم عمل ہیں ان میں زیادہ تر لوگ فضل الٰہی مرغوب رقم، عبدالغنی شیریں رقم المعروف نتھو کاتب، حاجی دین محمد لاہوری، عبدالمجید پرویں رقم، تاج الدین زریں رقم، محمد صدیق الماس رقم، سید انور حسین نفیس رقم، حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں خوشی محمد ناصر قادری، حاجی محمد اعظم، حافظ محمد اعظم، محمود اللہ صدیقی، احمد حسن، احمد حسین سہیل رقم، فضل الٰہی مشہور نستعلیق نویس ہیں۔ تاج الدین زریں رقم کے تلامذہ میں حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جو خطاط ہفت قلم ہیں۔ خلیفہ محمد طفیل جو فلمی پوسٹر نویسی میں اہم مقام رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ عبدالرشید لاہوری بھی معروف خطاط ہیں جو ۱۹۹۲ء میں فالج کے حملہ سے یادداشت کھو چکے ہیں آج کل لاہور اور مضافات لاہور میں جتنے بھی خوشنویس ہیں وہ مندرجہ بالا خطاطین کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان میں سے ہر خطاط کی اپنی ایک روش ہے۔ جو ان کے مقلدین کی خطاطی میں نظر آتی ہے اور تمام خطاطین کی روش امام ویردی کی روش پر ہے۔ صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے شاگردوں میں شیر زمان، محمد اکرام الحق، محمد صدیق گلزار، غلام رسول طاہر، محمد اقبال، منظور انور، رضی الدین، بہار مصطفیٰ، واجد یاقوت رقم، محمد اقبال بھٹہ، امداد الحق شامل ہیں ان کے علاوہ اندرون لاہور شیرانوالہ دروازہ میں عبدالغنی کاتب، رانا قدیر، حافظ فضل الٰہی، محمد مسعود، مظہر حسین، علم الدین، مولوی نور احمد کے شاگرد محمد اشرف معمولی درجے کے خوشنویس ہیں۔ جبکہ سید نفیس رقم کے شاگردوں میں عبدالستار نیازی (ع۔ ۸۱)، اصغر انیس انور حسین، طالب حسین، عبدالرشید، محمد جمیل حسن، الٰہی بخش مطیع، انیس الحسن قابل ذکر ہیں۔ محمد صدیق الماس رقم کے تلامذہ میں ان کے بیٹے محمود احمد خواہرزادے جمیل احمد تنویر رقم، محمد



ع۔۸۱

صدیق، خواجہ محمد شفیع، مشتاق احمد بھٹہ اور منیر احمد بھٹی (مرحوم) معروف خطاط ہیں۔ ان کے علاوہ آج کل لاہور میں قاضی ظہور الدین رسول نگری کے شاگرد اور اقبال بھٹہ کے والد محمد شفیع انور سیالوی، اقبال اختر، شریف گلزار تلمیذ خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، ظہور کاظمی (ع۔۸۲)، شاہد گلزار ابن شریف گلزار (ع۔۸۳)۔



ع۔۸۲



ظہور کاظمی



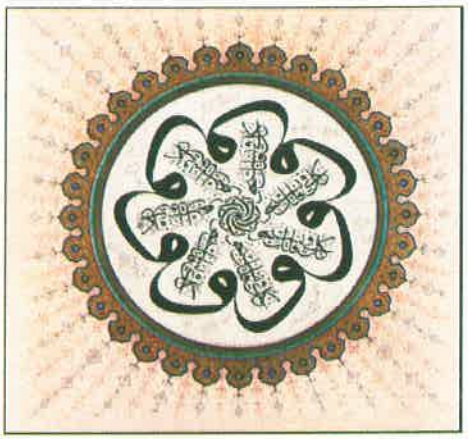
ع۔۸۳



شاہد گلزار

محمد بخش جمیل رقم مرحوم چوہدری محمد صدیق ،محمد خالد (فیصل آباد) محمد امین خان کاشمیری ،منشی فضل الٰہی بولا ،ملک علی محمد ، بابا عبدالقدوس ،عبدالواحد نادر القلم مرحوم اورمحمد دین کلیمی اور محمد علی زاہد شاگرد خالد جاوید یوسفی (ع۔۸۴،۸۵،۸۶،۸۷،۸۸،۸۹،۹۰،۹۱،۹۲،۹۳،۹۴) بھی اچھے خطاط ہیں ۔مولانا آزاد نے انہی مدارس میں خطاطی کی ترویج واشاعت کی بنا پر لاہور کو خوشخطی کا مرکز کہا ہے۔

پچھلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ دہلی اور لکھنؤ سکول لاہور سکول سے ہی وجود میں آئے۔



ع۔۸۴



ع۔۸۵



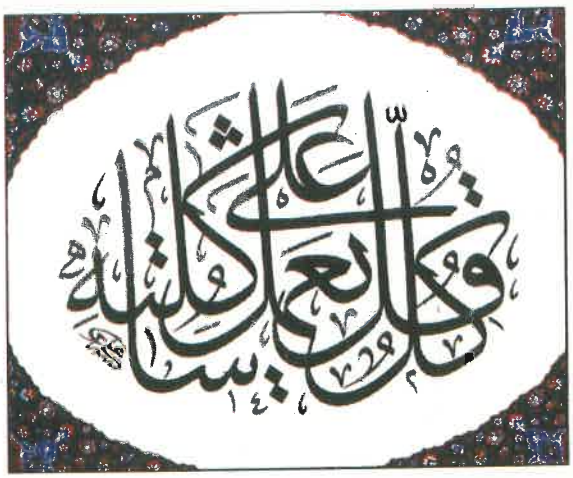
ع۔۸۶



ع ـ ٨٧



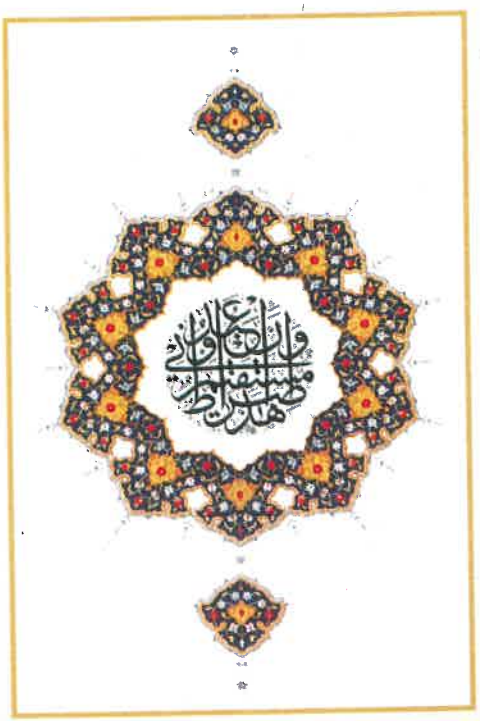
ع ـ ٨٨



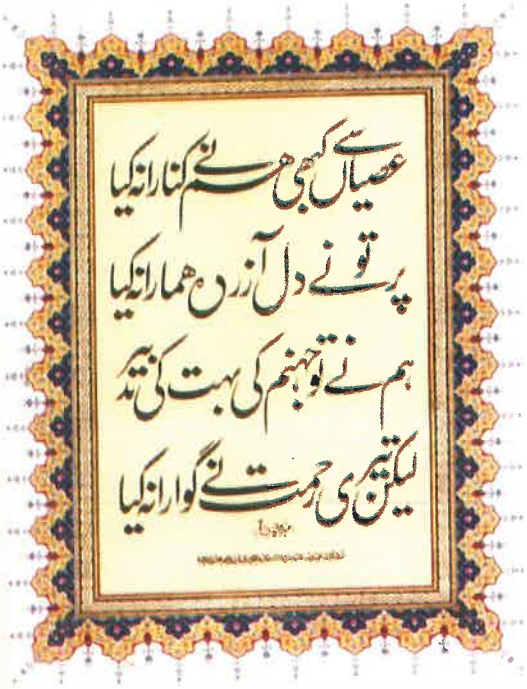
ع-۹۱



ع-۹۲



ع-۹۳



ع-۹۴



حواشی وتعلیقات

1.Humera Alam, Gandhara Sculptures in Lahore Museum, Lahore Museum Lahore. 1988. p. 43 Fig.21

2.Fida Ullah Sehrai, The Buddha Story in Peshawar Museum Peshwar 1988.p.27 No.5.p.15

3۔التوحیدی مترجم عبداللہ چغتائی۔علم الکتابت، کتابخانہ نویس کالج بک شاپ اردو بازار لاہور ص ۲۷

4۔ڈاکٹر احمد شلبی مترجم ادریس صدیقی ''مسلمانوں نظام تعلیم'' اردو اکیڈمی ۱۹۸۵ص ۳۳

5.Annemarie Schimmel"Caligraphy and Islamic Culture "London 1990 p.1

6.Martin Lings, The Quranic Art of Caligraphy and Illumination"Westerham.1976 p.15

7.Annemarie Schimmel. op.cit.p.4

8.Ibid. p.3

9۔ابن خلدون ''المقدمہ'' جلد دوم مترجم مولانا راغب رحمانی دہلوی، نفیس اکیڈمی کراچی۔۱۹۷۰ص ۳۶۷

10۔ڈاکٹر احمد شلبی مترجم ادریس صدیقی ''مسلمانوں کا نظام تعلیم'' اردو اکیڈمی ۱۹۸۵ص ۳۱

11.Abu-Al-Abbas Ahmed Ibn Jubir al Baladhuri by Francis Clark Murgotten "Kitab" Futuh al Buldan Vol.11 Columbia University New York. The Origin of Islamic State Vol. Lxviii No. 163-A 1924 Appendix v p.270

12.Ibid

13۔سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ'' قرآن نمبر جلد اول۔جلد ۱۴ شمارہ اپریل ۱۹۷۰ص ۴۰۲

14۔ڈاکٹر احمد شلبی مترجم ادریس صدیقی ''مسلمانوں کا نظام تعلیم'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۵ص ۴۰۸

15۔ڈاکٹر احمد شلبی مترجم ادریس صدیقی ''مسلمانوں کا نظام تعلیم'' محولا بالا ص۔۱۹

16۔سید انور حسین نفیس رقم خطاطان قرآن جلد اول محولا بالا ص۔۱۹

17۔ابی قاسم بن حوقل النصیبی ''صورۃ الارض'' منشورات دار مکتبۃ الحیات۔بیروت۔ص ۱۳۹

18۔عبدالقیوم ''تدریس نسخ'' آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور ۱۹۶۷ء۔ص ۲۰

19۔ایضاً۔ص ۱۹

20۔سید نور اللہ اور جے پی نائیک مترجم مسعود الحسن ''تاریخ تعلیم ہند'' ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۲ء

21۔ایضاً ص ۱۰۹

22۔ایضاً ص ۱۶۵

23۔ابن جبیر ''الرحلۃ'' قاہرہ ص ۲۷۲

24۔احمد العوامری ومحمد احمد جاد المولی۔مہذب رحلۃ ابطوطۃ المسماۃ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار، وعجائب الاسفار، الجزء الاول۔قاہرہ ۱۹۳۴ص ۷۲

25۔ابن خلدون۔''المقدمہ'' محولا بالا ص۔۳۸۸

26.Michael Hamilton Burgoyne. Mamluk Jerusalem An Architectural Study.Bristish School of Archaeology in Jerusalem. World of Islam Festival Trust Paris. 1987 . p.p55.56

27۔عبدالقیوم ''تدریس نسخ'' آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہو

28۔ایضاً

29۔ایضاً ص ۲۰

30۔سر سید احمد خان آثار الصنادید مرتبہ خلیق انجم جلد اول اردو اکادمی دلی ۱۹۹۰ء ص ۴

31. Dr. Abdur Rehman, The Zalamkot bilingual inscription, East & West, Vol. 48 Nos. 3-4 Dec. 1998. Rome-P-469

32۔معین الدین احمد ندوی ''تاریخ اسلام'' ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور۔ص ۴۳۳

33.Ahmad Hassan Dani"Islamic Architecture. The Wooden style of Northern Pakistan"National Hijra Council Islamabad 1989.pl.6

34.Oktey Aslanpa"Turkish Art and Architecture"Faber & Faber Ltd. 3.Queen Square London 1971 p.4

35۔طارق مسعود ''مرقع خط'' لاہور عجائب گھر ۱۹۸۱ص ۶۳

36۔انجم رحمانی ''برصغیر پاک وہند میں اسلامی خطاطی،، لاہور عجائب گھر ۱۹۸۷ص ۴

37۔طارق مسعود ''مرقع خط'' محولا بالا ص ۳۱

38۔انجم رحمانی ''برصغیر پاک وہند میں اسلامی خطاطی محولہ بالا۔ص۔۵

39۔شیخ محمد اکرام ''آب کوثر'' چوتھا ایڈیشن۔ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۰ص ص ۲۴۔۲۵

40۔خواجہ عبدالحمید یزدانی ''فارسی گو شعراء'' نقوش لاہور نمبر۔جلد دوم ادارہ فروغ اردو۔اردو بازار لاہور ۱۹۶۲ء ص ۸۶۲

41۔یحییٰ سرہندی ''تاریخ مبارک شاہی'' مترجم ڈاکٹر آفتاب اصغر۔مرکزی اردو بورڈ۔۱۹۷۶ص ص ۴۷۔۷۵

42۔سید صباح الدین عبدالرحمن ''بزم مملوکیہ''۔مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ص ۲۷

43۔طارق مسعود۔مرقع خط۔محولہ بالا۔ص ۶۳

44۔عبدالمجید سالک ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔ص ۲۰۳

45. Mustafizur Rehman "Islamic Calligraphy in Medieval India. University Press Ltd. Bangladesh 1974 p.4

46. R.P Srivastava, Muhammad Hussain Zarreen Qalam in"Art and Archealogy of Punjab, Sundeep Prakashan Dehli.1990.p.172

47۔طارق مسعود ''مرقع خط'' محولا بالا۔ص ص ۵۷۔۵۸

48۔انجم رحمانی۔برصغیر پاک وہند میں اسلامی خطاطی محولہ بالا۔ص۔۸

49۔لاہور میوزیم خطاطی کا کلیکشن نمونہ نمبر

50. Mustafizur Rehmanop.cit p.68

51. R.P Srivastava "Kashmiri Contribution to the Development of Manuscript Painting in Punjab Archaeology of Punjab Sundeep Prakashan Dehli.1990.p.172

52۔کسی مغل امیر کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی۔

53. Mustafiz-ur-Rehaman "Islamic Calligraphy in Medieval India".op.cit p.74

54۔مقصود حسن چوہدری "تاریخ شیخوپورہ" ثقافی میٹی تحصیل کونسل شیخوپورہ۔ص ۵۴

55۔طارق مسعود "مرقع خط" محولا بالا۔ص ۴۹

56-R.P Srivastava op. cit. p-173

57۔عبدالرحیم عنبریں قلم کے لئے کتاب ہذا کا باب خطابات یافتہ خطاط دیکھیں۔

58۔ عبداللہ چغتائی "سرگزشت خط نستعلیق" کتاب خانہ نورس اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ء۔ص۔ ۱۴۶

59۔محمد الدین فوق "لاہور عہد مغلیہ میں" ظفر برادرس ظفر منزل لاہور۔ ۱۹۲۷ء۔ص ۶

60۔محمد شجاع الدین "عبدالرحیم خان خانان کا کتب خانہ" اورنٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۸ء شمارہ مسلسل ۱۷۵ جلد ۴۴۔ص ۱۰۸

61۔محمد شجاع الدین "عبدالرحیم خانخانان کا کتب خانہ" محولہ بالا ص۔ ۴۵

62۔عبدالباقی نہاوندی ۱۰۲۵ھ "مآثر رحیمی" جلد سوم تصحیح محمد ہدایت حسین مدرس، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ص ۲۱۸

63۔ایضاً

64۔ایضاً

65. Muhammad Ziaudin"Muslem Calligraphy"Visa Bharati Bookshop Carnwallis Street Calcutta. 1936.p.31

66. R.P Srivastava Muhammad Hussain Zareen Qalam op.citp.151

67۔عبداللہ چغتائی "خطاطی" ادبیات فارسی۔ چوتھی جلد۔ فارسی ادب سوم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۲ء ص ۱۴۶

68۔ایضاً

69.Mustafeez- ur-Rehman op.cit p.83

70۔محمد شجاع الدین "عبدالرحیم خانخاناں کا کتب خانہ" محولا بالا ۴۷

71۔ڈاکٹر نذیر احمد علی گڑھ "نادر العصر استاد احمد معمار تاج محل کے خاندان کے مصنفین کے مخطوطے علی گڑھ میں"۔ اورنٹیل کالج میگزین جلد ۳۶ عدد مسلسل ۱۴۱ مئی ۱۹۲۰ء۔ص ۶۴۱

72۔پروفیسر یوسف جمال انصاری "شاہی قلعہ" نقوش لاہور نمبر جلد دوم۔ ۱۹۹۳ء محولا بالا۔ ۶۴۱

73۔عبداللہ چغتائی سرگزشت خط نستعلیق۔ محولہ بالا ۱۹۷۰ء ص۔ ۳۷

74.Dr.Muhammad Iqbal Bhutta "Epigraph of Masjid Kharasian inside Lohari Gate Lahore. Lahore Museum Builetin vol.III No. 2 1990 p.p. 78-89

75.Dr.Muhammad Iqbal Bhutta "Abdul Rashid Dailmi's rare manuscript in the collection of Lahore Museum. Lahore Museum Bulletin vol. II July _ Dec.1989 No.2p.p 52-59

76.Dr. Srivastava Muhammad Hussain Kashmiri Zarreen Qalam in "Art and Archaeology of punjab Sundeep Prakashan'Dehli 1990.p.172

77۔شبلی نعمانی "اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر" ایم شاہ اللہ اینڈ سنز ریلوے روڈ لاہور۔ ۱۹۶۷ء ص ۷

78۔دیکھئے لاہور عجائب گھر کے ذخیرہ مخطوطات کا مخطوطہ نمبر ۵۱

79.Mustafeez ur-Rehman op.cit p.84

80.Dr.Muhammad Iqbal Bhutta "Abdul Rashid Dailmi's Rare Manuscript in the Collection of Lahore museum. Lahore Museum op.cit.p.p52-59

81۔میر عماد کی شہادت کے بارے مفصل روایات کے لیے دیکھئے تحقیقات ماہر۔ ص۔ ۱۰۷

82.Dr. Muhammad Iqbal Bhutta"Abdul Rashid Dailmi's rare manuscript in the collection of Lahore Museum. Lahore Museum Bulletin op.cit.p.p52-59

83۔حکیم محمود علی خاں ماہر "پاکستان خط نستعلیق کا پہلا مدرسہ ہے" ماہنامہ "خوشنویس" مارچ ۱۹۵۰ء جلد ۱ شمارہ ۱۔ص ۷

84۔ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔ پاک و ہند میں اسلامی خطاطی" کتابخانہ نورس کاپی بک اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ء۔ص ۶۲

85۔استنبول کے مشہور سرکاری کتب خانہ توپ کاپی سرائے میں دیوان بعنوان دیوان حسینی سلطان حسین کا مرزا کا ہے جو اتفاق سے کبھی مغل بادشاہوں کے کتب خانوں کی زینت رہا اس پر عبدالرشید دیلمی کی مہر ثبت ہے جو ۱۰۵۸ھ کی ہے اور اس کے ساتھ ایک نوٹ ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کہ یہ کتاب ۱۹ شوال ۲۲ جلوس شاہ جہاں یعنی ۱۰۵۸ھ کو خواجہ نعمت کی تحویل میں دی گئی گول مہر میں "بندۂ شاہ جہاں عبدالرشید دیلمی" درج ہے۔

86۔محمد شجاع الدین "عبدالرحیم خانخاناں کا کتب خانہ" محولا بالا ص ۴۷

87۔غلام محمد مفت قلمی "تذکرہ خوشنویساں" ایشاٹک سوسائٹی بنگالہ کلکتہ ۱۹۱۰ء۔ص ۵۶

88.Dr. Muhammad Iqbal Bhutta"Abdul Rashid Dailmi's rare manuscript in the collection of Lahore Museum. Lahore Museum op.cit p.58

89۔طارق مسعود "مرقع خط" محولا بالا۔ص ۵۷

90۔مظہر محمود شیرانی "مولانا ابوالبرکات منیر لاہوری" مقالات حافظ محمود شیرانی اورنٹیل کالج میگزین جلد ششم۔ مجلس ترقی ادب دسمبر ۱۹۷۲ء۔ص ۴۴۵

91۔ایضاً

92۔محمد دین کلیم "آئینہ تاریخ حضرت سید میر محمود شاہ" قادریہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی لاہور۔ص ۲۱

93۔غلام محمد مفت قلمی "تذکرہ خوشنویساں" محولا بالا ص ۵۷

94.Mustafeez ur Rahman op.cit p.90

95۔پیر عبدالحمید خطاط "خطاطی کے تین دور" ماہنامہ خوشنویس مارچ ۱۹۵۰ء شمارہ ۱ جلد ۱۔ص ۱۴

96.Mustaffez ur-Rehman op.cit.p.90

97۔عبداللہ چغتائی خطاطی ۱۷۰۷تا۱۹۷۲ء''تاریخ ادبیات فارسی'' چوتھی جلد فارسی ادب دوم ۱۹۷۲ء ص ۳۴۲

98۔سید نور اللہ اور بے بی نائیک''تاریخ تعلیم ہند'' محولا بالا۔ص ۲۸

99۔ایضاً

100۔ابن خلدون''المقدمہ'' محولا بالا ص ۳۶۷

101۔سید انوار اللہ اور بے بی نائیک''تاریخ تعلیم ہند'' ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۲ء۔ص ۲۷

102۔عبداللہ چغتائی''تاریخ ادبیات فارسی'' محولا بالا ص ۷۵۴

103۔ایضاً ص ۳۳۳

104۔حکیم محمود علی خان ماہر''پاکستان خط نستعلیق کا پہلا مدرسہ'' ہے ماہنامہ خوشنویس مارچ ۱۹۵۰ء جلد ا شمارہ ا۔ص ۷

105۔کنہیالال''تاریخ لاہور'' مرتبہ کلب علی خان فائق مجلس ترقی ادب لاہور۔۱۹۷۷ء ص ۷۳

106۔کنہیالال نے کتاب کے دیباچے میں غلام علی لاہوری کاتب کا ذکر کیا ہے لیکن لاہور کے خوشنویسوں کے ضمن میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

107۔عبداللہ چغتائی''خطاطی'' تاریخ ادبیات فارسی محولا بالا ص ۳۴۱

108۔ملک علی محمد''خوشنویس'' نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولا بالا۔ص ۱۰۵۱ء

109.Dr. Muhammad Iqbal Bhutta "Imam Verdi and his rare manuscript in National Museum of Pakistan Karachi Lahore Museum Bulletion. vol. No.2 July-Dec. 1992.p.p 68-72

110.Syed Amjed Ali "Calligraphy in Pakistan.Pakistan Quarterly. Karachi vol.x No.4-1962 p.9

111۔جس کے نام پر لاہور چونامنڈی شیرانوالہ دروازہ کے پاس بنگلہ ایوب شاہ ہے۔

112۔سوتر منڈی کی مسجد میں امام وبردی کے نوشتہ کتابت کتاب ہذا کے باب ہشتم میں دیئے گئے ہیں۔

113. Dr. Muhammad Iqbal Bhutta"Imam Verdi and hisrare manuscript in National Museum of Pakistan Karachi op.cit. p.69

114۔یہ قطعات بقول شمس الحق مرحوم گرینڈ لیز بنک لاہور معروف خطاط حافظ یوسف سدیدی مرحوم کے پاس محفوظ رہے۔

115۔ملک علی محمد''خوشنویس'' نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولا بالا۔ص ۱۰۴۹

116۔افضل حق قرشی ۵سراج الاخبار'' مجلہ تحقیق۔شمارہ ا جلد ۲ کلیہ علوم اسلامیہ وادبیات شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان ص ۵۳

117۔امام وبردی لاہوری خطاط انجمن آریانا جلد ۳ دائرہ المعارف افغانستان مطبوعہ کابل مطبع عمومی کابل ۱۹۵۶ء ص ۸۵۸

118.Dr.Muhammad Iqbal Bhutta"Imam Verdi and hisrare manuscript in National. Museum of Pakistan Karachi op cit.p.70

119۔''اخبار ادوط'' اشاعت ۱۹فروری ۱۸۸۰ء

120۔ملک علی محمد ''خوشنویس'' نقوش لاہور نمبر جلد دوم۔محولا بالا ۱۵۹

121۔کنہیالال۔''تاریخ لاہور'' مرتبہ کلب علی خان فائق مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور جون ۱۹۹۶ء ص ۹۳

122۔دیکھئے ذخیرہ مخطوطات وخطاطی لاہور عجائب گھر نمونہ خطاطی نمبر ۶۹

123.R.P Srivastava. op.cit p.149

124۔کنہیالال''تاریخ لاہور'' محولا بالا ص ۹۳

125. R.P Srivastava Kashmiri op. cit .p.148

126. Dr.Saif-Ur-Rahman Dar "The Three Astrolabes in the Collection of Lahore Museum and Lahore's Contribution in Astrolab Making "Lahore Museum Bulletin'Vol Vii, No.I_2 Dec.1994. p.175

127۔عبداللہ چغتائی''خطاطی'' تاریخ ادبیات فارسی پانچویں جلد فارسی ادب سوم۔محولا بالا۔ص ۳۴۰

128۔ایضاً

129۔دیکھئے ذخیرہ مخطوطات وخطاطی لاہور عجائب گھر نمونہ خطاطی نمبر

130۔ملک علی محمد''خوشنویس'' نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولا بالا۔ص ۱۰۵۰

131۔طارق مسعود''مرقع خط'' محولا بالا ص ۱۱۵

132۔عبداللہ چغتائی''خطاطی'' تاریخ ادبیات فارسی محولا بالا۔ص ۲۴۳

133۔عبداللہ چغتائی''خطاطی'' ۱۷۰۷تا۱۹۷۲ء تاریخ ادبیات فارسی محولا بالا ص ۳۴۱

134۔ایضاً

135۔نور احمد چشتی''تحقیقات چشتی''الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور مئی ۱۹۹۳ء ص ۷۷۲

136۔ڈاکٹر سید عبداللہ۔''تاریخ لاہور پر مزید دھندلی سی روشنی'' مجلہ تحقیق۔جلد ۲ شمارہ ا۔کلیہ علوم اسلامیہ وادبیات شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔پاکستان۔ص ۶۰

137۔ایضاً

138۔بھولا ناتھ ہندی''تحفۃ الہند'' مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

139۔اکرام الحق۔ دبستان خط ایوان خطاطان پاکستان ص ۱۱

140۔راقم الحروف نے یہ واقعہ بروایت حاجی دین محمد لاہور کے معروف خطاط جناب سید انور حسین صاحب نفیس رقم سے بھی خود سنا۔

141.Syed AjmadAli "Caligraphy in Pakistan" Pakistan Quarterly. Karachi.op.cit.p.9

142۔بحوالہ حاجی محمد اعظم مرحوم خطاط ذوالقرنین جیمبرز کپٹ روڈ لاہور

143۔نام حق خوش القلم علی مطبع مفید عام پریس لاہور باہتمام لالہ موتی رام

144۔عبداللہ چغتائی''خطاطی'' تاریخ ادبیات فارسی پانچویں جلد فارسی ادب سوم پنجاب یونیورسٹی لاہور۔۱۹۷۲ء ص ۳۴۱

145۔دری قاعدہ کرنل رشید کلیکشن لاہور عجائب گھر لائبریری

146۔عبدالقیوم''تدریس الخط'' آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور۔ص ۲۰

147۔دیکھئے ذخیرہ مخطوطات وخطاطی لاہور عجائب گھر نمونہ خطاطی نمبر ۶۸

148۔ میر پنجہ کش دہلی سکول بانی قرار پائے۔
149۔ منشی عبدالرحمن خان ''آئینہ ملتان'' محولا بالا ص ۴۱۳۔۴۱۲
150۔ موصوف پرویں رقم کے شاگرد ہیں۔
151۔ اس ادارے کے متعلق تمام حالات اقبال اختر نے مہیا کئے جو بانی ادارہ قاضی ظہور دین مرحوم کے داماد بھی ہیں۔
152۔ قاضی ظہور دین کے حالات ان کے بیٹے قاضی منظور اقبال ریلوے اکاؤنٹس سے حاصل کئے گئے۔
153۔ بقول حاجی محمد اعظم مرحوم ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور
154۔ ملک علی محمد ''خوشنویس'' نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولا بالا ص ۱۰۵۵
155۔ ایضاً
156۔ ایضاً
157۔ ایضاً
158۔ یہ خوشنویس بیٹھک کا تاں اندرون لوہاری گیٹ کے کاتبوں کو سامان کتابت اور کاغذ مہیا کرتا رہا۔
159۔ اعجم رحمانی۔ ''گوجرانوالہ کے خوشنویس اور خطاط'' خیلہ مہک گوجرانوالہ نمبر گورنمنٹ گوجرانوالہ۔ ۱۹۸۴ء ص ۳۰۲
160۔ میاں محمد شفیع (م۔ش) ''ذکر کچھ تاج الدین زریں رقم کا'' نوائے وقت میگزین۔ ۱۸ جنوری ۱۹۹۱ء ص ۷
161۔ محمد اکرام الحق۔ ''دبستان خط'' محولہ بالا ص ۷
162۔ غلام حیدر وائیں۔ ''فن خطاطی کا ایک عہد آفریں باب'' روزنامہ نوائے وقت ۳۰ جون ۱۹۸۱ء
163۔ سید انور حسین نفیس رقم ''بیٹھک کا تاں'' مرقع زریں محولا بالا
164۔ بحوالہ محمد شفیع انور سیالوی مرحوم خطاط۔ رائل پارک لاہور
165۔ سید نفیس رقم اس مقابلہ میں جج کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ موصوف کے مطابق لاہوری نستعلیق کو ترکی میں بہت پسند کیا گیا۔
166۔ محمد اکرم الحق ''دبستان خط'' محولا بالا ص ۳
167۔ علامہ اقبال خود بھی خط شکستہ بہت عمدہ لکھ لیتے تھے۔ علامہ اقبال میوزیم میں پرویں رقم کی کتابت کے اولین ایڈیشن موجود ہیں۔
168۔ محمد یعقوب ایڈووکیٹ۔ ''محمد صدیق الماس رقم'' اشاعت خاص خطاطی روزنامہ ''امروز'' ۲۸ جون ۱۹۷۶ء ص آخر
169۔ سید انور حسین نفیس رقم ''افضل الرحمن خطاط خوشنویس'' افضل الکتابت ۱۱۵ اردو بازار لاہور اپریل ۱۹۸۹ء
170۔ افضل الرحمن ''افضل مرقع خوشنویس'' شائع کردہ افضل الکتابت لاہور ۱۹۸۹ء ص آخر
171۔ بحوالہ سید انور حسین نفیس رقم بالمقابل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور
172۔ بحوالہ شریف گلزار مرحوم چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' لاہور
173۔ بحوالہ شریف گلزار مرحوم چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' لاہور
174۔ سید بابر علی، خط ''نستعلیق و نسخ'' بابر علی فاؤنڈیشن لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۱۔۳۵
175۔ حسنین جاوید مرحوم کالم ''لاہور سے لاہور تک'' روزنامہ نوائے وقت ۲۷ اپریل ۱۹۷۴ء
176۔ نادر القلم بانی ادارہ نے اپنے ادارے کے حالات راقم الحروف کو دیئے
177۔ عبدالواحد نادر القلم۔ ''قرطاس و قلم'' جلد ۱ شمارہ ۲ ستمبر ۱۹۸۹ء لاہور
178۔ آج بھی لاہور میں اردو بازار اسلم ماڈل ہائی سکول کے قریب یہ ادارہ کام کر رہا ہے جہاں سے خطاطی سے منسلک افراد سامان کتابت خریدتے ہیں۔
179۔ یہ حالات غلام حیدر خوشنویس کے بڑے بیٹے منظور احمد نے مہیا کئے۔
180۔ یہ کتبات ۱۹۹۱ء میں لکھے گئے جن کی تصاویر راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔
181۔ یہ حالات منظور انور بانی ادارہ نے خود مہیا کئے۔
182۔ یہ حالات شریف گلزار مرحوم نے مہیا کئے۔
183۔ محمد اعظم منور رقم ''رہنمائے خوشخطی'' ندیم مظہر پبلشرز اردو بازار لاہور۔ فروری ۱۹۸۰ء
184۔ منور رقم دیکھئے قطعات پرویں رقم۔ ۲۰۵ ذوالقرنین چیمبرز لاہور
185۔ اس ادارے کے تلامذہ کی فہرست حاجی محمد اعظم مرحوم منور رقم نے خود مہیا کی۔
186۔ بحوالہ شریف گلزار مرحوم
187۔ اس ادارے کے حالات بانی ادارہ غلام سرور راہی نے مہیا کئے۔
188۔ تاج الدین زریں رقم ''مرقع زریں'' چھٹا ایڈیشن ص آخر
189۔ غلام نظام الدین احمد ''شعر ناب'' مکتبہ معظمیہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۱
190۔ بروشر نمائش استاد حامد الامدی ۱۹۸۲ء
191۔ قرآن کریم شائع کردہ ادارہ علوم شرعیہ کراچی
192۔ موصوف کے حالات ادارے کے موجودہ نگران اور ان کے بیٹے نے مہیا کئے۔
193۔ محمد اکرم الحق۔ ''دبستان خط'' محولا بالا ص اول
194۔ اس ادارے کے حالات بانی ادارہ سید اکرام الحق خطاط نے مہیا کئے۔
195۔ بی اے قریشی لاہور عجائب گھر ذخیرہ مخطوطات لاہور عجائب گھر لاہور ی ۸۳
196۔ ایضاً
197۔ انجذاز محمد یوسف سدیدی خطاط شائع کردہ ایوان خطاطان پاکستان حفاظ منزل ہاشم شاہ سٹریٹ وسن پورہ لاہور۔ ۱۹۹۱ء
198۔ گوہر اکیڈمی کے تلامذہ کی فہرست ادارہ کے بانی خورشید عالم گوہر قلم نے مہیا کی۔
199۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں کتاب ہذا کا باب خطابات یافتہ خطاط۔
200۔ خورشید عالم گوہر قلم ''نقش گوہر'' الفنا گلبرگ اے فیصل آباد، ۱۹۸۷ء
201۔ منذر الٰہی ''قرآن مجید کا منفرد طلائی نسخہ'' روزنامہ جنگ لاہور۔ ۱۵ تا ۲۱ اپریل ۱۹۸۳ء
202۔ بحوالہ ڈائریکٹر خانہ فرہنگ ایران شاہراہ قائداعظم لاہور

203۔ ظہور کاتبی ڈرائنگ اچھی کر لیتے ہیں۔
204۔ اس ادارے کے متعلق معلومات بانی ادارہ ناصر رضا نے فراہم کیں جو معمولی درجہ کا کاتب ہے۔
205۔ بروشر شائع کردہ علم وفن اکیڈمی گوجرانوالہ
206۔ عرفان احمد "علم وفن" سہ ماہی رپورٹ سیمینار خطاطی جلد ا شمارہ ۲، مارچ، اپریل، مئی ۱۹۹۱ء گوجرانوالہ ص ۱۱
207۔ عنایت اللہ وارثی "گرد سفر" پروگریسو بکس اردو بازار لاہور۔ ص ۳۵۶
208۔ یوسف دہلوی کے والد محمد الدین کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ عیدگاہ ملتان میں نصب ہے جو نستعلیق کا خوبصورت نمونہ ہے بحوالہ آئینہ ملتان منشی عبدالرحمٰن۔ ص ۲۶۶ ۳
209۔ سید انور حسین نفیس رقم "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم۔ محولا بالا۔ ص ۸۱۸
210۔ طارق مسعود "مرقع خط" محولا بالا۔ ص ۱۷
211۔ ایضاً
212۔ منشی عبدالرحمٰن خان "آئینہ ملتان" مکتبہ جمالیک اشرف المعارف حسین آگاہی ملتان۔ ۱۹۷۲ء ص ص ۲۶۶۔۲۵۱
213۔ انجم رحمانی۔ "برصغیر پاک وہند میں اسلامی خطاطی" لاہور عجائب گھر ۱۹۷۸ء ص ۱۰
214۔ نسیم اختر عثمانی "فن خطاطی کا محسن اعظم یوسف دہلوی" ماہنامہ کتابی دنیا۔ جلد ۱۸ شمارہ ۱۲ فروری مارچ ۱۹۹۱ء کراچی۔ ص ۸

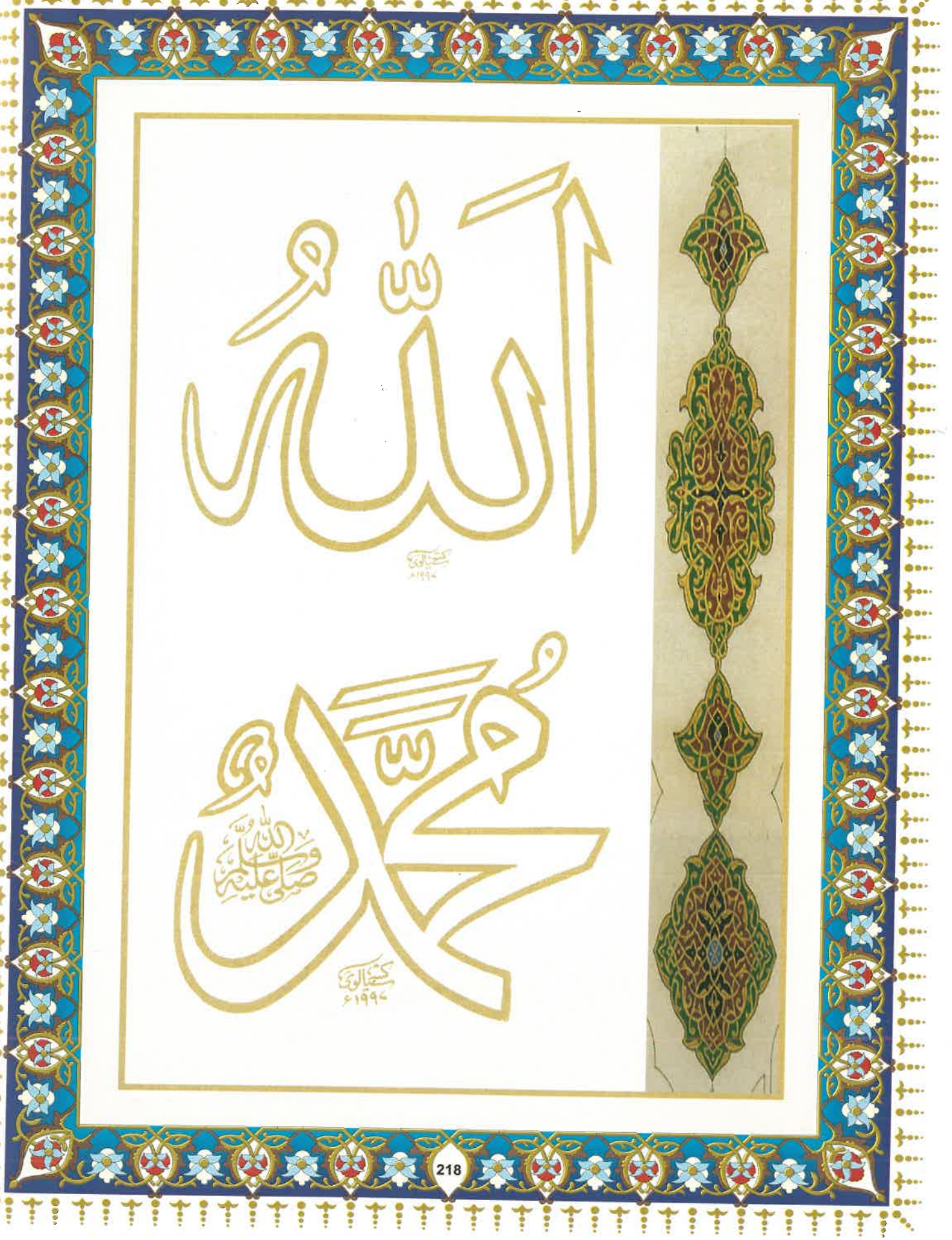
215.Dr.Muhammad Iqbal Bhhal"Abdul Rashid Dailmi's Rare Manuscript in the Collection of Lahore Museum" Lahore Museum Bulletin Vol.II July_Dec.1989 No.2 p.p 52_59



باب پنجم



خطابات یافتہ خطّاط


اللہ
محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں تک اسلامی ممالک کا تعلق ہے۔ ایران میں ایسے خطابات ہمیں ملتے ہیں جیسے شاہ عباس صفوی کے دور میں (۹۹۶ھ۔۱۰۳۸ھ/ ۱۵۵۸ء۔۱۶۲۸ء) میں میر عماد کے شاگرد مرزا ابوتراب اصفہانی نے خطاطی میں بلند مرتبہ حاصل کیا اور رئیس الخطاطین کا لقب پایا۔(۱) اسی طرح ایک اور ایرانی خوشنویس سید علی خان نے عالمگیر کے دور میں جواہر رقم کا خطاب پایا۔(۲) سلطان علی مشہدی کے بارے میں حبیب اللہ فضائلی لکھتا ہے۔

سلطان علی را القاب بسیار است واز القابی کہ معاصرین اومتقدمین ومتاخرین تذکرہ نویساں متفق لقب ''قبلہ الکتاب''است لقب ''زبدۃ الکتاب'' کہ درمکتوب سلطان حسین مرزا خطاب بہ سلطان علی نوشتہ است ''زبدۃ الکتاب'' مولانا نظام الدین سلطان علی بداند۔ دیگر لقب ''سلطان الخطاطین'' است کہ میر علی ھروی درامداد الخطوط خوداوراست۔(۳)

سلطان علی کے القاب بے شمار ہیں۔ البتہ جس پر متقدمین اور متاخرین متفق ہیں۔ وہ قبلۃ الکتاب ہے زبدۃ الکتاب جو سلطان حسین مرزا کے خط بنام سلطان علی لکھا گیا ہے۔ دوسرا لقب سلطان الخطاطین ہے جو میر علی ہروی کے امداد الخطوط میں مذکور ہے۔

اسی طرح ایک اور کاتب شاہ محمود نیشاپوری زریں قلم کے لقب سے مشہور تھا۔(۴) ایران میں زیادہ تر خطاط اپنے نام کے ساتھ اپنے آبائی شہر یا جگہ کا نام بھی لکھتے۔ جیسے ابوتراب اصفہانی، رشید دیلمی، میر عماد قزوینی، شاہ محمود نیشاپوری، سلطان علی مشہدی وغیرہ۔ روایات ایران کے برعکس عراق اور دیگر عرب ممالک کے خطاط اپنے نام کے ساتھ زیادہ تر حسب نسب لکھتے تھے اور القابات بھی استعمال کرتے۔ مثلاً ابوعلی محمد بن علی بن حسن بن عبداللہ المقلب ابن مقلہ (۶۷۶۔۳۳۸ھ/ ۸۸۵۔۹۴۹ء) اس طرح حضرت علی کے شاگرد ظالم بن عمر بن سفیان تابعی (م ۶۹ھ/ ۶۸۸ء) کا خطاب ابوالاسود دوئلی تھا۔(۵) اس نے پہلی مرتبہ عربی کے صرف ونحو بتائے۔ مشہور قدیم خطاط ابوالحسن علی بن ہلال (۳۵۰ھ/۹۶۱ء) کا باپ ہلال امیر بویہ (۳۲۰۔۴۴۷ھ/۹۳۲۔۱۰۵۵ء) کے دروازے پر چوکیدار (بواب) تھا۔(۶) اسی نسبت سے بیٹا ابوالحسن ابن البواب کے نام سے مشہور ہوا۔ ترکی میں اسلامی خط ثلث، طغریٰ، محقق، ریحان نے بہت ترقی کی۔ استنبول میں ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں اسماعیل حقی الطنبزر (Altumbzer) کے بارے میں معمر اولکر لکھتا ہے۔

"Beside his being excellent calligrapher he was skillful painter and a talented sculpe r. He changed his surname to "Altumbzer" which means "Gilder" because of his first trainer in this area of fine arts. Then he became a disciple of the famous gilder Baba Bey."(7)

ایک شاندار خطاط کے علاوہ وہ ایک عمدہ مصور اور ایک ذہین بت تراش بھی تھا۔ اس نے

اپنا sarname تبدیل کر کے الطنبز رصرف اپنے استاد کے فن کی نسبت سے رکھا جس سے
اس نے یہ فن سیکھا تھا۔اس کے بعد اس نے مشہور طلا کار یا با بیگ کی شاگردی اختیار کی۔
اولکر ایک اور کاتب حافظ مصطفیٰ راقم آفندی کے بارے رقمطراز ہے۔
''منح لقب قاض وشغل عدة مناصب فی القضاء فی ازمیر، ادرنہ مکہ المکرّمہ واستنبول وفی عام ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء منح لقب شیخ العلماء المنطقتہ الا ناصول وشغل ھذا المنصب فعلا عام ۱۲۳۸ھ۔(۸)
انہیں قاصی کا لقب عطا ہوا اور ازمیر ادرنہ مکہ مکرمہ واستنبول ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء تک محکمہ قانون میں کئی مناصب پر فائز رہے ناصول میں انہیں شیخ العما کا لقب عطا ہوا اور وہ ۱۲۳۸ھ تک اس منصب پر فائز رہے
عبدالطیف آفندی المقلب بالتوتی، محمد شفیق بیگ رئیس المعلمین، الشیخ محمود جلال الدین آفندی، شیخ العلماء، شیخ الخطاط الشیخ حمد اللہ (آقا اور آقائے ثانی کی طرح) اسماعیل حقی شامی آفندی الراقم ثانی، کامل آفندی رئیس الخطاطین(۹)

نجم الدین آفندی کے بارے صاحب ''فن الخط الترکی'' لکھتا ہے۔

"He was generally known with his "Uskudari" later, he used Okyay as a family name he was the most famous master of 20th Cent. and teacher of contemprary."(10)

''عمومی طور پر اسے لفظ اسکردی سے جانا جاتا اس کے بعد اوغلے کے نام سے جو کہ اس کا خاندانی نام تھا پہچانا جاتا وہ بیسویں صدی کا ایک ماہر خطاط تھا۔''
ترکی میں بیسویں صدی کے ایک مشہور کاتب حامد ایتاج جو اسلامی دنیائے خطاطی میں مقبول ہوئے ان کی خطاطی کے نمونے پاکستان میں کثیر تعداد میں ملتے ہیں اور لاہور کے معروف خطاط محمد یوسف سدیدی مرحوم تادم آخران سے کسب فیض کے متمنی رہے اس کے بارے میں مصنف فن ''الخط الترکی'' لکھتا ہے۔''

"The famous Turkish calligrapher Hamid Aytac. His real name was Sheikh Musa Azmi that is why a great number of his works were known by his real name but he was known by his nickname Hamid and the family name Aytac."(11)

''مشہور ترکی خطاط حامد ایتاج ان کا اصلی نام شیخ موسیٰ اعظی تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بیشتر کام ان کے اصلی نام سے جانے جاتے ہیں۔لیکن اس کا عام نام حامد اور خاندانی نام اتیاق تھا۔''

باقی رہا سوال دنیائے اسلامی خطاطی کا تو اس میں کسی شبے کی گنجائش نہیں، ہر دور اور ہر ملک میں جس طرح ادیبوں شاعروں اور دوسرے اہل فنون نے قلمی نام یا بادشاہوں کی طرف سے دیئے گئے خطابات والقابات استعمال کئے بعض تو تاریخ فنون میں اپنے قلمی نام یا القاب یا خطاب کی وجہ سے ہی مشہور ہوئے۔ان میں ایران، عراق اور ہندوستان میں ''رئیس الخطاطین'' کا خطاب قدر مشترک ہے۔جو ایران میں مرزا ابوتراب اصفہانی، پاکستان میں حافظ محمد اعظم، ترکی میں کامل آفندی کے ناموں کے ساتھ ملتا ہے۔(۱۲)
مثلاً عہد ہمایوں پاک و ہند میں خطاطی کے زمرے میں خطاطوں نے جو خطابات استعمال کئے ان کے بارے میں محمد یوسف ٹینگ سیکرٹری جموں وکشمیر کلچرل اکادمی سری نگر لکھتے ہیں۔

''خطوط کے استعمال کے لیے جو صفتیں استعمال ہوئیں وہ فن تنقید کا جامع بلکہ حیرت انگیز نمونہ پیش کرتی ہیں اور آج کی مصوری کے پارکھ کا ذخیرہ اصطلاحات اس فرہنگ کے سامنے

شرمندہ ہو جاتا ہے۔ عظیم خوشنویسوں کے یہ القابات کتنے بولتے ہوئے تبصرے ہیں اور فن خطاطی کی کتنی جہتوں کا سراغ دیتے ہیں جیسے، روشن رقم، اعجاز رقم، زریں رقم، جواہر رقم، بادشاہ رقم، مشکیں قلم، مرصع رقم، مصحف رقم، معجز رقم، نادر رقم، یاقوت رقم، پروین رقم، جادو رقم، شیریں قلم، صنعت رقم، عنبریں قلم، شکریں قلم، مانی رقم، مرتعش رقم، مبارک رقم، ثریا رقم، سہیل رقم وغیرہ۔ (۱۳)

مگر سوال یہ ہے کہ خطابات قلمی نام یا القابات خطاطوں کے لیے استعمال کرنا کیوں ضروری ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے یہ القابات وخطابات استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ ہر خطاط اپنے خط کو اجاگر کرنے کے لیے قلمی نام استعمال کرتا جو صرف اور صرف اس کی ہی پہچان رہے۔ بعض القابات وخطاب تین یا چار مرتبہ مختلف خطاطوں نے استعمال کئے اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے پیش رو کے خط سے متاثر تھے اور انہوں نے کاوش کی کہ وہ اپنے خط کو اپنے پیش رو کے خط سے ملا لیں۔ جن کاتبوں کو بادشاہ وقت کی طرف سے ایسے خطابات و القابات ملے وہ اسے استعمال کرنا باعث فخر خیال کرتے تھے۔

چونکہ ترقیمہ کے لیے پہلے کاتب کافی جگہ استعمال کر لیتے تھے آہستہ آہستہ جب طباعت کا دور آیا تو ناشر حضرات نے کاتبوں کو ترقیمہ (Colophone) کے لیے اتنی جگہ دینا مناسب خیال نہ کیا بعض جگہ صرف ''مراد رقم'' یا ''محمود رقم'' لکھا ہوا ملتا جس سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ٹائٹل کس نے استعمال کیا ہوگا۔ کچھ خطاط اپنے ٹائٹل کے حروف کے اعداد اور ستاروں کی گردش کے قائل بھی تھے وہ ماہر فلکیات سے رابطہ کر کے اپنا قلمی نام رکھتے تا کہ اس نام سے وہ جلد ہی اپنا مقام حاصل کر سکیں۔

خطابات عموماً اچھے کاتبوں نے ہی استعمال کئے اور انہوں نے کثیر تعداد میں قطعات اور کتب کے ٹائٹل اور اخبارات ورسائل کی پیشانیاں وغیرہ لکھیں اور قطعات یا ان پیشانیوں کے نیچے جگہ کی کمی کے لحاظ سے جلی حروف کے نیچے خفی خط میں پروین رقم یا زریں رقم یا کوئی اور قلمی نام لکھ دیا جاتا۔ ان القابات وخطابات کا رواج خصوصاً لاہور میں بیسویں صدی میں بہت زیادہ ہوا۔ بیسویں صدی کے معروف خطاط عبدالمجید پروین رقم جنہوں نے پہلے پہل ''خوش رقم'' کا خطاب استعمال کیا جو ہمیں رباعیات گرامی میں ملتا ہے۔ پھر انہوں نے پروین رقم (۱۴) کا خطاب کیسے استعمال کیا اس بارے میں ان کے بیٹے اور معروف خطاط محمد اقبال مرحوم ابن پروین رقم لکھتے ہیں۔

جہاں کہیں بھی آپ کو کوئی خطاط ''زریں رقم'' یا ''الماس رقم'' دکھائی دے وہ خطاط مشرق عبدالمجید ''پروین رقم'' یا ہمارے خاندان کے تلامذہ میں سے ہوگا۔ (۱۵) ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ خطاط الملک اور زریں رقم کے خطابات ہمارے خاندان میں مغل دور کے اس شائستہ ترین اور مقدس تعلق کی روشن نشانیاں ہیں۔ جن کا ذکر اورنگ زیب نے اپنی تصنیف ''رقعات عالمگیری'' میں کیا ہے۔ (۱۶)

لفظ پروین کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

''پھر دیکھیے مجید کے اس بندے نے خط نستعلیق کی جو طرز ایجاد کی وہ کس قدر دلفریب اور حسن و جمال کی پیکر تھی جیسے آسمان پر ستاروں کا وہ جھرمٹ ہو جسے کرہ ارض پر آدم کی اولاد پروین جیسے حسین و دلکش نام سے منسوب کر کے اپنے ذوق سلیم کی تسکین کرتی ہے۔ (۱۷)

پروین رقم کے خطاب کے چناؤ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں جناب پروین رقم نے خط نستعلیق کی طرز میں حروف ابجد یعنی (الف سے ے تک) بصورت قطعہ مبارک زیب قرطاس کئے تا کہ فن خطاطی سے اکتساب کرنے والے اس سے مستفیض ہوسکیں تو یہی وہ گوہر آبدار تھے جن کی چمک دمک اہل نظر کی نظر کو خیرہ کر گئی۔ کیا زور قلم تھا اور کیا گردش قلم تھی۔ س ش ص ج اور ع۔ کے دائروں

اور دامنوں کی یکسانیت اور دلکشی نے مرحوم کے حلقہ ارباب کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ عبدالمجید خوش رقم کے لیے کسی نئے اور اچھوتے اور بلند پایہ خطاب کا انتخاب کیا جانا لازمی ہے اس خطاب کے لیے حلقہ احباب جن جلیل القدر شخصیتوں پر مشتمل تھا اس کا تصور ہمارے آج کے نوجوان نہیں کر سکتے۔ اس دور کے ناموں اور یگانہ روزگار حضرات پرویں رقم کے مخلص دوست ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے فن کے پرستار بھی تھے اور مہینوں اس بات کے منتظر رہتے کہ پرویں رقم کے قلم سے کسی نئے اعجاز سے لطف اندوز ہوں جن میں حکیم فقیر محمد چشتی، مولانا غلام قادر گرامی، مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبال، سر عبدالقادر مولانا عبدالمجید سالک، مولانا اصلاح الدین احمد، ڈاکٹر تاثیر، آغا طاہر دہلوی، حکیم احمد شجاع، غلام رسول مہر، آغا حشر، میر عثمان علی والئی دکن اور نواب محمد صادق عباسی والئی بہاولپور شامل تھے۔ پرویں رقم کے اس بے مثل حلقہ ارباب میں سے مشیت ایزدی نے غلام رسول مہر کی سوچ کو شرف امتیاز بخشا مہر عالم تاب کی نگاہ انتخاب نے اپنی تابناک شعاعوں کی روشنی میں اراکین سلطنت سماوی میں سے ''پرویں'' کو اس کے حسن و جمال کے لحاظ سے منتخب کیا اور یوں پرویں رقم جیسا محبوب لقب والد گرامی قدر سے منسوب ہوا اور سچ پوچھیے تو یہ تمام Credit صرف مہر صاحب کی ذات کے لیے ہے۔ (۱۸)

موجد طرز جدید پرویں رقم کے نام کے ساتھ عوامی طور پر ''شاعر مشرق'' کے خطاب کی طرح ''خطاط مشرق'' کا خطاب بھی استعمال کیا گیا۔ (۱۹) بہر حال کچھ بھی ہو جن خطاطوں نے یہ خطابات والقابات استعمال کئے۔ ان کی خطاطی میں ان کے قلمی نام کی جھلک بھی ملتی ہے۔ جس قسم کا قلمی نام ہوگا اس قسم کے مطالب اور جھلک ان کی خطاطی میں نظر آئے گی مثلاً پرویں رقم بجا طور پر پرویں کے ٹائٹل کے مستحق ہیں جن کے سر ''لاہوری نستعلیق'' متعارف کرنے کا سہرا ہے۔

یہ خطابات والقابات اپنے حوالے سے خطاط کی طرز، روش اور اسلوب، تقلید کی طرف روشنی ڈالتے ہیں۔ لاہور کے حوالے سے کم و بیش ۶۰ خطاط ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے اصلی نام کے ساتھ قلمی نام یا خطاب یا لقب استعمال کئے۔ ذیل میں ان خطاطین کے حالات اور القابات و خطابات کی نوعیت کی تفصیل ابجد کے مطابق سے دی جاتی ہے۔

آفتاب رقم۔ محمد اشرف

آپ عبدالمجید شیریں قلم کے بڑے صاحبزادے تھے جو ۱۹۱۰ء میں عادل گڑھ میں پیدا ہوئے خطاطی کی تعلیم میں اپنے والد سے حاصل کی بعد میں انہوں نے الہ آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کر لی، نستعلیق، ثلث ہندی اور نسخ خوب لکھتے تھے۔ لاہور میں حجازی پرنٹنگ پریس اردو بازار، آفتاب عالم پریس، جے سنت سنگھ جیسے ادارہ سے وابستہ رہے جو قرآن پاک کی طباعت بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ موصوف کے تلامذہ میں عبدالمتین خان، عبدالمجید روزنامہ امروز اور سیالکوٹ کے محمد شفیع کے نام قابل ذکر ہیں۔ آفتاب رقم نے ۱۹۷۹ء میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۲۰)

آقا۔ عبدالرشید دیلمی

برصغیر میں عبدالرشید دیلمی کو خطاطی کا پانچواں ستون قرار دیا جاتا ہے۔ یہ مشہور ایرانی خطاط میر عماد کا بھانجا اور خط نستعلیق میں اعلیٰ مقام کا حامل تھا۔ (۲۱) عہد شاہ جہانی میں ترکی سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا۔ جہاں شہزادہ دارشکوہ اور شہزادی زیب النساء کا استاد بنا۔ ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء میں شاہ جہاں کی لائبریری میں بطور لائبریرین فائز ہوا۔ (۲۲) لاہور سکول کے اساتذہ عبدالرشید دیلمی کی طرز کے مقلد ہیں۔ غلام محمد ہفت قلمی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شاعر نے عبدالرشید دیلمی کی شان میں قصیدہ لکھ کر اسے پیش کیا انعام کے طور پر اس نے وہی قصیدہ کتابت کر کے شاعر کو واپس لوٹا دیا شاعر کسی بیش بہا انعام کی امید میں تھا اس لیے مایوس ہوا۔ مگر جب رشید دیلمی کے خط کے شائقین کو اس قصیدے کا علم ہوا تو انہوں نے شاعر کو

اس کی توقع سے زیادہ رقم دے کر اسے خرید لیا۔ رشید دیلمی کو عوامی طور پر احتراماً ''آقا'' کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ رشید دیلمی کی روش پر لکھنے کے دعویدار خطاط آج بھی لاہور میں کثیر تعداد میں موجود ہیں اس کے تلامذہ میں داراشکوہ، شہزادی زیب النساء، سعیدائے اشرف، عبدالرحیم فرماں نویس، میر حاجی اور چندر بھان مصنف ''چہار چمن'' شامل ہیں۔ حکیم محمود علی خان ماہر کے مطابق اس عظیم خطاط کے لاہور میں کچھ عرصہ قیام سے یہ شہر نستعلیق کا پہلا مرکز بنا۔ (۲۳) یہ بجا ہے دیلمی کے لاہور میں آنے سے پہلے ہی لاہور میں نستعلیق رواج پایا تھا۔ راقم الحروف نے اس خطاط کے لاہور میں آنے سے قبل اندرون لوہاری گیٹ میں نستعلیق میں لکھا ہوا ایک کتبہ تلاش کیا جو ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء میں لکھا گیا۔ لاہور سے اس خطاط کی جذباتی وابستگی تھی۔ اس کا ثبوت شاہ جہاں کو گزاری گئی مندرجہ ذیل درخواست سے ملتا ہے جو ریٹائرمنٹ کے لیے دی گئی تھی۔ (۲۴) اس میں اس خطاط نے آخری عمر لاہور رہنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

خلیفہ الرحمانی صاحب قرآن ثانی
عرضداشت بندہ فدوی عبدالرشید

سجدات عبودیت بتقدیم رسانیدہ، بغرض حجاب بارگاہ عرش اشتباہ برساند رفاہیت سلسلہ میر عماد در ولایت قزلباش میسر نیست چنانچہ اکثر از خویشاں وہمشیرزادہائے، در ملک روم توطن اختیار نمودہ اندازیں جہت تیز روی امید درگاہ خلائق پناہ آوردد بغایت ایزدی ایں سعادت نصیب بندہ شد کہ مدت بست و سہ سال بخاکروبی ایں آستان سعادت نشان سرفرازی داشت، درایں ایام غیبت، بیماری ہائے متعدد مزاج راضعیف نمودہ از خجالت تقصیر خدمت ملاحظہ می نماند۔ اگر رضا خاطر مقدس بودہ باشد در سایہ عدالت حضرت در لاہور یا اکبرآباد ہر جا کہ حضرت حکم کند گوشہ گرفتہ باخانہ زادان حضرت بدعا گوئی دولت ابدقرین مشغول باشد و سایہ آں کعبہ حاجات پر سر بندہ ہا گستردہ باد۔ (۲۵)

''تعظیمی سجدے قبول ہوں آپ کی بارگاہ عرش مرتبت میں عرض ہے کہ قزلباش حکومت میں میر عماد کی ولایت کی وسعت میسر نہیں چنانچہ اسی وجہ سے اس کے اکثر رشتے دار اور بھتیجے بھتیجیاں ملک روم (ترکی) میں ہجرت کر گئے یہ زمانہ کی تیز روی ہے البتہ اللہ کی خاص عنائت سے یہ سعادت اس خاکسار کو ہوئی کہ ۲۳ سال تک اس آستان کی خاکروبی کرتا رہا غیر حاضری کے ان ایام میں کئی متعدد بیماریوں نے مزاج کو کمزور کر دیا اور گناہ کی شرمندگی سے حضور نہ ہو سکا اگر آپ کی رضا شامل حال ہو تو آپ کی سلطنت عدل میں لاہور، اکبرآباد جہاں بھی آپ کا حکم ہو گوشہ گیر ہو کر آپ کے خانہ زادوں کے ساتھ آپ کی سلطنت کے دوام کی دعائیں کرتا رہوں اور اس کعبہ حاجات کا سایہ اس غلام کے سر پر سلامت رہے''

شہزادی زیب النساء کی سفارش پر اسے لاہور میں حویلیاں مرحمت ہوئیں۔

آقائے ثانی۔ محمد افضل قادری

محمد افضل قادری محمد شاہ بادشاہ (۱۱۳۱۔۱۱۶۱ھ/ ۱۷۱۸۔۱۷۴۸ء) کے عہد میں عمدہ خوشنویس تھا۔ اس لیے اس کو عوامی طور پر ''آقائے ثانی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ دوسری وصلی لاہور عجائب گھر میں مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔ (۲۶) اس خطاط نے نستعلیق میں اپنے خط کو اتنی مشق بہم پہنچائی کہ عبدالرشید دیلمی کے خط کی حدوں کو چھونے لگا۔

افضل رقم۔ شیخ فضل الرحمٰن

شیخ فضل الرحمٰن ۱۹۰۰ء میں قصبہ بنت ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ (۲۷) موصوف کے والد کا نام محمد عثمان تھا بیس سال کی عمر میں خوشنویسی سے وابستہ ہوئے۔ آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی صحبت میں ۵ سال رہے جہاں خوشنویسی کی تعلیم بھی جاری رہی۔ ۱۹۳۷ء میں دہلی میں ''افضل الکتابت'' کے نام سے ادارہ خوشنویسی قائم کیا۔ تقسیم ہند تک دہلی رہے۔ ۱۹۴۸ء میں لاہور آئے اور اردو بازار میں ''افضل الکتابت'' کے نام سے سامان کتابت کا ادارہ قائم کیا۔ کاتب حضرات آج بھی ان کے ہاتھ کے کھینچے ہوئے مسطر بہت پسند کرتے ہیں، جو کتابت اور کاپی چوڑنے کے نقطہ نظر سے معیاری تھے۔ نو آموز گان خطاطی کے لیے چھپی چھپائی تختی تیار کی جس میں ان کے کتبات چھاپے گئے۔ اس تختی کو ہر بار دھو کر دوبارہ استعمال کیا جا سکتا تھا۔ آخری عمر میں ''افضل مرقع خوشنویسی'' کے نام سے کتاب لکھی جس سے کتابت کے بنیادی اصول مختلف حروف تہجی کے جوڑ اور معروف استادان فن کے قطعات خط نسخ اور نستعلیق میں دیئے گئے۔ اس کتاب میں ابتدائی مشق کے لیے حروف تہجی کے کتبات کے درمیان سیکھنے والے حضرات کے لیے خود خالی جگہ میں لکھنے کا انتظام ہے تا کہ وہ خود بھی لکھ کر خط کو پختہ کر سکیں۔ مبتدی حضرات کے لیے ایک اور کتبہ لکھا جس میں ایک ہی صفحہ پر ۱۱۷ حروف تہجی کی مشق جلی قلم سے کی جا سکتی ہے موصوف کی وفات ۱۹۸۱ء میں ۸۱ برس کی عمر میں ہوئی۔

اعجاز رقم۔ منشی شمس الدین

منشی ہادی علی لکھنوی کے شاگرد تھے ان کا قلمی نام ''اعجاز رقم'' اور وطن لکھنؤ تھا۔ (۲۸) بہ روایت حاجی دین محمد لاہوری موصوف نے لاہور میں منشی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ میں ملازمت اختیار کی اور صرف ۳ ماہ یہاں قیام کیا۔ ان کے لکھے ہوئے قطعات میں جب بحکم ہال رائٹ ترمیم کر دی گئی تو یہ ناراض ہو کر واپس لکھنو چلے گئے ان کے لاہور میں قیام کے دوران منشی عبدالغنی نحو کاتب نے آپ سے استفادہ کیا۔ منشی شمس الدین اعجاز رقم کے مکتوبہ کاپی بک کے پانچ حصے، تنویر شمس، مرقع نگاریں، گلدستہ ریاحین اور اعجاز رقم طبع ہو چکے ہیں جو خطاطی کے طلباء کے لیے مستند مرقعات ہیں۔

الماس رقم۔ محمد صدیق

موصوف جاملکے چیمہ میں ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے (۲۹) ان کے بہنوئی مولوی محمد اعظم جو اچھے خوشنویس تھے انہیں حکیم محمد عالم کے پاس گھوڑیالہ لے گئے جہاں انہوں نے مشق خطاطی کی پھر لاہور آ کر روزنامہ ''زمیندار'' کے ہیڈ کاتب مولوی محبوب عالم کے پاس قیام پذیر ہوئے جہاں انہوں نے حاجی دین محمد اور عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی سے استفادہ کیا اور ان کو سامنے رکھ کر مشق جاری رکھی۔ الماس رقم کا خطاب انہیں روزنامہ ''زمیندار'' کا بورڈ لکھنے پر مولانا ظفر علی خان کی تجویز پر ''زمیندار'' کے نامور ایڈیٹر اظہر امرتسری نے دیا اور یہ خطاب ان کے نام کا ایسا جزو بنا کہ لوگ ان کے بغیر ان کی شخصیت کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ (ع۔۱) ۱۹۳۴ء میں جب علامہ اقبال اور پرویں رقم میں اختلاف پیدا ہو گئے



ع۔۱

تو الماس رقم نے ''زبورعجم'' کی کتابت علامہ اقبال مرحوم کی زیرنگرانی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں کی، لاہور میں قیام پاکستان سے قبل انہوں نے ۱۹۴۰ء میں فیروز سنز کے مطبوعہ عکسی قرآن پاک کی کتابت کی اس کے علاوہ تاج کمپنی لمیٹڈ کا بورڈ لکھا جو ایک عرصہ تک اڈہ کراؤن بس کے قریب آویزاں اور خطاطی کے شائقین سے داد وصول کرتا رہا۔ انہوں نے کرشن چندر اور سعادت حسن منٹو کی کتابیں تاجور نجیب آبادی مرحوم کے ''ادبی دنیا'' اور مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ کلام، علامہ مشرقی کی ایک کتاب ''ارشادات'' جگر مرادآبادی مرحوم کے مجموعہ کلام ''شعلہ طور'' کے سرورق کو اپنے فن سے جلا بخشی اور حفیظ جالندھری کے ''شاہنامہ اسلام'' کی کتابت کی۔ ۱۹۴۶ء میں برکت علی اسلامیہ ہال میں ان کی تاجپوشی کی گئی اور انہیں ''خطاط العصر'' کا خطاب بھی دیا گیا اور اسی سال آپ خوشنویس یونین کے صدر بنے۔ موصوف حضرت قطب العالم عمر بریلوی کے مرید تھے۔ انہوں نے جب سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت طاہر بندگی کے مزار کا کتبہ لکھا تو متولی سے درخواست کی کہ مجھے بھی اسی جگہ دفن کرنا۔ یہ گفتگو ۱۹ مارچ ۱۹۷۲ء کو ہوئی ۳۰ مارچ ۱۹۷۲ء کو الماس رقم دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اور حضرت طاہر بندگی کے مزار کے قریب ہی دفن ہوئے۔ مزار کا کتبہ ان کے بھانجے محمد جمیل تنویر رقم نے لکھا۔ آپ کے تلامذہ میں منیر احمد بھٹی، مشتاق احمد بھٹہ، محمد جمیل تنویر رقم، راؤ خورشید احمد تاج رقم ہیں۔

امانت خان۔ عبدالحق شیرازی

عبدالحق شیرازی عہد شاہ جہاں کا ممتاز طغریٰ نویس نسخ اور نستعلیق اور ثلث میں اعلیٰ مہارت کا حامل تھا دربار شاہ جہانی سے امانت خان کا خطاب عطا ہو جو مثل عرف استعمال ہوتا تھا۔ (۳۱) ان کے معاصرین میں ستار خان، رومی خان، محمد خان بغدادی، وہاب خان ایرانی، روشن خان شامی، عبدالغفار خان ملتانی اور قادر زمان خان کابلی کے نام قابل ذکر ہیں امانت خان کا بھائی افضل خان شاہ جہاں کا وزیر تھا سکندرہ میں اکبر کے مقبرے کا کتبہ اور تاج محل کے کتبات اسی کے قلم کا اعجاز ہیں جن میں پستی سے بلندی تک خطاطی کا زاویہ اس طرح رکھا گیا ہے کہ الفاظ کی جو موٹائی (Eye Qlevel) پر ہے وہی موٹائی بلندی پر نظر آتی ہے امانت خان نے لاہور اور امرتسر کے درمیان ایک سرائے بنوائی جو ''سرائے امانت'' خان کے نام سے مشہور ہے۔ (۳۲) اب تک اس کے کھنڈرات موجود ہیں۔

بہار قلم۔ حافظ بہار مصطفیٰ ابن حافظ محمد یوسف سدیدی

حافظ محمد یوسف سدیدی کے صاحبزادے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں معروف خطاط صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلمیذ ہیں۔ خط ثلث، نستعلیق، نسخ، میں مہارت رکھتے ہیں انہوں نے ۱۹۸۲ء میں کتابت کا آغاز کیا مختلف کتابوں کی کتابت کی جن میں فضائل ''درود شریف'' مرتبہ عبدالرشید نظامی شامل ہے۔ الحمراء ہال میں منعقدہ خطاطی کی نمائشوں میں حصہ لیا۔ ۱۹۸۷ء میں ان کے استاد صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی اجازت سے ''بہار قلم'' کا قلمی نام استعمال کیا۔ (ع۔۲، ۳)



ع۔۲

پروین رقم۔عبدالمجید



ع۔۳

موصوف ۱۹۰۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ (۳۴) آپ کے والد عبدالعزیز کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا۔ آباؤ اجداد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں مقیم تھے ان میں سے سب سے پہلے مولوی سید احمد لاہور آئے۔ (۳۵) جنہوں نے بعد میں اپنے بڑے بھائی مولوی جان محمد کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ اور لاہور ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے والد نے خطاطی کی تربیت کے لیے انہیں دادا مولوی پیر بخش کے عم زاد بھائی حافظ نور احمد خوشنویس کے سپرد کیا۔ آپ نے حافظ نور احمد کے پاس شمسی خط میں مسلسل ۸ برس مشق کی۔ (۳۶) ان کے خاندانی شجرہ کے مطابق خطاطی کا سلسلہ گزشتہ چھ پشتوں سے چلا آ رہا ہے۔ (۳۷)

مولوی امان اللہ خان خوشنویس

مولوی عمر بخش خوشنویس

مولوی جان محمد خوشنویس — مولوی خان محمد — مولوی سید احمد خوشنویس

مولوی پیر بخش — لاولد — حافظ نور احمد خوشنویس

مولوی عبدالعزیز
صوفی عبدالمجید پرویں رقم
محمد اقبال ابن پرویں رقم

مولوی غلام محمد
خلیفہ محمد حسن
خلیفہ احمد حسین سہیل پروین رقم

آپ نے نستعلیق کی نئی طرز کی ابتداء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی سے باہمی مشاورت سے کی۔
آپ کی کتابت پر علامہ نے فرمایا کہ میری شاعری کو اجاگر کرنے والی ہستی صرف پروین رقم ہے۔ (۳۸)
آپ اکثر اجمیر شریف جایا کرتے تھے جہاں قیام کے دوران کئی ایک شاگرد آپ نے چھوڑے۔ اجمیر شریف میں مسجد اولیاء پر آپ کے دو کتبات موجود ہیں۔ موصوف نے نظام حیدر آباد کی دعوت پر سفر دکن بھی اختیار کیا۔ آپ نواب صاحب کے شاہی مہمان کے طور پر رہے روزانہ دو قطعات تحریر کرتے اور دوران قیام آپ کو ۲ صد روپیہ یومیہ ملتا۔ ۱۵ دن کی رہائش کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔ جو قلمی نام ''خوش رقم'' آپ نے اپنے ابتدائی ایام میں استعمال کیا وہی نام اب ان کے ایک ہونہار شاگرد خوشی محمد ناصر قادری نے استعمال کیا جن کو موصوف نے علامہ اقبال کے کلام کے ایک صفحے کی کتابت دکھانے علامہ کے پاس بھیجا تھا۔ آپ کے فنی شاہکاروں میں علامہ اقبال کی کتب، دربار علی ہجویری کے کتبات خصوصاً مرکز تجلیات اور مزار کے چاروں اطراف فارسی اشعار میاں شیر محمد شرقپوری کے مزار کا کتبہ، حکیم فقیر محمد چشتی کے مزار کا کتبہ، شفا منزل، سردار مسجد ساہیوال، لیڈی شہاب الدین کی قبر (میانی صاحب لاہور) کا کتبہ دارالفرقان باغبانپورہ کے کتبے، رباعیات گرامی، انجمن حمایت الاسلام کے عکسی قرآن پاک کا اردو ترجمہ، مسجد مریم زمانی میں نستعلیق کا کتبہ، مولوی

منقبت



ع۔۴

غلام محی الدین انصاری زینت رقم کی قبر کا کتبہ اور ان کے علاوہ بے شمار کتبات لکھے۔ آپ کے تلامذہ میں، عبدالحفیظ زریں رقم، فضل الٰہی، غلام محمد پری محل والے، مولوی عبیدالرحمٰن، خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، محمود اللہ صدیقی محمود رقم، خوشی محمد خوش رقم، حافظ محمد اعظم رئیس القلم، حاجی محمد اعظم محمد رمضان کہکشاں رقم، محمد معصوم، اقبال ابن پروین رقم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جنوری ۱۹۴۶ء میں آپ کو اسہال کا عارضہ لاحق ہوا کافی عرصہ علیل رہنے کے بعد ۴ اپریل ۱۹۴۶ء میں بروز جمعرات اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کے بیٹے محمد اقبال بہت اعلیٰ خوشنویس تھے۔ آپ کی خط معکوس میں لکھی ہوئی بسم اللہ عجائب گھر میں داخلی دروازے کے عین سامنے ہے۔ علامہ اقبال کے مزار پر نستعلیق میں فارسی اشعار بھی ابن پروین رقم کے زور قلم کا نتیجہ ہیں جس کو دیکھ کر شاہ ایران نے اپنے دورہ لاہور ۱۹۵۰ء کے موقع پر کہا تھا۔ (ع۔۴، ۵، ۶، ۷، ۸،)

خوشنویسی خوب است (۳۹)

پیسہ رقم۔ حکیم محمد دین

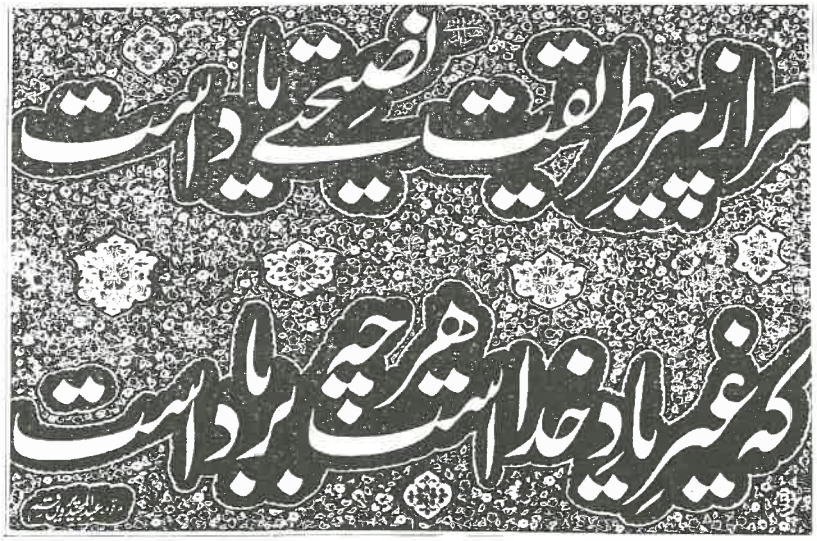


ع۔۵

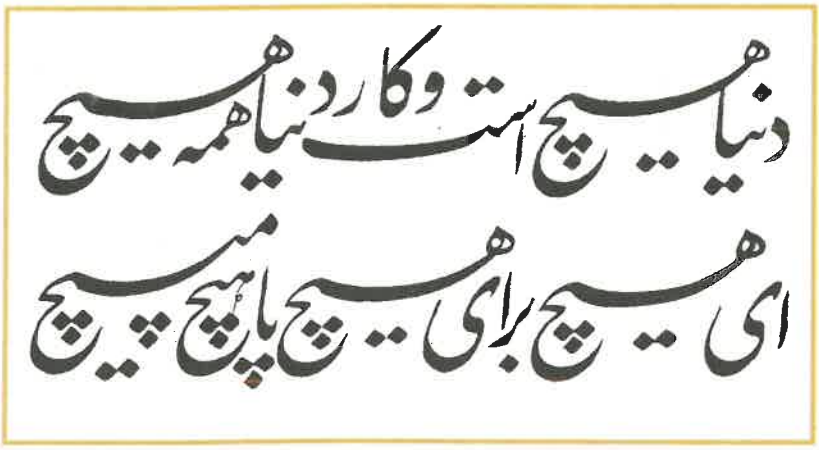
موصوف کے والد کا نام عمر دین تھا۔ ۱۹۰۱ء میں ہیراں والا ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے ۱۹۹۱ء میں ۹۰ سال کی عمر میں خاصے چاک و چوبند تھے۔ اور دل محمد روڈ لاہور پر رہائش پذیر رہے۔ ۱۹۹۵ء میں وفات پائی۔ انہوں نے خوشنویسی حکیم فضل حسین سے ہیراں والا میں سیکھی، (۴۰) اخبارات نستعلیق خفی لکھتے اس کے علاوہ کچھ عرصہ گورنمنٹ پریس میں بھی ملازمت کی ان کے برادر محمد شفیع بھی اچھے خوش نویس تھے۔ ''پیسہ رقم'' کے قلمی نام کے پیچھے ۱۹۲۳ء میں کاتبوں کی حالت زار اور زبوں حالی کی نشاندہی ہوتی ہے گویا یہ قلمی نام کاتبوں کے معاشی پہلو کی طرف واضح نشاندہی کرتا ہے۔ ان کے قلمی نام کے بارے میں جب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ نام طنزاً رکھا کیونکہ اس دور میں بڑے بڑے خطاط پسماندگی اور مالی مشکلات میں گرفتار تھے۔ بہرحال اس نام سے یہ بہت جلد مشہور ہو گئے۔ ان کا بیٹے عزیز اختر محبوب بھی اچھے خوشنویس تھے۔ جو ۱۹۷۵ء میں دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے لاہور میں انتقال کر گئے۔ عزیز اختر کے بیٹے اور حکیم محمد دین کے پوتے مسعود آج کل روزنامہ ''نیشن'' میں آرٹ ایڈیٹر ہیں۔ حکیم محمد دین نے چراغ حسن حسرت، مرتضیٰ احمد میکش اشرف عطا اور حاجی لق لق کے ساتھ ''زمیندار'' میں کام کیا بقول ان کے ایک مرتبہ تنخواہوں کی ادائیگی کے مسئلہ پر ''زمیندار'' اخبار ایک دن بند رہا جس کی وجہ چراغ حسن حسرت، مرتضیٰ میکش، اشرف عطا اور کاتبوں کی مشترکہ



ع-۶



ع-۷



ع-۸

ہڑتال تھی۔(۴۱) جس پر برہم ہوکر مولانا ظفر علی خان نے یہ نظم کہی۔

پیٹ کے بھوکے آن پہنچے ہاتھ میں لے کر سبز نشان
بچے بوڑھے اور جواں آ پہنچے بھئی آ پہنچے

بہر حال کاتبوں اور مولانا ظفر علی خان میں اس تحریر سے سمجھوتہ ہوا۔

''میں مزدور کی قوت کو خدائی قوت سمجھتا ہوں اور یونین کو تسلیم کرتا ہوں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ ادا کرتا ہوں اور بقایا جات ایک ماہ کے اندر اندر ادا کر دوں گا۔''

بقول حکیم محمد دین یہ تحریر بہت عرصہ تاج الدین زریں رقم کے پاس رہی جو بعد میں مولانا ظفر علی خان کے بیٹے اختر علی نے واپس حاصل کر لی۔ موصوف فلمسٹار ظریف اور منور ظریف کے عزیز بھی ہیں۔ ان سے قبل ایسا ٹائٹل کسی نے استعمال نہیں کیا۔ ان کی کتابت عامیانہ درجہ کی تھی اور یہ اخبارات میں عملہ کتابت مہیا کرتے تھے۔

تاج رقم۔ راؤ خورشید احمد



ع۔۹

راؤ خورشید ۱۱ ستمبر ۱۹۴۱ء میں لاہور ہی میں پیدا ہوئے۔ (۴۲) والد کا نام لال دین راؤ ہے۔ خطاطی محمد اسماعیل ایمن آبادی سے سیکھی۔ جو انہیں محمد صدیق الماس رقم کے پاس لے گئے آپ نے عبدالرشید قمر اور منظور انور سے بھی استفادہ کیا۔ مختلف اخبارات کے بعد آج کل ماہنامہ ''اخبار العرب'' کی سرخیاں لکھ رہے ہیں خطاطی کے علاوہ علم نجوم میں بھی ماہر ہیں۔ پنجابی زبان میں تنقیدی مضامین لکھتے ہیں اور شاعری بھی کرتے ہیں۔ شاعری میں انہوں نے تخلص ''تاج'' رکھا ان سے قبل تاج الدین زریں رقم کے شاگرد خلیفہ محمد طفیل نے ''تاج رقم'' کا خطاب استعمال کیا۔ (ع۔۹)

تاج رقم۔ خلیفہ محمد طفیل



راؤ خورشید احمد تاج رقم

موصوف چونکہ تاج الدین زرین رقم کے شاگرد تھے ان سے وابستگی کی بنا پر ''تاج رقم'' قلمی نام رکھا۔ (۴۳) خلیفہ محمد طفیل نے ۱۹۴۸ء میں کراچی سے ہفت روزہ ''روحی'' نکالا انہیں سینما کے بورڈ لکھنے میں خاص مہارت تھی۔ دیوار نویسی یا کتابہ نویسی ان پر ختم تھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' لاہور میں ملازمت کی۔ بہت عرصہ بمبئی رہے بسیار نویس تھے۔ انہیں جلی و خفی لکھنے میں خاصی مہارت تھی محمد عباس خوشنویس روزنامہ ''مشرق'' لاہور بتاتے ہیں کہ میں نے انہیں ایک فلم ''دلاں دے سودے'' کا اشتہار دیوار پر لکھتے دیکھا اور ''ن'' کا حرف اتنا بڑا تھا کہ موصوف اس کے درمیان تختے پر بیٹھے ہوئے ن کا نقطہ معلوم ہو رہے تھے۔ آپ ۱۹۹۱ء میں لاہور میں ہی فوت ہوئے۔

تنویر رقم۔ محمد جمیل

۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے والد کا نام محمد اعظم تھا۔ (۴۴) موصوف نے کتابت اپنے والد سے اور ماموں

الماس رقم سے سیکھی ۱۹۵۳ء میں روزنامہ ''آفاق'' سے بھی وابستہ رہے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۵ء تک فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن کے پوسٹروں کی کتابت کرتے رہے موصوف ایرانی طرز کے مقلد رہے۔ (ع۔۱۰،۱۱) اقبال اکیڈمی کی شائع کردہ کتب پر بیشتر ٹائٹل لکھے۔ ۱۹۹۵ء میں لاہور میں وفات پائی۔

جمیل رقم۔ محمد بخش

اصل نام محمد بخش خطاب جمیل رقم ہے۔ (۴۵) خطاطی میں حاجی دین محمد لاہوری کے تلامذہ سے ہیں۔ آپ نے زیادہ عرصہ ریلوے میں بطور ہیڈ پینٹر ملازمت کی۔ ۱۹۶۰ء میں بہاولپور آرٹس کونسل میں آل پاکستان خطاطی کی نمائش میں متعدد قطعات بھیجے جس میں دوسرا انعام حاصل کیا۔ (۴۶) آپ نسخ، ثلث اور نستعلیق میں ماہر تھے۔ ریلوے بوگیوں پر پاکستان ویسٹرن ریلوے انہی کا لکھا ہوا تھا۔ بہت زود نویس ہیں لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری میں ان کے تین قطعات آویزاں ہیں۔ (ع۔۱۲،۱۳،۱۴) موصوف کے قطعات واقعی مختلف اسالیب ہائے خطاطی کا مجموعہ ہیں۔



محمد جمیل تنویر رقم ع۔۱۰



محمد جمیل تنویر رقم ع۔۱۱

جواہر رقم۔ غلام مرتضیٰ

موصوف ۱۹۵۰ء سے مختلف اخبارات کے شعبہ ہائے کتابت میں کام کرتے آرہے ہیں۔ (۴۷)

جہانگیر رقم۔ منشی غلام محمد ابن حاجی دین محمد

۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ (۴۸) ریلوے ٹیکنیکل سکول میں تعلیم حاصل کی۔ (۴۹) آپ نے خطاطی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ آپ خوشنویسی، بورڈ نویسی، ڈرائنگ، نقاشی بلکہ بڑھئی کا کام بھی کر لیتے تھے۔ خوشنویسی میں نسخ، نستعلیق، طغریٰ وغیرہ میں مہارت تھی۔ ۱۹۳۹ء میں حیدر آباد دکن میں والد کے ہمراہ گئے اور وہیں بیمار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے (۵۰) محمد بخش جمیل رقم ہیڈ پینٹرز ریلوے ان کے ہونہار شاگرد تھے۔ (۵۱)

حیات رقم۔ محمد اسلم

موصوف کے والد کا نام عبدالمجید شیریں قلم ہے۔ آپ عادل گڑھ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے اور وزیر آباد کے پاس بمقام الہ آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں رہائش پذیر رہے۔ خطاطی میں ان کا موروثی پیشہ ہے۔ فن خطاطی اپنے والد عبدالمجید شیریں قلم سے ہی سیکھی نستعلیق، نسخ اور ثلث میں مہارت تھی انہوں نے زیادہ تر درسی ادارہ لمیٹڈ گجرات اور سعید اینڈ سنز کراچی کا کام کیا خطاطی کے علاوہ طباعت بھی کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۸۹ء میں الہ آباد تحصیل وزیر آباد ہوا۔ (۵۲)

خورشید رقم۔ صوفی خورشید عالم

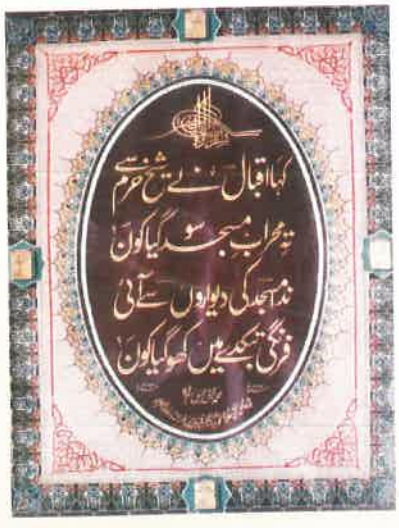
اصل نام خورشید عالم (۵۳) اور تخلص ''مخمور سدیدی'' ہے آپ کی ولادت ۱۹۲۳ء میں کپورتھلہ بھارت میں



جمیل رقم۔محمد بخش ع۔۱۲



جمیل رقم۔محمد بخش ع۔۱۳



ع۔۱۴



جمیل رقم۔محمد بخش



صوفی خورشید عالم خورشید رقم

ہوئی۔ اور شاعری میں احسان دانش مرحوم سے اصلاح لی۔ اپنے پیر غلام سدید الدین کی فرمائش پر مخمور تخلص رکھا اور انہی سے خلافت بھی پائی خطاطی میں پروین رقم سے اصلاح کا شوق لاہور لایا۔ یہاں ان کی ملاقات محمد صدیق الماس رقم سے ہوئی جب انہوں نے الماس رقم سے اچھا لکھنے لکھانے کے بارے میں بات کی تو انہوں نے جواب دیا کہ پہلوانوں کو لڑتے دیکھ کر بندہ خود بھی پہلوان ہو جاتا ہے آپ لاہور میں اچھا خط دیکھ کر خود ہی اچھا لکھنے لگ جائیں گے۔ آپ نے چودہ برس کی عمر میں خطاطی شروع کی۔ صوفی خورشید عالم، سید نفیس رقم اور حافظ محمد یوسف سدیدی کے ہمعصروں میں سے ہیں ان کے تلامذہ میں امداد الحق، محمد اکرام الحق، محمد حسین چشتی، منظور انور، غلام رسول، محمد اقبال بھٹہ، محمد صدیق، عبدالرحمٰن، مولوی اسماعیل جدہ، نذیر احمد صدیقی، رضی الدین، محمد صدیق گلزار، واجد محمود یاقوت رقم، محمد اقبال برادر خورد حافظ یوسف سدیدی اور بہار مصطفیٰ پسر حافظ محمد یوسف سدیدی، معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی سعودی عرب جانے سے قبل اپنے تمام شاگردوں کو صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی شاگردی میں دے کر گئے۔

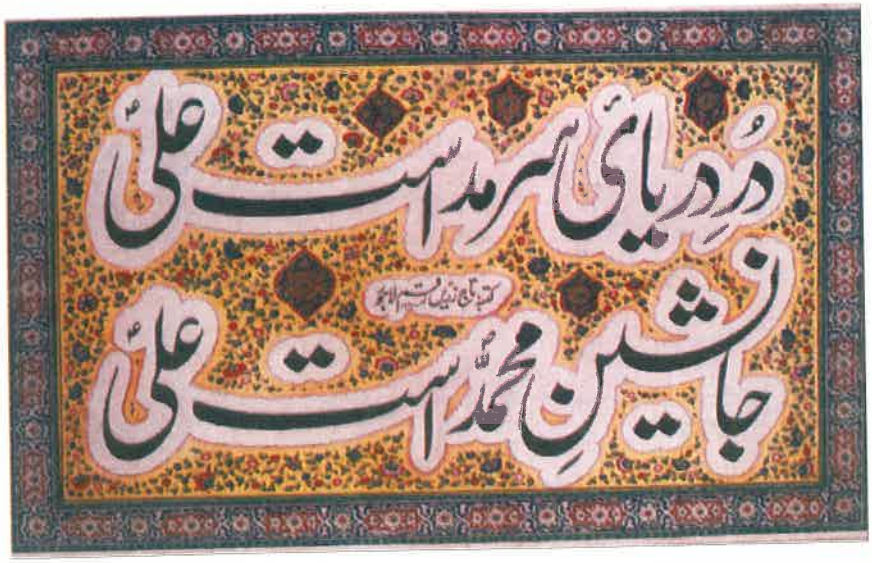
صوفی صاحب نے ترکی، ایران، عراق، شام میں خطاطی کی نمائشوں میں حصہ لیا اور عراق اور سعودی عرب کا دورہ بھی کیا۔ ۷ رمضان المبارک ۱۹۸۷ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی عراق میں معروف خطاط ہاشم بغدادی کے گھر گئے اور عراق کی مساجد پر ان کی بے پناہ خطاطی کے کام کا مطالعہ کیا۔

صوفی صاحب کے والد رحمت علی مہاراجہ کپورتھلہ کے خطاط تھے۔ جو کپورتھلہ میں رہ کر شیخ الٰہی بخش، محمد جلال الدین پبلشرز لاہور کا کام کرتے یا کبھی لاہور آ کر کشمیری بازار بیٹھ کر بھی ان کی کتابت کیا کرتے تھے۔ شیخ الٰہی بخش کی کتابیں خرید نے لوگ یا غستان و افغانستان سے لاہور آیا کرتے تھے۔ رحمت علی بہت زود نویس تھے ان سے ''غالب اخبار'' لاہور کے چوہدری محمد افضل کپورتھلہ راجپوت گزٹ کی کتابت کرانے آیا کرتے تھے۔ صوفی صاحب اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں (۵۴) کہ ایک مرتبہ پروفیسر وریام سنگھ نے والد صاحب کو افضل صاحب کی معرفت تاریخ کی کتاب کی کتابت کرانے امرتسر خالصہ کالج بلوایا اور ان کو گھر بٹھا کر کتابت کروائی۔ رحمت علی روزانہ ۱۶/۳۰×۲۰ کی دو کاپیاں تحریر کر لیتے یہ کھڑے ہو کر بھی کتابت کر لیتے دوات کو انگوٹھے کے اوپر باندھ لیتے تھے۔ صوفی خورشید عالم کو تاج الدین زریں رقم نے ''غالب'' اخبار میں بھیجا جہاں ان کے ساتھ پروین رقم کے شاگرد محمود اللہ صدیقی بھی کام کرتے رہے۔ ''غالب'' اخبار میں انہوں نے کلک کے قلم سے پہلی ہیڈ لائن یہ لکھی ''مال روڈ سے ملکہ کا بت اٹھا دیا گیا'' اس زمانے میں جگجیت پریس میں بھی ملازمت کی اس وقت لتھو پر کتابت کا کام ہوتا تھا اور پتھر کی چھپائی ہوتی تھی جیل خانے سے دو قیدی آیا کرتے جو پتھر کو گھسیٹتے اور مشین پر چڑھاتے۔

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد چوہدری محمد افضل ایڈیٹر ''پنج دریا'' نے انہیں معروف کرکٹر فضل محمود کے والد پروفیسر غلام حسین کو ''تاریخ ہند'' کی کتابت کرانے ان کے پاس بھیجا موصوف نے یہ ساری کتاب پروفیسر غلام حسین کے گھر بیٹھ کر کتابت کی۔ مذکورہ کتاب کتابت کرنے کے بعد صوفی خورشید عالم خورشید رقم واپس کپورتھلہ چلے گئے۔ آپ نے غالب، آفاق، کوہستان، نوائے وقت، مساوات، ندائے ملت، آزاد، امروز میں کام کیا۔ مینار پاکستان کے بعض کتبات اور عزیز بھٹی شہید کی لوح مزار، لکھی ابن مقلہ ایوارڈ کے علاوہ خطاطی کی نمائشوں میں دیگر انعامات حاصل

کیے۔موصوف تاج الدین زریں رقم کے جانشین مقرر ہوئے۔
جانشینی کے بارے میں سید نفیس رقم لکھتے ہیں۔

زریں رقم مرحوم کی ذات ایک مدت تک مرجع فن رہی اس افادہ عام کو جاری اور حلقہ تلامذہ کو مربوط رکھنے کے لیے کسی موزوں شخص کا انتخاب ضروری تھا۔ چنانچہ زریں رقم کی وفات کے تیسرے روز ۱۵ جون ۱۹۵۵ء کو ان کے تلامذہ اور احباب نے مرحوم کی بیٹھک کا تباں اندرون لوہاری دروازہ جمع ہو کر اس مسئلے پر غور و فکر کیا حافظ یوسف سدیدی نے خورشید رقم کا نام تجویز کیا سید نفیس رقم نے اس کی تائید کی منشی اقبال احمد خالہ زاد زریں رقم مرحوم نے بھی تائید کی مجلس کے سرپرست محمد شفیع اختر اور منشی اقبال نے خورشید رقم کو ہار پہنائے اور جانشینی عمل میں آ گئی۔ (۵۵) (ع۔۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹) صوفی صاحب لاہور میں ۳۰ مئی ۲۰۰۴ کو وفات پائی۔



صوفی خورشید عالم خورشید رقم ع۔۱۵

خوش رقم۔خوشی محمد ناصر قادری

اصل نام خوشی محمد (۵۶) والد کا نام کرم بخش تھا۔ ۸ مارچ ۱۹۱۸ء موضع کا نگنہ نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ (۵۷) بنک کالونی سمن آباد میں رہائش پذیر رہے خطاطی میں خلیفہ عبدالمجید پرویں رقم کے تلامذہ سے ہیں نسخ و نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ (ع۔۲۰) انہوں نے روزنامہ ''انقلاب'' میں ساڑھے چار سال کام کیا۔ آپ ۱۹۳۱ء میں لاہور آئے پیر مہر علی شاہ کی تصانیف کی کتابت ۱۹۹۲ء میں فرینڈز سٹیشنری مارٹ والوں کے لیے قرآن کی کتابت کی آپ کے تلامذہ میں محمد رفیق غزنوی، شیخ محمد اشرف عبدالواحد حافظ گلزار کراچی، محمد عظیم عبدالرحمٰن، حافظ عبدالرحمان، انوار الحق، محمد افضل، محمد عنایت محمد اشرف، محمد شفیع، محمد حنیف، محمد علی ہیں۔ روزنامہ ''انقلاب'' میں ان کے ہمعصروں میں محمد شفیع گوجرانوالہ، محمد اسماعیل سیالکوٹ عبدالعزیز بھیگووال ضلع سیالکوٹ، محمد اعظم چشتی نعت خواں، محمد حسین شاہ گوجرانوالہ، ظہور احمد کامونکی اور حافظ محمد اعظم ہیڈ کاتب تھے۔ انہوں نے قلمی نام ''خوش رقم'' استعمال کیا یہی نام پہلے ان کے استاد صوفی عبدالمجید پرویں رقم نے استعمال کیا۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

صوفی خورشید عالم خورشید رقم ع۔ ۱۶



صوفی خورشید عالم خورشید رقم ع۔ ۱۷

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

صوفی خورشید عالم خورشید رقم ع۔ ۱۸

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

صوفی خورشید عالم خورشید رقم ع۔ ۱۹

خلیل رقم۔ منشی طفیل احمد

۱۹۲۳ء میں ملتان میں پیدا ہوئے موصوف منشی منظور احمد تلمیذ تاج الدین زریں رقم کے شاگرد ہیں۔(۵۸) اور ملتان خوشنویس یونین کے سیکرٹری رہے۔

رئیس القلم۔ حافظ محمد اعظم

پرویں رقم کے شاگرد تھے۔(۵۹) ان کے والد کا نام مولا بخش تھا۔ آپ ۱۹۱۰ء میں بمقام راھوکھیڑی نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد اعظم ۱۹۳۲ء میں لاہور آئے۔ ۱۹۸۵ء میں لاہور میں ۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی رہائش کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ میں تھی آپ نسخ اور نستعلیق کے ماہر تھے ''انقلاب'' ''شہباز'' اور ''نوائے وقت'' میں کام کیا ان کے تین بیٹے ہیں ہاشم الاعظمی، روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ رہے اور آج کل روزنامہ ''پاکستان'' لاہور سے وابستہ ہیں۔ دوسرے حافظ محمد ناظم جو روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے اور تیسرے بیٹے بھی ایل ڈی اے میں بطور خوشنویس ملازمت کر رہے ہیں۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں سونے کی تاروں سے لکھا جانے والا قرآن جو آج کل بادشاہی مسجد میں موجود ہے۔ ان کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ کو ''رئیس القلم'' کے نام سے یاد کیا جاتا۔ اس نام کا کوئی کاتب ان سے قبل نہیں گزرا البتہ میر عماد کے شاگرد ابوتراب اصفہانی کے لیے رئیس الخطاطین کا لقب استعمال ہوا ہے۔

زرتاج رقم۔ حافظ محمد یوسف سدیدی

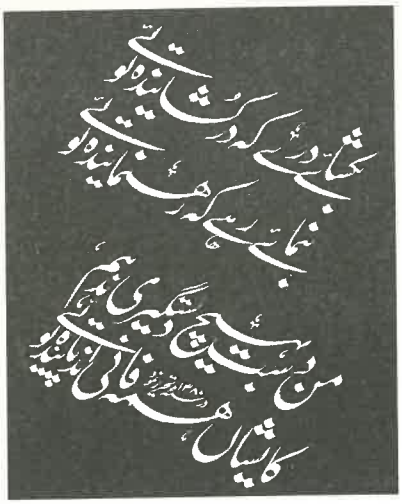
موصوف ۱۹۲۷ء میں بھون تحصیل چکوال کے اعوان خاندان میں پیدا ہوئے۔(۶۰) آپ کے والد ماجد کا نام غلام محمد تھا۔ آپ نے علمی و دینی ماحول میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی حافظ عبدالرحمٰن سے پانچ پارے اور حافظ لال حسین سے چودہ پارے یاد کیے اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ کھیوڑہ میں داخل ہوئے اور ابتدائی فارسی اور ۲۳ سپاروں تک حفظ کیا پھر لاہور آ گئے یہاں قاری محمد طفیل خطیب مسجد وزیر خان سے قرآن پاک حفظ کیا اور ساتھ ہی مسجد وزیر خان پر قرآنی آیات کے کتبات سے مشق کرتے رہے۔ آپ کو ''سلطان الخطاطین'' ''امام الخطاطین'' کے خطابات سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ موصوف نے منشی محمد شریف ابن سلطان القلم منشی قاسم لدھیانوی سے نسخ اور نستعلیق منشی شمس الدین اعجاز رقم کی مشقوں سے ۱۹۴۲ء میں سیکھی ۱۹۴۴ء میں پشاور سے ایم ایم شریف آرٹسٹ سے ڈرائنگ مصوری، دہلی میں منشی عبدالغنی ابن مولانا ممتاز علی نزہت رقم خطاط قرآن سے خط نسخ ہندی سیکھا۔ ۱۹۴۶ء میں منشی تاج الدین زریں رقم سے نستعلیق لاہوری اور محمد شجاع اللہ سے نقاشی سیکھی۔ ثلث، نسخ، دیوانی، کوفی، طغریٰ، رقاع کی مشق ایام طالب علمی سے ہی شروع کر دی داتا گنج بخش کے مزار پر بعض عربی کتبے جن کے نیچے تاج زریں رقم کا نام لکھا ہے حافظ یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں علاوہ ازیں لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری میں بعض قطعات نسخ جن کے نیچے ان کے استاد تاج الدین زریں رقم کا نام لکھا ہے انہی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔(۶۱) حافظ صاحب پہلے پہل پیر امانت علی شاہ چشتی نظامی کے مرید تھے۔ جس وجہ سے موصوف نے اپنی ابتدائی تحریروں میں ''یوسف چشتی'' یا ''یوسف نظامی'' بھی لکھا۔ مروجہ عربی خطوط میں مہارت کے لیے مساجد، مقابر، مزارات اور دیگر تاریخی عمارتوں کی خطاطی کا گہرا مشاہدہ تھا اور اکثر عرب ممالک سے شائع شدہ اخبارات و رسائل ان کے زیر مطالعہ رہتے۔ آپ نے شیخ عبدالعزیز رفاعی، سامی آفندی، اسماعیل حقی، حامد الامدی، محمد حسنی اور سید ابراہیم کے فن پاروں سے نظری استفادہ کیا۔ آپ کی خطاطی کے نمونے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔(ع۔۲۱، ۲۲) روزنامہ ''امروز'' کی شہ سرخیاں ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۲ء تک لکھتے رہے۔ بے شمار کتابوں کے سرورق، پوسٹر، بورڈ، اخبارات و رسائل کی پیشانیاں کثیر تعداد میں مساجد مقابر اور عمارات کے کتبے، مسلم مسجد، مزار ایبک (۶۲) مینار پاکستان (عربی) مزار

داتا گنج بخشؒ (کلام محمد افضل فقیر) جامعہ اشرفیہ، جامع مسجد منصورہ، مزار وارث شاہ جنڈیالہ شیر خان اور میاں میر صاحب کے اور میانی صاحب کے قبرستانوں میں متعدد قبور کے کتبات ان کے قابل ذکر شاہکار ہیں۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے جن میں خالد جاوید یوسفی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی علی احمد، عقیل احمد، محمد یوسف چوہدری، عبدالرحمٰن، محمد اقبال بھٹہ، محمد یوسف کے علاوہ ادارہ ''امروز'' کے تمام حضرات نے ان کی خطاطی سے استفادہ کیا۔ آپ نے ۱۹۸۲ء میں سعودی عرب مروہ ایڈورٹائزنگ میں شمولیت اختیار کی ۱۹۸۴ء میں جدہ سے ریاض جاتے ہوئے کار کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے دو سال صاحب فراش رہنے کے بعد ۶ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ ستمبر ۱۹۸۶ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

فن خطاطی کا استاد ولی ہفت قلم
چل دیا مخزن اسرار محمد یوسف

آپ ساندہ کے قبرستان میں مدفون ہیں نماز جنازہ میں گورنر پنجاب نے شرکت کی۔ قبر کا کتبہ بھی صوفی خورشید عالم خورشید رقم نے لکھا۔ (۶۳) آپ نے بعض پوسٹروں پر ''زرتاج رقم'' کا قلمی نام بھی استعمال کیا۔ (۶۴) آپ تمام مروجہ اسالیب خطاطی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ خطاطی کی پوری تاریخ میں صرف چند نام ہی ایسے نظر آتے ہیں جنہیں تمام مروجہ اسالیب خطاطی پر دسترس حاصل رہی۔ ''زرتاج رقم'' کے نام کے صرف یہی کاتب گزرے ہیں اور سلطان الخطاطین اور امام الخطاطین اور خطاط ہفت قلم صرف انہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔



حافظ محمد یوسف سدیدی ع۔۲۱



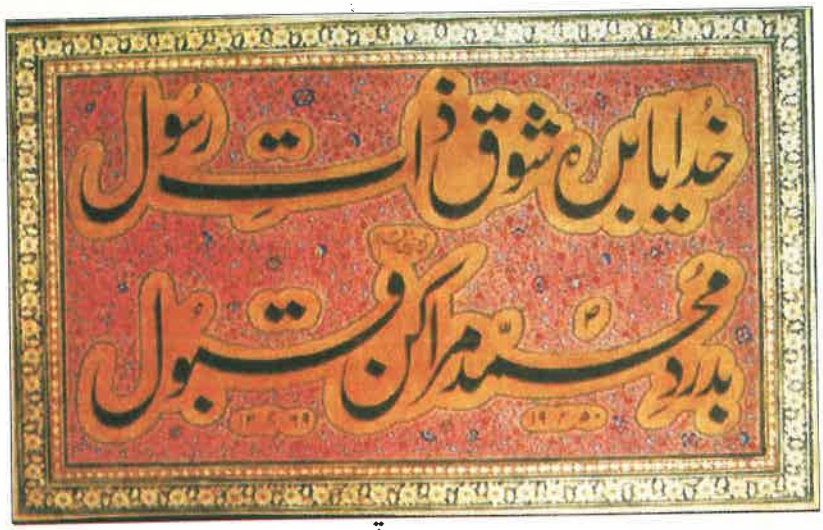
حافظ محمد یوسف سدیدی ع۔۲۲

زریں رقم۔تاج الدین

تاج الدین زریں رقم نے خوشنویس برادری کے لیے انتھک کارہائے نمایاں انجام دیئے اس لیے خوشنویس برادری نے انہیں ''خطاط الملک'' کا خطاب دیا۔ (۶۵) جو آج بھی میانی صاحب میں ان کی قبر پر لکھا ہے۔ موصوف ۱۹۰۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ (۶۶) جاٹ قوم کی سندھو شاخ سے تعلق تھا ان کے مورث اعلیٰ ویر سنگھ کو اللہ نے اسلام کی سعادت بخشی اور وہ سکھوں کے عہد میں مسلمان ہوئے۔ (۶۷) ان کا خاندان مدتوں سے ہی لاہور میں آباد چلا آ رہا ہے۔ جن کا پیشہ گوٹہ کناری اور تارکشی رہا والد کا نام چوہدری محمد الدین سندھو تھا جن کے دو بیٹے ایک تاج الدین اور دوسرے عبدالوہاب تھے۔ والدہ کی رحلت کے بعد ان کے حقیقی ماموں الحاج نور احمد جو ایک اچھے خوشنویس اور منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے شاگرد رشید نے تاج زریں رقم کو خطاطی سکھانے کا کام شروع کیا۔ ۱۹۲۹ء میں زریں رقم نے حروف ابجد کی پہلی وصلی لکھی جو شائع ہوئی۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور میں آل انڈیا کانگریس کے سالانہ جلسے کا پوسٹر انہی کے قلم کا شاہکار تھا۔ موصوف نے نوآموز گان خطاطی کے لیے مرقع زریں تحریر کیا ان کی لکھی ہوئی ابجد ۴۰×۳۰ سائز میں منقش حافظ محمد یوسف سدیدی کے

گھر پر راقم الحروف نے دیکھی موصوف معروف خطاط پروین رقم کے ہمعصر تھے۔ جو کچھ پروین رقم لکھا کرتے وہ کسی طرح چھپنے کے بعد تاج زریں رقم کے پاس پہنچ جاتی اور وہ اتنی زیادہ مشق بہم پہنچاتے کہ بالکل ویسا ہی لکھ لیتے۔ (ع۔۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷) ان کے خط میں پروین رقم جیسی رعنائی تو نہیں لیکن ان سے دوسرے درجے پر انہی کا خط تھا اور انتہائی جلی اور زود نویس تھے۔

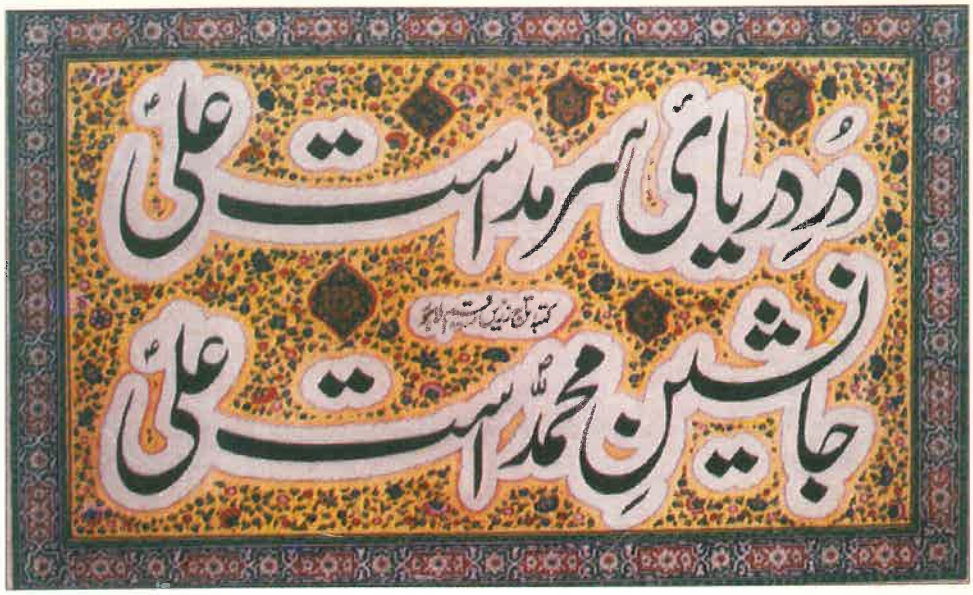
۱۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں خوشنویس یونین کا قیام عمل میں آیا اور تاج الدین زریں رقم اس کے پہلے صدر بنے۔ اس سے قبل خوشنویس زبوں حالی کی زندگی بسر کرتے تھے دوسری تحریکوں کی طرح خوشنویس یونین جو کہ ایک تحریک تھی کی ابتداء بھی لاہور ہی سے ہوئی۔ آپ نے خوشنویسوں کو متحد کرنے کی خاطر امرتسر، جالندھر، لدھیانہ، بہاولپور، کراچی، ملتان، راولپنڈی، پشاور، سیالکوٹ، فیصل آباد، سرگودھا، جموں، بمبئی اور حیدر آباد دکن وغیرہ کے دورے کئے۔ تاج صاحب نہ



تاج الدین زریں رقم ع۔۲۴



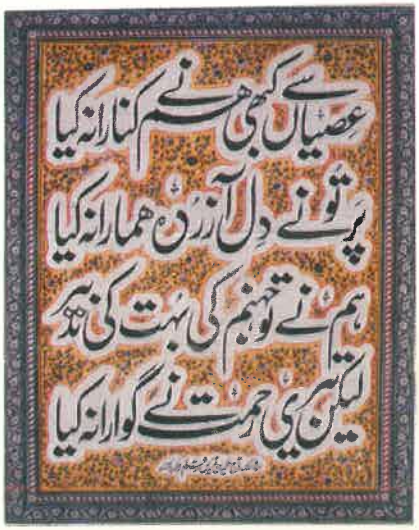
تاج الدین زریں رقم ع۔۲۳



تاج الدین زریں رقم ع۔ ۲۵



تاج الدین زریں رقم ع۔ ۲۷



تاج الدین زریں رقم ع۔ ۲۶

صرف پہلوان تھے بلکہ خطاطی میں بھی انہوں نے پوسٹروں میں شہ زوری کا حق ادا کیا ان کے لکھے ہوئے پوسٹر لوگ اتار کر لے جاتے اور ان سے مشق کرتے۔ دنگلوں کے اشتہارات کا مضمون اور ڈیزائن بڑے اہتمام سے تیار کرتے۔ زریں رقم کا فن مساجد و عمارات کے کتبات اور سنگ مرمر کی الواح کی شکل میں بے شمار کتبات قبور، لاہور کی مسجد دارالفرقان باغبانپورہ کے کتبات قابل دید ہیں۔ زریں رقم کے لکھے ہوئے بے شمار قطعات ہمیں ملتے ہیں آپ نے وفات تک ۲۰۰ قطعات لکھے۔ (۶۸) ان کے لکھے ہوئے قطعات بہاولپور آرٹس کونسل کی جانب سے خطاطی کی نمائش میں رکھے گئے اس کے علاوہ ستمبر ۱۹۶۳ء میں ٹوکیو، جاپان میں ان کے قطعات کی نمائش ہوئی۔ مئی ۱۹۵۵ء میں آخری دنوں میں اختلاج قلب کی بنا پر میو ہسپتال داخل رہے۔ پیر کی صبح ساڑھے نو بجے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ رحلت کے وقت زریں رقم کی عمر ۵۰ سال تھی

معروف خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم نے یہ تاریخ وصال کہی۔

ہائے تاج الدین زریں رقم لاہوری

ان کا مزار اسلامیہ پارک کے قریب فصیح روڈ کے کنارے بائیں جانب واقع ہے۔ جس پر ''خوابگہ خطاط الملک'' ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء لکھا ہے۔ ان کے بیٹے محمد سلیم خوشنویس ہیں، آپ کے تلامذہ میں حافظ یوسف سدیدی صوفی خورشید عالم، خورشید رقم، فیض مجدد، خلیفہ محمد طفیل تاج رقم، نصیر الدین لاہور، محمد امین خاور، عبدالرشید امرتسری، عمر عظیم مرحوم صلاح الدین، ضیا صابری، محمد طفیل، اقبال اشرف اور نتھو رام قابل ذکر ہیں۔

زریں رقم۔ عبدالحفیظ

شاہ عالمی دروازے کے اندر کوچہ ڈوگراں کی طرف ایک مسجد ہے جس کے امام مولوی نورالدین خوشنویس تھے جو منشی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ میں ملازم تھے اور کاتب میاں نتھو کے شاگرد تھے انہوں نے اپنے بیٹے عبدالحفیظ کو پرویں رقم کی شاگردی میں دیا جو نہایت اچھا لکھنے لگا چونکہ یہ تاج الدین زریں رقم کا ہم مکتب اور ہم جماعت تھا۔ (۶۹) یہ دونوں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ میں اکھٹے پڑھتے رہے اپنے ہم جماعت سے رقابت کی وجہ سے خود کو ''زریں رقم'' لکھنا شروع کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ یہ بڑا خوشنویس بنتا ایام جوانی ہی میں وفات پا گیا وفات کے وقت اس کی عمر بمشکل تیس برس تھی۔ ان سے قبل زریں رقم کا خطاب اکبری دور کے خطاط محمد حسین زریں قلم اور اورنگ زیب دور کے خطاط ہدایت اللہ زریں رقم اور محمد باقر پنجہ نگاریں کے مصنف کے علاوہ تاج زریں رقم نے استعمال کیا۔

زریں قلم۔ محمد حسین کشمیری

موصوف کو ''زریں قلم'' کا خطاب شہنشاہ اکبر نے دیا۔ (۷۰) زریں قلم کے معنے سونے کے قلم کے ہیں۔ محمد حسین کشمیری بہترین نستعلیق نویس تھے۔ تمام ہندوستانی خطاط ان کو استاد وقت تسلیم کرتے تھے۔ (۷۱) ابوالفضل نے انہیں آئین اکبری میں ''جادو رقم'' بھی لکھا ہے۔ ''زریں رقم'' کے خطاب کو بعد میں اورنگ زیب کے عہد میں ہدایت اللہ نے اور بیسویں صدی میں تاج الدین نے استعمال کیا۔ غلام محمد ہفت قلمی لکھتے ہیں۔

> مولانا محمد حسین کشمیری خطاب زریں قلم مشہور آفاق شاگرد مولانا عبدالعزیز بطرز استادی نوشت دکار آگاہان دیرا بپایۂ ملا میر علی پنداشتند۔ (۷۲)
>
> مولانا محمد حسین کشمیری جن کا خطاب زریں قلم تھا جو شہرہ آفاق خطاط مولانا عبدالعزیز کی طرز پر لکھتے تھے اور خطاطی کو جاننے والے انہیں میر علی کے پائے کا فن کار سمجھتے تھے۔

اکبر کے حکم سے اس کاتب نے پورا آئین اکبری کا نسخہ تحریر کیا جس میں مشہور مصوروں نے تصاویر بنائیں یہ نسخہ آج کل لندن میوزیم میں موجود ہے (۷۳) (ع۔ ۲۸) اس کا ایک اور قلمی نسخہ 'ہفت بند کاشی'' لٹن لائبریری شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں ہے۔ لاہور کے قریب جنڈیالہ شیر خاں میں اکبری عہد میں تعمیر کردہ باؤلی کا کتبہ محمد حسین کشمیری کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ (۷۴) اکبری عہد (۹۳۶۔۱۰۱۴ھ/ ۱۵۲۹۔۱۶۰۵ء) سے جہانگیری عہد (۱۰۱۴۔۱۰۳۷ھ/ ۱۶۰۵۔۱۶۲۷ء) تک یہ خطاط دربار سے وابستہ ہونے کی بنا پر نام کے ساتھ جہانگیر شاہی لکھتا رہا۔ (۷۵) محمد حسین کشمیری کو رئیس الخطاطین میر علی ہروی کا شاگرد بیان کیا جاتا ہے خدا بخش لائبریری پٹنہ بھارت میں بیاض محمد حسین کشمیری، دیوان حسن دہلوی، دیوان حافظ اسی کاتب کے کتابت شدہ موجودہ ہیں۔ (۷۶) جہانگیر دور میں لاہور سلطنت کا دوسرا دارالخلافہ تھا یہاں متعدد مخطوطات تیار ہوئے ان میں بہارستان جامی کا نسخہ اپنی مثال آپ ہے۔ (۷۷) محمد حسین کشمیری کے کتابت شدہ ان مخطوطات میں شکاری مناظر کشی کے لیے استاد بابو، سلیمان، احمد، مخلص، اخلاص جیسے پینٹروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ (۷۸)

اسی کاتب نے ''دیوان انوری'' ۹۹۶ھ/ ۱۵۸۸ء میں لاہور ہی میں لکھا جو جیبی سائز میں ہے اور اس میں ۱۶ عدد تصاویر ہیں یہ دیوان ۱۹۸۷ء میں پروفیسر سٹیورٹ کیری ویلچ اور این میری شمل نے مرتب کر کے چھاپ دیا ہے۔(۷۹)

زمردرقم۔بشیر راہی

بشیر راہی روزنامہ ''نوائے وقت'' کے خوشنویس منیر انیس کے بڑے بھائی ہیں۔آپ نستعلیق جلی اور خفی میں ماہر تھے۔ زیادہ تر کتب کی کتابت ہی کرتے زودنویس تھے۔ بقول اقبال اختر کاتب۔(۸۰) زودنویسی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ ۳۰×۲۰ کی دو کاپیاں لکھ لیتے تھے۔وفات پا چکے ہیں ''زمردرقم'' کا خطاب ان سے قبل میر پنجہ کش دہلوی کے شاگرد عباد اللہ بیگ نے انیسویں صدی میں استعمال کیا۔

زینت رقم۔مولوی غلام محی الدین انصاری

موصوف عربی فارسی اور طب کی تعلیم سے بہرہ ور تھے اور فن کتابت میں منشی ممتاز علی ''نزہت رقم'' دہلوی کے شاگرد تھے۔(۸۱) اور خود کو ''زینت رقم'' لکھتے تھے۔(۸۲) موصوف گوالیار اور بمبئی بھی رہے ۱۹۰۲ء میں بغرض ملاقات دوست احباب لاہور آئے اور یہیں کے ہو رہے گمٹی بازار میں ان کا مطب تھا۔ (۸۳) مولوی صاحب ۱۱ ذی الحجہ بروز اتوار ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء کو رحلت پا گئے آپ کا مزار حضرت طاہر بندگی کے جوار میں جانب مشرق ہے لوح مزار انتہائی خوبصورت ہے اور بجائے خود اعلیٰ خطاطی کا نمونہ ہے (ع۔۲۹) جسے موجودہ طرز نستعلیق عبدالمجید پروین رقم لاہوری نے ان کے لقب کی طرح سجایا اس لوح کے آخر میں انتہائی خوبصورت ''در جنت رفت'' ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء لکھا ہے ان کے ساتھ ہی ان کے بھائی حکیم غلام جیلانی مدفون ہیں جن کی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔(۸۴)



ع۔۲۸



ع۔۲۹

ستاررقم۔محمد طارق رانا

آپ مولوی عبدالمجید شیریں رقم کے پوتے اور محمد اشرف آفتاب رقم کے بیٹے ہیں۔(۸۵) فن خطاطی وراثت میں پایا۔آپ ۳ جولائی ۱۹۵۲ء میں بمقام ''بھٹی کے'' تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔فن خطاطی اپنے بڑے بھائی رانا محمد عثمان سے سیکھی۔نستعلیق میں مہارت ہے ''صداقت'' لاہور میں کام کیا۔موصوف ۱۹۸۰ء میں لاہور آئے۔آج

کل ملٹری اکاؤنٹس لاہور میں آفیسر ہیں۔ یہ ٹائٹل اس سے قبل کسی نے استعمال نہیں کیا۔

سلطان القلم۔ مولوی محمد قاسم لدھیانوی

آپ کے والد کا نام الہ دین واعظ تھا مولوی صاحب محلّہ اقبال گنج لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ خط نسخ میں سید امیر الدین دہلوی اور مولوی ممتاز علی نزہت رقم سے کسب فیض کیا نستعلیق میں مولوی سید احمد ایمن آبادی اور منشی شمس الدین اعجاز رقم سے بھی استفادہ کیا ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں ایک قرآن پاک اپنے مطبع قاسمی سے ہفت رنگ میں طبع کیا انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر لاہور آ کر گلی نقشبندیاں نشتر روڈ لاہور میں مقیم ہوئے یہاں انہوں نے انجمن حمایت اسلام کے لیے قرآن پاک کی کتابت شروع کی جو مکمل نہ ہوسکی۔ آپ ۱۳ محرم الحرام ۱۹۳۲ء میں بروز جمعہ ستر برس کی عمر میں لاہور میں فوت ہوئے۔ ان کے دو فرزند منشی محمد شفیع اور منشی محمد شریف بھی بہت اچھے خطاط ہیں۔ (۸۶)

جب امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان کو سیاحت ہند کے موقع پر مولوی محمد قاسم لدھیانوی کا لکھا ہوا ایک پارہ مطلا ہفت رنگ پیش کیا گیا جسے دیکھ کر اس نے پورا قرآن کریم چھاپنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ مولانا قاسم لدھیانوی نے اپنے گھر میں پریس قائم کیا اور خود ہی اہتمام سے سیاہیاں تیار کیں اور نہایت ذوق وشوق سے اسے شائع کیا جب یہ قرآن پاک والئی افغانستان کو دیا گیا تو انہوں نے خطاط کو ''سلطان القلم'' کا خطاب اور ایک تلوار مرحمت فرمائی۔ (۸۷)

سہیل رقم خلیفہ احمد حسین



خلیفہ احمد حسین سہیل رقم

۱۹۱۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ (۸۸) والد کا نام خلیفہ محمد حسن تھا جو مہاراجہ جموں وکشمیر کے درباری خوشنویس اور خلیفہ نور احمد اور خلیفہ سید احمد کے شاگرد رشید تھے جو ایمن آباد کے باسی تھے۔ خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کا گھر سید مٹھہ بازار اندرون لوہاری گیٹ تھا۔ موصوف نے خطاطی اپنے والد سے ہی سیکھی صرف نستعلیق طرز خطاطی کے ماہر تھے۔ خصوصاً نستعلیق میں طغریٰ نویسی میں انہیں کمال عبور حاصل تھا۔ (ع۔۳۰) ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول میں ڈرائنگ ٹیچر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے جب شعبہ فائن آرٹس میں خطاطی کی کلاسوں کا اجراء کیا تو موصوف ہی پہلے استاد مقرر ہوئے اور ۱۷ سال تک اس شعبہ سے منسلک رہے۔ مشہور خطاط پرویں رقم ان کے بہنوئی تھے۔ خلیفہ صاحب ۱۹۳۶ء میں لاہور آئے اور نیشنل بک ڈپو اردو بازار والوں کا قاعدہ کتابت کیا اور پنجاب بک ڈپو کی کتابوں کے سرورق وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ آپ کو خطاطی ورثے میں ملی جس کے مستقبل سے کبیدہ خاطر رہے اور ماسوائے شریف گلزار سابق چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' کے ان کا کوئی باقاعدہ شاگرد نہیں ان کی خطاطی میں دائرے بیضوی تھے۔ سہیل رقم کا قلمی نام استعمال کرتے رہے۔ (۸۹) سہیل ایک مشہور ستارے کا نام ہے جسے مبارک ستارہ کہا جاتا ہے۔ جس کی شعاعوں سے یمن میں چمڑا بہت عمدہ تیار ہوتا ہے اور کیڑے مکوڑے مرجاتے ہیں۔ (۹۰) سہیل رقم کی وفات ۱۹۸۱ء میں لاہور میں ہوئی۔ (۹۱)

سیف رقم۔ سیف اللہ

عرصہ دراز تک نقوش کی کتابت کرتے رہے۔ (۹۲)



ع۔۳۰

سید القلم۔ سید محمد اشرف علی

موصوف کے والد کا نام سید بڈھن شاہ تھا۔ آپ ۱۹۰۷ء میں موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے اپنے تایا زاد بھائیوں حکیم سید محمد عالم اور حکیم سید نیک عالم۔ (۹۳) سے خطاطی سیکھی۔ آپ نے ۱۹۲۲ء میں کتابت کا آغاز کیا۔ خفی نستعلیق لکھنے میں اعلیٰ مہارت کے حامل تھے۔ ۱۹۹۵ء تک لاہور میں قرآن کی کتابت میں مصروف رہے۔ (۹۴) سید القلم کا قلمی نام آپ نے بوجوہ حسب نسب اور قرآن پاک کی خطاطی کی وجہ سے لکھا۔ ''سید القلم'' نام کے صرف یہی کاتب ہیں۔

شیریں رقم۔ مولوی عبدالمجید۔

موصوف کے والد کا نام حسن محمد تھا۔ آپ ۱۲۹۹ء/۱۸۸۱ء میں عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ رہائش الہ آباد نزد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں تھی۔ آباؤ اجداد کا پیشہ کتابت ہی تھا اور ان کے جد امجد مولوی عبدالرسول خطاط تھے۔ مولوی عبدالمجید نسخ اور نستعلیق کے عمدہ خطاط تھے۔ قیام پاکستان سے قبل سکھوں کے ایک اشاعتی ادارہ ''جے سنت سنگھ'' کے شائع کردہ قرآن پاک کی کتابت کی۔ (۹۵) اس کے علاوہ کراچی کے ایک اشاعتی ادارے سعید اینڈ سنز کی کتابیں وغیرہ بھی کتابت کرتے رہے۔ کوٹ وارث کے خطاط ان کے جد امجد کے شاگرد تھے۔ کوٹ وارث خطاطی کے مرکز کے طور پر عادل گڑھ سے ہی معرض وجود میں آیا۔ بڑھاپے میں قرآن کی کتابت کرتے وقت رعشہ اثر انداز نہ ہوتا۔ آپ نے ۱۹۴۸ء میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے قبل عباد اللہ (انیسویں صدی) اور عبدالصمد (اکبری عہد) نے شیریں قلم کا خطاب استعمال کیا۔

شیریں رقم۔ منشی عبدالغنی المعروف نتھو کاتب

منشی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ کا نام ''مفید عام پریس'' تھا جو اس وقت انگریزوں کی عملداری میں تھا۔ منشی نتھو کاتب یہاں ملازم تھا موصوف کا اصل نام عبدالغنی تھا اور نام کے ساتھ ''شیریں رقم'' لکھتے تھے۔ (۹۷) خطاطی میں منشی شمس

الدین اعجاز رقم اور مولوی سید احمد ایمن آبادی اور حافظ نور احمد کے شاگرد تھے۔(۹۸) موصوف کوچہ چڑی ماراں اندرون لوہاری دروازہ رہتے تھے۔(۹۹) ان کے شاگردوں میں منشی عبدالغنی، منشی فرزند علی، اور منشی شہباز، حاجی دین محمد قابل ذکر ہیں۔(۱۰۰)

شہباز رقم۔محمد عباس

عبدالمجید شیریں رقم کے بیٹے اور محمد اسلم ''حیات رقم'' کے برادر خورد تھے۔(۱۰۱) ۱۹۳۰ء میں عادل گڑھ پیدا ہوئے۔رہائش الہ آباد نزد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ تھی۔خطاطی میں اپنے والد کے تلمیذ تھے نستعلیق، نسخ، ثلث ہندی کے ماہر اور خطاط قرآن تھے۔انہوں نے قرآنی خطاطی کے علاوہ درسی ادارہ لمیٹیڈ گجرات کا کام کیا اور ۱۹۶۹ء میں لاہور آئے۔ ۱۹۷۲ء تک یہاں کام کیا پھر واپس الہ آباد تحصیل وزیر آباد چلے گئے کتابت کے علاوہ پلاسٹک سائن بورڈ اور بینرز کا کام بھی کرتے رہے آپ نے ۱۹۸۷ء میں آبائی قصبے میں وفات پائی۔

عروج رقم۔منشی سید احمد

منشی سید احمد اصل نام اور عروج رقم قلمی نام تھا۔مشہور خطاط عبدالمجید پرویں رقم کے استاد تھے۔ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔اکثر فیروز سنز لاہور کا کام کرتے تھے ان کے بیٹے امتیاز احمد کا سرکلر روڈ پر پروسس ہے ان سے قبل یہ قلمی نام کسی نے استعمال نہیں کیا۔موصوف مطبع گلاب سنگھ میں بھی کتابت کرتے رہے۔

عنبریں قلم۔عبدالرحیم

اکبری دور کا نامور خطاط ہے جو خراسان سے اوائل عمری میں ہندوستان آیا اور یہاں آ کر عبدالرحیم خانخاناں کے کتب خانہ میں ملازمت پائی۔جہاں سالہا سال تک کام کرتا رہا اور نستعلیق نویسی میں مہارت حاصل کی، خانخاناں نے اسے اکبر کے حضور پیش کیا۔(۱۰۲) جہاں سے درباری خطاط کے طور پر پذیرائی ملی۔اس کی خطاطی تک ماسوائے ملا محمد حسین کشمیری کے کوئی نہ پہنچ سکتا تھا۔اکبر کے بعد جہانگیر کے دربار سے وابستہ رہا۔خطاطی کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی وجہ سے ''روشن قلم'' اور ''عنبرین قلم'' کے خطابات حاصل کئے۔(۱۰۳) آخرالذکر خطاب (عنبرین قلم) جہانگیر نے اسے ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء میں دیا اور اس کے بعد وہ یہی خطاب اپنے نام کے ساتھ لکھتا رہا۔(۱۰۴)

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے سرگزشت خط نستعلیق میں ایک عرضداشت نقل کی ہے جس میں اس نے عبدالرحیم روشن قلم لکھا ہے اغلباً ''عنبرین قلم'' سے قبل اکبری دربار سے اسے ''روشن قلم'' کا خطاب دیا گیا۔جیسا کہ ایک عرضداشت میں بوجہ پیری ریٹائرمنٹ کی درخواست کی گئی ہے۔''روشن قلم'' لکھا گیا ہے اکبری دربار میں محمد حسین کشمیری کے بعد یہی خط نستعلیق کا استاد تھا۔عبدالرحیم کے تیار کردہ مخطوطے برٹش میوزیم لندن کی زینت ہیں اس خطاط کی تصویر دی گئی ہے۔(۱۰۵) جو مخطوطہ ''انوار سہیلی'' سے لی گئی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تصویر عبدالرحیم عنبرین قلم کی ہے اس نسخے کو اس نے لاہور میں ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء میں لکھا۔عبدالرحیم عنبرین قلم کا تذکرہ نہاوندی صاحب ''ماثر رحیمی'' نے بھی کیا ہے۔

کاتب کن فیکون۔دین محمد لاہوری

حاجی دین محمد کو ''رئیس الخطاطین'' (۱۰۶) یا ''کاتب کن فیکون'' کہا جاتا ہے۔(ع۔۳۱) آپ کا انتقال لاہور میں ۹۲ برس کی عمر میں اگست ۱۹۷۱ء میں ہوا۔(۱۰۷) اس طرح آپ ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔موصوف دیکھنے میں ناتواں تھے مگر کتابت نہایت جلی اور باوقار تھی۔انارکلی بازار میں ایک دیوار پر انہوں نے ''کرنال شاپ'' لکھا جس کی ''پ'' ۳۵ فٹ



دین محمد ع۔۳۱

تک بھی تھی ان الفاظ کا لاہور میں بڑی دیر تک چرچا رہا (بہ روایت محمد شفیع انور سیالوی خطاط) علامہ اقبال نے ۱۹۲۶ء میں الیکشن لڑنا تھا۔ (۱۰۸) ان کو اس سلسلے میں پوسٹر لکھوانے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مضمون بنا کر دین محمد کاتب کو بلوایا جو اس وقت پوسٹر نویسی کے امام تھے۔ دین محمد کاتب نے نہ صرف ایک رات میں وہ پوسٹر لکھا بلکہ دیواروں پر لگوا بھی دیئے اس کمال فن پر علامہ اقبال نے انہیں ''کاتب کن فیکون'' کا خطاب دیا گیا۔ (۱۰۹) حاجی صاحب بازار سے سودا سلف لینے گئے تو ۲ سال بعد حج کر کے لاہور واپس لوٹے۔ ان دنوں قافلے جایا کرتے تھے۔ سفر حج کے وقت آپ کی عمر ۲۳ برس تھی آپ نے مدینہ منورہ قیام کے دوران حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر کوفی رسم الخط میں لکھی ہوئی تحریروں کو ۴ سو سال کے بعد موئے قلم سے روشن کیا جس سے پورے عالم اسلام میں ان کے فن کی دھاک بیٹھ گئی۔ واپسی پر مصر، عراق، ایران ٹھہرے جہاں انہوں نے انبیاء کرام آئمہ اور مشائخ کے مقابر اور بڑی بڑی مساجد پہ کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات تحریر کیں۔ مسجدوں پر خطاطی کا معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ میاں شیر محمد شرقپوری کے لیے ایک مرتبہ پوسٹر کتابت کیا تو میاں صاحب نے اس کی اجرت پوچھی تو جواب دیا گھر بیٹھے جس کے قبضہ میں شیر آ جائے تو اسے اور کس چیز کی ضرورت ہوگی میاں صاحب مسکرا دیئے اور انہیں ایک بوری چاول اور گڑ اور خلافت عطا کی۔ ان کے ایک شاگرد عباس صاحب بتاتے ہیں کہ ان کے گھر یہ چیزیں ساری عمر پکتی رہیں مگر ختم ہونے کو نہ آئیں۔ (۱۱۰) آپ کے بیٹے غلام محمد جو بیک وقت نقاش، مصور، خطاط، سنگ ساز، بلاک میکر تھے کی موت کے بعد حاجی دین محمد اکثر بیمار رہنے لگے۔ راقم الحروف نے ان کو ۱۹۷۰ء میں شیرانوالہ دروازہ میں عید کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس وقت نہایت ضعیف تھے لاہور میں آپ کی خطاطی کے بے شمار نمونے ملتے ہیں جن میں دین محمدی پریس بل روڈ لاہور، جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، کرنال شاپ انارکلی، قبرستان کوٹھی داراں گڑھی شاہو میں متعدد قبروں کے کتبات اور میانی صاحب میں متعدد قبروں کے کتبات ان کے فن کی روشن دلیل ہیں۔ موصوف کے نام پر دہلی دروازہ کے اندر کوچہ منشی دین محمد مشہور ہے آپ کی بیٹی کی شادی نولکھا بازار کے ایک مشہور تاجر کتب کے ساتھ ہوئی۔ آپ خوش خوراک، خوش لباس اور زود نویس تھے تھوڑی جگہ میں انتہائی جلی قلم استعمال کرتے ملک دین محمد مالک دین محمدی پریس کے منہ بولے بھائی تھے ملک دین محمد ہر سال کلیر شریف جاتے تو اپنے ہمراہ حضرت صابر پیا کے بارے معلوماتی کتابچہ لے جاتے وہیں کتاب بیچتے اور ہدیہ سے نیاز پکوا کر تقسیم کر دیتے۔ اس کتابچے کی کتابت حاجی محمد دین ہی کرتے۔ ایک مرتبہ اس کتابچے کی کتابت میں بہت تاخیر ہوگئی تو ملک دین محمد کے گلا کرنے پر ایک ہی رات میں دیئے کی روشنی میں ۸۰ صفحے کی کتاب کتابت کر کے دے دی۔ (۱۱۱)

کہکشاں رقم۔ محمد رمضان

پروین رقم کے شاگرد ہیں آج کل بہت ضعیف ہیں اندرون بھاٹی گیٹ ان کی رہائش ہے نستعلیق میں مہارت رکھتے ہیں اور باقاعدہ خطاطی بھی سکھاتے رہے ہیں۔ تاج الدین زریں رقم کی بیٹھک کاتباں سے ذرا آگے محمد رمضان کی بیٹھک تھی۔ (۱۱۲) جہاں پر خطاطی سکھائی جاتی رہی۔

گلزار رقم۔ منشی نصیر الدین

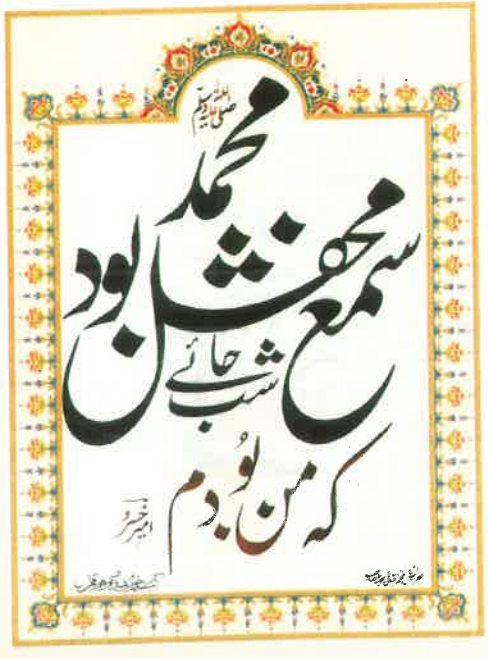
منشی نصیر الدین بھوپال (بھارت) سے ہجرت کر کے لاہور آئے اور ۱۹۵۰ء میں احسان، اخبار میں کتابت کرتے رہے۔ (۱۱۳)

گوہر قلم۔خورشید عالم

اصل نام خورشید عالم (۱۱۴) اور قلمی نام ''گوہر قلم'' ہے ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی سے سیکھی اور مشہور خطاط خورشید عالم خورشید رقم کے نام پر ان کا نام رکھا گیا۔قبل ازیں انہوں نے ''گوہر رقم'' کا قلمی نام کچھ عرصہ استعمال کیا۔اس کے بعد خورشید عالم خورشید رقم کے کہنے پر ''گوہر قلم'' کا ٹائٹل استعمال کیا۔ثلث، ریحان، دیوانی، کوفی، طغریٰ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں ابتدائی تعلیم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے حاصل کی پیر کرم شاہ الازہری نے خطاطی کی طرف توجہ دلائی۔خورشید عالم گوہر قلم نے روزنامہ ''حیات'' میں ۱۹۷۶ء میں راقم الحروف کے ساتھ کام کیا۔(ع۔۳۲،۳۳،۳۴)

لطیف رقم۔صوفی عبدالرشید لاہوری

موصوف تیرہ برس کی عمر میں صوفی عبدالمجید پرویں رقم کی شاگردی میں آئے۔اس کے بعد تاج الدین زریں رقم سے کسب فیض کیا۔ان دنوں فیض مجدد، الماس رقم، خلیفہ طفیل، امین بٹ، محمد رشید قریشی، لطیف چغتائی زریں رقم کے تلامذہ میں شامل تھے۔(۱۱۵) جو سب کے سب اساتذہ فن مشہور ہوئے۔انہوں نے ۲ برس تک مشق کی اور فلمی بورڈ نویسی کا کام شروع کیا۔جس میں ان کی رہنمائی محمد رشید قریشی نے کی اس کے بعد انہوں نے مشہور مصور بشیر کپتال کی شاگردی اختیار کی اور فلمی بینرز لکھنے شروع کئے۔۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اپنا آبائی کام زرگری شروع کر دیا۔۱۹۵۷ء میں کویت چلے گئے اور تیس سال وہاں گزار کر ۱۹۸۹ء میں لاہور آ گئے۔موصوف نے میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے لفظ ''سبحان اللہ'' کی اصلاح لی۔(۱۱۶) طویل عرصہ فن کتابت سے کنارا کشی رہی پھر ۴۵ سال بعد خطاطی میں بھرپور انداز سے آئے ثلث اور نسخ میں بغداد کے استاد ہاشم البغدادی کے شاگرد ہیں ان سے بذریعہ ڈاک اصلاح لیتے رہے۔گزشتہ ۴ سال کے عرصہ یعنی ۱۹۹۱ء تک انہوں نے ۲۰۰ قطعات لکھے اور ''خصائص القلم'' کے نام سے مرقع شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ان کی خطاطی میں اتنی نفاست ہے کہ یہ خطاطی کے بلند پایہ استادوں سے کم مرتبے پر فائز نہیں۔راقم الحروف کی ان سے ملاقات ۱۹۸۸ء میں فیصل ٹاؤن میں ان کی رہائش گاہ پر احمد شہباز خوشنویس روزنامہ ''پاکستان'' کے توسط سے ہوئی اور ان کے لکھے ہوئے بے شمار قطعات دیکھے۔آج کل فالج کے حملہ کی وجہ سے صاحب فراش ہیں اور ٹاؤن شپ لاہور میں مقیم ہیں۔



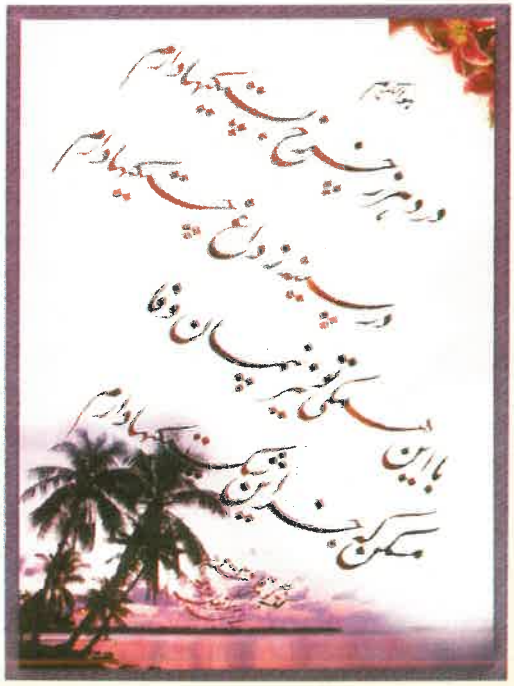
خورشید عالم گوہر قلم ع۔۳۲

مبارک رقم۔مبارک علی

اصل نام مبارک علی ہے محمود اللہ صدیقی کے شاگرد لاہور سے کراچی ۱۹۶۸ء میں گئے۔موصوف روزنامہ ''مشرق'' کراچی کی سرخیاں لکھتے رہے۔انہیں شریف گلزار کے پاس محمود اللہ صدیقی ہی لے کر آئے۔آج کل روزنامہ ''مشرق'' کراچی کے خطاط اعلیٰ ہیں۔۱۹۶۹ء میں مشرق لاہور رہے ان سے قبل محمد حسین عادلی نے یہ لقب استعمال کیا۔(ع۔۳۵)



خورشید عالم گوہر قلم ع۔۳۳



خورشید عالم گوہر قلم ع۔۳۴



مبارک علی مبارک رقم ع۔۳۵

مبارک رقم۔ محمد حسین عادلی

آپ کے والد کا نام مولوی نیاز احمد خوشنویس تھا اور یہ مولوی عبدالرشید محبوب رقم کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۱۳۰۱ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ ''مبارک رقم'' ان کا قلمی نام تھا۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ قرآن پاک کی کتابت میں ہی گزارا۔ (۱۱۷) یہ نسخ، نستعلیق، اور ثلث ہندی کے علاوہ نقاشی کے بھی ماہر تھے ان کی رہائش محلہ وسن پورہ لاہور میں رہی۔ موصوف نے ۸ مئی ۱۹۶۴ء کو لاہور میں وفات پائی اور میت کو عادل گڑھ لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے علاوہ الحاج قاضی محمد یعقوب علی حیدر آباد دکن نے بھی ''مبارک رقم'' کا لقب استعمال کیا ہے۔

محبوب رقم۔ مولوی عبدالرشید عادلی

اصل نام مولوی عبدالرشید تھا۔ (۱۱۸) آپ کے والد مولوی نیاز احمد اور دادا مولوی غلام رسول بھی خوشنویس تھے۔ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء میں موضع عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے آپ نے باپ اور دادا کے علاوہ مولوی محمد عبداللہ وارثی کوٹ وارث سے بھی اکتساب فیض کیا۔ (۱۱۹) لاہور میں مشہور اداروں میں خطاط کے فرائض انجام دیتے رہے۔ انہوں نے ''محبوب رقم'' کا قلمی نام استعمال یا جو خاصا مشہور رہوا۔ محبوب کے معنی پیارا، معشوق اور دوست کے ہیں جبکہ انہوں نے اپنے خط کو ہی اپنا معشوق محبوب سمجھا۔ آپ نے ۲۹ نومبر ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء کو عادل گڑھ وفات پائی۔ (۱۲۰) ان سے پہلے یا بعد میں کسی اور خطاط نے ایسا کوئی خطاب استعمال نہیں کیا۔ علامہ اقبال کی زیر مطالعہ کتب میں موصوف کا ایک پنج سورہ موصوف کا کتابت شدہ ہے جسے ملک دین محمد تاجر کتب فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور نے شائع کیا۔

محمود رقم۔ محمود اللہ صدیقی

موصوف عبدالمجید پرویں رقم کے ہونہار شاگرد تھے۔ استاد کے بعد شاگرد نے علامہ اقبال کا کلام پوری نفاست کے ساتھ کتابت کیا جو شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کیا۔ بہترین نستعلیق نویس تھے۔ اردو بازار لاہور سے کراچی رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہیں کسی حادثے میں ۱۹۷۶ء میں سر میں چوٹ لگنے سے وفات پا گئے آپ انتہائی خوش طبع، خوش اخلاق اور ملنسار شخصیت تھے۔ زیادہ تر کتابوں ہی کی کتابت کی۔ آج کل ان کے بیٹے احمد اللہ صدیقی کراچی میں کتابت کا کام کر رہے ہیں اور اچھا لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ محمود رقم کے نام کا ان سے پہلے کوئی کاتب نہیں گزرا۔

ماہتاب رقم۔ منشی عبدالجلیل

موصوف ۱۹۵۰ء سے مختلف اخبارات میں کام کرتے رہے۔ (۱۲۰)

مراد رقم۔ حکیم مراد بخش چغتائی

اصل نام حکیم مراد بخش قلمی نام مراد رقم تھا۔ (۱۲۱) آپ ۱۹۰۸ء میں اندرونی لوہاری گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے والد خلیفہ محمد حسن کے شاگرد تھے۔ سہیل رقم اور مراد رقم نے مصوری کی تعلیم اکھٹے شروع کی۔ موصوف نے گورنمنٹ پریس میں ملازمت کے علاوہ شیخ اکرام کی مشہور کتابیں ''آب کوثر''، ''رود کوثر'' کی کتابت کی۔ منشی فاضل اور

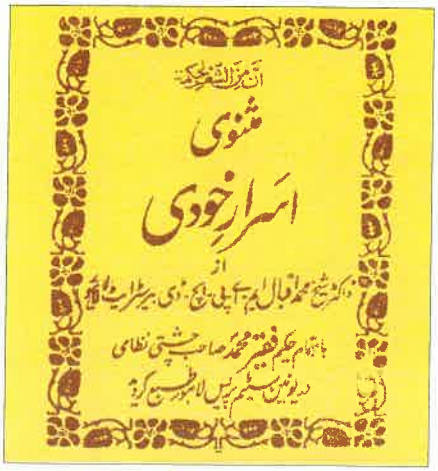


حکیم مراد بخش

ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے اور طبیہ کالج سے سند یافتہ طبیب اور نستعلیق خفی کے ماہر تھے فیروز سنز کا کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۲۶ دسمبر ۱۹۸۱ء کو لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب مدفون ہوئے۔ ان کی قبر کا کتبہ خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے شاگرد شریف گلزار نے کتابت کیا ان کے ایک بیٹے شہر یار اصغر مرزا بہت عرصہ روزنامہ ''مشرق'' میں آرٹ ایڈیٹر رہے آج کل عابد مارکیٹ مزنگ چونگی میں ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک ہیں۔ دوسرے بیٹے شہوار جاوید مرزا ''امروز'' کے شعبہ کتابت میں کام کرتے رہے ہیں۔ ''مراد رقم'' کا قلمی نام صرف انہوں نے ہی استعمال کیا۔

مرغوب رقم۔ منشی فضل الٰہی

منشی فضل الٰہی کا تعلق پنا کھہ گاؤں سے دو میل ادھر موضع ''ساہن کے'' گوجرانوالہ سے تھا۔ پروفیسر کرامت اللہ سابق پرنسپل ایم اے او کالج لاہور کے نانا تھے۔ انہوں نے ''مرغوب رقم'' کا ٹائٹل استعمال کیا اور اس نام سے خاصے مقبول ہوئے بہت کم لوگ ان کے اصل نام کو جانتے ہیں۔ مرغوب کے معنی دلکش کے ہیں چوک متی میں ان کی بیٹھک مرغوب ایجنسی کے نام سے تھی جہاں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں مولانا حالی، مرزا ارشد گورگان، مہر ناظر حسین، ناظم لکھنوی اور خان احمد حسین خان، آغا حشر کاشمیری، غلام بھیک نیرنگ، خواجہ دل محمد اور دوسرے بلند پایہ شاعروں کی نظمیں پڑھی جاتیں جوان کے ادارے مرغوب ایجنسی میں چھاپی جاتی تھیں اور موصوف ان کی کتابت خود کرتے۔ (۱۲۲) مرغوب رقم نے ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں لاہور میں وفات پائی ان کی قبر کی نشان دہی جناب پروفیسر محمد اسلم نے راقم الحروف کو کی۔ (۱۲۳) موصوف کے ہمعصر مولوی عبدالمجید مرغوب رقم عادل گڑھی تھے جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں وفات پائی۔ مرغوب ایجنسی کے مالک مرغوب رقم لاہور میں معروف پبلشرز جے ایس سنت سنگھ کے مقابلے میں مسلم ناشر تھے۔ چوک متی لاہور میں بیٹھک کا تباں کے بانی بھی تھے علامہ اقبال سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور علامہ جب انجمن حمایت اسلام میں نظم پڑھتے تو یہ نظم ڈائری نما پمفلٹ کی شکل میں مرغوب ایجنسی کے تحت طبع ہوتی اور جلسے میں خوب بکتی۔ علاوہ ازیں موصوف نے علامہ اقبال کے کلام کے کتابت بھی کی جس میں مثنوی اسرار خودی جسے حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے یونین سٹیم پریس لاہور سے طبع کیا جس کا ترقیمہ کاتب یوں ہے۔ (ع۔۳۶، ۳۷) بقلم مرغوب رقم منیجر مرغوب ایجنسی لاہور۔ (۱۲۴)



ع۔۳۶



منشی فضل الٰہی مرغوب رقم ع۔۳۷

موصوف کا مرقع خوشخطی آج ناپید ہے جس سے بہت سے اساتذہ سلف نے اکتساب کیا۔ (۱۲۵)

مشکیں قلم۔ عبداللہ الحسینی

عبداللہ الحسینی ترمذ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شہر آج کل جمہوریہ ترکستان میں افغانستان کی سرحد کے قریب واقع ہے باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی اور ماں کی طرف سے

مرزا نظام الدین احمد کی اولاد سے تھا مرزا نظام الدین کا تعلق بھی لاہور سے ہی تھا۔ جس نے ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۶ء میں لاہور ہی میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ (۱۲۶) اورا کبر کے حکم سے لکھی جانے والی ''تاریخ الفی'' کے مرتب کرنے میں حصہ لیا۔ مشکیں قلم خطاطی میں شاہ غیاث اور مولانا رافقی کے تلمیذ تھے۔ یہ کاتب زیادہ عرصہ لاہور ہی میں رہا لاہور کے علاوہ الہ آباد اور آگرہ بھی اس کے مسکن رہے اس خطاط کی شاعری کا نمونہ مسجد خراسیاں لاہوری دروازہ لاہور کا کتبہ اور خسرو باغ الہ آباد (بھارت) میں جہانگیر کی بیوی شاہ بیگم کی قبر کا کتبہ ہے۔ شاعری میں وصفی تخلص کے تحت ایک دیوان اور پانچ مثنویاں چھوڑیں۔ (۱۲۷) ایک جگہ خود لکھتا ہے۔

وصفی تخلص من و مشکیں قلم خطاب ایں نامہا از شاہ شہنشاہ یافتم

وصفی قلم خطاب ہے یہ نام مجھے شہنشاہ نے دیں ہیں

عبداللہ الحسینی کے دو بیٹے میر صالح الحسینی (۱۲۸) جس کا تخلص المکتفی تھا اور میر مومن شاہ جہاں کے دربار سے وابستہ تھے۔ یہ کاتب اکبر کے دین الٰہی کے زیر اثر بھی رہے۔ (۱۲۹)

معجز رقم۔ حکیم محمد عباس

موصوف ۱۹۳۵ء کے وسط میں اندرون اکبری گیٹ پیدا ہوئے۔ (۱۳۰) آپ کے والد حکمت کے ساتھ ساتھ آئینہ سازی اور مصوری کرتے تھے آپ کے دادا حکمت کے علاوہ شعر گوئی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے جد امجد میاں



ع۔ ۳۸

حبیب اللہ عہد عالمگیری میں اعزازی مفتی تھے جن کا مزار چودھوال گجرات میں ہے۔ ۱۹۴۰ء میں اپنے والد حکیم عبدالحق کے ہمراہ ہوشیار پور مشرقی پنجاب چلے گئے۔ ۱۹۴۶ء میں لاہور واپس آ گئے آپ نے خطاطی حاجی دین محمد اور منشی محمد حسین قریشی سے سیکھی مارچ ۱۹۴۹ء سے اپریل ۱۹۵۰ء تک منشی صاحب سے اصلاح لی۔ پھر ۱۹۵۰ء میں کراچی چلے گئے جہاں دہلوی طرز کی مشق کی۔ آپ کا خط لاہوری اور دہلوی طرز کا حسین امتزاج ہے (ع۔ ۳۸) روزنامہ اقبال، کراچی ماہنامہ چنگاری، منزل، شہناز، کونپل میں کتابت کی ۱۹۵۵ء میں والد کی وفات کے بعد لاہور واپس آ گئے۔ اور ۱۹۶۷ء میں روزنامہ ''مشرق'' میں بطور خطاط اعلیٰ ملازمت اختیار کر لی۔



حکیم محمد عباس معجز رقم

اپنے قلمی نام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''راولپنڈی میں روزنامہ ''زمیندار'' میں ایک برس کام کیا اس کے بعد روزنامہ ''ہلال'' (فوجی اخبار) میں قریباً ڈیڑھ سال کام کیا اور خود ہی استعفیٰ دے دیا اور یہاں الوداعی تقریب میں تمام خوشنویس حضرات بھی تھے اسی میں تعریفی اشعار اور قطعات کہے گئے اور ''معجز رقم'' کا خطاب دیا گیا جو اپنے فقیرانہ مسلک کے پیش نظر کبھی تحریر یا اختیار نہیں کیا۔ (۱۳۱)

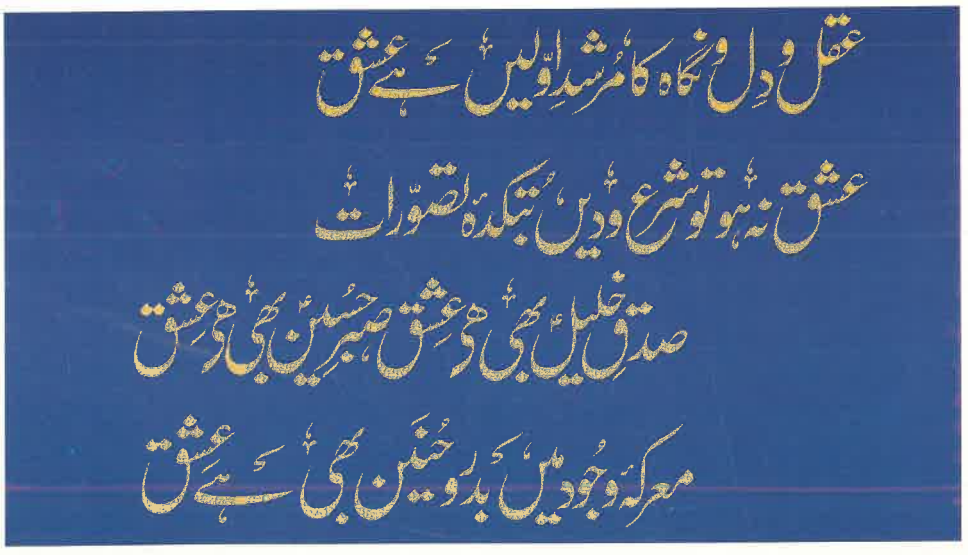
موصوف کی رہائش محمود شہید روڈ شاہدرہ لاہور میں ہے ان سے قبل ''معجز رقم'' کا خطاب لکھنو کے کاتب شمس الدین اعجاز رقم کے شاگرد محمد الطاف نے اختیار کیا۔

ممتاز رقم۔ محمد یوسف

ان کے والد کا نام عبدالمجید شیریں رقم تھا۔ آپ ۱۹۰۸ء میں عادل گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی رہائش الہ آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ رہی۔ آپ نے ۶۱ سال کی عمر میں ۱۹۶۹ء میں گجرات میں وفات پائی۔ خطاطی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ٹیسٹ پیپر چھاپنے والے درسی ادارہ گجرات سے وابستہ رہے۔ فن خطاطی ان کا موروثی پیشہ ہے۔ موصوف کے جدامجد عبدالرسول امام ویردی کے شاگردوں میں سے تھے اور عادل گڑھ سکول کے بانی شمار کئے جاتے ہیں۔

منظر رقم۔ غلام رسول

موصوف کے والد کا نام عبدالعزیز ہے۔ آپ ۱۹۴۰ء میں شیر پور لدھیانہ بھارت میں پیدا ہوئے۔ خطاطی محمد سعید امرتسری اور حافظ محمد یوسف سدیدی سے سیکھی۔ نستعلیق، نسخ، کوفی، رقاع، لکھتے ہیں۔ (۱۳۲) روزنامہ آفاق، سعادت، ڈیلی بزنس، تاجر، فیصل آباد، نوائے وقت اور امروز لاہور میں کام کیا۔ ۱۹۶۷ء سے لاہور ہی میں ہیں۔ نعتیہ کتب کی کتابت جن میں چادر رحمت، آیہ رحمت اور تصانیف منیر قصوری کی کتابت کی اور پوسٹر وغیرہ بھی لکھے۔ خانہ فرہنگ ایران کے زیر اہتمام نمائش خطاطی میں حصہ لیا خطاطی کے علاوہ موسیقی اور فوٹو گرافی ان کے مشاغل میں شامل ہیں۔ (ع۔۳۹)



ع ۳۹

منور رقم۔ حاجی محمد اعظم

نام محمد اعظم منور رقم ۱۹۱۹ء میں جھگیاں ناگرہ تحصیل وضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ پہلے کتابت ۱۹۳۳ء میں محمد شریف کاتب سے سیکھی۔ پھر ۱۹۳۴ء میں اونچی مسجد پاپڑ منڈی کے امام مولوی نورالدین کے شاگرد ہوئے۔ عبدالحفیظ زریں رقم کو بیماری کی حالت میں ان کے والد نورالدین دھرم پور پہاڑ لے گئے اور منور رقم کو فضل الٰہی مرغوب رقم کے سپرد کر دیا یہاں پر منشی عبدالغنی اکثر انہیں اصلاح دیا کرتے تھے۔ جو بائیں ہاتھ سے لکھا کرتے تھے۔ ان کے بعد آپ نے باقاعدہ پرویں رقم کی شاگردی اختیار کی موصوف نے روزنامہ ''سٹیٹ''، ''مسلم لیگ''، ''احسان''، ''نوائے وقت''، ''منشور''، ''سفینہ''، ''امروز''، ''انقلاب''، ''ملت''، ''پشاور'' ہفت روزہ ''چٹان''، ''سدا بہار''، ''نیا راستہ'' پندرہ روزہ ''انڈیا'' ہفت روزہ ''ساگر'' اور ''پیغام'' جیسے روزناموں اور ماہناموں میں کام کیا۔ لاہور میں خاک پرنٹنگ ایجنسی کے اشتہارات کتابت کئے۔ (۱۳۳)




ع۔۴۰

مشہور ادیب مولانا غلام رسول نے انہیں ''منور رقم'' کے خطاب سے نوازا۔ قبل ازیں آپ ''معظم رقم'' لکھا کرتے تھے جو خلیفہ احمد حسین سہیل رقم نے دیا تھا۔ ان کا انتقال ۱۹۹۷ء کے شروع میں ہوا موصوف ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ میں خطاطی کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ان کی سرپرستی میں ادارہ پروین الکتابت شائقین خطاطی کے لیے پروین رقم کے قطعات پر مشتمل نوادرات شائع کرتا رہتا ہے اور بہت سے خطاط اس ادارے سے کتابت سیکھ کر مختلف روزناموں میں کام کر رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں محمد رفیع، احمد شہباز، (ع۔۴۰) محمد یوسف بغدادی، غلام رسول خلیفہ محمد افضل وغیرہ اچھے خطاط ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۹ء میں ''تدریسی خطاطی'' کے نام سے نو آموزگان خطاطی کے لیے ایک کتاب لکھی جو ۴ مرتبہ شائع کی گئی۔

منور رقم۔ مولوی منظور احمد

تاج الدین زرین رقم کے شاگرد تھے اور منشی طفیل احمد خلیل رقم مولوی منظور احمد کے شاگرد تھے۔ (۱۳۴)

نادرالقلم۔عبدالواحد

عبدالواحد اور قلمی نام نادرالقلم ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو قصور کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں بہاولپور میں آل پاکستان خطاطی نمائش میں شریک ہوئے (۱۳۵) ۱۹۶۲ء میں جشن بہاراں سرگودھا کے موقع پر اول انعام حاصل کیا۔ ۱۹۷۲ء میں فورٹریس سٹیڈیم میں عوامی میلے کے موقع پر نمائش ترتیب دی۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں کراچی میں جرمن کلچر سنٹر اور پریس کلب میں پھر ۱۹۷۵ء میں نیشنل کونسل آف دی آرٹس اسلام آباد میں ان کے قطعات کی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ ۱۹۷۶ء میں خانہ فرہنگ ایران اور دسمبر ۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کے جشن صد سالہ ولادت کے موقع پر پرل کانٹی نینٹل اور شاکر علی میوزیم میں ان کے فن پاروں کی نمائش ہوئی۔ (۱۳۶) عبدالواحد نادرالقلم نے الخطاط اسلامک آرٹ گیلری کے نام سے ایک آرٹ گیلری ترتیب دی جسے دیکھ کر مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا

''مجھے نادرالقلم کی خطاطی منظر کشی اور تصاویر کی شکل میں خیال آفرینی دیکھ کر دلی مسرت ہوئی ہے۔ (۱۳۷)

احسان دانش نے ان کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے کہا:

عبدالواحد نادرالقلم حسن کی تخلیق کے قائل ہیں اور موصوف خطاط بھی ہیں اور مصور بھی ان کی جدت طبع ان کے فن میں بولتی ہے انہوں نے مصوری اور خطاطی سے قرآنی مطالب کو مصوری میں ڈھالا اور اس خوبصورتی سے ڈھالا کہ خطاطی ایک منفرد ڈھنگ سے سامنے آئی انہوں نے خطاطی کے مروجہ اسالیب کو زک نہیں پہنچائی۔

نفیس رقم۔سید انور حسین



سید انور حسین نفیس رقم ع۔۱۴

نفیس رقم کے قلمی نام کے صرف ایک ہی خطاط ہیں ان سے قبل اب تک کسی خطاط نے یہ خطاب استعمال نہیں کیا اس خطاب کے علاوہ ان کو زبدۃ الخطاطین خطاطوں جس کے معنی خطاطوں میں سے منفرد خطاط کے ہیں۔ (ع۔۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶)

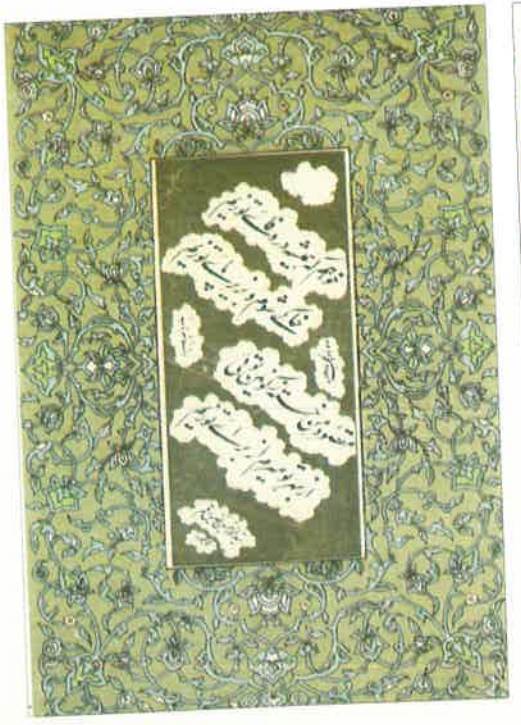
آپ ۱۳ ذیعقدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء میں موضع گھوڑیالہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سید محمد اشرف علی ''سید القلم'' سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی موصوف نے ۱۹۴۶ء میں مڈل پاس کیا۔ ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد سے میٹرک پاس کرنے کے ساتھ فن خطاطی کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ایف اے کیا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لاہور منتقل ہوگئے۔ یہاں سے کچھ عرصہ تاج الدین زریں رقم کے ساتھ راہ و رسم رہی روزنامہ ''احسان'' نوائے وقت'' میں ملازمت کی۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک روزنامہ نوائے وقت میں خطاط اعلیٰ کی حیثیت سے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں ۲۳ سال کی عمر میں پاکستان خوشنویس یونین کے نائب صدر منتخب ہوئے اور اسی سال ''نوائے وقت'' کی ملازمت سے مستعفی ہوگئے۔ ۱۹۵۷ء میں برصغیر کے مشہور روحانی پیشوا عبدالقادر رائے پوری کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ خطاطی میں عراق، مصر ترکی کی قدیم و جدید تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا۔ اور نستعلیق کی روش خاص کے استاد ہیں جو پاکستانی ہندی اور ایرانی نستعلیق کا حسین امتزاج ہے۔ (۱۳۹) خطاط ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک محقق بھی ہیں متعدد



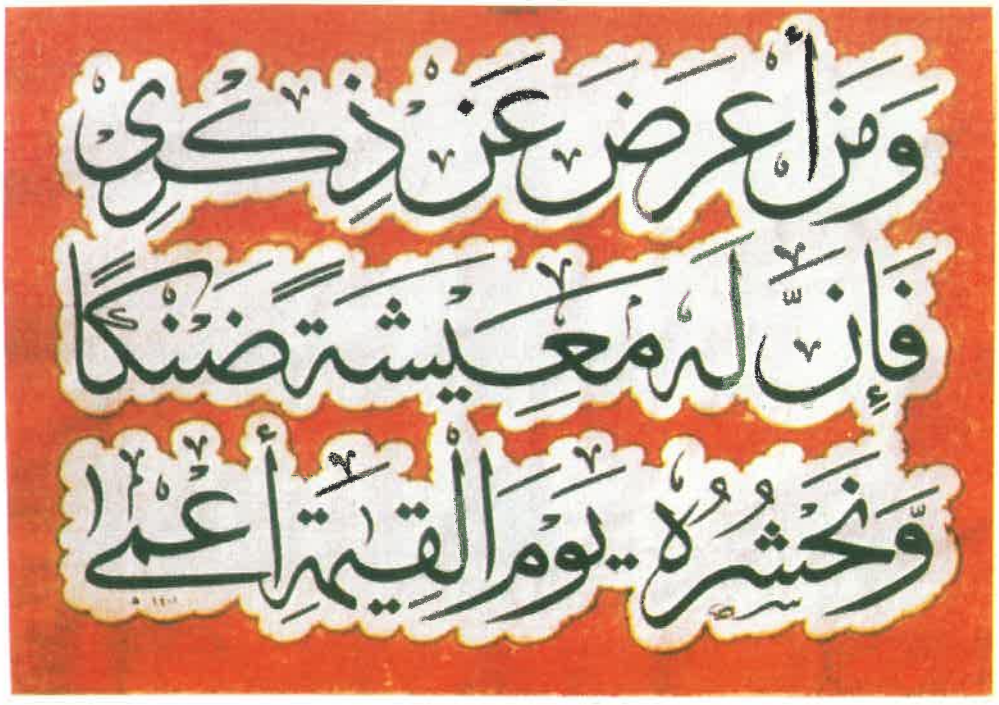
سیدانورحسین نفیس رقم ع ۔ ۴۲



سیدانورحسین نفیس رقم ع ۔ ۴۳



سیدانورحسین نفیس رقم ع ۔ ۴۴



سیدانورحسین نفیس رقم ع۔۴۵



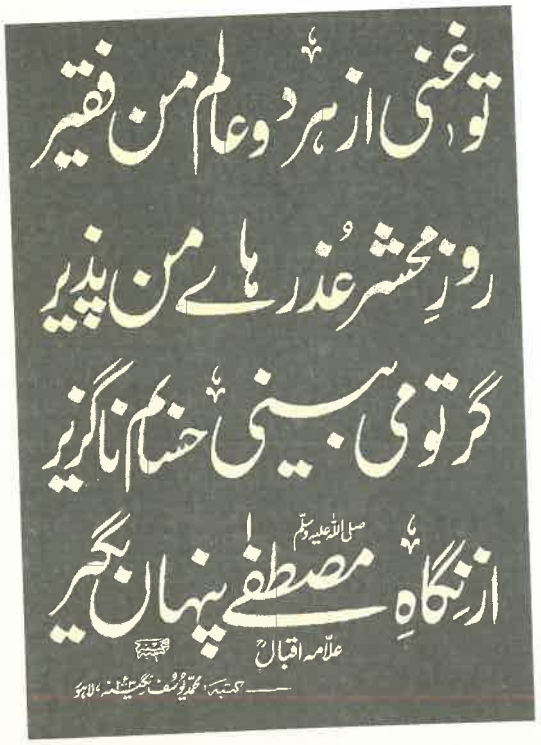
سیدانورحسین نفیس رقم ع۔۴۶

مساجد کے کتبات کے علاوہ دیوان غالب شائع کردہ مجلس یادگار غالب پنجاب یونیورسٹی، شعر ناب، قرآن پاک کے ۲ پارے، متعدد قطعات، پاکستان کے دینی مدارس کی سندات علمی۔ نفائس القلم تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن کی الواح وغیرہ آپ کے زور قلم کا نتیجہ ہیں آپ ۱۹۹۰ء میں انٹرنیشنل کمیشن فار دی پروموشن آف اسلامک کلچر ترکی کی دعوت پر خطاطی کے مقابلہ میں بطور جج شریک ہوئے۔ موصوف کو خط کوفی، ثلث، محقق، نسخ، ریحان، طغریٰ، دیوانی، رقعہ، نستعلیق، شکستہ وغیرہ پر عبور حاصل ہے سینکڑوں شائقین خطاطی کو خطاطی کی تعلیم سے بہرہ ور کر چکے ہیں ہندی اور بنگلہ خطاطی کے بھی ماہر ہیں۔ آپ نے خطاطی کے فروغ کے لیے بہت کام کیا۔ فیصل آباد میں قیام کے دوران ۱۹۴۸ء میں آپ نے ''چشمہ کتابت'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۵۴ء میں لاہور میں ہفت روزہ ''چٹان'' کی بلڈنگ میں ایک کمرہ کرائے پر لے کر ''دفتر کتابت'' قائم کیا۔ ۱۹۵۴ء میں بعض لکھے گئے پوسٹروں پر دفتر کتابت کا نام ملتا ہے اب گزشتہ ۱۵ برس سے ''ادارہ نفائس الخطوط'' کے نام سے اردو بازار لاہور میں ایک ادارہ ان کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ جہاں سے آپ کی خطاطی کے نمونوں پر مشتمل کتابچہ شائع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں موصوف نے کئی ایک تحقیقی مقالات خطاطی پر لکھے۔ آپ نے سید احمد شہید پر بہت سیر حاصل مضامین اور کتابیں شائع کروائیں۔ بے شمار کتابوں کے سرورق کتابت کیے۔ اس وقت لاہور میں خطاطی کے امام ہیں آپ کے بیٹے سید انیس الحسن مرحوم اور بھائی اچھے خوشنویس ہیں ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ میں، عبدالرشید قمر، محمد جمیل حسن، منظور انور، محمد اصغر انیس، سید ثقلین زیدی، سید طاہر زیدی، محمد اسلم، ظہیر الاسلام، الٰہی بخش مطیع، حافظ سراج احمد سعیدی، محمد نذیر وغیرہ ہیں آپ سے بنگلہ دیش، برما، افغانستان کے متعدد دینی طالب علموں نے بھی اصلاح لی۔

نگینہ۔ محمد یوسف

اصل نام محمد یوسف اور والد کا نام ننھے خان ہے۔ ۸ مارچ ۱۹۴۶ء میں قرول باغ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد آ کر رہائش اختیار کی۔ خط نستعلیق اصغر علی ہاشمی سے سیکھا جو حکیم محمد عالم کے شاگرد تھے۔ ۱۹۶۲ء میں روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ملازمت اختیار کی۔ دو سالہ ملازمت کے بعد ۱۹۶۴ء میں ''کوہستان'' اخبار میں چلے گئے۔ ۱۹۶۷ء میں پھر ''نوائے وقت'' آ گئے۔ انہوں نے صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی خطاطی سے نظری استفادہ کیا ان کے خط میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے خط کی جھلک ملتی ہے۔ (ع۔ ۴۷)

یوسف نگینہ نے ۱۹۶۰ء سے بطور خوشنویش فیصل آباد کے ''سعادت'' اخبار سے اپنے کریئر کا آغاز کیا نستعلیق، ثلث، نسخ میں مہارت رکھتے ہیں قلمی نام ''نگینہ'' استعمال کرنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اساتذہ کا ترجمان پرچہ ''بانگ درا'' لکھتے تھے اور ہر مرتبہ اس کی ''پیشانی'' (۱۴۰) نئی لکھی جاتی ایک مرتبہ ایک کی پیشانی میں نے لکھی تو پنجاب ٹیچرز یونین کے صدر



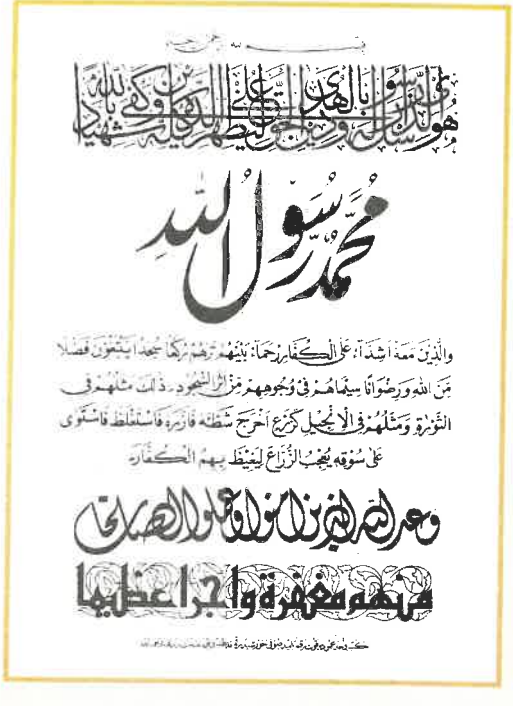
ع۔ ۴۷

عبدالغفور غفاری نے کہا کہ اس کے نیچے یوسف ''نگینہ'' لکھو۔ چنانچہ اس دن سے نگینہ ان کے نام کا جزو بن گیا۔ موصوف ''نوائے وقت'' اور ''کوہستان'' اخبار میں شہ سرخیاں لکھتے رہے ''نوائے وقت'' کی پیشانی ''پرویں رقم''، ''نفیس رقم'' صوفی خورشید عالم خورشید رقم''، محمد حسین چشتی، عبدالرشید قمر اور یوسف نگینہ نے مختلف اوقات میں لکھی۔ مولانا کوثر نیازی کی کتاب ''زرگل'' یوسف نگینہ اور حافظ یوسف سدیدی مرحوم نے مل کر کتابت کی۔ کتابوں کے سرورق بہت زیادہ تعداد میں لکھے ان کے تلامذہ میں نذیر صدیقی، سرور جنگ، سلیم محمود، محمد ادریس، وغیرہ شامل ہیں لتھو، ونڈ ائیک اور آرٹ پیپر پر کتابت کا کام کرتے رہے۔ پیر جماعت علی شاہ کے مزار پر انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ موجود ہے۔ محمد یوسف نگینہ آج کل مصطفیٰ آباد (چوبچہ صاحب) لاہور میں رہائش پذیر ہیں اور گھر پر ہی کتابت کا کام کر رہے ہیں جلی اور خفی کتابت میں ان کا ایک مقام ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۶ سال ہے۔

یاقوت رقم۔ واجد محمود

نام واجد محمود قلمی نام یاقوت رقم ہے ان کے والد کا نام حکیم محمود حسن ہے۔ یاقوت رقم ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء کو شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۱ء میں لاہور آئے۔ حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے خطاطی میں اصلاح لی۔ کوفی، نستعلیق، ثلث، نسخ، دیوانی، رقاع میں مہارت رکھتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں خطاطی کے فروغ کے لیے لاہور اور گوجرانوالہ میں علم وفن اکیڈمی کا اجراء کیا جس کے زیر اہتمام سہ ماہی رسالہ ''علم وفن'' کا اجراء لاہور سے کیا گیا۔ خطاطی کے علاوہ بہترین مصور ہیں ''یاقوت رقم'' کا خطاب انہیں ان کے استاد صوفی خورشید عالم نے ۱۹۸۸ء میں دیا۔ اسی خطاب کو پہلے عبدالباقی حداد ہراتی نے اس کے بعد اسی کے شاگرد محمد عارف نے بعد اورنگ زیب استعمال کیا۔ (۱۴۱) اور تیسری مرتبہ یہ خطاب واجد محمود نے استعمال کیا۔







حواشی وتعلیقات

(۱) احترام الدین شاغل عثمانی ''صحیفہ خوشنویساں''، انجمن ترقی اردو ہند۔ علی گڑھ ۱۹۶۳ء۔ ص ص ۸۱۔۸۲۔

(۲) ایضاً۔ ص ۱۱۵

(۳) حبیب اللہ فضائلی، اطلس خط، دوسرا ایڈیشن۔ انتشارات ارغوان تہران خیابان جمہوری اسلامی۔ شاہ آباد۔ ۱۹۶۳ء ص ۴۶۹

(۴) ایضاً

(۵) اعجاز راہی، تاریخ خطاطی، طبع اول ادارہ ثقافت پاکستان۔ اسلام آباد۔ ۱۹۸۶ء۔ ص ۷۳

(۶) طارق مسعود ''مرقع خط'' لاہور عجائب گھر لاہور۔ ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۶

(۷) معمر اولکر، فن الخط الترکی بین الماضی والحاضر، (حصہ انگریزی) بنک ایشین ترکی، ۔ ص ۸۷

(۸) ایضاً۔ حصہ عربی۔ ص ۳۴۰

(۹) ایضاً۔ حصہ انگریزی۔ ص ۳۳۲

(۱۰) ایضاً۔ حصہ انگریزی۔ ص ۸۹

(۱۱) ایضاً۔ ص ۹۰

12. W.E Begley. Monumental Islamic Calligraphy from India Islamic Foundation Villa Park, Illinois 1985.p.16

(۱۳) محمد یوسف ٹینگ ''شیریں رقم''، مرقع مضمون ''شاخ نبات''، سری نگر ۱۶ نومبر ۱۹۷۸ء ص ۴

(۱۴) پروین رقم کے جد امجد ہدایت اللہ زریں رقم اورنگ زیب کے عہد کے خطاط تھے۔

(۱۵) محمد اقبال ابن پروین رقم ''برصغیر میں خط نستعلیق کا ارتقاء''، ماہنامہ محفل، لاہور ستمبر ۱۹۷۵ء۔ ص ۱۷

(۱۶) ایضاً۔ ص ۱۸

(۱۷) ایضاً۔ ص ۱۸

(۱۸) ایضاً۔ ص ۱۸

(۱۹) ایضاً۔ ص ۲۰

(۲۰) یہ حالات محمد عثمان رانا خوشنویس لئے گئے

(۲۱) توپ کاپی سرائے استنبول میں ایک مخطوطہ دیوان حسینی شاہی مغل نسخہ ہے اس پر ۱۰۵۸ھ کی عبدالرشید دیلمی کی مہر ثبت ہے۔

(۲۲) مہدی بیانی احوال واثار، خوشنویساں نستعلیق نویساں''، انتشارات ایران نمبر ۱۰۵۴ تہران ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء۔ ص ۳۹۵

(۲۳) حکیم محمود علی خان ماہر ''پاکستان خط نستعلیق کا پہلا مدرسہ ہے۔''، ماہنامہ ''خوشنویس''، جلد ۱۔ شمارہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۰ء۔ ص ۷

(24) Dr. Muhmammda Iqbal Bhutta" Epigraphy of Masjid - e- Kharsian" Lahore, Museum Bulletin vol III No.2.1990, p.p.78-79

(۲۵) احترام الدین شاغل عثمانی ''صحیفہ خوشنویساں''، محولہ بالا۔ ص ۱۲۴

(۲۶) ایضاً ص ۱۵۱ نیز دیکھئے ذخیرہ مخطوطات لاہور عجائب گھر وصلی نمبر سی ۲۳

(۲۷) سید انور حسین نفیس رقم ''مرقع خوشنویسی''، با اہتمام افضل الرحمٰن افضل الکتابت۔ ۱۵ اردو بازار لاہور۔ ص دوم

(۲۸) احترام الدین شاغل عثمانی ''صحیفہ خوشنویساں''، محولہ بالا۔ ص ۱۱۸

(۲۹) میاں محمد یعقوب ایڈووکیٹ ''محمد صدیق الماس رقم''، روزنامہ ''امروز''، لاہور اشاعت خاص خطاطی۔ ص آخر

(۳۰) ایضاً

(31) W E Begley Monumental Islamic Caligraphy from India op. cit. p16

(32) Ibid. o.p. cit. p.p.16-17

(۳۳) آج کل بہار مصطفیٰ لاہور عجائب گھر میں بطور خوشنویس تعینات ہیں۔

(۳۴) پروین رقم کے مزید حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا۔ ص نمبر ۲۶۶

(۳۵) ''خطاط مشرق صوفی عبدالمجید پروین رقم''۔ روزنامہ ''مغربی پاکستان''، لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۶۵ء

(۳۵) ''خطاط مشرق صوفی عبدالمجید پروین رقم''۔روزنامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۶۵ء

(۳۶) ایضاً

(۳۷) محمد اقبال ابن پروین رقم ''برصغیر میں نستعلیق کا ارتقاء ماہنامہ ''محفل''، ستمبر ۱۹۷۵ء ص ۱۸

(۳۸) ایضاً

(۳۹) نصرت نوشاہی'' خطاط مشرق عبدالمجید پروین رقم''، روزنامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۷۶۔ص ۷

(۴۰) حکیم فضل حسین ''الحکیم'' رسالہ کی کتابت کیا کرتے تھے۔فن کتابت سے منسلک لوگوں کی اکثریت طباعت اور امامت بھی کیا کرتی تھی۔

(۴۱) بحوالہ حکیم محمد دین سابق ہیڈ کاتب روزنامہ ''زمیندار'' مکان نمبر ۴۷۴ بالمقابل سٹیل مارکیٹ دل محمد روڈ لاہور

(۴۲) موصوف چوک گوالمنڈی میں کمرشل کتابت کا کام کر رہے ہیں۔

(۴۳) خلیفہ طفیل کے حالات محمد عباس مرحوم خطاط اعلیٰ روزنامہ ''مشرق'' سے لیے گئے۔

(۴۴) موصوف کے حالات زندگی راقم الحروف نے خود ان سے ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حاصل کئے۔

(۴۵) محمد بخش جمیل رقم کا رقم کردہ ایک قطعہ لاہور عجائب گھر کی مخطوطات گیلری کی زینت ہے۔

(46) Syed Amjad Ali ''Calligraphy in. Pakistan '' Pakistan Quarterly , Karachi vol x No.4.1962. p.16

(۴۷) غلام حسین بٹ ''اخباری حلقہ کے نامور خوشنویس ''ماہنامہ ''خوشنویس'' جلد اشمارہ امارچ ۱۹۵۰ء ص ۲۱

(۴۸) ملک علی محمد ''خوشنویس''، نقوش لاہور نمبر جلد ۲۔ادارہ فروغ اردو۔اردو بازار لاہور۔ص ۱۰۵۱

(۴۹) ایضاً

(۵۰) ایضاً

(۵۱) ایضاً

(۵۲) موصوف کے حالات رانا عثمان سابق ہیڈ کاتب کوہستان سے لئے گئے۔

(۵۳) صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی قلمی یاداشیں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔

(۵۴) ایضاً

(۵۵) سید انور حسین نفیس رقم ''تاج الدین زریں رقم''، مرقع زریں۔بیٹھک کاتباں اندرون لوہاری گیٹ ۱۹۶۳ء۔ص ۱۲

(۵۶) موصوف کے حالات ۱۹۹۱ء میں لیے گئے اس وقت وہ کتابت قرآن میں مصروف تھے اب وفات پا چکے ہیں۔

(۵۷) محمد اکرام الحق خطاط ''دبستان خط'' جزاول۔ایوان خطاطان پاکستان وسن پورہ لاہور۔ص ۱۰

(۵۸) نفیس چغتائی ''منشی طفیل احمد قادری''، ماہنامہ ''خوشنویس''، جلد اشمارہ ۷/ ۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء۔ص ۲۹

(۵۹) حافظ محمد اعظم کے حالات موصوف کے بڑے صاحبزادے ہاشم الاعظمی سے لیے جو آج روزنامہ ''پاکستان کے آرٹ ایڈیٹر ہیں۔

(۶۰) اکرام الحق شاہ خطاط ''دبستان خط'' حولہ بالا ص ۱۳۔

(۶۱) تمام خوشنویس بخوبی آگاہ ہیں کہ زریں رقم صرف نستعلیق میں ماہر تھے

(۶۲) جب قطب الدین ایبک کے مزار کی مرمت کی گئی تو خطاطی کے لیے محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر فضل احمد خان کی نظر انتخاب حافظ محمد یوسف سدیدی پر پڑی۔جنہوں نے اسی دور کی خطاطی میں کیا جسے عرف عام میں کوفی آمیز ثلث کہا جاتا ہے جو ۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک ایران، عراق، ہندوستان، ترکی میں عمارتی خطاطی کے لیے مروج رہا۔جبکہ ڈاکٹر احمد نبی خان نے پاکستان آرکیالوجی نمبر ۲۴۔۱۹۸۹ء میں اپنے ایک مقالہ میں کبیر والہ ملتان کے نزدیک خالد ولید کے مقبرہ پر تحقیقی مقالے سے اخذ کیا ہے کہ یہ خط تغلق دور تک رائج رہا حالانکہ یہ خط اکبری دور تک رائج رہا لاہور عجائب گھر میں اسلامی گیلری کا کتبہ نمبر ۱۲۷۱ اس کا بین ثبوت ہے۔

(۶۳) مزید حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا ص ۴۰۲

(۶۴) معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم نے حافظ محمد یوسف سدیدی کے بعض پوسٹروں پر ''زرتاج رقم'' لکھا ہوا دیکھا۔

(۶۵) سید انور حسین نفیس رقم ''تاج الدین زریں رقم''، مرقع زریں پانچواں ایڈیشن بیٹھک کاتباں لاہور ص ۳

(۶۶) محمد اکرام الحق خطاط۔''دبستان خط'' محولا بالا ص ۷

(۶۷) سید انور حسین نفیس رقم ''تاج الدین زریں رقم''، محولہ بالا۔ص ۴۔

(۶۸) ایضاً۔ص ۵

(۶۹) ملک علی محمد ''خوشنویس''، نقوش لاہور نمبر محولہ بالا ص ۱۰۵۶

(۷۰) غلام محمد ہفت قلمی ''تذکرہ خوشنویساں'' ایشاٹک سوسائٹی بنگالہ کلکتہ ۱۹۱۰ء۔ص ۶۰

(۷۱) ایضاً۔ص ۲۶

72-Dr. R.P. Srivastava.Muhammad Hussain ZareenQalim. Art and Archacology of Punjab Sundeep Parksahan. Dehli. 1990.p.164.

(73) -Ibid

(۷۴) مقصود ناصر چوہدری ''تاریخ شیخوپورہ''، ثقافتی کمیٹی تحصیل کونسل شیخوپورہ۔ص ۵۳

(۷۵) مہدی بیانی ''احوال و آثار خوشنویساں نستعلیق نویساں''، محولہ بالا ص ۷۰

(76) Dr.R.P Srivastava.Muhammad Hussain ZareenQalim. Art and Archacology of Punjab Sundeep Parksahan. Dehli. 1990.162.

(77) Ibid p.168.

(78) Ibid p. 167

(79) Ibid p. 169

(۸۰) اقبال اختر خوشنویس آج کل روزنامہ ''پاکستان'' سے وابستہ ہیں۔

(۸۱) زینت رقم خطاطان قرآن میں سے تھے دیکھئے ''خطاطان قرآن'' از سید انور حسین نفیس رقم۔ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔ص ۸۱۶

(۸۲) مزید حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا ص ۲۸۱

(۸۳) حکیم محمود موسیٰ امرتسری ''لاہور کے اطباء''، نقوش لاہور نمبر ادارہ فروغ اردو ۱۹۹۱ء میں ۸۲۰

(۸۴) محمد اسلم خفتگان خاک لاہور۔ ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان۔ مارچ ۱۹۹۳ء

(۸۵) موصوف کا پورا خاندان فن خطاطی سے وابستہ رہا۔

(۸۶) سید انور حسین نفیس رقم ''خطاطان قرآن'' سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولا بالا۔ص ۸۲۰۔

(۸۷) مولوی محمد قاسم لدھیانوی کے لیے دیکھیں ص نمبر

(۸۸) سہیل رقم معروف خطاط عبدالمجید پرویں رقم کے قریبی عزیز تھے۔

(۸۹) ''نمائش گاہ خط''، خانہ فرہنگ ایران ۱۳۵۷ھ/ بروشر

(۹۰) جدید نسیم اللغات شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۱ء لاہور۔

(۹۱) شریف گلزار سے خلیفہ صاحب کے حالات لیے گئے۔ موصوف خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے شاگرد ہیں۔

(۹۲) ملک علی محمد ''خوشنویس''، نقوش لاہور نمبر جلد دوم ادارہ فروغ اردو بازار لاہور ۱۹۶۳ء۔ص ۱۰۵۹ء

(۹۳) حکیم سید نیک عالم کا ذکر مقالہ ہذا کے ''خطاطان قرآن'' میں دیکھئے آپ کی قبر کا کتبہ گڑھی شاہو محلہ فیروز گنج کے قبرستان میں ہے۔ اسے معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم نے کتابت کیا ہے۔

(۹۴) سید انور حسین نفیس رقم۔ خطاطان قرآن۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر ص ۸۲۰

(۹۵) مولوی عبدالمجید کے حالات موصوف کے پوتے سے لیے گئے۔

(۹۶) موصوف کے خاندان کے بیشتر لوگ خوشنویس ہیں۔

(۹۷) ''نام حق''، خوشخط بقلم جلی مطبع مفید عام لاہور۔ص اول

(۸۹) ملک علی محمد ''خوشنویس''، نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولہ بالا۔ص ۱۰۵۱

(۹۹) ایضاً۔ص ۱۰۵۵

(۱۰۰) ایضاً۔ص ۱۰۵۵

(۱۰۱) ایضاً۔ص ۱۰۵۵

(102) Mustafeez-ur-Rehman, Islamic Calligraphy in Mediveal India. University Press Ltd. Bangladesh. 1979.p.80

(103) Ibid

(۱۰۴) محمد عبداللہ چغتائی ''سرگزشت خط نستعلیق''، کتابخانہ نورس کاپی بک شاپ اردو بازار لاہور ص ۵۸۔

(۱۰۵) ایضاً۔ ص ۵۸

(۱۰۶) طاہر علی رضوی، ''حاجی دین محمد''، روزنامہ ''مشرق'' لاہور ۷ اگست ۱۹۷۱ء

(۱۰۷) ایضاً

(۱۰۸) عبداللہ ملک، محمد بشیر ''تاریخ پاکستان''۔ اشاعت اول ۱۹۷۶ء قریشی برادر اردو بازار لاہور۔ ص ۳۹۶

(۱۰۹) جاوید اقبال۔ زندہ رود۔ اقبال اکادمی پاکستان۔ ص

(۱۱۰) محمد عباس منجز رقم کی قلمی یادداشتیں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔

(۱۱۱) پرویں رقم کی زبانی یہ واقعہ ان کے شاگرد خوشی محمد ناصر قادری نے سنا اور خوشی محمد ناصر قادری سے ''عزا قم الحروف'' نے نقل کیا۔

(۱۱۲) غلام حسین بٹ ''پاکستان کے مقتدر خوشنویس''، ماہنامہ ''خوشنویس''، مارچ ۱۹۵۰ء ص ۲۰

(۱۱۳) ماہنامہ ''خوشنویس''، جون ۱۹۵۰ء ص ۸ جلد ۱ شمارہ ۱۴ اپریل ۱۹۵۰ء جلد ۱ شمارہ ۲۔ ص ۱۸

(۱۱۴) خورشید عالم گوہر قلم''، روزنامہ ''نوائے وقت''، ۲۲ اگست ۱۹۸۵ء اور روزنامہ ''جنگ''، ۱۹۹۱ء۔

(۱۱۵) حافظ محمد شعیب فیروزی ''منفرد خطاط استاد صوفی عبدالرشید لاہوری لطیف رقم''، قرطاس و قلم جلد ۱ شمارہ ۲۔ ص ۳۲

(۱۱۶) ایضاً

(۱۱۷) مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں۔ ص ۲۸۵

(۱۱۸) مولوی عبدالرشید محبوب رقم کے مزید حالات کے لیے دیکھیں ص نمبر۔ ۲۷۶

(۱۱۹) سید انور حسین نفیس رقم خطاطان قرآن، سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم محولہ بالا۔ ص ۸۲۰

(۱۲۰) غلام حسین بٹ ''نامور خوشنویس''، ماہنامہ ''خوشنویس''، جلد ۱ شمارہ ۲۰، اپریل ۱۹۵۰ء۔ ص ۲۳

(۱۲۱) حکیم مراد بخش چغتائی کے حالات موصوف کے بیٹے شہریار مرزا روزنامہ ''مشرق'' لیے۔ پروفیسر محمد اسلم۔ ''خفتگان خاک لاہور'' ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۹۳ء ص ۴۵

(۱۲۲) ملک علی محمد ''خوشنویس''، نقوش لاہور نمبر جلد دوم محولہ بالا۔ ص ۱۰۵۶

(۱۲۳) پروفیسر محمد اسلم۔ ''خفتگان خاک لاہور''۔ ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب۔ لاہور مارچ ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۹۳

(۱۲۴) علامہ اقبال ''مثنوی اسرار خودی''، یونین سٹیم پریس باہتمام حکیم فقیر محمد چشتی ۱۹۱۵ء ص آخر ٹائٹل۔

(۱۲۵) انجم رحمانی ''ضلع گوجرانوالہ خطاط اور خوشنویس''، مجلہ ''مہک''، ۱۹۸۴ء ص ۳۰۸

(126) Muhammad Iqbal Bhutta ``Epigraphy of Masjid-e- Kharsian`` po.cit.p.81

(۱۲۷) مہدی بیانی ''احوال و آثار خوشنویساں نستعلیق نویساں''، محولہ بالا۔ ص ۱۰۵۴

(۱۲۸) میر محمد صالح فرمان نویس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سورۂ فتح، دایہ انگہ کے مقبرہ میں اب بھی موجود ہے۔ یہ کاتب میر صالح کاتب سے الگ ہے۔

(۱۲۹) عبداللہ الحسینی کے مزید حالات کے لیے ص ۶۴۲

(۱۳۰) محمد عباس کی قلمی یادداشتیں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔

(۱۳۱) ایضاً

(۱۳۲) حافظ محمد یوسف سدیدی۔ سید انور نفیس رقم خورشید عالم رقم کے زیادہ تر شاگردان خطوط کو بطریق احسن لکھ لیتے ہیں ان کے لیے دوسرے خطوط لکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اس سے قبل نامور خطاطین صرف خط نستعلیق ہی میں ماہر تھے مثلاً پرویں رقم، زریں رقم، الماس رقم وغیرہ۔

(۱۳۳) موصوف کے حالات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں جن سے استفادہ کیا گیا۔

(۱۳۴) نفیس چغتائی، منشی طفیل احمد قادری ''ماہنامہ'' خوشنویس''، جلد ۱ شمارہ ۷/ ۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء۔ ص ۲۹

(۱۳۵) اس نمائش میں راقم الحروف کے والد محمد شفیع انور مرحوم اول آئے اور جس قطعہ پر انعام دیا گیا وہ مزار بابا گلاب شاہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ آویزاں ہے۔

(۱۳۶) حسنین جاوید ''عبدالواحد نادر القلم کی آرٹ گیلری میں''، خط ثقافتی سرگرمیاں روزنامہ ''نوائے وقت''، ۲ فروری ۱۹۷۸ء۔

(۱۳۷) ایضاً

(۱۳۸) محمد اکرام الحق ''دبستان خط''، ایوان خطاطان پاکستان حفاظ منزل ہاشم شاہ سٹریٹ وسن پورہ لاہور۔

(۱۳۹) مزید حالات آگے دیکھیں۔ ص

(۱۴۰) ''پیشانی'' رسالے یا اخبار کا نام جو صفحہ اول پر بقلم جلی ہوتا ہے۔
(۱۴۱) مولوی احترام الدین شاغل عثمانی ''صحیفہ خوشنویساں'' محولہ بالا ص ۱۸۵۔

ضمیمہ برائے خطابات یافتہ خوشنویس

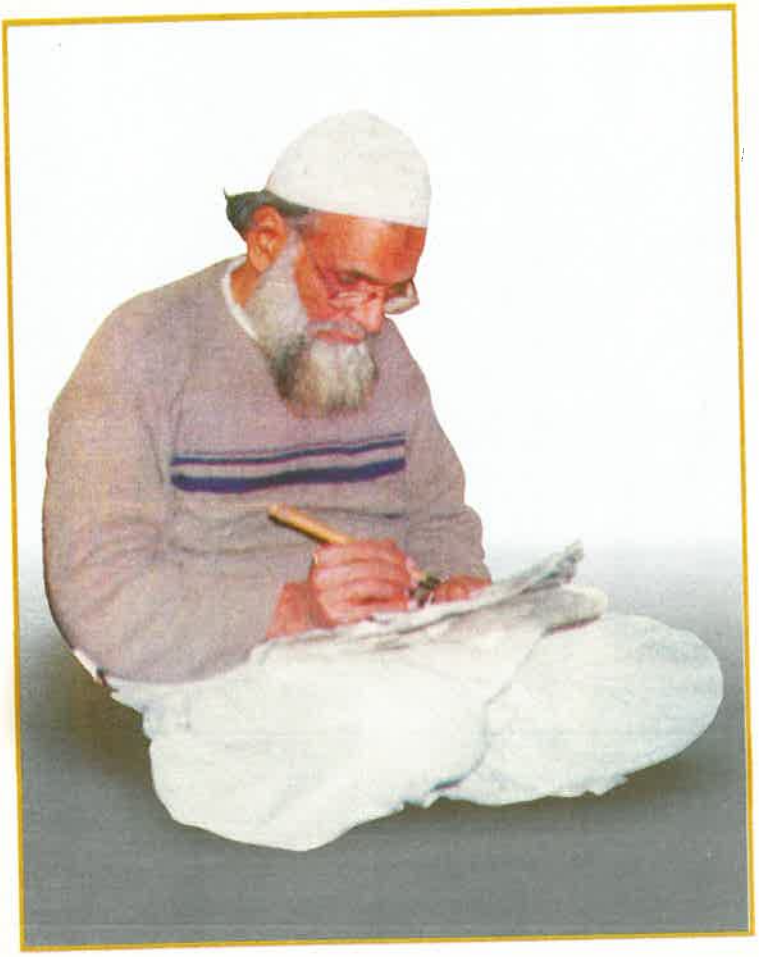
نمبر شمار	خطاب یا لقب	اصل نام	زمانہ
۱	آقا	عبدالرشید دیلمی	۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶ء عہد شاہجہانی
۲	آقائے ثانی	محمد افضل لاہوری قادری	۱۱۳۱ - ۱۱۶۱ھ / ۱۷۱۸ - ۴۸ء محمد شاہ بادشاہ
۳	آفتاب رقم	محمد شریف زریں رقم آبادی	آخر بیسویں صدی
۴	استاد الاساتذہ	مولانا خواجہ محمد شاگرد میر علی تبریزی	م ۸۸۰ھ / ۱۴۷۶ء
۵	اعجاز رقم	مرزا عباد اللہ بیگ	اٹھارویں صدی
۶		منشی شمس الدین لکھنؤ	انیسویں بیسویں صدی
۷	اعجاز رقم خان	سید اعجاز رقم خان	اٹھارویں صدیں بیسوی / تیرہویں صدی ہجری
۸	امانت خان	عبدالحق شیرازی	عہد شاہجہانی
۹	اماسی رقم / خطاط اعصر	محمد صدیق	بیسویں صدی
۱۰	بادشاہ قلم	میر خلیل الشتشاہ	۹۲۰ - ۱۰۳۷ھ / ۱۵۳۰ - ۱۶۳۷ء ابراہیم عادل شاہ ثانی
۱۱	بہار قلم	حافظ بہار مصطفےٰ ابن یوسف سعیدی	آخر بیسویں صدی
۱۲	پروین رقم / خوش رقم	عبدالمجید لاہوری	۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۶ء
۱۳	پیسہ رقم	حکیم محمد دین لاہوری	۱۹۰۱ء تا ۱۹۹۵ء
۱۴	تاج رقم	خلیفہ محمد طفیل لاہوری	م ۱۹۹۱ء
۱۵		راؤ خورشید احمد	پیدائش ۱۹۲۱ء
۱۶	تنویر رقم	محمد جمیل لاہوری	اواخر بیسویں صدی
۱۷	جواہر رقم	سید علی خان	م ۱۶۸۳ بعہد اورنگزیب
۱۸		محمد افضل الحسنی	م ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء
۱۹		سید اصغر علی آروی	۱۸۵۲ء پیدائش رام پور
۲۰		منشی رام چندر	بیسویں صدی جے پور راجستھان بھارت
۲۱		غلام مرتضیٰ	بیسویں صدی
۲۲	جہانگیر رقم	غلام محمد ابن دین محمد	بیسویں صدی (وسط)
۲۳	جمیل رقم	محمد بخش جمیل رقم	بیسویں صدی
۲۴	حیات رقم	محمد اسلم عادل گڑھ	بیسویں صدی
۲۵	خطاط خان	کمال خان رستمی	بیجاپور
۲۶	خورشید رقم	صوفی خورشید عالم لاہوری	پیدائش ۱۹۲۳ء کپور تھلہ
۲۷	خوشنویس رقم	عبدالمجید پروین رقم	۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۶
۲۸		خوشی محمد ناصر قادری	۱۹۱۸ء تا ۱۹۹۵ء
۲۹	خلیل رقم	منشی خلیل احمد ملتان	وسط بیسویں صدی
۳۰	رئیس الخطاطین	مرزا ابوتراب اصفہانی	۹۹۶ - ۱۰۳۸ھ / ۱۵۸۸ - ۱۶۲۹ء
۳۱	رئیس القلم	حافظ محمد اعظم لاہوری	۱۹۱۰ء - ۱۹۸۵ء
۳۲	روشن رقم	محمد اسمٰعیل خان غالب ماژندرانی	۱۶۸۵ء / ۱۰۹۶ھ بعہد اورنگزیب
۳۳	زرین رقم	ہدایت اللہ زریں رقم	م ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء اجمیر
۳۴		تاج الدین لاہوری	۱۹۰۶ء تا ۱۹۵۵ء
۳۵		عبدالحفیظ لاہوری	وسط بیسویں صدی
۳۶	زریں قلم	محمد حسین لاہور	۹۳۷ھ - ۱۰۱۴ھ اکبری عہد
۳۷		محمد باقر	بعہد اورنگزیب
		مبارک شاہ	یاقوت المستعصمی کے شاگرد
۳۸	زینت رقم	مولوی غلام محی الدین انصاری	۱۳۳۷ھ / ۱۹۰۳ء
۳۹	زمرد رقم	مرزا عباد اللہ بیگ	میر تبریز کمش کے شاگرد ۱۸۵۷ء (پنشنر)
۴۰	زمرد رقم	بشیر احمد لاہوری	بیسویں صدی
۴۱	زرتاج رقم	حافظ محمد یوسف سعیدی لاہور	بیسویں صدی
۴۲	سعید رقم	سعید جہاں بیگم	قاضی محبوب علی کی شاگرد حیدرآباد دکن
۴۳	سلطان القلم	مولانا محمد قاسم لاہوری	م ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء لاہور
۴۴	سید القلم	محمد اشرف لاہوری	۱۹۰۷ء - ۱۹۹۶ء
۴۵	سیف رقم	سیف اللہ سیف رقم لاہوری	بیسویں صدی
۴۶	سلطان الخطاطین	حافظ محمد یوسف سعیدی	بیسویں صدی
۴۷	سہیل رقم	خلیفہ احمد حسین سہیل رقم لاہور سے	۱۹۱۰ء - ۱۹۸۱ء
۴۸	ستار رقم	محمد طارق رانا لاہوری	بیسویں صدی
۴۹	شیریں رقم	عباد اللہ بیگ	انیسویں صدی
۵۰		عبدالصمد	۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء بعہد اکبر
۵۱		عبدالمجید عادل گڑھی	بیسویں صدی
۵۲	شیریں قلم	محمد مراد	تیرہویں صدی ہجری
۵۳	شکریں قلم	خواجہ میر عبداللہ	میر علی تبریزی کے فرزند

۵۴	شعبدہ باز رقم	محمد عباس عادل گڑھی	بیسویں صدی
۵۵	صنعت رقم	محمد ولی جان	۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء
۵۶	عنبریں قلم	عبدالرحیم لاہوری	بعہد جہانگیری
۵۷	عروج رقم	مولوی سید احمد امروہوی	بیسویں صدی
۵۸	قادر رقم	مولوی حشمت علی	بیسویں صدی حیدرآباد دکن
۵۹	قبلۃ الکتاب	ابن البواب	م ۱۰۳۱ء
۶۰		یاقوت المستعصمی	۶۶۷ھ / ۱۲۶۸ء
۶۱	کاتب کن فیکون	حاجی بن محمد لاہوری	۱۸۷۹ء تا ۱۹۷۱ء
۶۲	کاتب الملک	سلطان بایزید دوری	عہد اکبری
۶۳	گوہر قلم	خورشید عالم	بیسویں صدی
۶۴	گلزار رقم	منشی نصیر الدین	وسط بیسویں صدی
۶۵	لطیف رقم	عبدالرشید لاہوری	بیسویں صدی
۶۶	مانی رقم خان		بعہد امجد علی شاہ واجد علی اودھ
۶۷	ماہتاب رقم	منشی عبدالجلیل لاہوری	بیسویں صدی
۶۸	مبارک رقم	محمد حسین عادل لاہوری	۱۹۶۴ء
۶۹		قاضی محمد یعقوب علی	بیسویں صدی حیدرآباد دکن
۷۰		مبارک علی لاہوری	بیسویں صدی
۷۱	مشکیں قلم	میر عبداللہ الحسینی لاہوری	اکبری / جہانگیری عہد
۷۲		میر محمد صالح	عہد شاہ جہانی
۷۳		میر زا محمد حسین	م ۱۹۱۳ء
۷۴	مرغوب رقم	منشی فضل الٰہی لاہوری	م ۱۹۱۶ء
۷۵		عبدالمجید عادل گڑھی	بیسویں صدی
۷۶	محبوب رقم	عبدالرشید لاہوری	۱۸۶۵ء - ۱۹۶۱ء

۷۷	منور رقم	حاجی محمد اعظم لاہوری	۱۹۱۸ - ۱۹۹۷ء
۷۸		مولوی منظور احمد لاہوری	بیسویں صدی
۷۹	محمود رقم	محمود اللہ صدیقی لاہوری	م ۱۹۷۶ء
۸۰	مراد رقم	حکیم مراد بخش پنجابی لاہوری	۱۹۰۸ء تا ۱۹۸۱ء
۸۱	معجز رقم	محمد عباس لاہوری	پیدائش ۱۹۲۵ء
۸۲		معجز رقم قندھاری	تیرہویں صدی
۸۳	ممتاز رقم	محمد یوسف عادل گڑھی	بیسویں صدی
۸۴	مرصع رقم	بدرالدین علی خان دہلی	اٹھارویں صدی
۸۵		میر عطا حسین خان	۱۷۹۷ء بعہد نواب شجاع الدولہ
۸۶		میر جلال الدین حیدر دہلی	اٹھارویں صدی ہما و شاہ نظر کا استاد
۸۷	مرتعش رقم	میر سبزہ علی	اٹھارویں انیسویں صدی
۸۸	مستعجل رقم	خدا یار	بعہد محمد شاہ ۱۱۱۵ھ
۸۹	مصحف رقم	کرنل السلام بیگ	بیسویں صدی حیدرآباد دکن بعہد یعقوب علی مبارک رقم کے شاگرد
۹۰	منظر رقم	غلام رسول لاہوری	۱۹۴۶ء پیدائش
۹۱	نزہت رقم	مولوی ممتاز علی دہلی	انیسویں صدی
۹۲	نادر رقم	سید نادر علی قندھاری	معجز رقم قندھاری کے شاگرد، تیرہویں صدی
۹۳		قاری محمد احمد	قاضی محمد یعقوب علی مبارک رقم کے شاگرد
۹۴	نازک رقم	سید عباد اللہ حسینی	عہد شاہ جہاں
۹۵	نفیس رقم	سید انور حسین نیاکوٹی ثم لاہوری	بیسویں صدی
۹۶	نادر القلم	عبدالواحد لاہوری	۱۹۲۳ء - ۱۹۹۶ء
۹۷	نگینہ	محمد یوسف	۱۹۴۶ء پیدائش
۹۸	یاقوت رقم	عبدالباقی حداد	بعہد شاہ جہاں
۹۹		واجد محمود لاہوری	۱۹۶۴ء پیدائش
۱۰۰	یاقوت رقم خان	محمد عارف	اٹھارویں صدی بعہد شاہ عالم



باب ششم



اخباری خطّ


الله اكبر

ابن التوام نے کہا۔

''قلم سے لکھا ہوا خط ہر جگہ اور ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے اور ہر زبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے جبکہ زبان کا لفظ کانوں کی حد تک ہی ہوتا ہے اور بیان سب لوگوں کے لیے عام نہیں ہوتا۔ اگر تحریر نہ ہوتی تو گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں مختلف ہو جاتیں اور ان کی خبروں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا۔ زبان حاضر کے لیے ہے اور قلم اس کے لیے بھی جو غائب ہے ماضی کے لیے بھی اور مستقبل کے لیے بھی اور دوادین اس کے محتاج ہیں اور وہ بادشاہ جو اپنی مملکت کے درمیان مقیم ہو اور اطراف سلطنت کی مصلحتوں' سرحدوں کے تحفظ اور مملکت کی تقویم پر صرف اور صرف تحریر کے ذریعے ہی اطلاع پا سکتا ہے اور اگر فن تحریر نہ ہوتا تو تدبیر استقرار ہی نہ پاتی اور امور مستقیم ہی نہ ہوتے۔''(۱) بقول ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

''جہاں تک خطاطی کی پرانی روایات کا تعلق ہے میرے خیال میں اس وقت پاکستان ایک واحد ملک رہ گیا ہے جہاں اسے فروغ حاصل ہے اور یہ تمام یہاں کے روزناموں کی وجہ سے ہے جو اردو میں ہر روز ہزاروں کی تعداد میں چھپتے ہیں ان میں سے ہم جو اخبار بھی اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کاتب نے اس کے اندر تمام ظاہری جاہ و جلال اور فنی حسن و کمال اپنے خط سے پیدا کیا ہے اور موقع کی ضرورت کے اعتبار سے خط کی کئی طرزوں کو استعمال کیا جاتا ہے، اس میں اختراعیں بھی کی جاتی ہیں ان اخباروں میں عنوان اس عمدگی سے دلکش ہوتے ہیں کہ انسان ایک مرتبہ ضرور ان کا مطالعہ کرتا ہے ہر اخبار کے اپنے خاص کاتب ہیں جو اس نہج پر اخباروں کے عنوان لکھتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ کتابت کی دلکشی کا ایک نیا دور ہے پرانے قسم کی کتابت کا اب دوسرے اسلامی ممالک میں رواج بہت کم رہ گیا ہے۔''(۲)

اخبار نویسی کا آغاز

برصغیر میں صحافت کا آغاز ان قلمی اخباروں سے ہوا جو مسلمان حکمرانوں کے عہد میں سرکاری وقائع نگار مرتب کرتے تھے۔(۳) سکھوں کے دور حکومت تک لاہور میں چھاپے خانے کا رواج نہ تھا سب کتابیں قلمی تھیں جنہیں تاجران کتب فروخت کرتے۔(۴) اس وقت جو اخبار (قلمی) یہاں تیار ہوتا اسے ''اخبار لاہور'' کا نام دیا گیا جوں جوں انگریز کی طاقت بڑھی تو حکومتیں مٹتی چلی گئیں اور بے کار اخبار نویسوں نے نجی طور پر قلمی اخبار جاری کر لیے اور قلیل معاوضے پر لوگوں کو بیچنا شروع کر دیئے جو عام لوگوں کے ہاتھ پہنچے اگرچہ ہندوستان میں انگریزوں نے پہلا چھاپہ خانہ ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء میں بمبئی کے مقام پر قائم کیا۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں مدراس اور کلکتہ میں بھی چھاپے خانے لگائے گئے برصغیر کا پہلا مطبوعہ اخبار ''ھکی گزٹ'' تھا۔ جو کلکتہ سے جاری ہوا۔ کلکتہ میں اردو اخبار نویسی کا تجربہ عمومی طور پر ناکام رہا اس میں قارئین کی بے رغبتی کے علاوہ اردو طباعت کے نامکمل اور غیر تسلی بخش انتظام کا بھی دخل ہے عام پڑھنے والے نستعلیق کے عادی تھے اور نسخ سے ان کی صورت آشنائی نہ تھی نسخ کے ٹائپ بھی بدوضع تھے۔(۵) برصغیر میں پڑھے لکھے لوگوں کی زبان فارسی تھی ہندو مسلم اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے جبکہ انگریز فارسی کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ مسلم اقتدار کی یاد تازہ رکھتی تھی چنانچہ انہوں نے اردو زبان کو رواج دیا اور سرکاری امداد کے تحت اردو زبان میں بہت سی کتابیں چھپوائیں۔ اگرچہ اردو صحافت کا آغاز ''جام جہاں نما'' سے ہوا لیکن اصلاً ان کی تاریخ ۱۸۳۶ء سے

شروع ہوتی ہے جب دہلی سے مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی باقر نے اردو اخبار جاری کیا۔ اس کے بعد برصغیر میں بیسیوں اخبار نکل آئے۔

لیتھو کا دور

۱۸۳۶ء کے بعد ہی لیتھو طباعت کا رواج ہوا۔ اور اردو کا انحصار بدوضع ٹائپ پر سے ختم ہو گیا۔(۶) نیز اس دور سے مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر اردو صحافت نے ترقی کی۔

اولاً ۱۸۳۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے فیصلہ کیا کہ چھوٹے سرکاری دفاتر اور عدالتوں کی زبان فارسی کی بجائے اردو ہو گی اس سے اردو کی اہمیت بڑھی۔

دوم ۱۸۳۵ء میں صحافت آزاد ہوئی اور حاکموں کے خوف میں کمی ہوئی تو دیسی زبانوں میں کئی اخبار نکل آئے۔

سوم فارسی اخبارات ٹائپ میں چھپتے جو اتنا خوبصورت نہ تھا اور اس کا رسم الخط عربی نما تھا پھر اس کی پرنٹنگ پر لاگت زیادہ آتی تھی اس لیے اخبار کی قیمت بھی زیادہ ہوتی تھی۔ ۱۸۳۶ء میں پتھر کی چھپائی کا سلسلہ شروع ہوا جس کے لیے خوش نویس کتابت کرتے تھے جو انتہائی جاذب نظر تھی۔ اس کا پڑھنا آسان تھا اور چھپائی پر لاگت بھی بہت کم آتی تھی گویا اس طرز تحریر سے خطاطی کو جہاں عروج حاصل ہوا وہاں اس کی چھپائی بھی آسان ہو گئی۔

چہارم حکومت وقت چاہتی تھی کہ مغربی علوم کو ترقی دی جائے چونکہ اردو اخبار اس ترقی کے لیے زینہ تھے اس لیے حکومت کے بعض اخباروں کی ایک خاص تعداد افسروں، سکولوں اور کالجوں کے لیے خرید لیتی، اس طرح ان اخبارات کو معاشی سہارا مل جاتا درج بالا وجوہات کی بنا پر اردو صحافت کو مزید فروغ حاصل ہوا اور دہلی لاہور، سیالکوٹ، ملتان، گوجرانوالہ، گجرات، پشاور، راولپنڈی، شملہ، لدھیانہ، امرتسر، آگرہ، لکھنؤ، بنارس، بریلی، علی گڑھ اور مدراس سے بے شمار اخبارات نکل آئے بہرحال اشاعت کے لحاظ سے بڑے مراکز لاہور اور دہلی ہی رہے۔(۷) لاہور میں ہندوؤں کے نصف درجن اردو روزنامے تھے جو اردو اور ہندی رسم الخط میں شائع ہوتے تھے ان میں نمایاں ''پرتاپ'' اور ''ملاپ'' تھے یہ بیس پچیس سال تک رہے ان سے کچھ کم اشاعت کے اخبار ''ویر بھارت'' ''بندے ماترم'' اور ''پربھات'' تھے سکھوں کا روزنامہ ''اجیت'' تھا اس طرح جاٹ مہاسبھا کا اخبار روزنامہ ''رہبر ہند'' تھا۔(۸)

لاہور میں اخبار نویسی ۱۸۴۹ء تا ۱۹۰۰ء

۱۸۴۹ء میں لاہور انگریزوں کے زیر نگیں آیا اور ڈیڑھ برس کے اندر اندر وہ تحریک شروع ہوئی جس نے پنجابی اور فارسی کی بساط الٹ دی اور اردو کو فروغ حاصل ہوا انگریزوں نے پنجابی کو اس پرانے مقام پر لا کھڑا کیا جہاں وہ صدیوں سے پڑی تھی اور فارسی کو منظم طور پر ختم کر کے اردو کو سرکاری دفاتر کی رانی بنا دیا۔ پہلے فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام اردو کو فروغ ملا پھر اسے ہندوستان بھر میں عدالتی زبان بننے کا شرف حاصل ہوا اردو اخبار نکالے گئے اور جب پنجاب کا الحاق ہوا تو یہاں سے بھی فارسی کو دیس نکالا ملا اور ہر طرف اردو زبان کا رواج ہوا۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک ۴۳ سال کا عرصہ صحیح معنوں میں اردو اخبارات و رسائل کا ارتقائی دور کہلا سکتا ہے۔ اس دور میں پنجاب میں کل ۲۹۲ اخبارات و جرائد شائع ہوتے تھے ان میں ۵ روزنامے تھے ایک سو ستاون ہفت روزہ، ایک سو آٹھ ماہنامے، ۱۴ پندرہ روزہ، ۴ دس روزہ، ۳ سہ ماہی، ایک سہ روزہ۔ لاہور اس وقت پنجاب میں صحافت کا سب سے بڑا مرکز تھا ۲۹۲ اخبارات و جرائد میں سے ۱۴۱ یعنی نصف صرف لاہور سے جاری ہوئے۔ ان اخبارت کی کتابت باریک خبریں علیحدہ طور پر الگ الگ سرخیوں کے بغیر اوپر نیچے مسلسل درج کی جاتیں۔(۹)

کوہ نور

لاہور میں صحافت کی اس تحریک کا آغاز ''کوہ نور'' سے ہوا جو ہر سکھ رائے نے ۱۴ جنوری ۱۸۵۰ء ہفت روزہ کے طور پر نکالا یہ ۱۸۸۸ء میں روزنامہ بن گیا۔(۱۰) اور ۱۸۹۴ء میں بند ہو گیا۔ منشی ہر سکھ رائے سکندر آباد (یوپی) کے ایک کائستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور انگریزوں کے ممدوح تھے اور انگریز ان پر بے حد اعتماد کرتے تھے یہ اخبار اردو میں نکلتا تھا اس وقت اخبارات میں خطاطی کا ایک باقاعدہ شعبہ ہوتا تھا جو خبروں کی کتابت سے لیکر اخبار کی لے آؤٹ تک کے فرائض انجام دیتا۔ اس کے خطاطوں میں پنڈت دیا رام کول شامل تھے۔(۱۱) پنڈت دیا رام کول ایک کشمیری برہمن تھے انیسویں صدی کی تیسری دہائی کے وسط میں وہ لاہور منتقل ہو گئے جہاں پہلے ہی دیوان دھنی داس' دیوان بھوانی داس' دیوان گنگو رام' و دیوان دینی ناتھ اور متر بیلی رام جیسے لوگ راجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں موجود تھے۔ دیا رام کول نے کوہ نور پریس میں بحیثیت خطاط اور آرٹسٹ کام شروع کیا۔ جبکہ دوسرے کاتبوں میں میاں پیر بخش کے شاگرد مولوی فضل الدین صحاف تھے جس کے بارے میں کنہیالال تاریخ لاہور میں رقمطراز ہے۔

> ''یہ شخص نہایت عمدہ لکھنے والا ہے عربی اور فارسی خط اس کے لائق تعریف ہیں موٹے قلم سے لکھے ہوئے اس کے قطعات کی بہت قدر ہوتی ہے باریک قلم کی لکھی ہوئی کتابیں اس کی لوگ نہایت خوش ہو کر لیتے ہیں۔ مدت مدید تک یہ ''کوہ نور'' اخبار لکھتا رہا پھر سرکاری مطبع ڈائریکٹری میں کتابیں تحریر کرتا رہا۔ اب سپرنٹنڈنٹ مطبع سرکاری ہے۔(۱۲)

''کوہ نور'' کے تیسرے کاتب پنڈت مکند رام تھے جو ۱۸۳۱ء میں کشمیر میں پیدا ہوئے سولہ سال کی عمر میں لاہور چلے آئے یہاں پر انہوں نے خوشنویسی کا فن سیکھا۔ ذاتی شوق اور محنت سے انگریزی' فارسی اور سنسکرت پر عبور حاصل کیا۔ پنڈت مکند رام کے دو بیٹے پنڈت گوبند سہائے اور پنڈت گوپی ناتھ تھے۔ گوپی ناتھ باصلاحیت تھے۔ پنڈت مکند رام نے اپنے اس بیٹے کے تعاون سے تین اخبارات جاری کئے۔ ان میں ''اسمائے پنجاب'' جو یکم اپریل ۱۸۷۰ء کو جاری ہوا اور ایک ہندی اخبار ''متر بلاس'' جو کم و بیش بیس سال تک جاری رہا۔ پنڈت مکند رام ۱۸۹۷ء میں آنجہانی ہوئے تو ان کے بیٹوں نے اخبار کا نظم و نسق سنبھالا۔

لاہور کا پہلا علمی ماہنامہ ''خورشید پنجاب'' تھا جو ۱۸۵۶ء میں مطبع کوہ نور کے زیر اہتمام جاری ہوا۔(۱۳) مولوی سیف الدین ادیب دہلوی اس کے ایڈیٹر تھے جو ۱۸۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے رسمی تعلیم مڈل تھی شعر و سخن سے شغف تھا مرزا غالب کے شاگرد تھے اور ''کوہ نور'' کے ایڈیٹر بھی رہے موصوف نے ''رفیق ہند'' کے جواب میں ''شفیق ہند'' نکالا۔ سیف الحق ادیب' خوبرو' خوش وضع رنگین طبع' نازک خیال خوش تقریر' خوش تحریر آدمی تھے خوش نویسی میں بھی ملکہ تھا۔(۱۴) موصوف نے جون ۱۸۹۱ء میں دہلی میں انتقال کیا۔ کوہ نور کا حریف اخبار ''دریائے نور'' تھا اسے سراج الدین کی سرپرستی حاصل تھی۔ چند سال بعد ''لاہور گزٹ'' جاری ہوا جس کے کارکنوں کو چھ سات ماہ تنخواہ نہ ملی تو انہوں نے ہڑتال کر دی۔ ۱۸۵۶ء کی یہ ہڑتال لاہور میں کارکنوں کی پہلی ہڑتال تھی جس کے روح رواں خلیفہ محمد حسن' مہاراجہ کشمیر کے خطاط تھے۔ یکم مئی ۱۸۵۸ء کو سرکاری سرپرستی میں ایک ''سرکاری اخبار'' حکومت نے جاری کیا جس کے مدیر پنڈت اجودھیا پرشاد تھے' مولانا محمد حسین آزاد بھی اس سے کچھ عرصہ منسلک رہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے آغا محمد باقر نبیرہ آزاد کی وساطت سے ایک شمارہ دیکھا تھا جو ۲۴ فروری ۱۸۶۹ء کا تھا طباعت اور کتابت اعلیٰ درجے کی تھی ۱۸×۲۲/۴ سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل تھا ''کوہ نور'' کے شانہ بشانہ ایک اور اخبار ''پنجابی اخبار'' کے نام سے نکلا۔ اگرچہ اس کی زبان اردو تھی۔ یہ اخبار منشی محمد عظیم نے جاری کیا جو لاہور کے پہلے انگریزی اخبار ''لاہور کرانیکل'' کے بانی تھے۔

سراج الاخبار

لاہور کے علاوہ گرد و نواح میں بھی لاہور ہی سے فیض یافتہ حضرات نے اخبارات کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا ان

میں سے اہم اخبار ''سراج الاخبار'' جہلم سے مولوی فقیر محمد خان نے ہفتہ وار نکالا۔ (۱۴) موصوف ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں جہلم سے دو میل دور موضع چنن میں پیدا ہوئے والد کا نام سفارش محمد تھا۔ عربی فارسی کی تعلیم کے علاوہ دہلی جا کر نحو و فقہ منطق پر عبور حاصل کیا ۱۸۶۱ء کے بعد لاہور آ کر خوشنویسی کا فن سیکھا۔ (۱۵) فن کتابت میں امام ویردی م ۱۸۸۰ء جو اس وقت حویلی میاں خاں میں قیام پذیر تھے کے شاگرد بنے پھر انہی کے ایک شاگرد صوفی غلام محی الدین آنریری وکیل انجمن حمایت اسلام امور اور میر احمد حسن کاتب دہلوی سے اصلاح لی۔ کچھ دیر مطبع ناظر خیر اللہ خان کا بلی میں کتابت کا کام کیا۔ ۱۸۶۷ء سے مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں قانونی کتب کا کام شروع کیا۔ (۱۶) رسالہ ''انوار الشمس'' کی ادارتی ذمے داریاں سنبھالیں مارچ ۱۸۷۵ء کو ''آفتاب پنجاب'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور ۹ سال تک اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا فقیر محمد کو اپنے بیٹے سراج الدین کے انتقال کی موت کا گہرا صدمہ ہوا جس سے ۱۹۱۶ء میں انتقال کر گئے۔

جدید اردو صحافت کا آغاز

لاہور میں جدید اردو صحافت کا آغاز دو اخباروں سے ہوا۔ اولاً ''اخبار عام'' اور دوم ''پیسہ اخبار''

اخبار عام

یہ اخبار یکم جنوری ۱۸۷۱ء میں جاری ہوا اس کے ایڈیٹر گوپی ناتھ مالک پنڈت مکند رام تھے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ روزنامہ ہوا اور ۱۹۳۰ء میں بند ہو گیا۔ پنڈت مکند رام پیشے کے اعتبار سے کاتب تھے۔ اور ''کوہ نور'' میں کتابت کیا کرتے تھے جب اخبار جاری کرنے کا ارادہ کیا تو کتابت کو خیر باد کہا۔ (۱۷) اور پنڈت گوپی ناتھ کے تعاون سے ''اخبار عام'' نکالا اس کا سالانہ چندہ ڈھائی روپے اور قیمت فی پرچہ ایک پیسہ تھی۔ اس اخبار میں اسد اللہ کاتب تھے جو سیہون نزد کانپور سے لاہور آئے۔ (۱۸) اس وقت یہ اخبار پنڈت ہرسکھ رائے کی زیر ادارت نکلتا تھا۔

پیسہ اخبار

اس کے بانی مولوی محبوب عالم تھے یہ اخبار ۱۸۷۸ء میں گوجرانوالہ سے نکلا اور ۱۸۸۰ء میں لاہور منتقل ہوا۔ (۱۹) مولوی محبوب عالم خود ہی اس کے مدیر' مینجر ' کاتب سنگساز اور کلرک تھے۔ جلد ہی یہ اخبار اپنے مقابل ''اخبار عام'' سے بازی لے گیا ان اخبارات اول الذکر اور مؤخر الذکر اخبارات کے کاتبوں میں رمضان اول رمضان دوم قاضی غلام محمد' گلاب سنگھ' غلام محمد حکیم' محمد چراغ' ہیم راج' سراج الدین' عبداللطیف' محمد رفیع' میاں محمد رفیع جلالوی تھے۔ (۲۰) علاوہ ازیں مولوی محبوب عالم نے بچوں کا اخبار بالتصویر ۱۹۰۲ء میں جاری کیا جو خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور میں چھپتا تھا۔ (۲۱)

۱۸۹۴ء میں الحاق پنجاب کے بعد لاہور کو علم و ادب کے مرکز کی حیثیت سے اہمیت حاصل ہونے لگی اردو کے روایتی مراکز دہلی اور لکھنو میں اپنی اہمیت کھونے لگے مولانا الطاف حسین حالی اور مولانا محمد حسین آزاد جیسی علمی ادبی شخصیات لاہور میں جمع ہو گئیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لاہور اردو ادب اور صحافت کا ایک اہم مرکز بنتا گیا۔ (۲۲)

ڈاکٹر مسکین حجازی رقمطراز ہیں۔

''پنجاب کا دارالحکومت لاہور صحافت کا بہت بڑا مرکز بن گیا اور یہ دلی اور آگرہ وغیرہ کو بھی پیچھے چھوڑ گیا۔ (۲۳)

منشی محبوب عالم لکھتے ہیں۔ ۱۸۷۶ء میں اخبار ''انجمن پنجاب'' لاہور جاری ہوا۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۵ء تک شمالی ہندوستان میں ۴۱۹ اخبارات و جرائد شائع ہوئے ان میں لاہور سرفہرست ہے جہاں سے ۱۹۷ اخبارات و جرائد شائع ہوئے۔'' (۲۴) اسی دور میں آل انڈیا جاٹ مہاسبھا کے تحت ایک اخبار ''رہبر ہند'' ۱۸۸۵ء میں روزنامہ ہوا جس کی ادارت سید نادر علی سیفی کے سپرد تھی۔ اسی سال خواجہ احمد حسن نے روزنامچہ ''پنجاب'' کے نام سے ایک اخبار نکالا جو بہت جلد بند ہو گیا

''امپریل پیپر'' ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء کو منظر عام پر آیا یہ اخبار سولہ صفحات پر مشتمل تھا اس کے مالک رجب علی شاہ اور مہتمم سید رحمت علی شاہ تھے۔ ''امپریل پیپر'' کے شائع شدہ منظوم اشتہار سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطاطی کو صحافت میں کیا اہمیت حاصل تھی۔

رعیت کے مطالب با ادب سرکار عالی سے ہر اک موقع پر کرنا عرض اس پرچے کا منشا ہے
عبارت شستہ کاغذ تحفہ خوشخط خوشنما چھاپہ ظرافت اس قدر جتنا نمک کھانے میں ہوتا ہے

اس کے علاوہ اس اخبار کی خطاطی کی تعریف ''رفیق ہند'' نے بھی کی ہے۔ محرم علی چشتی نے ۵ جنوری ۱۸۸۴ء کو لاہور سے ہفتہ وار ''رفیق ہند'' جاری کیا جو ۱۹۰۴ء میں بند ہو گیا ۱۸۸۷ء میں مولوی سیف الدین ایڈیٹر ''شفیق ہند'' نے دو اور روزنامے ''نسیم صبح'' اور ''شام وصال'' جاری کئے۔ ۱۸۹۵ء میں ''زبدۃ الاخبار'' ہفتہ وار ڈاکٹر غلام نبی نے جاری کیا اور ''لاہور پنچ'' ہفتہ وار ۱۸۹۶ء میں عبدالرحمٰن کی ادارت میں جاری ہوا۔ یہ اخبار سبحانی پریس لاہور سے چھپ کر سنگ میل لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ ۱۸۹۵ء میں منشی محبوب عالم نے بابو دینا ناتھ کی ادارت میں ہفتہ وار ''انتخاب لاجواب'' نکالا بابو دینا ناتھ نے ۱۹۰۴ء میں ''ہندوستان'' جاری کیا اور ۱۹۰۷ء میں گوجرانوالہ سے اخبار ''انڈیا'' نکالا۔ ان اخبارات میں لاہور کے مقامی کاتبوں نے کتابت کے فرائض انجام دیئے۔

لاہور میں صحافت ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۰ء تک

بیسویں صدی کے آغاز میں سرشیخ عبدالقادر نے ۱۹۰۱ء میں ''مخزن'' کے نام سے ماہوار ادبی رسالہ نکالا یہ خادم التعلیم پنجاب پریس لاہور سے طبع ہوتا تھا اس کے پرنٹر منشی عبدالعزیز تھے۔ (۲۵) ''مخزن'' کی کتابت اور طباعت عمدہ تھی۔ (۲۶) نومبر ۱۹۰۱ء میں ہی لاہور ہی سے ایک ہفتہ وار ''پنجہ فولاد'' لالہ دینا ناتھ کے پریس شاہ عالم گیٹ لاہور میں چھپتا تھا۔ (۲۷) ۱۹۰۲ء میں ''شمشیر قلم'' کے نام سے ہفتہ وار کا آغاز ہوا جس کے مالک اور ایڈیٹر حافظ نور احمد خوشنویس تھے۔ (۲۸) یکم اگست ۱۹۰۲ء کو ''تالیف و اشاعت'' کے نام سے پندرہ روزہ مولوی سید ممتاز علی کی زیر ادارت رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور میں چھپتا تھا جس کی طباعت اور کتابت معیاری تھی۔ (۲۹) ہفتہ وار ''شریف'' سید جالب دہلوی کی ادارت میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا۔ اسی دور میں سید ممتاز علی نے دو اعلیٰ پائے کے ہفتہ وار اخبار جاری کئے ایک عورتوں کے لیے جس کا نام ''تہذیب نسواں'' اور دوسرا بچوں کے لیے جس کا نام ''پھول'' تھا سید ممتاز علی کے صاحبزادے سید امتیاز علی تاج بھی اس کی ادارت کرتے رہے بعد میں سید امتیاز علی تاج نے ''کہکشاں'' کے نام سے نہایت اعلیٰ درجے کا ادبی رسالہ نکالا اور پھر دو سال بعد ''شباب اردو'' جاری ہوا۔ ۴ جنوری ۱۹۰۱ء میں مولوی انشاء اللہ خان نے ''وطن'' جاری کیا جو حمیدیہ پریس لاہور سے چھپتا زمیندار کے آنے سے یہ اخبار روزنامے سے ہفت روزہ ہوا مولانا انشاء اللہ خان کے انتقال ۱۹۳۰ء کے پانچ برس کے بعد یعنی ۱۹۳۵ء میں بند ہوا۔

زمیندار

جون ۱۹۰۳ء میں مولوی سراج الدین احمد خان نے لاہور سے ہفت روزہ ''زمیندار'' جاری کیا۔ جو زمیندار پریس لاہور میں چھپتا تھا نومبر ۱۹۰۹ء میں اس کی ادارت سراج الدین کے بیٹے مولانا ظفر علی خان نے سنبھالی۔ قیام پاکستان کے وقت ''زمیندار'' لاہور کے اخباروں میں سب سے زیادہ اشاعت رکھتا تھا اس کی یہ پوزیشن ۱۹۵۳ء تک رہی۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں لاہور میں مارشل لا کے دوران ''زمیندار'' کو ایک سال کے لیے بند کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان علیل تھے اور ان کے فرزند مولانا اختر علی گرفتار ہو گئے اور مولانا کے پوتے مقصود علی خان نے ''آثار'' کے نام سے ایک اور روزنامہ جاری کیا۔ زمیندار نے نصف صدی سے زیادہ عمر پائی۔ (۳۰) اس دور میں افتخار احمد بولا' عبیداللہ منشی' برکت علی اور قدرت اللہ' ضیاء اللہ' عنایت اللہ خوشنویس اس ادارہ سے منسلک رہے۔ دیگر خطاطوں میں سید مشاہد حسین پسر سید زاہد حسین رضوی جو ۱۹۲۰ء میں امروہہ بھارت میں پیدا ہوئے تقسیم کے وقت پاکستان آ گئے اور ایک عرصہ تک روزنامہ ''زمیندار'' سے وابستہ رہے جبکہ حافظ محمد اعظم (۳۱)

''زمیندار'' کے ہیڈ کاتب تھے۔ موصوف روزنامہ ''انقلاب شہباز'' ''نوائے وقت'' سے بھی وابستہ رہے۔ ان کے علاوہ منشی محمد الدین کلیمی، منشی غلام حسین کاتب بھی ''زمیندار'' سے وابستہ رہے۔(۳۲) ۱۹۱۷ء میں مولانا ظفر علی خان نے سیاست میں حصہ لینے کے وعدہ کی بناپر ''ستارہ صبح'' کے نام سے ایک غیر سیاسی ہفت روزہ نکالا اور عالمی جنگ کے بعد ''زمیندار'' کا احیاء دوبارہ ہوا۔ یہ اخبار ۱۹۳۷ء تک نیشلسٹ اور کانگریسی رہا مگر اسے پہلے جیسا عروج نصیب نہ ہوا۔ ۱۹۳۷ء سے ''زمیندار'' مسلم لیگ کی حمایت کرنے لگا۔ اس دور میں اردو شاعری نے ''زمیندار'' کے ذریعے عروج پایا۔ اس اخبار کا لہجہ ترش اور انداز خطیبانہ تھا اس اخبار میں ایک اور معروف خطاط محمد حسین کلیمی تھے جو مولانا ظفر علی خان کی تحریک پاکستان سے متعلق جتنی نظمیں چھپتی تھیں وہ کتابت کیا کرتے۔(۳۳) مولانا برما کے دورے پر گئے تو مولانا ظفر علی خان کے بیٹے اختر علی کے ہاتھ جب ''زمیندار'' کی باگ ڈور آئی۔ اختر علی نے عملہ کتابت کی تنخواہیں روک لیں جس پر شعبہ کتابت نے ایک ماہ کے لیے ہڑتال کر دی اور اخبار ایک ماہ تک بند رہا ''زمیندار'' کے ایک خوشنویس حکیم محمد دین کے مطابق ہڑتال ختم کرانے کے لیے مولانا ظفر علی خان نے یہ تحریر لکھ کر دی کہ

''میں مزدور کی قوت کو خدائی قوت سمجھتا ہوں اور یونین کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس وقت جو کچھ میرے پاس ہے وہ ادا کرتا ہوں اور ایک ماہ میں بقایا جات بھی ادا کر دیئے جائیں گے''

اس ہڑتال کی درون خانہ چراغ حسن حسرت، مرتضیٰ احمد میکش، اشرف عطاء اور حاجی لق لق نے حمایت کی۔(۳۴) اس دور کے کاتبوں میں منشی محمد رمضان، منشی رشید احمد، منشی تاج دین، منشی عبدالحمید، منشی محمد صادق، منشی محمد مسعود اور منشی عبدالرحیم وابستہ رہے۔(۳۵)

''اردو اخبار'' و دیگر اخبارات

منشی رام اگروال ۱۹۰۳ء۔۱۹۰۴ء میں ہفتہ وار ''اردو اخبار'' جاری کیا موصوف تاجر کتب اور تعلیمی کتب خانہ پنجاب کے مہتمم تھے۔ اس کے ایڈیٹر مشہور مؤرخ محمد الدین فوق تھے۔ ہفتہ وار اخبار ''پرکاش'' کے مالک بوٹا سنگھ نے مولوی نبی بخش کی زیرادارت نکالا۔(۳۶) جس کے خوشنویس سیتا رام تھا۔ ۱۹۰۴ء میں لالہ دینا ناتھ اور رام بھج دت نے ''ہندوستان'' جاری کیا۔ جبکہ ''آزاد'' جنوری ۱۹۰۷ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ ۱۹۱۵ء میں ''دیپک'' کے نام سے ایک روزنامہ جاری ہوا جو جلد بند ہو گیا اور اخبار ''ہندوستان'' بھی ۱۹۱۹ء میں ختم ہو گیا۔ لالہ دینا ناتھ ہی نے ''ویش'' کے نام سے ایک اور اخبار جاری کیا جو ۱۹۲۴ء میں بند ہوا۔ اسی کی ادارت میں ''ہمالہ'' بھی کچھ عرصہ نکلتا رہا۔

۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۰ء کے گوشوارے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت لاہور صحافت کا بڑا مرکز تھا۔(۳۷) ''ہمایوں'' میں مغربی اور یورپی فنون پر لکھا جاتا تھا اس کا پہلا شمارہ ۱۹۲۲ء کو نمودار ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں مولانا سید حبیب نے ''سیاست'' نکالا اور یہ ۱۹۳۷ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔(ع۔۱) اس اخبار کے خوشنویسوں میں سلیمان، سراج الدین، عبدالقدوس، منشی عبدالقادر، دین محمد، محمد دین دہلوی، (۳۸) شامل ہیں۔ اس اخبار پر رائے زنی کرتے ہوئے ایس ایم اے فیروز لکھتے ہیں۔



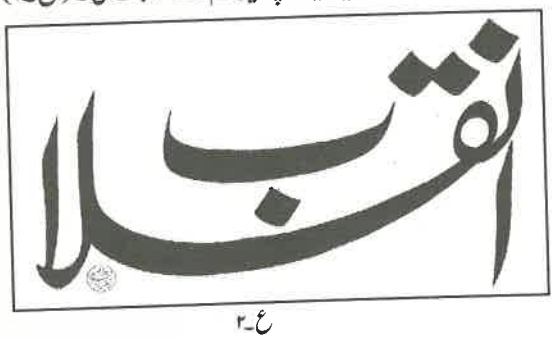
ع۔۱

''یہ ایک عام سا اخبار تھا جس کی اہمیت زیادہ نہیں تھی میں نے اس کا ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کا شمارہ دیکھا ہے اس کی کتابت بھدی اور طباعت ناقص ہے۔ ایک صفحہ ۴ کالموں میں تقسیم ہے اور صفحہ نظم سے شروع ہوتا ہے خبریں نہ ہونے کے برابر ہیں۔(۳۹)

آہستہ آہستہ اس کی کتابت قدرے بہتر ہو گئی۔(۴۰) اس اخبار کی پیشانی پروین رقم نے لکھی۔

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک روزنامہ ''انقلاب''

۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء کو ''انقلاب'' کا آغاز ہوا اس اخبار کے روح رواں مولانا غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک تھے۔ یہ اخبار ۲۹/۲×۲۲ کی تقطیع پر شائع ہوتا تھا اور اپنے آغاز سے لے کر ۱۹۳۹ء تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔(۴۱) ''انقلاب'' کے خوشنویسوں میں منشی لال دین' غلام فرید' منشی غلام جیلانی جالندھری' منشی محمود احمد لدھیانوی' مولوی عبدالحکیم کیلانی' مسعود الرحمٰن۔ بردار معروف آرٹسٹ موجد منشی شمیم وابستہ رہے۔(۴۲) انقلاب کی پیشانیاں پروین رقم نے کتابت کی۔(ع۔۲)



ع۔۲

روزنامہ ''انقلاب'' بیس سال تک نکلتا رہا۔ انقلاب کے دوسرے خطاطین میں منشی عبدالقدوس' منشی عبدالقادر ہیڈ کاتب' محمد دین' عبدالرحیم' رحیم اللہ شامل تھے۔ ''انقلاب'' کے اجراء کے بعد کئی اور مسلم اخبارات شائع ہوئے جن میں ''آزاد'' ''جمہور'' ''پاسبان'' اور ''تریاق'' شامل ہیں یہ سب اخبار بند ہو گئے مگر ''احسان'' اخبار جاری رہا اس کے جہانداد خان روزنامہ انقلاب بمبئی میں بڑا عرصہ رہے زیادہ تر خفی لکھتے چکوال کے رہنے والے تھے ۱۹۵۳ء میں تعمیر کراچی کے بعد جنگ راولپنڈی میں ملازم رہے۔ دوسرے دور میں اس کے کاتبین میں خوشی محمد ناصر قادری (۴۳) محمد شفیع ہیرانوالہ' محمد اسماعیل' عبدالعزیز بھیگوال' محمد اعظم چشتی نعت خواں' محمد حسین شاہ (گوجرانوالہ)' ظہور احمد کامونکی شامل ہیں جبکہ ہیڈ کتاب حافظ محمد اعظم تھے۔

۱۹۳۰ء میں لاہور سے ''سارنگ'' جاری ہوا یہ طباعت و کتابت اور مندرجات کے لحاظ سے ایک بہترین رسالہ تھا۔ ۱۹۳۱ء میں عبدالباقی اور صدیق طیب نے ''زمیندار'' سے علیحدہ ہو کر ''آزاد'' جاری کیا اگرچہ یہ خوبصورت پرچہ تھا مگر سرمائے کی کمی سے جلد ہی بند ہو گیا۔ اسی دور میں ''احرار'' چوہدری افضل حق کی ادارت میں مقبول عام پریس ریلوے روڈ لاہور سے طبع ہوتا۔ ۱۹۳۳ء میں ''حریت'' نکلا جس کی بندش کے بعد خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے ''مساوات'' امرتسر جاری کیا۔(۴۴) (ع۔۳) ۱۹۳۴ء میں ملک نور الٰہی نے روزنامہ ''احسان'' جاری کیا۔ ۱۹۳۷ء میں مرتضیٰ احمد خان میکش' مولانا چراغ حسن حسرت' باری علیگ اور اشرف عطا نے ''احسان'' سے علیحدہ ہو کر ''شہباز'' جاری کیا۔ ''زمزم'' سہ روز اخبار ۱۹۳۸ء میں جاری ہوا جبکہ عبدالمجید سہروردی نے ۱۹۴۰ء میں سہ روزہ اخبار ''مسلمان'' جاری کیا۔ ''احسان'' اخبار تیرہ سال اور ''شہباز'' آٹھ نو سال تک جاری رہا اور آخری اخبار ''نوائے وقت'' تھا جو روزنامے کی حیثیت سے تین سال پرانا تھا۔(ع۔۴) ان سب میں زیادہ اشاعت ''زمیندار'' کی تھی دوسرے نمبر پر ''نوائے وقت'' اور تیسرے نمبر پر ''انقلاب'' اور ''احسان'' تھے۔ ''شہباز'' کی اشاعت بہت کم تھی۔(۴۵)



ع۔۳

روزنامہ احسان

اس اخبار کے خوشنویسوں میں (تاج الدین زریں رقم کے شاگرد) امین خاور، محمد اشرف اور رانا نذیر عادلی (عبدالرشید عادلی کے بھائی) محمد شفیع (معراج کے) نزد علی پور چٹھہ) محمد شفیع انور، (ع۔۵،۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۱) شاگرد قاضی ظہور دین تھے۔ حکیم محمد رفیق قریشی، سلطان احمد شہباز، محمد عنایت اللہ سیالکوٹی، محمد بشیر بھابھڑا کامونکی، محمد ممتاز حال مقیم میو گارڈن علامہ اقبال روڈ لاہور اور معروف خطاط انور حسین نفیس رقم نے ملازمت کی ابتداء ''احسان'' اخبار سے ہی کی (ع۔۱۲) ان خطاطوں سے قبل اس اخبار میں رشید وارثی، (ع۔۱۳) محمد صادق، مولوی رشید، ظہور احمد اور محمد حسین مغل ملازمت کرتے رہے۔ قاضی ظہور دین اس اخبار کے ہیڈ کاتب تھے۔ جبکہ دیگر کاتبوں میں منشی محمد شریف، منشی نصیر الدین، منشی محمد یوسف، منشی محمد رفیق، منشی محمد نواز، قاضی نذیر حسین شامل رہے۔ (۴۶) ''احسان'' میں تحریک پاکستان کے بارے میں شائع ہونے والی نظمیں قاضی ظہور دین کتابت کرتے، ''احسان'' اور ''زمیندار'' کا دفتر دہلی دروازہ کے باہر حجازی بلڈنگ میں تھا ''شہباز'' اخبار ۱۹۴۶ء تک یونینسٹ پارٹی کا طرف دار تھا اور خضر حیات کی حمایت اس کی پالیسی تھی۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اخبار ملک نور الٰہی نے خرید لیا۔ جو کچھ عرصہ تک لاہور سے جاری رہا۔ پھر ملک صاحب نے یہ اخبار پشاور منتقل کر دیا جس کے ایڈیٹر شریف فاروق تھے۔ اس کے کاتبوں میں قاضی محمد صادق، منشی محمد صادق، محمد جمیل، نور حسین، غلام حیدر، منشی نور حسین، قاضی محمد شفیع، منشی فضل کریم، منشی عنایت علی، منشی عبدالحق، منشی فقیر احمد شامل تھے۔ (۴۷) اس کے بعد میکش، حسرت اور باری ''احسان'' سے الگ ہو گئے اور روزنامہ ''شہباز'' نکال لیا۔ جس کی پالیسی ''انقلاب'' اور ''احسان'' سے ملتی تھی۔ روزنامہ ''احسان'' بھی اچھی اشاعت کا حامل تھا چند سال خوب چلا لیکن تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مارشل لاء کے دوران



ع۔۴



محمد شفیع انور ع۔۵



محمد شفیع انور ع۔۶



محمد شفیع انور ع۔۷



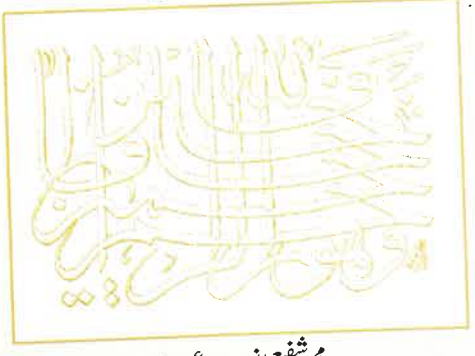
محمد شفیع انور ع۔۸



محمد شفیع انور ع۔۹



محمد شفیع انور ع۔۱۰



محمد شفیع انور ع۔۱۱

پابندی کا شکار ہوا پابندی اٹھنے کے بعد دوبارہ نکلا مگر جم نہ سکا۔ اس کے مالک ملک نور الٰہی کے فرزند مقبول الٰہی اوران کے ساتھی جناب شریف فاروق نے اخبار کے تن مردہ میں جان ڈالنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام ہوئے اگرچہ ملک نور الٰہی نے لاہور کا ''شہباز'' بھی خرید لیا تھا مگر اس کی اشاعت نہ ہونے کے برابر تھی۔(۴۸)

لاہور میں ہندوؤں اور سکھوں کے اخبارات

پرتاب

پہلی جنگ عظیم کے بعد ہندوؤں کے بڑے بڑے اخبار لاہور سے نکلے ان سب میں نمایاں ''پرتاب'' تھا۔(۴۹) جسے مہاشے کرشن نے ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء میں جاری کیا۔(۵۰) ''پرتاب'' کا دفتر موجودہ انارکلی لاہور کے ساتھ پانوں والی گلی میں راج پال کی دکان کے ساتھ تھا۔ ''پرتاب'' کے کاتبوں میں منگت رام، بھگت رام، دیوان چند مونگا (۵۱) اور اکرم شامل تھے(۵۲)۔ ان دنوں راج پال نے ''تردید اسلام'' کے نام سے رسالہ لکھا اور زیادہ اُجرت پر اس کی کتابت کے لیے مسلم کاتبوں کو پیش کش کی جس میں وہ ناکام رہا آج کل ''پرتاب'' دہلی اور حیدر آباد دکن (بھارت) سے نکلتا ہے اور مہاشے کرشن کی زیر ادارت ہے۔

ملاپ

''پرتاب'' کا مدمقابل ''ملاپ'' تھا جسے مہاشے خوشحال چند خورسند نے ۱۳ اپریل ۱۹۲۳ء کو لاہور سے جاری کیا۔(۵۳) یہ اخبار آج کل بھی دہلی اور حیدر آباد (بھارت) سے شائع ہوتا ہے اور اس کی ادارت خوشحال چند کے بیٹے مہاشہ ونبیرہ کے سپرد ہے۔ یہ دونوں مذکورہ اخبار آریہ سماجیوں سے متعلق تھے۔ ''ملاپ'' کے خطاطوں میں ہری رام، ملکھی رام، تیرتھ رام اور بنسی لال تھے جبکہ ہیڈ کاتب غلام حسین تھے۔

ویر بھارت و دیگر اخبارات

ان اخبارات کے مقابلہ میں سناتن دھرمی ہندوؤں نے گوسوامی گنیش دت کی رہنمائی میں تقسیم سے چند سال قبل ۱۹۴۲ء میں لالہ نانک چند ناز نے ''ویر بھارت'' جاری کیا۔(۵۴) جس کے خوشنویسوں میں دیس راج، رحمت خان، پنڈت ہرنرائن، گنگا سنگھ ۱۹۴۸ء میں عبدالجبار، نند لال، ملک راج، عبدالمجید، ٹھاکرداس، شمیم، حکیم محمد دین اور کھنڈا رام شامل تھے۔(۵۵)۔ جو ۱۹۲۰ء میں لالہ لاجپت رائے نے ایک مشترکہ سرمائے کی کمپنی قائم کر کے ''بندے ماترم'' جاری کیا۔ یہ اخبار اپنی اشاعت کے دوران دو تین مرتبہ بند ہوا اس کے مدیروں میں پنڈت میلا رام وفا بھی شامل رہے۔ بھائی پرمانند نے ۱۹۳۵ء میں ''ہندو'' نکالا۔

اجیت

لاہور میں سکھوں کے اخبارات میں ''اجیت'' ۱۹۴۳ء میں لاہور منتقل ہوا۔ اس کی ادارت سادھو سنگھ ہمدرد کے پاس تھی۔ اجیت کے خوشنویسوں میں مہر دین امرتسری، ایم ایل لال سنگھ، فتح محمد مرزائی، محمد حسین شاہ، نور حسین، مولوی حبیب اللہ اور محمد شفیع تھے۔ سب ایڈیٹر صالح محمد صدیق تھے۔ اسی دور میں آل انڈیا جاٹ مہاسبھا نے ''رہبر ہند'' نکالا۔ ''رنجیت'' ۱۱۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو لاہور سے جاری ہوا اور ''نیشنل کانگریس'' ڈاکٹر ستیہ پال نے جاری کیا۔ روزنامہ ''رنجیت'' کا دفتر مائی لاڈو کی مسجد کے قریب تھا اس کے ایڈیٹر نند لال عیش تھے اور شعبہ کتابت میں لاہور کے دیوراج اور یٰسین شامل تھے بعض خطاط جن میں حکیم محمد دین پیسہ رقم اور عبدالجبار شامل ہیں ان اخبارات کو ٹھیکے پر عملہ کتابت مہیا کرتے۔ حتیٰ کہ جب یہاں کے خطاط حضرات ہڑتال کرتے تو بہت سے کاتب امرتسر سے منگوا لیے جاتے۔ ہفتہ وار ''پارس'' کے خطاطوں میں دولت بخش، کرم چند، سیتا رام شامل تھے روزنامہ ''کرم

ویر'' کے ایڈیٹر کرم چند تھے اور بندہ میت نامی کاتب یہاں کام کرتا رہا۔ پرکاش کے کاتب سیتا رام تھے۔

بھارت ماتا

یہ روزنامہ نسبت روڈ لاہور سے نکلا جس کے ایڈیٹر نانک چند ناز اور دیوان چند بھاٹیہ تھے اس کے نیپالی ایڈیٹر ملک یوسف تھے۔ جبکہ اس کے خوشنویسوں میں محمد دین کلیمی' صادق' غلام فرید۔ کھوتا رام' حکیم محمد دین' غلام رسول اور مولوی عبدالشکور تھے۔ روزنامہ ''ویر بھارت'' دوبارہ نکلا تو یہاں دیس راج' پنڈت عبدالجبار' نندراج اور ملکر راج' عبدالجبار' شمیم' حکیم محمد دین جیسے خوشنویس وابستہ رہے۔

ماتری بھومی

اس اخبار کے مالک جی این کول تھے جبکہ خوشنویسوں میں اویس' دیوراج' اندر سنگھ' حکیم محمد دین اور منشی عبدالقادر تھے۔ یہ اخبار حکومت اور کانگریس کے خلاف تھے۔

خوشنویس یونین کا قیام

انہی دنوں تاریخ خوشنویسی میں ایک اہم موڑ آیا' جب برصغیر کے روزناموں میں کام کرنے والے خوشنویس ایک جھنڈے تلے متحد ہوئے تا کہ خوشنویس برادری کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اور اجرت کے مسائل حل کئے جاسکیں۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خوشنویس یونین کا قیام عمل میں آیا یونین کے پہلے صدر تاج الدین زریں رقم منتخب ہوئے جنہوں نے ملک کے طول وعرض کا دورہ کیا اور تمام بڑے شہروں میں خوش نویس یونین کی شاخیں قائم کیں۔ امرتسر' جالندھر' لدھیانہ' بہاولپور' کراچی' ملتان' راولپنڈی' پشاور' سیالکوٹ' فیصل آباد' سرگودھا' جموں' بمبئی اور حیدر آباد دکن وغیرہ میں بہ نفس نفیس یونین کے استحکام اور اس کے مقاصد کی ترویج واشاعت کے لیے خوشنویسوں سے ملاقاتیں کیں۔ انہی دنوں اجرت کے مسئلہ پر روزنامہ ''پرتاب'' کے خوشنویسوں نے ان سے رجوع کیا تو تاج الدین زریں رقم نے اخبار کے مالک مہاشے کرشن سے اجرت میں اضافے کا مطالبہ پیش کیا جس پر اس نے کہا کہ

''میں حکومت کے سامنے کبھی نہیں جھکا تو پھر خوش نویس کے روبرو کیسے جھک سکتا ہوں۔'' مگر مہاشے کرشن جھکے اور ایسے جھکے کہ بلاچوں چرا سارے مطالبات تسلیم کر لیے اور انہیں اجرت چار گنا کرنا پڑی۔ یہ مطالبات دوسری جنگ عظیم کے دوران بڑھتی ہوئی مہنگائی اور خوفناک قحط کی وجہ سے پیش کئے گئے تھے ''پرتاب'' اخبار کے مالک مہاشے کرشن کے مزاج میں رعونت تھی اس کے رویہ کے خلاف اور فن خطاطی کی عظمت کی خاطر اور خوشنویسوں کا وقار بحال رکھنے کے لیے جناب زریں رقم نے بھوک ہڑتال کی روزنامہ ''پربھات'' کے مالک نے بھی یونین سے ٹکر لی مگر دوسرے ہی دن زریں رقم کے پاس آ کر معاملہ سلجھایا۔ اس واقعہ کے بعد دیگر اخبارات نے بھی خوشنویسوں کی اُجرتیں بڑھا دیں۔ اس کے بعد لاہور کے مسلم اخبارات کے سامنے بھی مطالبات پیش کئے گئے عدم التفات کے باعث بیک وقت ہڑتال کر دی گئی حالات قابو سے باہر ہو گئے۔ یونین اور اخبارات کے مالکوں کے درمیان ممدوٹ ولا میں نواب افتخار حسین خان ممدوٹ اور راجہ غضنفر علی اور ممتاز دولتانہ وغیرہ نے سمجھوتہ کی کوشش کی جو بار آور نہ ہوئی بالآخر مسلم اخبارات نے بھی تمام مطالبات تسلیم کر لیے (۵۶) یونین کے قیام سے ۱۹۵۱ء یعنی ۱۴ سال تک تاج الدین زریں رقم یونین کے منصب صدارت پر فائز رہے اس دوران صرف ۱۹۴۸ء میں محمد صدیق الماس رقم صدر منتخب ہوئے۔ ۴ نومبر ۱۹۴۹ء کو پاکستان خوشنویس یونین نے جناب زریں رقم کے اعزاز میں عصرانہ دیا جس میں ان کی شاندار خدمات کے اعتراف میں ایک طلائی گھڑی اور انگوٹھی نذر کی گئی۔ اس سلسلے میں روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۴ نومبر ۱۹۴۹ء کی خبر ملاحظہ ہو۔

''لاہور ۶ نومبر ۴ بجے عصر منشی تاج الدین زریں رقم کے اعزاز میں خوشنویسوں نے ایک دعوت دی جس میں

یونین کے عہدیداروں کے علاوہ معزز شہریوں نے شمولیت کی سب سے پہلے عبدالحمید جنرل سیکرٹری نے سپاس نامہ میں زریں رقم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔(ع۔۱۴) کہ منشی تاج الدین زریں رقم نے فن خطاطی کو اعلیٰ معیار پر پہنچایا اور اسے ایک جدید فن کی حیثیت دی۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ممدوح نے فن کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے آپ نے خوشنویس حضرات کی پوزیشن مضبوط بنا کر بہت بڑا پارٹ ادا کیا ہے۔ جس کا ہمیں اعتراف ہے اس کے بعد منشی عبدالحمید شمیم، منشی عبدالجبار، منشی محمد الدین نے اپنی تقریروں میں تاج الدین زریں رقم کے اقدامات کو سراہا۔ خواجہ محمد شفیع اختر نے ایک پر کیف نظم پڑھی بعدازاں خوشنویسوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں ایک طلائی گھڑی اور انگوٹھی بطور نذرانہ پیش کی گئی آخر میں خطاط الملک نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔'' (۵۷)

۱۹۵۱ء کے بعد یونین کے حالات دگرگوں ہو گئے اگرچہ زریں رقم اپنی زندگی کے آخری تین چار سال صدارت کے عہدے پر فائز نہیں رہے لیکن ان کی شخصیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور خوشنویسوں کی فلاح و بہبود کے لیے خدمات انجام دیتے رہے۔

فیڈرل کونسل

۱۹۵۰ء میں میاں محمد شفیع مدیر ''اقدام'' سابق سیکرٹری جرنلسٹس ایسوسی ایشن نے خوشنویس یونین اور اخبار فروش یونین کی ایک مشترکہ ''فیڈرل کونسل'' بنانے کی تحریک کی۔ اس تجویز پر اتفاق رائے ہوا اور فیڈرل کونسل کا قیام عمل میں آ گیا جب ''سندھ آبزور'' کے مالک راشدی صاحب نے اخبار کے پریس سٹاف کو ظلم وستم کا شکار بنایا تو پنجاب میں زریں رقم کی زیر قیادت اخبارات میں ہمہ گیر ہڑتال ہوئی۔ انہوں نے خوشنویسوں، اخبار نویسوں اور اخبار فروشوں کے ایک عظیم الشان احتجاجی جلوس کی قیادت بھی کی اسی دن سہ پہر کو گول باغ لاہور میں ایک جلسہ بھی کیا گیا۔ بظاہر یہ کارروائی معمولی تھی مگر تمام اخبارات کا ایک ہی دن بند ہو جانا اپنے اثر کے لحاظ سے غیر معمولی واقعہ ثابت ہوا اس سے نہ صرف پاکستان میں تہلکہ مچ گیا بلکہ بیرونی ممالک میں بھی اس واقعہ کا بہت بڑا اثر ہوا۔ بالآخر کئی دن کی تحریک سے راشدی صاحب نے پریس سٹاف کے مطالبات مان لیے۔ حصول آزادی کے بعد بھی یونین چلتی رہی۔ زریں رقم تقسیم ملک کے بعد دو مرتبہ دہلی گئے پہلے دسمبر ۱۹۵۲ء میں اور پھر ستمبر ۱۹۵۴ء میں دہلی میں ان کا شاندار استقبال ہوا۔ دوسرے دورے کے دوران آل انڈیا خوشنویس یونین نے جناب زریں رقم کے اعزاز میں ۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ونگیر ہوٹل نئی دہلی میں پرتکلف پارٹی دی روزنامہ ''پرتاب'' نئی دہلی کی خبر ملاحظہ ہو۔

''نئی دہلی ۵ ستمبر آل انڈیا خوشنویس یونین کی طرف سے خطاط الملک منشی تاج الدین زریں رقم کے اعزاز میں ایک پرتکلف پارٹی ونگیر ہوٹل نئی دہلی میں دی گئی خطاط الملک کی گرم جوشانہ ملاقات سے متاثر ہو کر خوشنویس یونین پھر سے زندگی کا ثبوت بہم پہنچاتی نظر آتی تھی یونین کی طرف سے شری راجکپور جنرل سیکرٹری سردار نرائن سنگھ صدر یونین اور پنڈت رام پرشاد نے معزز مہمان کا سواگت کیا۔ شری الفت ایمن آبادی اور شری تاجور نے باموقع اشعار پڑھ کر سماں باندھا۔ خطاط الملک نے اس عزت افزائی کا مناسب الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور یونین کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ تاج صاحب اختلاج قلب کے علاج کے لیے دہلی آئے تھے آپ کل پاکستان جا رہے ہیں۔'' (۵۸)

یونین کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء تک پاکستان خوشنویس یونین اور عامل صحافی خوشنویس یونین کے مشترکہ صدر سید انور حسین نفیس رقم رہے۔

خواجہ شفیع تاج الدین زریں رقم کی بیٹھک ۴۹۔۱۹۴۸ء میں مسطر بنانے کا کام کرتے تھے۔ ان کا تیار کردہ کاغذ اعلیٰ اور معیاری ہوتا تھا، اچھے خوشنویس تھے، ان کے بیٹے خواجہ خورشید جن کا انتقال ۲ اگست ۱۹۹۳ء کو ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہوا اچھے

خوشنویس تھے جو روزنامہ ''امروز'' ملتان کے ہیڈ کاتب بھی رہے۔ انہوں نے ''ہلال پاکستان'' میں بھی کام کیا۔ ان کے بیٹے سلطان حیدر ''امروز'' میں سینئر خوشنویس رہے۔(۵۹) اس دوران الماس رقم نے ذاتی محنت اور کاوش سے محض فن خطاطی کو عروج پر ہی نہیں پہنچایا بلکہ فن کاروں کی فلاح و بہبود کے لیے بھی نتیجہ خیز جدوجہد کی۔ ۱۹۴۶ء میں انہیں خوشنویس یونین کا صدر چنا گیا۔(۶۰) اس حیثیت میں انہوں نے اخباروں میں کام کرنے والے خوشنویسوں کی تنخواہوں میں اضافہ کرایا ان کے حالات کار بہتر بنانے اور ان کی سماجی حیثیت کو بلند کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۶۲ء میں جب ورکنگ جرنلسٹس کے لیے ویج بورڈ ایوارڈ کا قیام عمل میں آیا۔ تو الماس رقم نے دوسرے رفقاء کے ساتھ مل کر خوشنویسوں کو جرنلسٹ تسلیم کرانے میں بھرپور کوشش کی اور دلائل سے یہ ثابت کیا کہ خوشنویس اخباری صنعت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے بغیر اردو صحافت کا تصور ممکن نہیں۔

جناب پرویں رقم' زریں رقم اور الماس رقم نے اگرچہ براہ راست تو اخبارات میں کام نہیں کیا لیکن بالواسطہ انہیں ان سے گہرا تعلق رہا۔ ان کے تلامذہ کی کثیر تعداد اخبارات سے وابستہ رہی اور اخباری خطاطی کو چار چاند لگائے۔ تعلق کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ان اساتذہ فن نے متعدد اخبارات کی پیشانیاں تحریر کیں۔ پرویں رقم مرحوم کی نوشتہ ''انقلاب'' ''سیاست'' اور ''نوائے وقت'' کی پیشانیاں ایک عرصہ تک فن سے داد تحسین حاصل کرتی رہیں۔ اس طرح الماس رقم نے بھی بہت سے اخبارات کی پیشانیاں لکھی۔(ع۔۱۵، ۱۶) جن میں ''زمیندار'' ''آفاق'' ''آغاز'' ''مغربی پاکستان'' ''سلطان'' روزنامہ ''غالب'' قابل ذکر ہیں۔ بادشمال کے کاتب منشی عطاء اللہ بخاری ہے الماس رقم لاہور آ کر روزنامہ ''زمیندار'' کے ہیڈ کاتب مولوی محبوب عالم کے پاس رہائش پذیر ہوئے۔ مولوی صاحب نے انہیں اس وقت کے ممتاز خوشنویس منشی ابراہیم سے متعارف کرایا اور آپ منشی صاحب کی بیٹھک واقعہ محلّہ سرکی بنداں میں کام کرنے لگے۔ بعض مواقع پر آپ نے اخبارات کے لیے خوشنویس عملہ بھی مہیا کیا۔ ۱۹۶۱ء میں پہلا ویج بورڈ ایوارڈ الماس رقم کی عہد صدارت میں نافذ ہوا۔ زریں رقم مرحوم نے ''زمیندار'' ''احسان'' ''شہباز'' ''نوائے وقت'' ''آزاد'' ''احرار'' ''انصاف'' ''چٹان'' ''کوہستان'' ''سفینہ'' ''جہاد'' کے علاوہ بہت سے اخبارات کی پیشانیاں لکھیں۔ پاکستان خوشنویس یونین کے صدر کی حیثیت سے تقریباً ہر نئے اخبار کے لیے خوشنویس عملہ آپ سے حاصل کیا جاتا رہا خطاطی میں اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر الماس رقم کی ۱۹۶۴ء میں برکت علی محمڈن ہال بل روڈ میں دستار بندی ہوئی۔



ع۔۱۵



ع۔۱۶

ماہنامہ ''سہیلی'' کے خطاطوں میں گلاب سنگھ کاتب اور خلیفہ طفیل تھے جبکہ حکیم محمد چراغ ہیڈ کاتب تھے ''نوائے کشمیر'' کے ایڈیٹر بابا عالم سیاہ پوش تھے جہاں کاتبوں میں عبداللطیف اور طارق وارثی شامل رہے۔(۶۱) ''بادشمال'' کے کاتب منشی عطا اللہ بخاری تھے۔

قیام پاکستان کے بعد لاہور میں صحافت

تقسیم ہند سے قبل صحافت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے سنسنی خیز صحافت اور سنجیدہ صحافت' سنسنی خیز صحافت کی

نمائندگی تمام ہندو اخبار (ماسوائے اخبار ''ہندو'' کے) اور ''زمیندار'' کرتے تھے۔ ''زمیندار'' کی اشاعت تو خاص نہ تھی جبکہ ہندو اخبارات کی اشاعت خاصی تھی۔ سنجیدہ اور مدلل صحافت کے نمائندہ اخبار ''انقلاب'' ''احسان'' ''شہباز'' اور ''نوائے وقت'' تھے۔ قیام پاکستان کے بعد پنجاب میں روزانہ اردو صحافت نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اردو صحافت ایک خوشگوار تکنیکی انقلاب سے دوچار ہوگئی۔ اخبارات کے صفحات کی تعداد زیادہ ہوئی' سائز بڑھا' خبروں کا معیار اور پیشکش کا انداز بہتر ہوا خصوصی اشاعتوں کا رواج چل نکلا پوری اردو صحافت مصور صحافت بن چکی تھی کتابت اور طباعت کا طریقہ یکسر بدل گیا۔

ویڈائک آفسٹ طریق طباعت

اب اکثر اردو اخبارات لیتھو کی بجائے ویڈائک آفسٹ طریق طباعت سے شائع ہونے لگے۔ جن کا صوری لحاظ سے دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ملک کے اخبارات سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس طریق کے مطابق لیتھو کی بجائے بڑ پیپر پر کتابت کی جاتی جسے زنک کی پلیٹ پر لے لیا جاتا۔ اخبارات کی اشاعتیں بہت بڑھ گیں۔ پنجاب کا دارالحکومت لاہور پاکستان میں اردو صحافت کا سب سے بڑا مرکز بنا۔ (۶۲) غیر مسلم اخبارات ٹریبون' پرتاب' ملاپ' ویر بھارت' بندے ماترم' پربھات' جے ہند' ویر پرتاب' یہاں سے نقل مکانی کر گئے۔ (۶۳) اتنے غیر مسلم اخبارات کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلم روزنامہ لاہور نہ آیا' ہاں مگر دہلی سے ''ڈان'' ''جنگ'' اور ''انجام'' کراچی آ گئے اور لاہور میں صرف چار اخبار رہ گئے۔ جن میں زمیندار' احسان' انقلاب' نوائے وقت ان کے علاوہ نئے اخبارات میں ملک احسان الٰہی کا ''آغاز'' جو ۱۹۴۷ء کو لاہور سے جاری ہوا۔ (۶۴) اور اس کی پیشانی محمد صدیق الماس رقم نے لکھی یہ اخبار زیادہ دیر نہ چل سکا۔ علی محمد برق کا ''طاقت'' وقار انبالوی کا ''سفینہ'' جن کے خطاطوں میں منشی محمد یٰسین' منشی چراغ دین' منشی محمد معصوم' منشی محمد عارف' منشی عبدالقادر' مرزا غلام مرتضیٰ' منشی عبدالقیوم' منشی محمد سرفراز' منشی یعقوب' سید حامد علی شامل رہے۔ (۶۵) شریف حسین سہروردی کا ''مغربی'' پاکستان'' مولانا نصر اللہ خان عزیز کا ''تسنیم'' زیر ادارت کوثر نیازی نکلتا رہا جس کا عملہ کتابت حکیم محمد دین اور عبدالغفور پر مشتمل تھا۔ حاجی برکت علی کا ''نوائے پاکستان'' اور امین الدین صحرائی کا ''جدید نظام'' بھی شامل تھے ان میں سے بیشتر بہت تھوڑا عرصہ جاری رہے۔ ''مسلم لیگ'' کے ایڈیٹر پروفیسر عنایت اللہ تھے جبکہ کاتب نور حسین' بشیر صادق' فقیر اللہ وزیر آبادی اور مولوی حبیب اللہ تھے۔ روزنامہ ''تعمیر'' راولپنڈی کے کاتبوں میں عبداللہ الرشید' منشی محمد یوسف' عبدالقدوس' حاکم علی' نذیر' راجہ ظفر' عبدالحئ' عبداللہ اور اس کے ایڈیٹروں میں نسیم حجازی شیخ عنایت اللہ' عبدالحمید اور حافظ مظہر الدین رہے۔ ''پرواز جدید'' جس کے مالک سید مصطفیٰ شاہ گیلانی اور مدیر عالی رضوی تھے اس کے کاتبوں میں عبدالحفیظ سوہاوی' قاضی عبدالطیف اور مولوی نور حسین شامل تھے ''پارس'' ویکلی کے مستقل کاتب دولت بخش تھے۔ ''ادب لطیف'' کے کاتب شریف حبشی تھے۔ جبکہ ادارت میرزا ادیب کے سپرد تھی اور کتابت کے فرائض محمد شفیع انور انجام دیتے تھے۔ نئے اخباروں میں ''ملت'' خاص طور پر قابل ذکر ہے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ کے زیر اہتمام جاری ہوا شبلی بی کام اس کے ایڈیٹر رہے۔ یہ اردو کا پہلا روزنامہ تھا جس نے بڑے پیمانے پر اخباری تصاویر کا سلسلہ شروع کیا مگر یہ بھی دو سال بعد بند ہو گیا۔ پھر مولانا مرتضیٰ احمد میکش کی ادارت میں ''مغربی پاکستان'' نکلا یہ بھی سال دو سال میں بند ہو گیا پھر اس کی ملکیت منتقل ہوئی تو دوبارہ نکل آیا۔ اس طرح ''نوائے پاکستان'' بھی نکلا اور کچھ عرصہ بعد بند ہو گیا۔ ''نوائے وقت'' کا ڈیکلریشن کالعدم ہونے سے نوائے پاکستان کی اشاعت پر بھرپور اثر پڑا علاوہ ازیں لاہور سے شیخ محمد سلیم نے صالح محمد صدیق (جو خود بھی خوشنویس تھے) کی ادارت میں ''ہلال پاکستان'' جاری کیا جس نے ایوب خان کے مارشل لاء کو للکارا۔ (۶۶)

قیام پاکستان کے بعد لاہور کے ''زمیندار'' ''انقلاب'' ''احسان'' اور ''نوائے وقت'' میں ''زمیندار'' سب سے کثیر الاشاعت تھا اور اس کی یہ حیثیت ۱۹۵۳ء تک رہی اس کے خوشنویسوں میں افتخار احمد بولا، عبیداللہ' برکت علی' قدرت اللہ' ضیاء اللہ اور عنایت اللہ شامل تھے اور محمد حسین کلیمی خطاط ''زمیندار'' کے صفحہ اول پر مولانا ظفر علی خان کی لکھی ہوئی نظمیں جلی قلم سے کتابت کرتے۔ ''احسان'' کی اشاعت درمیانہ درجہ کی تھی اس اخبار سے معروف خطاط وابستہ رہے جن کی تفصیل پیچھے دی جا چکی ہے یہ

اخبار نومبر ۱۹۴۹ء کو بند ہو گیا اور اسی سال ''انقلاب'' بند ہوا۔ اس کی جگہ ملک نور الٰہی نے ''شہباز'' نکالا۔ جو ایک متوسط اخبار تھا۔
قیام پاکستان سے ۱۹۷۹ء تک پنجاب میں مختلف ادوار میں جو اخبارات و جرائد شائع ہوتے رہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

روزنامے	تعداد	ہفت روزہ سہ روزہ	پندرہ روزہ
پنجاب	۳۷	۹۷	۱۵۷

پنجاب سے چار سہ ماہی اخبار شائع ہوئے۔ روزنامہ ''خاتون'' برعظیم میں عورتوں کا واحد روزنامہ تھا جس کی ادارت فاطمہ بیگم کرتی تھیں۔ قیام پاکستان کے بعد مشہور مصنف مولانا محمد سرور کی ادارت میں ''آفاق'' کے نام سے ہفت روزہ نکلا یہ اخبار ممتاز دولتانہ کے زیر اثر روزنامہ بن گیا اور ''نوائے وقت'' کی جبری بندش سے اس کی اشاعت بڑھی۔ ''نوائے وقت'' کی دوبارہ اشاعت سے اس کی اشاعت کم ہو گئی پھر اسے سعید سہگل نے خرید لیا اس کے چیف نیوز ایڈیٹر ظہور عالم شہید اور ایڈیٹر نور احمد سابق ڈائریکٹر انفارمیشن پنجاب مقرر ہوئے۔ اس کے عملہ کتابت میں یٰسین، اسحاق شوز، امین خاور، مولانا غلام حسین، ڈاکٹر ہدایت اللہ منہاس، محمد شفیع انور اور محمد اشرف شامل رہے۔(۶۷) یہ اخبار کچھ عرصے بعد پھر بند ہو گیا۔ قیام پاکستان کی بعد کثیر الاشاعت اخبارات میں روزنامہ ''امروز'' اور ایک منفرد مقام کا حامل اخبار تھا۔ جو پروگریسو پیپر لمیٹڈ نے مولانا چراغ حسن حسرت کی زیر ادارت نکالا۔ محمد سرور جامعی اور ایوب کرمانی ان کے معاون تھے۔ ان تین حضرات کے علاوہ حسرت کے بعد احمد ندیم قاسمی اس کے ایڈیٹر تھے۔ ختم نبوت کی تحریک کے دوران اس کی اشاعت خاصی بڑھ گئی۔ ۱۹۵۶ء میں لاہور سے شائع ہونے والے اخبارات میں ''آفاق'' ''آثار'' ''احسان'' ''ہلال پاکستان'' ''امروز'' ''جدید نظام'' کے خطاطوں میں منشی سلیم الدین اور منشی عبدالحق شامل رہے۔ ''کوہستان'' ''ملت'' ''مجاہد'' کے خطاطوں میں منشی فرحت، منشی غلام مصطفیٰ، منشی ہدایت اللہ، منشی میر مدد علی، شامل تھے(۶۸) ''نوائے کشمیر'' ''نوائے پاکستان'' ''نوائے وقت'' ''سفینہ'' ''ترجمان'' ''تسنیم'' ''وقت'' ''زمیندار'' ''مغربی پاکستان'' ''منشور'' جبکہ فیصل آباد سے ''آفاق'' ''عوام'' ''ڈیلی بزنس'' ''اعلان'' ''غریب'' ''سعادت'' ''تاجر'' اور راولپنڈی کے ''ہلال'' نوائے پاکستان ''تعمیر'' ''کوہستان'' اور ''زمیندار'' سیالکوٹ سے ''جہاد'' اور ''پرواز'' کے خطاطوں نے اپنی قلموں سے ان اخبارات کے قرطاس سجائے اور پنجاب کے دیگر علاقوں بہاولپور، فیصل آباد، اوکاڑہ، جھنگ، سرگودھا، بھلوال، گوجرانوالہ سے تقریباً مقامی ۱۴۳ ماہ نامے، سہ روزے، ہفت روزے شائع ہوتے رہے۔(۶۹) ان میں پنجاب کے کاتب خدمات انجام دیتے رہے۔

روزنامہ امروز

اخباری خطاطی کے اعتبار سے اگر پاک و ہند کی صحافت کا جائزہ لیا جائے تو مولانا ابوالکلام آزاد کا ہفت روزہ ''الہلال'' حسن کتابت اور طباعت کے لحاظ سے بلندی پر نظر آئے گا۔ مگر ملکی صحافت کی تاریخ میں روزنامہ ''امروز'' وہ واحد اخبار ہے جس نے صحافت کو جدید اسلوب کتابت و طباعت اور نئے زاویہ ترتیب و زیبائش سے مزین کر کے ایک تنوع بخشا۔ اس کے بانیوں میں میاں افتخار الدین، فیض احمد فیض، چراغ حسن حسرت، احمد ندیم قاسمی اور ایوب کرمانی وغیرہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں ان میں مولانا چراغ حسن حسرت کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے ۱۹۴۸ء میں امروز کی عمارت کو ''حسن عمل'' کی اساس پر استعمال کیا۔(۷۰) کلکتہ میں قیام کے دوران آپ نے مولانا آزاد کے ''الہلال'' سے جو تاثر لیا تھا اس کی جھلک اردو روزنامہ ''امروز'' میں بھی نمایاں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ''امروز'' کے مرحلہ آغاز میں آپ نے برصغیر میں پروین رقم کے جدید اسلوب خطاطی کی نشوونما اور ارتقاء کے علمبردار تاج الدین زریں رقم سے ۶x۳ سائز میں امروز لکھنے کی فرمائش کی تاکہ لکڑی کے تراشیدہ حروف سے ایک بورڈ صدر دروازے پر آویزاں ہو سکے تاج صاحب اگرچہ نستعلیق کے استاد تھے مگر خط نسخ میں ادارہ ''امروز'' ہی کے خطاط اعلیٰ حافظ محمد یوسف سدیدی کی فنکارانہ چابکدستی اور فن کے معترف تھے۔ جن سے خط ثلث میں پہلے ان سے بورڈ اور پھر پیشانی لکھوا کر پرچے کا آغاز کر دیا گیا۔ ''امروز'' کے ادارہ تحریر کے لیے جہاں علم و فضل اور صحافتی استعداد کے اعتبار سے عظیم

شخصیت کی خدمات حاصل کی گئیں وہاں باکمال خوشنویسوں کی صلاحیتوں کو بھی بروئے کار لایا گیا۔ (ع۔۱۷) اس طرح برصغیر پاک و ہند میں امروز کو یہ شرف اولیت حاصل ہے کہ جس نے فن خطاطی کی نشو وارتقاء کے لیے بلند پایہ خوشنویس حضرات کے فن پاروں سے دنیا کو متعارف کرانے اور اُجرت کی بجائے معقول گریڈ اور الاؤنسوں پر مشتمل مشاہرے کی بنیاد قائم کی جو بعد میں دوسروں کے لیے مشعل راہ بنی۔ (۷۱)۔



ع۔۱۷

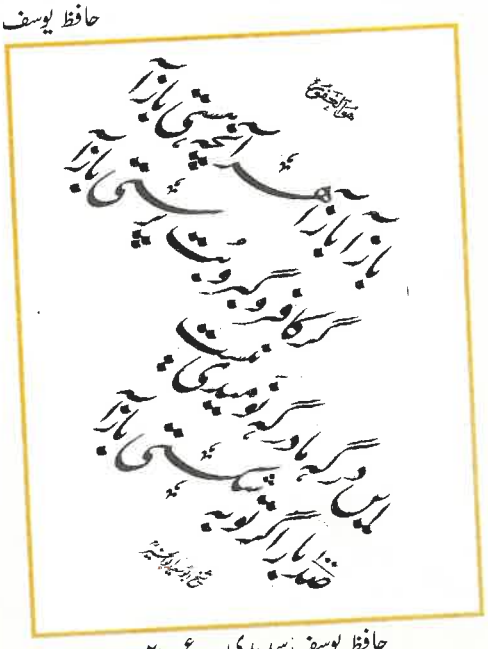
لاہور میں ''امروز'' اس کی اشاعت اس وقت بڑھی جب ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک کے سلسلے میں ''زمیندار'' ایک سال کے لیے بند کر دیا گیا امروز نے تحریک کے رہنماؤں کی تصاویر چھاپ کر اور خبریں ذرا زیادہ تفصیل سے دے کر ''زمیندار'' کے بہت سے پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ چنانچہ اس محاذ پر ادارہ امروز نے اپنے مرحلہ آغاز سے لے کر آج تک جو معرکتہ الآرا خدمات انجام دیں وہ ''امروز'' کے عظیم الشان خاص نمبروں، ہفت روزہ خصوصی اشاعتوں کی صورت میں آج بھی مطلع صحافت پر خورشید جہاں تاب کی طرح تابناک ہیں۔ ''امروز'' کے ان خاص نمبروں میں جہاں مضامین کا تنوع ہوتا وہاں فن خطاطی کے جواہر پاروں سے تزئین و آرائش کا کام بھی کیا جاتا امروز کی روزانہ شہ سرخیاں نت نئے انداز اور جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنے کی طرح بھی امروز ہی نے ڈالی۔ ۱۹۴۹ء میں چینی وزیراعظم چواین لائی کے دورہ پاکستان کے موقع پر امروز کی خصوصی اشاعت میں بعض سرخیوں کو اس طرح ڈیزائن کیا کہ ایک نظر میں ان پر چینی رسم الخط کا گمان گزرتا۔ جنہیں حافظ یوسف سدیدی نے خاص انداز میں لکھ کر چینی مہمانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ (۷۲) (ع۔۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱) ''امروز'' میں بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ حافظ صاحب جس دن شہ سرخی لکھیں اور وہ سرخی دفتر میں موجود رہ جائے فن خطاطی کے شائقین اور شاگردان یہ شہ سرخیاں پلیٹ لگنے کے بعد کاپی سے اکھاڑ کر ہمراہ لے جاتے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر ''امروز'' نے خط نسخ سے مزین روزانہ شماروں کے ساتھ ساتھ خاص نمبروں کی اشاعت کا اہتمام بھی کر کے عربوں کے دل و دماغ پر پاکستانی خطاطوں کی صلاحیتوں اور مہارت کے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ نیز اس ادارے نے روزانہ اخبارات کی اشاعت کے دوش بدوش لیل ونہار کے نام سے ایک متنوع ہفت روزہ جریدے کا اجراء کیا جو ''الہلال'' کے بعد برصغیر کی تاریخ صحافت میں پہلا پرچہ ایسا تھا جس کا ہر شمارہ بلند پایہ علمی تحقیقی تاریخی اور معلوماتی مضامین کا مجموعہ ہوتا۔ مندرجہ بالا حالات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ واقعۃً ادارہ امروز اسلامی تہذیب وثقافت کا اپنے ملی وقومی فنون لطیفہ کے نشوونما اور ذی صلاحیت



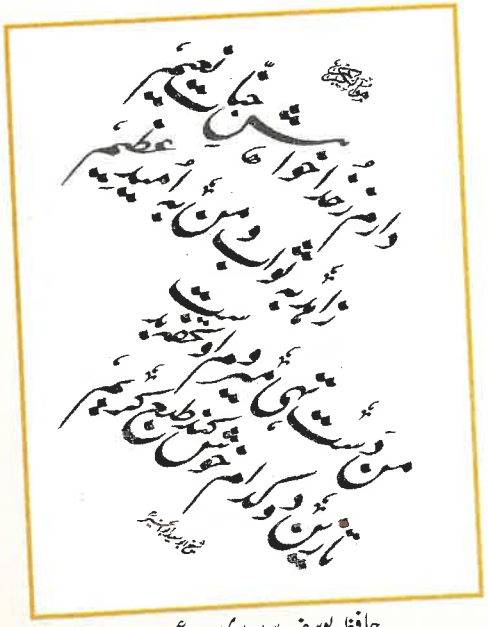
حافظ یوسف سدیدی ع۔۱۸

تو غنی از هر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

حافظ یوسف سدیدی ع۔۱۹



حافظ یوسف سدیدی ع۔۲۰



حافظ یوسف سدیدی ع۔۲۱

فنکاروں کی حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں بڑی خدمات انجام دے چکا ہے بہرحال یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ادارہ ''امروز'' نے پاکستان کی اردو صحافت میں خطاطی اور خوشنویسی کو بلند مقام عطا کر کے خطاط یا ماہرین فن کی ایک جماعت پیدا کی جس نے فن خطاطی جسے باوقار ذریعہ معاش کے طور پر اپنایا گیا۔ ادارہ ''امروز'' پاکستان میں فن خطاطی کا سرپرست اور اس ماحول میں شمع محفل کی حیثیت رکھتا ہے۔

روزنامہ ''امروز'' جو ظلمت کدہ صحافت کو فکری وفنی روشنی عطا کر کے پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ افروز رہا۔ ۱۹۹۲ء میں بند کر دیا گیا۔ امروز کے شعبہ کتابت سے منسلک خطاطین کی ایک کثیر تعداد تھی جس کے سرخیل حافظ محمد یوسف سدیدی خطاط ہفت قلم تھے۔ (۷۳) (حافظ صاحب کے شاگردوں میں نمایاں مقام کے حامل خالد جاوید یوسفی کے بقول)

> ''آپ نے فن خطاطی کے لیے جس شوق، توجہ اور وقت نظر سے مسلسل عمل کیا ہے میری رائے میں وہ ایک یونیورسٹی کا کام تھا آپ نے جن حالات میں کام شروع کیا اس وقت برصغیر میں عربی رسم الخطوط کا خاطر خواہ تعارف بھی موجود نہ تھا۔ خط نسخ البتہ مقامی انداز میں رائج تھا۔ حافظ صاحب نے اپنی خداداد ذہانت اور باریک بینی کے ساتھ کام کر کے مختلف رسم الخطوط کو نہ صرف اپنایا بلکہ مسلسل مشق کے ذریعے اسے عالمی معیار پر پہنچا دیا۔ ان رسم الخطوط کی تعداد کم وبیش ۳۱ ہے اور آج کے خوشنویس چند ایک سے زیادہ کا تعارف بھی نہیں رکھتے آپ کے معاصرین اور بعد میں آنے والے خطاطوں نے عربی رسم الخط کی مشق کے سلسلہ میں آپ سے براہ راست یا بالواسطہ رہنمائی ضرورت حاصل کی۔ آج دیگر خطوط مثلاً ثلث، رقاع نسخ، دیوانی، طغری، سنبلی، دیوانی جلی کا جو رواج ہو رہا ہے۔ دراصل آپ ہی کا فیضان ہے۔ (۷۴) ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۸ء کا دور اخباری خطاطی کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔''

حافظ صاحب ۱۹۴۸ء میں اپنے استاد کے ایماء پر روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ ہوئے۔ آپ کی تعیناتی بھی آپ کے کمال فن کے اعتراف میں کی گئی۔ اس وقت کے مدیر اعلیٰ چراغ حسن حسرت نے دیکھا تو بہت پسند کیا بعد ازاں ادارہ امروز نے تاج صاحب سے حافظ صاحب کو مانگ لیا۔ ملازمت اختیار کرنے کے بعد موصوف نے اظہار فن کے نت نئے انداز اپنائے اور اخباری صحافت میں خطاطی کی اہمیت منوالی۔ بعض اداروں کی طرف سے دلکش مشاہرے کی پیش کش اور بعد میں پیش آنے والے بعض ناموافق حالات کے باوجود روزنامہ ''امروز'' کی ملازمت سے وابستہ رہے اور ''امروز'' ہی سے ۱۹۸۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ جہاں حافظ یوسف سدیدی سے معروف سکالرز آ کر اپنی کتابوں کے سرورق لکھواتے۔ صوفی خورشید عالم خورشید رقم روزنامہ ''آفاق'' ریگل چوک (۷۵) اور روزنامہ امروز سے یوسف سدیدی عموماً رات کی ڈیوٹی پر رہے اور ڈیوٹی سے فارغ ہو کر اکٹھے دہلی دروازے ''احسان'' اخبار انور حسین نفیس رقم کے پاس چلے جاتے اور تینوں آزاد اخبار کے نیچے واقع ٹی سٹال پر چائے پیتے اور اپنی لکھی ہوئی شہ سرخیوں پر تبصرہ کرتے۔ (۷۶)

امروز سے وابستہ دیگر خطاط

پہلے دور میں منشی عبدالعزیز قریشی، منشی عبدالشکور، منشی محمد شفیع عباسی، منشی مظفر حسین، منشی محمود خان، منشی ریاست علی، منشی دل محمد، منشی زاہد حسین، منشی بشیر احمد، منشی دولت علی شامل تھے۔ (۷۷) جبکہ دوسرے دور میں محمود اکرم سیٹھی ولد محمد اکرم سیٹھی جو اشرف راحت کے شاگرد ہیں۔ عمر اس وقت ۴۸ سال ہے وہ روزنامہ ''اعلان'' کراچی ''صداقت'' کراچی اور ''انقلاب'' کراچی میں کتابت کر چکے ہیں، میاں منظور احمد ولد میاں دل محمد ۱۹۴۷ء کو فیض پور کلاں ضلع شیخوپورہ پیدا ہوئے خطاطی میں محمد صدیق الماس رقم اور سید انور حسین نفیس رقم کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''امروز'' ملتان، اور لاہور کے شعبہ کتابت میں کام کر چکے ہیں۔ محمد حنیف چوہدری ولد چوہدری محمد امین مارچ ۱۹۴۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی غلام یٰسین سے سیکھی۔ نذیر احمد جنجوعہ ولد محمد خان ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو نارنگ دھوتھڑالی گجرات میں پیدا ہوئے۔ موصوف ہفت روزہ ''چٹان'' ہفت روزہ ''جہاں نما'' ہفت روزہ

''امنگ'' روزنامہ ''وفاق'' روزنامہ ''آفتاب'' روزنامہ ''تقاضے'' اور روزنامہ ''امروز'' میں کام کر چکے ہیں۔ اکرام الحق شاگرد صوفی خورشید عالم خورشید رقم' محمد امجد ولد نذر محمد ۱۵ مئی ۱۹۶۴ء میں باگڑیانوالہ گجرات پیدا ہوئے۔ خطاطی عبدالحق' حبیب الرحمٰن (گجرات) سے سیکھی۔ محمد یوسف ولد غلام حیدر ۱۹۵۸ء میں بہاولپور میں پیدا ہوئے خطاطی مقبول احمد دھریمہ سے سیکھی۔ روزنامہ ''رہبر'' بہاولپور اور امروز لاہور میں کام کیا۔ مختار احمد قریشی ولد محمد ظفر قریشی ۲ اگست ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے ''مشرق'' لاہور اور ''امروز'' لاہور میں شعبہ کتابت سے منسلک رہے۔ عبدالمجید ولد میسیت اللہ مئی ۱۹۴۴ء میں راجہ جنگ ضلع قصور میں پیدا ہوئے خطاطی حاجی محمد اعظم منور رقم سے سیکھی امروز کے علاوہ ماہنامہ ''الراعی'' ماہنامہ ''آزاد دنیا'' روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ خواجہ سلطان حیدر ولد خواجہ خورشید حسن جعفری ۲۱ جنوری ۱۹۴۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے' خطاطی میں طالب حسین کے شاگرد ہیں محمد بشیر عابد ولد چوہدری تاج دین یکم فروری ۱۹۵۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی جناب غلام یٰسین سے سیکھی۔ امجد علی، حبیب علوی ولد عنایت اللہ علوی ۱۹۵۰ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی جناب انور حسین نفیس رقم اور غلام رسول منظر سے سیکھی۔ محمد اشرف تبسم ولد محمد شریف یکم جنوری ۱۹۴۷ء سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی محمد دین کپورتھلوی سے سیکھی۔ محمود انجم ولد محمد صدیق ۱۹۵۹ء فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ شہوار مرزا ولد حکیم مراد بخش ۲۲ مارچ ۱۹۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنے والد سے خطاطی سیکھی۔ محمد جاوید اختر ولد اللہ رکھا مغل بمقام کولار ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ خطاطی میں مولانا عنایت اللہ وارثی کے شاگرد ہیں روزنامہ ''امن'' کراچی ماہنامہ ''عمران ڈائجسٹ'' کراچی۔ ہفت روزہ ''سنگم'' کراچی۔ ''نوائے وقت'' کراچی' محمد ضیاء اللہ ولد محمد عبدالرشید ۹ فروری ۱۹۴۸ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی فیصل آباد کے خطاط محمد صدیق سے سیکھی روزنامہ ''غریب'' فیصل آباد' روزنامہ ''عوام'' فیصل آباد' ''ندائے ملت'' لاہور میں کام کیا۔ نذیر احمد پرواز منہاس ولد اللہ دتہ منہاس جنوری ۱۹۴۱ء موضع سمبڑیال خطاطی سردار علی شمیم اور پیر محمد کاوش سے سیکھی موصوف ۱۹۶۰ء میں ستار پریس وزیر آباد، پنجاب الیکٹرک پریس گجرات روزنامہ ''حالات'' لاہور اور ماہنامہ ''شمع'' لاہور روزنامہ ''سیاست'' ''جمہور'' اور ''امروز'' میں کام کیا۔ چوہدری فرزند علی ولد محمد شریف یکم جنوری ۱۹۴۶ء کو امرتسر (انڈیا) میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد حسین شاہ کے شاگرد ہیں۔ غلام مصطفیٰ تبسم ولد غلام محمد ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے خطاطی میں جناب سید انور حسین نفیس رقم کے شاگرد ہیں۔ عنایت اللہ وارثی ولد محمد حسین ۱۹۴۱ء میں کوٹ وارث پیدا ہوئے۔ روزنامہ ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' اور ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ بہار مصطفیٰ محمد سلیم انور بھی شعبہ کتابت سے منسلک رہے۔ رشید احمد ارشد ولد محمد طفیل خان ۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے خطاطی بشیر احمد راہی سے سیکھی ''وفاق'' ''کوہستان'' اور ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ محمد اشرف کاہلوں ولد چوہدری غلام محمد کاہلوں یکم جون ۱۹۴۲ء کو تاج پورہ میں پیدا ہوئے خطاطی عبدالرشید ممتاز رقم سے سیکھی۔ صوفی محمد صدیق ولد صوفی خورشید عالم خورشید رقم ۱۹۳۸ء میں ریاست کپورتھلہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی ادارہ اردو بازار ''آئین'' لاہور۔ روزنامہ ''آفاق'' اور ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ محمد الیاس ولد میاں عطاء محمد ۹ ستمبر ۱۹۴۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی منشی محمد رمضان فتح پوری کاتب ''زمیندار'' اخبار اور محمد یوسف سدیدی سے سیکھی رفیق احمد قریشی ولد محمد شفیع ۱۰ جنوری ۱۹۴۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے خطاطی محمد شفیع ولد عباس سے سیکھی۔ ''جاوداں'' ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' اور ہفت روزہ ''ہلال'' میں کتابت کر چکے ہیں۔ مقبول احمد ولد صوبے خان ۱۹۴۹ء میں ہیگر خورد تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پیدا ہوئے خطاطی صوفی برکت علی سے سیکھی امروز کے علاوہ روزنامہ ''آزاد'' اور مغربی پاکستان میں بھی کتابت کر چکے ہیں۔ نواب دین ولد رحمت علی ۱۹۴۵ء پٹیالہ (بھارت) میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی ۱۹۶۲ء میں لاہور آئے روزنامہ کوہستان اور مساوات سے منسلک رہ چکے ہیں۔ محمد طارق جاوید ولد قاضی حبیب اللہ مرحوم ۲۶ جون ۱۹۶۲ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے موصوف روزنامہ ''صداقت'' ''مصور'' میں کام کر چکے ہیں انوار الحق ولد عبدالحق ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء میں کپورتھلہ۔ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں خوشی محمد خوش رقم کے شاگرد ہیں۔ شوکت علی ولد محمد شفیع ۱۸ مارچ ۱۹۶۰ء میں گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ خطاطی میں محمد صدیق مرحوم کے شاگرد ہیں۔ محمد رفیق جاوید ولد ماسٹر دین محمد ۱۹۴۷ء کو امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے ۱۹۶۴ء میں لاہور آئے خطاطی قاضی ظہور دین صاحب سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان''

''جمہور'' ''امروز'' میں کام کر چکے ہیں۔ الحاج عبداللطیف ولد ماسٹر حاجی محمد عبداللہ ۱۹۳۴ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں محمد حسین شاہ کے شاگرد ہیں۔ قاضی مختار احمد ولد قاضی غلام نبی ۱۹۳۶ء میں سہارن چٹھہ ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ خطاطی محمد شریف عباسی گجرات سے سیکھی روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ محمد یوسف نظامی شرقپوری ولد غلام یٰسین ۴ جولائی ۱۹۵۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں حافظ محمد یوسف سدیدی کے شاگرد ہیں سہیل غفار محی الدین ولد غلام محی الدین خوشنویس ۹ ستمبر ۱۹۶۷ء کو جمال پور سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی منظور انور اور محمد صدیق سے سیکھی روزنامہ ''امروز'' کے علاوہ ''آفتاب'' ''وفاق'' سے وابستہ رہے۔ محمد زبیر ولد نذیر الحسن ۱۶ دسمبر ۱۹۶۹ء میں فیض باغ لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں منظور انور کے شاگرد ہیں روزنامہ ''امروز'' کے علاوہ ''شہاب'' اور ''تقاضے'' میں کام کر چکے ہیں۔ سید محسن علی شاہ ولد عبدالرحیم شاہ ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی ممتاز سے سیکھی۔ جمیل احمد خاں ولد بشیر احمد خان ۱۹۴۴ء میں ریاست رامپور (یوپی انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ امروز سے وابستہ رہے۔ سید عارف علی ولد سید غفار علی ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی منظور حسین سے سیکھی روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ محمود احمد ولد شاہ محمد فریدی ۱۹۴۶ء میں موضع سوکن ونڈ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد فاضل قریشی اور جمیل احمد تنویر رقم کے تلمیذ ہیں۔ محمد یونس ولد میاں عطا محمد ۱۴ مارچ ۱۹۴۳ء کو فتح گڑھ لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی رمضان خوشنویس سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان'' سے بھی وابستہ رہے۔ ظہور احمد ولد غلام محمد اگست ۱۹۴۹ء کو کاموکے میں پیدا ہوئے خطاطی میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''کوہستان'' اور ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ غلام رسول منظر روزنامہ ''آفاق'' فیصل آباد روزنامہ ''سعادت'' فیصل آباد ''بزنس رپورٹ'' فیصل آباد روزنامہ تاجر فیصل آباد روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ قاضی ظفر اقبال ولد قاضی غلام نبی ۱۳ اپریل ۱۹۴۷ء سہارن چٹھہ میں پیدا ہوئے خطاطی میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''امروز'' کے آرٹ سیکشن سے وابستہ رہے۔ آج کل اپنا کاروبار کر رہے ہیں۔ عبدالمجید ولد لال دین مارچ ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد پیدا ہوئے۔ محمد اشرف باجوہ ولد غلام رسول باجوہ فروری ۱۹۴۸ء میں کوٹ گکھہ (گجرات) میں پیدا ہوئے خطاطی میں عنایت اللہ وارثی کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''جاوداں'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد خالد جاوید یوسفی ولد چوہدری رحیم بخش حافظ یوسف سدیدی کے ہونہار شاگردوں میں سے ہیں (ع۔۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵) اگر حافظ یوسف سدیدی کے شاگردوں کے سرخیل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ موصوف ۲۵ اپریل ۱۹۵۰ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتداء میں چوہدری صدیق سے اور بعد میں ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۲ء تک حافظ محمد یوسف سدیدی سے نستعلیق، ثلث کوفی سیکھا ہفت روزہ ''جہاں نما'' ماہنامہ ''حور'' روزنامہ ''کوہستان'' اور روزنامہ ''مساوات'' کے بعد روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ ہوئے آج کل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں کام کر رہے ہیں محمد شفیع انور سیالوی، مشتاق احمد بھٹہ، جیسے خطاط بھی روزنامہ



محمد خالد جاوید یوسفی ع۔۲۲

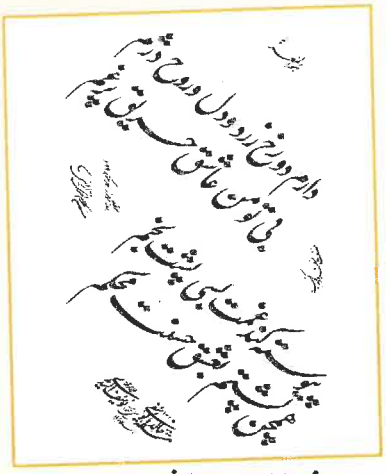


محمد خالد جاوید یوسفی ع۔۲۳



محمد خالد جاوید یوسفی ع۔۲۴

''امروز'' سے وابستہ رہے۔ (ع۔۲۶)علی احمد صابر چشتی' یوسف چوہدری' قاضی محمد صادق ولد غلام محمد' برکت علی ولد غلام حسین' اکرام الحق شاہ ولد سید غلام نبی قادری' محمد ہاشم الاعظمی ولد حافظ محمد اعظم' علی احمد صابر چشتی تلمیذ چوہدری محمد صدیق فیصل آباد ابتداء میں روزنامہ ''کوہستان'' اور بعد میں ''امروز'' سے وابستہ رہے۔(۷۸) اکرام الحق خوشنوس ''دارالسلام لاہور''(ع۔۲۷) محمد صدیق تلمیذ صوفی خورشید عالم خورشید رقم اپریل ۱۹۴۲ء میں بمقام ہیرووال ضلع شیخوپورہ پیدا ہوئے۔(ع۔۲۸) ''آفاق'' ''ہلال پاکستان'' اور ''آزاد'' امروز میں کام کر چکے ہیں۔(۷۹)



محمد خالد جاوید یوسفی ع۔۲۵



مشتاق احمد بھٹہ' ع۔۲۶

روزنامہ کوہستان

کوہستان ۱۴ اگست ۱۹۵۳ء میں علاقائی روزنامے کی حیثیت سے راولپنڈی سے نکلا جس کے بانی نسیم حجازی اور عنایت اللہ تھے چند سال بعد اس کا ایڈیشن لاہور سے بھی شروع کر دیا گیا۔ اس کے بعد لاہور کے ایڈیشن کو مرکزی حیثیت دے کر ملتان سے بھی ایک ایڈیشن جاری کیا گیا۔ اس طرح یہ اخبار لاہور' راولپنڈی اور ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا تھا جس کے روح رواں عنایت اللہ تھے انہوں نے ایسی جدتیں پیدا کیں جس سے اس اخبار کی اشاعت ۶۵ ہزار تک پہنچ گئی۔ جو اس زمانے میں روزنامہ ''جنگ'' کے سوا اور کسی اخبار کی نہیں تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے آفسٹ طباعت کا طریقہ اپنایا جس سے تصاویر کا دینا آسان ہو گیا۔ میک اپ اور خبروں کی ترتیب میں ایک نیا رنگ پیدا کیا گیا جو قاہرہ اور بیروت کے عربی اخبارات سے ملتا جلتا اور یہاں کی عام روش سے ہٹ کر تھا اس اخبار کی ترقی نصف النہار پر تھی کہ کارکنوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ عنایت اللہ اپنے ساتھیوں سمیت الگ ہو گئے اور ''مشرق'' نکال لیا۔ ''کوہستان'' بے رنگ ہونے لگا اس میں ایک غلط خبر چھاپنے کی پاداش میں حکومت نے اسے تین مہینے کے لیے بند کر دیا۔ جس نے اخبار کی معیشت کی کمر توڑ دی اس سے اخبار کا زوال شروع ہو گیا پہلے اسے پاکستان مسلم لیگ نے خریدا جس کی وجہ سے اخبار اپنی انفرادیت کھو بیٹھا اس کے بعد لیگ نے ہاتھ اٹھا لیا تو جماعت اسلامی کے ایک رہنما نے



اکرام الحق



اکرام الحق ع۔۲۷

بادِ رحمت سنک سنک جائے
وادیِ جاں مہک مہک جائے
جب چھڑے بات نطقِ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی
غنچۂ فن چٹک چٹک جائے

حفیظ تائب

چوہدری محمد صدیق ع۔۲۸

خرید لیا۔ وہ نہ چلا سکے تو اسے کارکنوں کے حوالے کر دیا گیا اور چند ماہ کے بعد اخبار بند ہو گیا۔ بہر حال اردو صحافت میں اس کی منفرد حیثیت ہے۔ ۶۷۔۱۹۶۶ء میں اس کے عملہ کتابت میں رشید اور آزاد، فیاض، محمد اقبال برادر خورد عبدالرحمٰن، چوہدری فضل حق، عبدالحق، محمد ممتاز، عبدالرحمٰن ناصر، عاشق حسین ہاشمی، علم الدین اعوان، حکیم محمد اشرف برادر محمد اکرم مدنوی، محمد عباس ''مشرق''، حافظ محمد حسین، محمد شریف، ایم شریف اور سید محمد شاہ مشہدی، محمد خالد رانا شامل ہیں ان میں سے بعض خوشنویس روزنامہ ''مشرق'' میں چلے گئے۔ کوہستان کے ہیڈ کاتب محمد شفیع انور سیالوی رہے۔

روزنامہ مشرق

۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو عنایت اللہ نے ''کوہستان'' کے بعض افراد کے ساتھ مل کر جن میں خوشنویس شریف گلزار شامل تھے لاہور سے جاری کیا اردو صحافت میں اصل انقلاب روزنامہ ''مشرق'' کے ذریعے آیا۔(۸۰) مشرق کے بانی عنایت اللہ خود بھی اچھے خوش نویس تھے اور خطاطی میں تاج الدین زریں رقم کے تلمیذ تھے۔(۸۱) یہ اخبار بڑے سائز کے بارہ صفحات پر مشتمل تھا اسے اردو کا پہلا مکمل اخبار قرار دیا جا سکتا ہے اس میں مواد زیادہ مہیا کیا گیا جو معاشرے کے تمام طبقوں کے لیے یکساں اہمیت کا حامل تھا۔ میک اپ کے اعتبار سے ''مشرق'' ایک انقلاب کا مظہر تھا۔ قبل ازیں ''امروز'' نے جو میک اپ اختیار کیا وہ برطانیہ کے اخبار ''دی ٹائمز'' سے ملتا جلتا تھا ''کوہستان'' کا انداز دنیائے اسلام کی عربی اخبارات سے مماثل تھا مگر ''مشرق'' نے خاص عوامی انداز اختیار کیا جس سے ''مشرق'' بہت جلد لاہور کی صحافت پر چھا گیا۔ ابتدائی دور میں ''مشرق'' کے عملہ کے ہر شخص نے سخت محنت اور لگن سے اس روزنامہ کو لاہور کی صحافت میں نمایاں مقام دلوایا شروع میں یہ اخبار کارکنوں کے ذریعے مفت تقسیم کیا گیا اخبار چھاپنے کے بعد وہ اسے ہر طبقہ تک پہنچاتے جس سے اس نے قبول عام کی سند حاصل کر لی۔ یہ اخبار بیک وقت کوئٹہ کراچی لاہور اور پشاور سے جاری ہوا اور پنجاب کے خطاطوں نے جہاں لاہور سے جاری اخبار کے لیے محنت کی وہاں کراچی اور کوئٹہ اور پشاور سے شائع کرنے میں میک اپ سرخیاں اور کتابت کے یکساں انداز کو اپنایا اور خوشنویسوں کی کثیر تعداد وابستہ رہی۔ ۱۹۹۵ء میں یہ اخبار بند کر دیا گیا۔

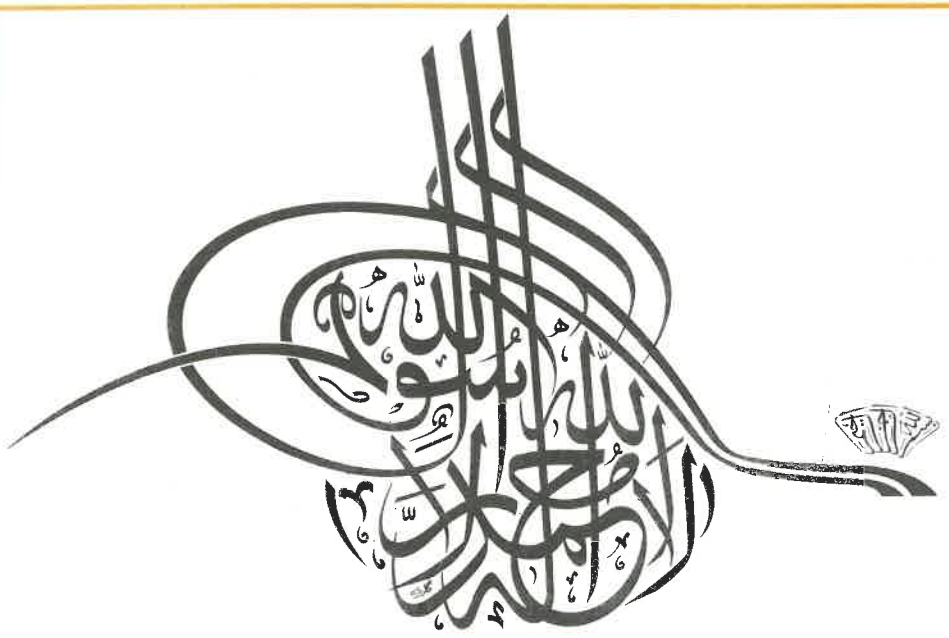
اخبارات میں آرٹ سیکشن

شریف گلزار کی سربراہی میں ''مشرق'' اخبار میں لے آؤٹ ''میک اپ'' کے لیے آرٹ سیکشن کا شعبہ قائم کیا گیا۔ پہلے آرٹ سیکشن کا کام ایڈیٹر حضرات ہی کیا کرتے تھے۔(۸۲) لیکن یہ شعبہ بھی خوشنویس حضرات نے سنبھالا چیف آرٹ ایڈیٹر شریف گلزار رہے۔(ع۔۲۹،۳۰) جنہوں نے غیر ملکی اخبارات و جرائد کے مطالعہ کے بعد مشرق اخبار میں انفرادیت قائم کی اس وقت یہ لوگ ایک بڑے اخبار ''کوہستان'' سے علیحدگی اختیار کر کے ''مشرق'' میں آئے۔ اس سیکشن کی افادیت کمپیوٹر کی آمد کے بعد آج بھی مسلم ہے۔ آرٹ سیکشن میں شعبہ کتابت سے منسلک افراد کی سلیکشن مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھ کر کی جاتی رہی۔

1-Contrast of colour 2- Contrast of tone 3- Contrast of size 4- Contrast of direction.

''مشرق'' میں تخت پوش کی جگہ عملہ کتابت کے لیے کرسیاں اور میزیں رکھی گئی لیکن بعض اخبارات کے کاتبوں کو تجرباتی طور پر بھی اس شعبہ سے منسلک کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ شعبہ ایڈیٹروں کے حلقہ اثر سے نکل کر کاتبوں کے ماتحت آ گیا سید انور حسین نفیس رقم لکھتے ہیں۔

> ''آج کل وقت کے نئے نئے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اخباری خطاطوں کے کام کی نوعیت میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہو چکی ہے پہلے لتھو کتابت ہوتی تھی آج کل وائنڈ انک طرز رائج ہے جس کے لیے بٹر پیپر پر کتابت کرنا پڑتی ہے جو لتھو کتابت کی نسبت مشکل ہے اسی طرح آفسٹ طریق کتابت بھی رائج ہے جس کے



کتبہ - شریف گلزار تلمیذ جناب خلیفہ احمد حسین سہیل رقم — ۴ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

شریف گلزار ع-۲۹



شریف گلزار ع-۳۰

لیے آرٹ پیپر پر کتابت کرنا پڑتی ہے اور وہ مشکل تر ہے اخبار کی کتابت پہلے کی نسبت خاصی باریک ہو چکی ہے جس سے نظر اور اعصاب متاثر ہو رہے ہیں۔ کاپی پیسٹنگ کا کام جو پہلے ایڈیٹر حضرات کرتے تھے عرصہ دس بارہ سال سے ہمارے خوشنویسوں کے سپرد ہے اور ڈسپلے کا کام اس پر مستزاد ہے رنگا رنگ فیچر ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں اور خاص خاص اشاعتوں کو دلکش انداز میں مزین کیا جا رہا ہے یہ سب ہمارے باسلیقہ و ہنرمند خطاطوں کی کرشمہ کاریاں ہیں اگر کسی شخص نے بھارت کے اردو اخبارات کو دیکھا ہے تو اسے اندازہ ہو گا کہ پاکستانی اخبارات کا معیار حسن اور فن خطاطی کا اوج کمال ان سے منزلوں آگے ہے۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس دور میں ہمارے اخبارات میں ایسے ایسے خطاط موجود ہیں جن کے فنی کمالات عہد مغلیہ کی یاد تازہ کرتے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے نستعلیق نگاری میں دنیا کا کوئی ملک پاکستانی خطاطوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔'' (۸۳)

نئے رسم الخط کا رواج

خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے شاگرد روزنامہ ''مشرق'' کے چیف آرٹ ایڈیٹر شریف گلزار نے نسخی طرز میں خالی جگہ کے مطابق یا جگہ کو بچانے کی غرض سے اور بین السطور کی پابندی رکھ کے ایک خاص خط کو رواج دیا جو سب سے پہلے ''مشرق'' ہی میں شروع ہوا۔ صحافتی میک اپ کی کتابیں جو لندن سے اپنے ہمراہ لائے ان کا باریک بینی سے مطالعہ کیا اردو صحافتی اصول ''کم الفاظ میں مدعا کے اصول'' کو مدنظر رکھ کر (جبکہ ''نوائے وقت'' ''امروز'' اور دوسرے اخبار خطاطی کے اسالیب کو مدنظر رکھ کر سرخیاں لکھتے) مشرق نے اس روایت کو توڑ کر کاتبوں کی ایک ایسی ٹیم تیار کی جن کو کہا گیا کہ دائرے شمسی لکھیں اور خطاطی کا انداز ترچھا نہ ہو قشقے چھوٹے رکھے جائیں۔ یہ طرز عربی اخبارات کے مطالعہ سے نکالی گئی اور جلد ہی قبول عام اختیار کر گئی واضح رہے کہ یہ طرز خالصتاً Saving of space کے اصول کو مدنظر رکھ کر وضع کی گئی۔ شریف گلزار ولد شادی خان ۱۹۳۱ء میں مندراں والا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ (۸۴) ۱۹۴۸ء میں بی اے کیا۔ ۱۹۵۳ء میں موصوف سیالکوٹ سے لاہور آئے۔ خطاطی میں خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے تلمیذ ہیں نسخ، ثلث، نستعلیق کے علاوہ گرافک آرٹس کے ماہر اور روزنامہ ''مشرق'' میں ایک خاص طرز کے بانی تھے۔ موصوف ۱۹۵۴ء میں صالح محمد صدیق کی ادارت میں ''ہلال پاکستان'' پھر ۱۹۶۳ء میں روزنامہ ''مشرق'' میں کام کیا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۹۷ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے خاندان میں آپ کا بھانجا رفیق شاذ بھتیجا سلیم، بھائی حمید اختر اور دوسرے بھائی کے بیٹے محمد اختر شعبہ کتابت سے ہی منسلک رہے۔ موصوف نے ''مشرق'' اخبار کے میک اپ اور ایک خاص انداز Display میں تبدیلیوں سے اس اخبار کی سرکولیشن بہت بڑھا لی موصوف نے بے شمار نمائشوں میں حصہ لیا۔ لتھو، آفسٹ، ویناٹیک کتابت میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ (۸۵) موصوف فرانس اور لندن میں خطاط کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔

روزنامہ مشرق کے دیگر خطاط

روزنامہ مشرق کے دیگر خطاطوں میں محمد نواز فاروقی ولد محمد عالم فاروقی ۹ جولائی ۱۹۴۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی ''مشرق'' کے علاوہ روزنامہ ''کوہستان'' روزنامہ ''جاوداں'' تیر و نشتر ''اخبار خواتین'' ''سب رنگ'' ڈائجسٹ اور شب رنگ ڈائجسٹ کی کتابت بھی کرتے رہے۔ سید یوسف علی شاہ ولد سید نبی شاہ ۱۹۳۵ء میں موضع منڈہالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی جناب محمد صدیق الماس رقم سے سیکھی ''مشرق'' میں آنے سے پہلے وہ ''کوہستان'' اور ''اخبار خواتین'' کراچی کے شعبہ کتابت سے منسلک رہے۔ محمد اختر ولد محمد دین ۱۲ مارچ ۱۹۴۷ء مندراں والا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ شریف گلزار کے بھتیجے تھے۔ خلیفہ نذر حسین ولد میاں محمد اسماعیل ۱۹۳۹ء کو بمقام کھرکڑا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ پیدا ہوئے خطاطی میں محمد حسین کے شاگرد ہیں۔ ''ہلال پاکستان'' میں بھی کام کر چکے ہیں بشیر عالم ولد قاضی محمد شریف ۱۸ اپریل ۱۹۳۹ء

فیروز پور (بھارت) میں پیدا ہوئے فن خطاطی میں منیر احمد فاروقی کے شاگرد ہیں۔ عزیز اختر محبوب ولد حکیم محمد دین جو ۱۵ جون ۱۹۷۵ء کو دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ خطاطی میں معروف خطاط تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے۔ روزنامہ ''کوہستان'' امروز اور مساوات میں کام کرتے رہے۔ موصوف کا بیٹا مسعود روزنامہ ''نیشن'' میں آرٹ ایڈیٹر ہے۔ حمید اختر ولد شادی خان ۱۹۴۲ء میں مندراں والہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے بھائی شریف گلزار سے سیکھی۔ محمد علیم اسلم ولد محمد اسلم ۴ دسمبر ۱۹۶۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد عباس کے شاگرد ہیں۔ سید زاہد علی رضوی ولد ناظر علی رضوی ۳۰ جون ۱۹۵۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے والد سید ناظر علی رضوی سے سیکھی اور مشرق سے منسلک رہے۔ ''جسارت'' ملتان ''جاوداں'' لاہور ''مصور'' ویکلی اور روزنامہ ''حیات'' میں کام کر چکے ہیں۔ سید تصور حسین زیدی ولد سید محمد اختر زیدی جو انجمن ترقی اردو کا کام کرتے رہے ۱۹۴۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ خطاطی اپنے والد سے سیکھی روزنامہ ''کردار'' سے بھی وابستہ رہے۔ مختار احمد مرزا ولد محمد حسین مرضع ہندل ضلع سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ فن خطاطی سید ناظر حسین شاہ سے سیکھی ''زمیندار'' اور ''تعمیر'' راولپنڈی ''کوہستان'' لاہور سے وابستہ رہے۔ محمد اسحاق ولد حبیب الرحمٰن ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے موصوف کچھ عرصہ ''مشرقی پاکستان'' (آج کل بنگلہ دیش) میں بھی رہے۔ خطاطی محمد بخش جمیل رقم سے سیکھی۔ محمد رفیق شاد ولد محمد صدیق اپریل ۱۹۵۳ء ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی شریف گلزار اور محمد عباس سے سیکھی۔ محمد یعقوب چوہان ولد غلام محمد ۱۹۳۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی خورشید عالم سے سیکھی روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے۔ عمر حیات والد معراج دین ۱۹۴۲ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی روزنامہ ''ہلال پاکستان'' روزنامہ ''زمیندار'' ''کوہستان'' مشرق میں کام کر چکے ہیں۔ مبارک علی فاروقی ولد محمد زمان فاروقی ۶ اگست ۱۹۵۵ء کو سلہو کی چٹھہ ضلع گوجرانوالہ پیدا ہوئے خطاطی کی تعلیم محمد عباس اور شریف گلزار سے حاصل کی۔ روزنامہ ''آفاق'' ''مشرق'' ''جنگ'' لاہور اور ''نوائے وقت'' کراچی اور ''اخبار وطن'' میں کام کر چکے ہیں۔ موصوف کے خاندان میں ان کے والد محمد زمان دادا حکیم محمد امین (جو اللہ والے کی قومی دکان کا کام کرتے رہے) ملک نذیر احمد ولد ملک غلام محمد ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی میں امین چغتائی (گوجرانوالہ) کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''غریب عوام'' ''ڈیلی بزنس'' ''نوائے وقت'' ''وفاق'' اور ''آفاق'' کے شعبہ کتابت سے منسلک رہے۔ محمد اشرف فاروقی ولد غلام رسول فاروقی ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں سید انور حسین نفیس رقم کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''مشرق'' کے علاوہ ''وفاق'' ''کوہستان'' ''جاوداں'' لاہور اور ''قومی دلیر'' (گوجرانوالہ) میں کام کر چکے ہیں۔ محمد اکرام ولد محمد شفیع ۱۹۳۸ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی محمد حسین شاہ سے سیکھی ''مشرق'' کے علاوہ ''کوہستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ صوفی محمد اصغر سندھو ولد میاں نواب دین ۱۶ جولائی ۱۹۴۴ء کو موضع لدھڑ ضلع لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد معصوم کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''سفینہ'' ''آزاد'' ''تسنیم'' ''زمیندار'' ''ہلال پاکستان'' ''مغربی پاکستان'' اور ''نوائے وقت'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ محمد وسیم خالد ولد خالد مسعود ۲۰ اگست ۱۹۶۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی محمد عباس خطاط اعلیٰ روزنامہ ''مشرق'' سے سیکھی۔ ظفر اقبال ولد محمد شفیع ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ پیدا ہوئے خطاطی اپنے تایا محمد عبداللہ سے سیکھی۔ محمد عباس ولد عبدالحق ۱۹۳۵ء میں اکبری منڈی لاہور میں پیدا ہوئے کراچی میں روزنامہ ''نو روز'' پھر روزنامہ ''وقت'' پھر روزنامہ ''اقبال'' میں کام کیا ہے اسی دوران اردو اکیڈمی سندھ میں محمد یوسف دہلوی کے ہاں ماہنامہ ''چنگاری'' کی کتابت کی اور اسی دوران شہناز پبلی کیشنز کے کئی ماہنامے ''منزل'' ''شہناز'' ''کونپل'' ''سالار'' وغیرہ میں کتابت کی ۱۹۵۴ء میں کراچی سے راولپنڈی آ کر روزنامہ ''تعمیر'' میں ملازمت اختیار کی۔ اس کے بعد ''زمیندار'' لاہور میں کام کیا۔ بعد میں ''ہلال'' اور ''قومی اخبار'' میں کام کیا پھر روزنامہ ''کوہستان'' سے وابستہ ہوئے۔ (۸۶) شروع میں دہلوی طرز کو اپنایا ۱۹۵۵ء میں اس طرز کو ترک کر کے لاہوری طرز کی مشق کی ۱۹۵۵ء میں لاہور کے معروف خطاط صوفی خورشید عالم سے کسب فیض کیا۔ ۱۹۶۷ء میں روزنامہ ''مشرق'' میں ملازمت کی۔ محمد ارشد ولد ولی محمد ۱۵ جون ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے خطاطی محمد عباس سے سیکھی۔ محمد حنیف ولد عبدالحمید ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے روزنامہ ''مشرق'' کے شعبہ کتابت سے وابستہ رہے حامد محمود ولد نواب دین بھی روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے۔ سید مظہر حسین ولد طفیل حسین، منیر

احمد بھٹی ولد غلام علی مینڈر ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے خطاطی میں الماس رقم کے شاگرد تھے وفات پا چکے ہیں۔ موصوف کے بیٹے زاہد رسول بھٹی بھی روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے۔ احمد کریم ولد محمد ابراہیم بھی روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے۔ حکیم محمد حارث گوندانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی خالد یوسفی اور حافظ نذیر احمد سے سیکھی۔ محمد اشرف قریشی ولد منشی محمد انور ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے خطاطی میں پیر عبدالحمید کے شاگرد ہیں روزنامہ ''ہلال پاکستان'' ''تسنیم'' اور ''کوہستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد اصغر بٹ ولد محمد اسلم بٹ ۵ فروری ۱۹۶۳ء کو لار ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی میں مولانا عبدالقادر وارثی کے شاگرد ہیں ''مشرق'' کے علاوہ ہفت روزہ ''آزاد'' (آزاد کشمیر) ماہنامہ ''صدائے حق'' اور ''امروز'' کے شعبہ کتابت سے وابستہ رہے۔ عالم ولد ارسلا خان ۱۹۴۱ء میں ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے خطاطی مولوی احمد حسین مبارک کمپنی والے سے سیکھی روزنامہ ''مشرق'' کے علاوہ ''سفینہ'' ''مغربی پاکستان'' ''حالات'' اور ''کوہستان'' میں کام کیا شکور المشرقی (عبدالشکور) ولد برکت علی ۱۶ اپریل ۱۹۴۵ء کو بھارت میں پیدا ہوئے خطاطی ڈاکٹر ہدایت اللہ منہاس روزنامہ (امروز) سے سیکھی۔ عبدالرشید گجراتی ولد نذیر حسین ۲۵ مئی ۱۹۳۷ء کو موضع نہر تحصیل گجرات میں پیدا ہوئے خطاطی غلام یٰسین سے سیکھی روزنانہ ''نوائے پاکستان'' چوک دالگراں لاہور۔ روزنامہ ''تعمیر'' ''راولپنڈی'' روزنامہ ''کوہستان'' راولپنڈی' روزنامہ ''مشرق'' لاہور' پشاور اور کراچی میں شعبہ کتابت سے وابستہ رہے۔ خادم علی ولد امام الدین یکم دسمبر ۱۹۴۱ء کو احمد نگر گوجرانوالہ پیدا ہوئے خطاطی عنایت اللہ وارثی (کوٹ وارث) سے سیکھی۔ خالد مسعود ولد علی اکبر ۱۹۴۵ء میں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی محمود احمد ابن الماس رقم سے سیکھی ''مشرق'' کے علاوہ ''کوہستان'' اور ''جاوداں'' میں کام کر چکے ہیں۔ نذیر احمد تنویر ولد قطب الدین ۱۹۴۳ء میں جاموں بولہ تحصیل وضلع گجرات میں پیدا ہوئے خطاطی محمد زمان سے سیکھی روزنانہ ''سفینہ'' ''آزاد مجاہد'' ''احسان'' اور ''کوہستان'' سے وابستہ رہے۔ عظمت علی ولد حاجی اللہ دتہ ۹ جنوری ۱۹۴۹ء میں ساہیوال میں پیدا ہوئے خطاطی میں ''امروز'' کے غلام رسول منظر رقم کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''مشرق'' کے کمپیوٹر سیکشن میں کام کرتے رہے ہیں۔ محمد زبیر ولد محمد فاضل گجرات میں پیدا ہوئے کتابت محمد یحییٰ سے سیکھی ۱۹۶۹ء میں ''مشرق'' سے وابستہ ہوئے۔ محمد عبداللہ ولد حافظ احمد دین لاہور میں پیدا ہوئے فن خطاطی حکیم عبدالجبار سے سیکھی روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں بھی کام کر چکے ہیں۔ جمشید علی ولد خوشی محمد ۱۹۴۹ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی ''مشرق'' کے علاوہ روزنامہ ''مغربی پاکستان'' ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' ''ندائے ملت'' میں کام کر چکے ہیں۔ رشید نقی ولد عبدالمجید ۱۹۴۱ء میں امرتسر بھارت میں پیدا ہوئے خطاطی میں شریف گلزار کے تلامذہ سے ہیں ''مشرق'' کے علاوہ ''کوہستان'' میں بھی رہے۔ نذیر احمد شاہد ولد محمد ماہی ۱۰ جون ۱۹۳۹ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی محمد علی (مشرق) سے سیکھی۔ ''مشرق'' کے علاوہ ''آفاق'' ''غریب'' ''ڈیلی بزنس'' ''وفاق'' ''نوائے وقت'' میں بھی کام کیا۔ محمد شریف علوی ولد احمد دین ۱۹۴۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے خطاطی میں قاضی مختار احمد کے شاگرد ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں لاہور آئے روزنامہ ''تسنیم'' اور ''کوہستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد صادق ولد رحیم بخش ۱۹۳۸ء میں ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی میں مبارک علی کے شاگرد ہیں روزنامہ ''اعلان'' فیصل آباد روزنامہ ''غریب'' ''تسنیم'' ''نوائے وقت'' میں کام کیا۔ نثار النبی ۹ نومبر ۱۹۵۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے ''امروز'' کے خوشنویس قاضی مختار احمد کے صاحبزادے ہیں خطاطی میں حافظ محمد یوسف' سید نفیس رقم' صوفی خورشید عالم کے شاگرد ہیں روزنامہ ''وفاق'' میں بھی کام کر چکے ہیں۔ (ع۔۳۱،۳۲) عرفان احمد ولد ارسلا خان ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ایبٹ



نثار النبی ع۔۳۱

آباد میں پیدا ہوئے خطاطی مولوی احمد حسین سے سیکھی ''مشرق'' کے علاوہ ''نوائے وقت'' ''مغربی پاکستان'' ''کوہستان'' ''مشرق'' کے شعبہ ہائے کتابت سے منسلک رہے ہیں ۔(ع۔۳۳،۳۴)۱۹۴۷ء میں لاہور آئے اور ۱۹۵۶ء میں خطاطی سیکھی۔محمد قمر فاروقی ولد محمد عالم فاروقی ۱۵ جون ۱۹۳۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں سید احمد عروج رقم ایمن آبادی کے تلامذہ سے ہیں۔روزنامہ ''مشرق'' کے علاوہ ''اعلان'' فیصل آباد ''سعادت'' ''عوام غریب'' اور ''ڈیلی بزنس'' فیصل آباد ''نوائے وقت'' لاہور ''کوہستان'' میں کتابت کے شعبہ سے وابستہ رہے۔محمد جمیل ولد عبداللطیف لاہور میں پیدا ہوئے ''مشرق'' میں دہاڑی دار کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔محمد دین ولد خوشی محمد لاہور میں ۹ نومبر ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ خطاطی ۱۹۵۶ء میں شروع کی اور حافظ محمد اعظم سے خطاطی سیکھی ۱۹۶۴ء سے وثیقہ نویسی کر رہے ہیں۔حافظ محمد ناظم ولد حافظ محمد اعظم لاہور اور شہباز اصغر ولد بشیر احمد شاہ بھی مشرق لاہور سے وابستہ رہے۔نذیر احمد بیگ ولد رشید احمد ''مشرق'' سے وابستہ رہے اور برکت علی ولد محمد دین گجرات میں پیدا ہوئے خطاطی میاں غلام یٰسین سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان'' ''احسان'' سے بھی وابستہ رہے۔رانا محمد نواز ولد حاجی عنایت اللہ ۱۹۴۸ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے خطاطی ظہور احمد سے سیکھی۔روزنامہ ''کوہستان'' ''جنگ'' ''اردو ڈائجسٹ'' ہفت روزہ ''زندگی'' ہفت روزہ ''پاک جمہوریت'' روزنامہ ''جمہور'' سے وابستہ رہے ۱۹۶۳ء سے کتابت کر رہے ہیں۔محمد سعید ولد معراج دین بھی روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ رہے۔

روزنامہ ''مشرق'' لاہور کے علاوہ کراچی میں بھی لاہور سے متعلق خطاطوں کی ایک کثیر تعداد ملازمت کرتی رہی' ''مشرق'' کراچی کے عملہ میں محمد زبیر ولد محمد شریف ۱۹۴۳ء میں حضرت کیلیانوالہ میں پیدا ہوئے۔موصوف کے والد اور دادا حکیم محمد علی بھی خطاط تھے۔آپ یکم جنوری ۱۹۶۷ء میں روزنامہ ''مشرق'' سے وابستہ ہوئے۔محمد اسلم ولد عبدالرشید خطاطی میں محمود اللہ صدیقی کے شاگرد ہیں بہاولپور کے ''رہبر'' اخبار میں کچھ دیر کام کیا اس کے علاوہ موصوف ''سنگ میل'' پبلی کیشنز کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔۱۹۶۸ء سے کراچی میں مقیم ہیں' محمد اسلم



ثارالنبی ع۔۳۲



عرفان احمد ع۔۳۳



عرفان احمد ع۔۳۴

لاہور' حاجی یونس گوجرانوالہ' ''مشرق'' کراچی سے وابستہ رہے۔عبدالرشید نے سیالکوٹ ۱۹۶۶ء میں کتابت شروع کی جامعہ نعیمیہ کے فارغ التحصیل ہیں ''کوہستان'' ملتان میں شریف گلزار سے خوشنویسی سیکھی مشرق لاہور کے بعد ''اخبارخواتین'' کراچی چلے گئے۔علاوہ ازیں ''مشرق'' کراچی کے خوشنویسوں میں مرزا مبارک علی ملتان' اسحاق گجراتی' محمد صدیق بھٹی لاہور' محمد منیر تبسم حافظ آباد منور بخت ملتان' محمد یونس کھوکھر سیالکوٹ' سلیمان گجرات' ضامن علی شاہ سرگودھا' محمد اقبال قریشی' محمد اشرف لاہور' نفیس بزمی' مشتاق جاوید فیصل آباد' محمد سلیمان گجرات' عبدالرشید سرگودھا' مظہر حسین گجراتی' نصیر احمد ایاز سیالکوٹ' محمد زبیر کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ رشید شاہد کھیالی نزد گوجرانوالہ' عبدالرحمٰن' محمد سعید دونوں بھائی ''مشرق'' کراچی سے وابستہ رہے اس وقت ہفت روزہ ''تکبیر'' کے سارے ٹائٹل ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ سے بنے ہوتے ہیں۔

روزنامہ مشرق کے خوشنویس دیگر شہروں میں

لاہور سے ''مشرق'' پشاور میں جانے والے خطاطوں میں صدیق ہزاروی اور نذیر شاہد شریف گلزار جب کہ کراچی مشرق میں جانے والے خوشنویسوں میں محمد یعقوب' نذیر شاہد' رشید شاہد' محمد اسماعیل' عرفان' یوسف سلیم اور عبدالرحمان اور مشرق کوئٹہ میں عرفان۔ حبیب الرحمان' شریف گلزار اور کرامت خوشنویس شامل ہیں قاضی مقصود (اخبار وطن) حافظ ضیاء اور ہمایوں اعجاز ''مشرق لندن'' شبیر شاہ جنگ میں آٹھ سے دس خوشنویس اور ''ملت'' میں اتنے ہی خوشنویس کام کرتے رہے ہیں ''ملت'' ۱۹۸۲ء میں بند ہوا شہریار' حبیب الرحمٰن اور شریف گلزار نے ''نظارہ ڈائجسٹ'' کے نام سے ایک ماہنامہ نکالا اس سلسلے میں شہریار' حبیب الرحمان نے شریف گلزار کی معاونت کی اس کی کتابت مشتاق احمد بھٹہ مصنف کے چچا اور محمد اقبال بھٹہ (راقم الحروف) اور محمد اختر کرتے رہے مگر یہ ڈائجسٹ ۱۹۸۱ء میں بند ہو گیا۔

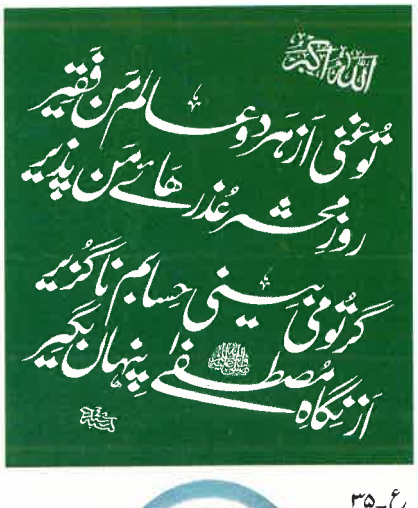
روزنامہ نوائے وقت

''نوائے وقت'' مارچ ۱۹۴۰ء میں پندرہ روزہ کے روپ میں ابھرا۔۱۹۴۲ء میں ہفت روزہ ہو گیا اور ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو روزنامہ بن گیا۔(۸۷) یہ اخبار مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا ترجمان تھا اس اخبار کے بانی حمید نظامی تھے۔''نوائے وقت'' کے ہیڈ کاتب بالترتیب سید انور حسین نفیس رقم' غلام نبی' محمد افتخار بھٹہ' محمد شفیع انور سیالوی اور رشید احمد وارثی رہے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء کا دور خطاطی کے لحاظ سے اہم رہا۔''آفاق'' میں صوفی خورشید عالم اور ''امروز'' میں حافظ یوسف سدیدی ''نوائے وقت'' میں سید نفیس رقم اخبارات کی شہ سرخیاں لکھتے۔ جو شائقین خطاطی کے لیے مکاتیب کا کام دیتیں۔مرحوم حمید نظامی فن خطاطی کو خوب سمجھتے اور اخبار کی کتابت کی بہتری کے لیے جو حکم نامے انہوں نے اپنے ہیڈ کاتب کو دیئے۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ معیاری کتابت کے کس قدر خواہاں تھے۔

''نوائے وقت'' کے دیگر خطاطین

ابتدائی دور میں منشی غلام نبی' منشی عبیدالرحمٰن' منشی محمد اخلاق' منشی شفیع منشی کرم دین' منشی احفاظ الرحیم منشی محمد امین' منشی نثار احمد مولوی عنایت اللہ' منشی محمد اسحاق' منشی سعید احمد' منشی غلام محمد وابستہ رہے۔(۸۸) محمد افتخار بھٹہ ولد غلام محمد جنوری ۱۹۱۸ء میں مزنگ لاہور پیدا ہوئے۔ خطاطی محمد یوسف ممتاز رقم الہ آبادی (وزیر آبادی) اور حکیم محمد چراغ (نتھو کاتب کے ہمعصر) سے

سیکھی۔ حکیم محمد چراغ منشی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ سے وابستہ رہے روزنامہ ''انقلاب'' ''احسان'' ''نوائے وقت'' ''نیر اسلام'' ''ہندو'' میں کام کر چکے ہیں۔ موصوف کے خاندان میں چچازاد بھائی عبدالتواب نظامی بن محمد علی' عظمت فاروق ولد عبدالتواب ۱۹۴۵ء میں چک نظام ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی کچھ عرصہ محمد عباس کے تلامذہ میں بھی رہے روزنامہ ''مغربی پاکستان'' ''کوہستان'' ''شہاب'' ''ہلال پاکستان'' ''سیارہ ڈائجسٹ'' میں کام کیا۔ ان کے چچا افتخار بھٹہ ''نوائے وقت'' کے ہیڈ کاتب رہے خواجہ عبدالتواب بھی خوشنویس ہیں۔ وسیم احمد ولد احفاظ الرحیم ۱۹۴۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے خطاطی سید حامد علی (انبالہ) سے سیکھی ''نوائے وقت'' ''مشرق'' ''پاک جمہوریت'' ''جاوداں'' میں کام کرتے رہے موصوف کے والد بھی کاتب تھے۔ رفیق احمد ولد شریف یکم جولائی ۱۹۳۷ء میں گوجرہ فیصل آباد پیدا ہوئے آپ نے اپنے ماموں عبدالغفور (گکھڑ) سے خطاطی سیکھی ان کے خاندان میں مولوی منظور' عبدالغفور ممتاز خوشنویس ہیں۔ ان کے علاوہ پیر کوٹ گکھڑ کے دو خوشنویس بھائی عبدالعزیز بھٹی' عبدالحمید بھٹی روزنامہ ''نوائے وقت'' سے وابستہ رہے' یہ دونوں بھائی خطاطی میں اپنے ماموں مولوی عنایت اللہ (درگاہی والہ ضلع گوجرانوالہ) کے شاگرد ہیں' عبدالحمید بھٹی آج کل روزنامہ ''پاکستان'' سے وابستہ ہیں۔ محمد بشیر علی پوری ولد محمد عبداللہ اس وقت عمر ۶۲ سال ہے علی پور چٹھہ میں پیدا ہوئے مولوی سلیمان (حضرت کیلیانوالہ) سے خطاطی سیکھی۔ موصوف کے بیٹے جاوید بشیر جو زودنویس خوشنویس ہیں ۹ نومبر ۱۹۵۷ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے روزنامہ ''حیات'' اور ''صداقت'' ''نوائے وقت'' ''امروز'' ''تجارت'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد افضل ولد عبدالمجید ۱۹۴۴ء میں حضرت کیلیانوالہ میں پیدا ہوئے روزنامہ ''نوائے وقت'' سے وابستہ رہے۔ سید محمد اختر زیدی ولد سید تجمل حسین زیدی بجنور یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے خطاطی محمد جمیل لکھنوی سے سیکھی ہفت روزہ ''ریاست'' دہلی روزنامہ مدینہ (بجنور' یو۔ پی) انجمن ترقی اردو دہلی ''استقلال'' ''انقلاب'' اور ''سیاست'' لاہور سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ عبدالرشید قمر' سید انور حسین نفیس رقم کے تلامذہ سے ہیں (ع۔۳۵) اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کی شہ سرخیاں لکھتے رہے۔ رضی صدیقی ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو راجپوتانہ بھارت میں پیدا ہوئے روزنامہ مغربی پاکستان' تسنیم' آفاق کوہستان اور ''نوائے وقت'' کے علاوہ ماہنامہ ''شمع'' میں کام کیا خطاطی چھوٹے امتیاز علی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی۔ (۸۹)



ع۔۳۵



عبدالرشید قمر

روزنامہ نوائے وقت کراچی کے خوشنویسوں میں پنجاب کے مندرجہ ذیل خوشنویس وابستہ رہے۔ غلام رسول بٹ وسن پورہ' حبیب اللہ انصاری گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ' محمد صدیق بسرا میترانوالی تحصیل ڈسکہ' احمد حسین کولار (بیری والا) بمقام کولار گکھڑ منڈی تحصیل وزیر آباد' محمد ارشد کولار' گکھڑ منڈی تحصیل وزیر آباد' ریاض احمد سمرا کولار گکھڑ منڈی تحصیل وزیر آباد' محمد اعظم چیمہ کوٹ وارث گوجرانوالہ' محمد صادق کھوکھر جیا موسیٰ (شاہدرہ) لاہور' محمد احسان معرفت گلفام شہزاد ڈسکہ' محمد سلیم مغل سمبڑیال' غلام علی بمقام ڈاکخانہ کھوسر تھانہ پاہڑیانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات' عبدالرزاق ملتان شہر' نعمت اللہ حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ' محمد نواز ملتان' غضنفر علی لاہور' لیاقت علی شاہدرہ لاہور' شبیر احمد کوٹ آلہ سنگھ خانیوال شہر' افتخار مرزا روزنامہ جہلم' محمد رفیق سیال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات'

عبدالشکور حضرت کیلیانوالہ تحصیل ضلع گوجرانوالہ' عبدالمعید انجم ولد محمد سعید خوشنویس کھیالی گوجرانوالہ' پرویز شہزاد خوشنویس مخدوم پور پنہوڑاں تحصیل کبیر والا (خانیوال)' محمد یونس شہزاد چک نمبر ۳۰ شادیوال ضلع گجرات' محمد یوسف خوشنویس کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ' سیف اللہ پینٹر گوجرانوالہ' غلام حسین حضرت کیلیانوالہ' ریاض احمد اور خالد اعوان سرگودھا' سید ضیاء حسین ضلع فیصل آباد' مسعود صلاح الدین فیصل آباد' حفیظ الرحمٰن پھالیہ ضلع گجرات' محمد صادق اور مقصود احمد ملتان' محمد نوید ولد محمد بشیر حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ' محمد اکبر قریشی سیالکوٹ' محمد اشتیاق خان (ملتان)' چوہدری محمد ریاض ملہی بمقام نواں پنڈ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ' عبدالحمید صابر اور مولوی محمد سعید ملتان' لیاقت علی ولد میاں فضل الٰہی گوجرانوالہ' حافظ محمد سلیم جاوید ولد مستری محمد فاضل بمقام الہ آباد ضلع گوجرانوالہ' آفتاب احمد جوکھیاں ضلع گوجرانوالہ' دل محمد خان ہمت آباد ملتان۔

صداقت



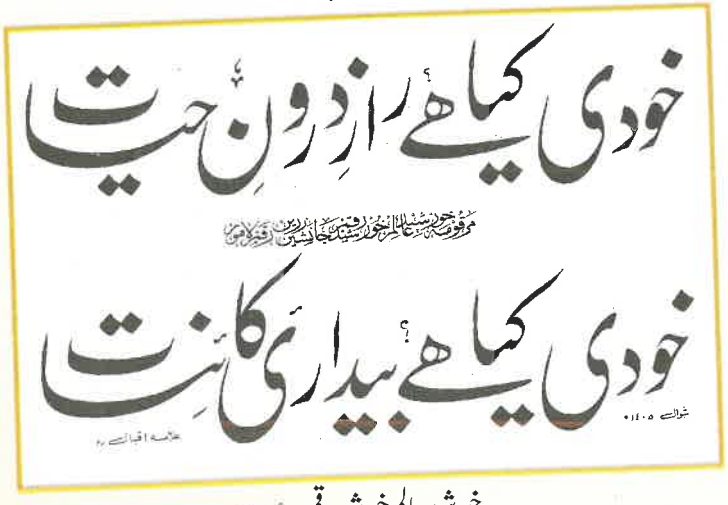
ع۔۳۶

میاں محمد شفیع (م۔ ش) مالک پاکستان پرنٹنگ پریس ایبٹ روڈ لاہور کی سرپرستی میں ظہور عالم شہید مرحوم کی زیر ادارت یہ اخبار ۱۹۷۶ء میں نکلا مگر جلد ہی بند ہو گیا۔ اس کی پیشانی حافظ یوسف سدیدی نے لکھی۔ (ع۔۳۶) اس کے کاتبوں میں حکیم محمود الحسن ہیڈ کاتب' ماسٹر بشیر احمد' محمد اسلم' محمد اقبال بھٹہ' محمد یوسف بھٹہ' فیض احمد اور محمد اشرف شامل تھے۔ جبکہ شعبہ کتابت کی سرپرستی محمد شفیع انور سیالوی کے پاس تھی۔

روزنامہ وفاق

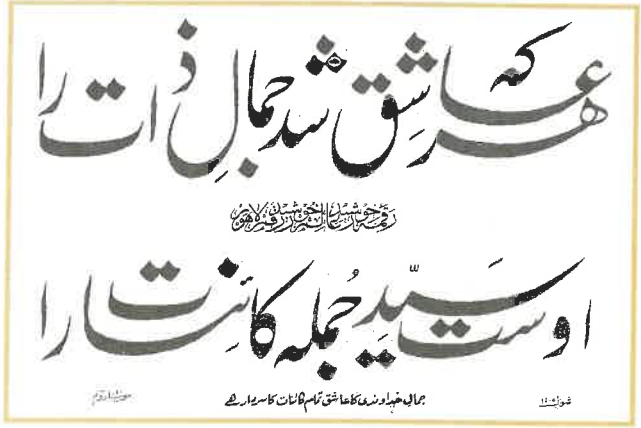
روزنامہ وفاق کے خوشنویسوں میں سید ظفر حسین شاہ' رانا محمد لطیف' حاجی عبدالرحمان چوہدری محمد ابراہیم' محمد یونس' سید جاوید اقبال' محمد سلیم پرواز' مشتاق احمد' محمد اصغر' حافظ عبدالرؤف' الیاس احمد' مقصود احمد' عابد علی' محمد ارشد سپرا' محمد اشرف' منیر احمد' احمد فاروق' محمد طیب' سہیل غفار' محمد رفیع' امداد اشرف' خالد اقبال' منظور احمد نعمانی وابستہ رہے۔

روزنامہ مساوات


خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات
مرقومہ حضرت سید عالم خورشید صاحب رقم
خودی کیا ہے بیداریٔ کائنات
شوال ۱۴۰۵ھ
علامہ اقبال
خورشید عالم خورشید رقم ع۔۳۷

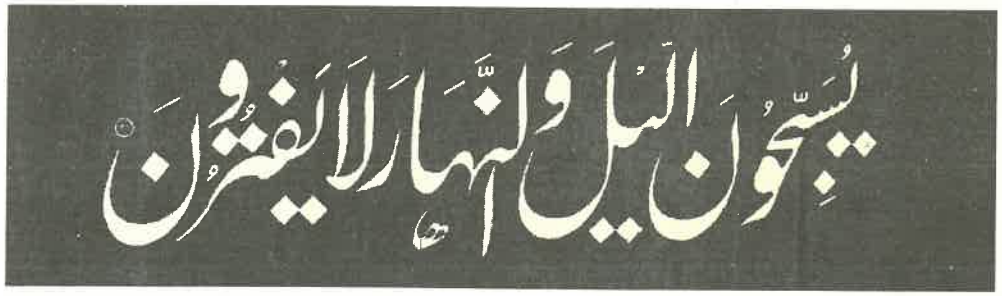
یہ اخبار ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کو لاہور سے جاری ہوا پہلے مدیر حنیف رامے تھے ۱۹۷۹ء میں ضیاء الحق کے مارشل لاء میں یہ اخبار بند ہوا اور بے نظیر کے دور میں دوبارہ شروع ہوا۔ روزنامہ مساوات کے خطاط اعلیٰ صوفی خورشید عالم خورشید رقم شاگرد تاج الدین زریں رقم لاہوری تھے۔ (ع۔۳۷، ۳۸) آپ روزنامہ مساوات کے علاوہ ''نوائے وقت'' ''امروز''

''آفاق''۔ ''کوہستان''۔ ''آزاد'' اور ''ندائے ملت'' سے وابستہ رہے۔(۹۰) انور حسین باجوہ (ع۔۳۹،۴۰) ولد اسماعیل باجوہ ۲۷ فروری ۱۹۴۴ء کو بھاکڑہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' اور ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔(۹۱) غلام رسول طاہر تلمیذ صوفی خورشید عالم خورشید رقم ''کوہستان'' ''ندائے ملت'' اور ''مساوات'' سے منسلک رہے۔(۹۲)



خورشید عالم خورشید رقم ع۔۳۸





انور حسین باجوہ ع۔۳۹ انور حسین باجوہ ع۔۴۰

مساوات کے دیگر خطاط

عبداللطیف ولد غلام دین ۱۹۶۴ء میں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں منظور انور کے شاگرد ہیں۔ روزنامہ ''امروز'' کے بعد ''مساوات'' میں کام کرتے رہے۔ طارق محمود ملک ولد حاجی دوست محمد ۱۶ اپریل ۱۹۴۹ء میں کھیوڑہ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ خطاطی کی تعلیم حافظ محمد یوسف سدیدی سے حاصل کی ''مشرق''۔ ''جنگ'' ''نوائے وقت'' ''مساوات'' میں کام کیا۔ محمد زمان ولد اللہ دتہ ۱۹۵۰ء میں گجرات میں پیدا ہوئے خطاطی خورشید عالم گوہر قلم سے سیکھی ''صداقت'' ''آفتاب'' ''شہاب'' ''تجارت'' ''وفاق'' ''مساوات'' ''کوہستان'' میں کام کیا۔ محمد ریاض بھٹی ولد بابو فقیر محمد بھٹی ۱۹۴۹ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے خطاطی اصغر خورشید عالم سے سیکھی۔ ''کوہستان'' ''مساوات'' ''جنگ'' ''مشرق'' میں کام کر چکے ہیں۔ جمیل اختر ممتاز ولد عبدالغفور کیلانی ۳ مئی ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی اپنے والد سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''نوائے وقت''

میں بھی کام کر چکے ہیں۔ شاہد مسعود شاہد ولد الطاف حسین ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی محمود علی (قلعہ دیدار سنگھ) سے سیکھی ماہنامہ ''آنچل'' کراچی میں بھی کام کیا۔ شوکت علی ولد محمد منشی اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے خطاطی اصغر انیس سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ پندرہ روزہ ''تقاضے'' میں کام کر چکے ہیں۔ رانا محمد خالد ولد محمد اشرف ۱۹۴۱ء میں وزیر آباد میں پیدا ہوئے خطاطی مولوی محمد اشرف عادل گڑھی سے سیکھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' ''وفاق'' ''نوائے وقت'' ''جنگ'' ''مساوات'' لاہور میں کام کر چکے ہیں محمد یعقوب ولد محمد ابراہیم ۱۹۴۰ء میں لدھیانہ (بھارت) میں پیدا ہوئے خطاطی میں چوہدری محمد علی کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''عوام'' ''غریب'' ''ڈیلی بزنس'' ''امروز'' ''نوائے وقت'' اور ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ غلام رسول ولد عبدالغفور ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' ''ندائے ملت'' ''جنگ'' اور ''مساوات'' ہفت روزہ ''زندگی'' اور ''دید شنید'' میں کام کر چکے ہیں۔ عبدالمجید ولد محمد ابراہیم ۱۹۴۳ء میں بھارت میں پیدا ہوئے خطاطی آغا افضال احمد اور محمد جمیل قریشی تنویر رقم سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''نوائے وقت'' میں کام کر چکے ہیں۔ امتیاز علی ولد چراغ دین ۱۹۳۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی مرزا احمد سعید (ساہیوال) سے سیکھی۔ ''تعمیر'' ''کوہستان'' راولپنڈی، ''نوائے وقت'' ملتان اور لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ ارشاد حسین ولد منشی غلام نبی خطاط ۴ جنوری ۱۹۲۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے والد سے سیکھی روزنامہ ''نوائے وقت'' ''مساوات'' ''تجارت'' ہفت روزہ ''پاک جمہوریت'' ''چٹان'' میں کام کر چکے ہیں۔ غلام سرور ولد حاجی رحمت علی ۱۹۳۲ء میں کپورتھلہ۔ (بھارت) میں پیدا ہوئے صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے بھائی ہیں اور انہی سے خطاطی سیکھی۔ ''آفاق'' ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد اشرف شاکر ولد محمد علی ۱۹۶۴ء میں شورکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی ارشد جاوید خوشنویس سے سیکھی روزنامہ ''تعمیر'' ''راولپنڈی'' ''پکار'' ''مرکز'' اسلام آباد ''مساوات'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ غلام مرتضیٰ ولد خوشی محمد ۱۹۷۰ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے خطاطی اسلام شاد خوشنویس سے سیکھی روزنامہ ''پکار'' ''حیدر'' راولپنڈی اور روزنامہ ''مساوات'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ بشارت علی ولد مبارک علی ۱۹۶۷ء میں کوٹ جہانگیر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی ارشد جاوید خوشنویس سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''شہاب'' ''پکار'' ''مرکز'' ''حیدر'' ''تعمیر''۔ راولپنڈی ''سجن'' لاہور اور ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ زاہد اقبال ولد شیر محمد ۱۹۶۱ء میں تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی محمد صدیق فیصل آبادی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی۔ ''مساوات'' کے علاوہ روزنامہ ''امروز'' سے بھی وابستہ رہے۔ مشتاق احمد ولد بابو خان یکم اکتوبر ۱۹۶۸ء میں قلعہ دار سنگھ میں پیدا ہوئے خطاطی محمود علی (قلعہ دیدار سنگھ) سے سیکھی۔ روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''آفتاب'' ''شہاب'' ''سجن'' لاہور ''تجارت'' لاہور سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ محمد رفیق بٹ ولد معراج دین ۱۹۴۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' ''مساوات'' سے وابستہ رہے۔ سید مفتی منظور الاسلام ولد سید مفتی منور الاسلام ۱۹۳۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد صدیق الماس رقم کے تلامذہ ہیں ''مساوات'' کے علاوہ ''نوائے وقت'' اور ''جاوداں'' میں بھی کام کر چکے ہیں۔ محمد شفاعت اللہ ولد محمد الطاف خان ۱۹ جنوری ۱۹۶۲ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ روزنانہ ''آفتاب'' ''تجارت'' ''وفاق'' ''سیاست'' ''سعادت'' اور ہفت ''چٹان'' سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ محمد یونس ولد محمد منشی ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے خطاطی میں سید نفیس رقم کے صاحبزادے سید انیس الحسن شاہ مرحوم کے تلامذہ سے ہیں۔ روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''شہاب'' میں بھی کام کرتے رہے۔ محمد اشرف گل ولد چوہدری عبدالحق گل ۱۹۵۵ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی اور روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ ''جنگ'' اور ہفت روزہ ''زندگی'' کا کام بھی کرتے رہے آج کل لاہور میونسپل کارپوریشن کے خطاط ہیں۔ خالد جاوید ولد عاشق حسین ۱۵ جنوری ۱۹۶۵ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم، غلام رسول اور سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی ماہنامہ ''حنا'' ماہنامہ ''چراغ راہ'' کے علاوہ ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ ارشاد اللہ ولد حسن دین ۱۹۴۴ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی مولانا ظہور احمد سے سیکھی روزنامہ ''پاک جمہوریت'' اور ''نوائے وقت'' ''جاوداں'' اور



احمد شہباز ع۔ا۴

''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد ریاض ولد غلام رسول ۱۵ مئی ۱۹۶۵ء میں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے خطاطی حافظ محمد شریف سے سیکھی۔ روزنامہ ''مساوات'' کے علاوہ روزنامہ ''امروز'' روزنامہ ''وفاق'' اور روزنامہ ''آفتاب'' سے بھی وابستہ رہے۔ محمد اشرف جاوید ولد جان محمد ۱۹۶۱ء میں تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی الحاج محمد صدیق (مرکز کتابت) کچہری بازار فیصل آباد سے سیکھی ''ڈیلی بزنس رپورٹ'' فیصل آباد ''پکار'' اور ''مرکز'' اسلام آباد ''حیدر'' راولپنڈی روزنامہ ''مساوات'' لاہور سے وابستہ رہے۔ احمد شہباز ولد محمد سعید ۱۹۵۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں حاجی محمد اعظم منور رقم اور محمد حسین چشتی کے تلمیذ ہیں (ع۔ ا۴) روزنامہ ''مغربی پاکستان'' ''نوائے وقت'' ''مساوات'' اور ماہنامہ ''زراعت نامہ'' میں کام کر چکے ہیں۔ آج کل اپنا ماہنامہ تکمیل شائع کر رہے ہیں۔ سرفراز احمد ولد محمد رفیق ۱۹۶۳ء میں ڈوگراں والی تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی اسلام شاہ سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' سے وابستہ رہے۔ عبدالرزاق ولد محمد اقبال ۲ ستمبر ۱۹۶۱ء میں گوجرہ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی مرکز کتابت الحاج محمد صدیق سے سیکھی۔ روزنامہ ''عوام'' ڈیلی بزنس رپورٹ'' فیصل آباد روزنامہ ''ملت'' ''پکار'' اسلام آباد۔ ''حیدر'' راولپنڈی ''مساوات'' لاہور سے وابستہ رہے۔ محمد افضل ولد محمد اشرف ۱۹۶۳ء میں کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی مولوی عبدالرؤف سے سیکھی۔ روزنامہ ''سویرا'' کراچی ''نوائے وقت'' ''مساوات'' اور پنجابی ''سجن'' لاہور سے وابستہ رہے۔ محمد اکبر علوی ولد محمد دین ۱۱ نومبر ۱۸۵۳ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد شریف علوی شاگرد قاضی مختار احمد کے شاگرد ہیں ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور روزنامہ ''امروز'' لاہور ''مساوات'' لاہور ماہنامہ ''ملن'' لاہور ہفتہ روزہ ''ختم نبوت'' کراچی میں کام کر چکے ہیں۔ حافظ محمد سعید ولد مقبول احمد ۱۹۵۴ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی روزنامہ ''مشرق'' کراچی ''صداقت'' لاہور ''حیات'' لاہور ''سیاست'' لاہور ''مساوات'' لاہور ماہنامہ ''عالمی ڈائجسٹ'' کراچی میں کام کر چکے ہیں۔ ثقلین صفدر غوری ولد ذاکر صفدر حسین غوری ۱۹۶۵ء میں کھیوا دونگل ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی مولانا ظہور حسین سے سیکھی روزنامہ ''مرکز'' ''پکار'' اسلام آباد ''تجارت'' لاہور اور ہفت روزہ ''بادبان'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد امین ولد حکیم اکرام اللہ ۱۹۷۰ء ورسالکے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے چچا منظور حسین سے سیکھی روزنامہ ''مساوات'' ''سجن'' لاہور سے وابستہ رہے۔ شوکت حیات ولد معراج دین چوہدری ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی روزنامہ ''سیاست'' ''صداقت'' ''امروز'' ''مشرق'' ''مساوات'' لاہور ''وطن'' لندن سے وابستہ رہے فاروق امین ولد محمد اکبر امین فروری ۱۹۴۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی محمد اکبر امین سے سیکھی ''مساوات'' کے علاوہ ''سب رنگ'' کراچی اور ''مون ڈائجسٹ'' کے لیے کتابت کرتے رہے۔ محمد اشرف کیلانی ولد عبدالمجید ۱۵ جون ۱۹۴۸ء میں حضرت کیلیانوالہ پیدا ہوئے خطاطی اپنے والد سے سیکھی روزنامہ ''نوائے وقت'' ''مشرق'' ''مساوات'' لاہور سے وابستہ رہے۔ ذوالفقار خان ولد محمد امین خان ۱۹۴۲ء میں ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی روزنامہ ''آفاق'' ''مساوات'' ''صداقت'' اور پندرہ روزہ ''تصویر جہاں'' لاہور سے وابستہ رہے۔ اکبر علی ولد برکت علی ۱۹۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ خطاطی محمد انور (کامونکی) سے سیکھی ''مساوات'' کے علاوہ روزنامہ ''شہاب'' ''سجن'' لاہور سے بھی وابستہ رہے۔ خورشید احمد ناصر ولد محمد رمضان ۱۹۷۵ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی پاکستان ٹیلی ویژن کے خوشنویس غلام رسول اختر سے سیکھی۔ روزنامہ ''پکار'' ''مرکز'' اسلام آباد ''مساوات'' لاہور سے وابستہ رہے۔ محمد صادق بٹ ولد حافظ غلام محمد ۱۹۴۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں خلیل احمد بٹ کے شاگرد ہیں روزنامہ ''کوہستان'' ''آزاد'' ''مساوات'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد اشرف ولد محمد

شریف ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی جناب سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی۔ روزنامہ ''جنگ''، ''مساوات''، ماہنامہ ''ضیائے حرم''، ''مون ڈائجسٹ'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ نوید احمد ولد عبدالغفور کیلانی ۲۷ جنوری ۱۹۵۴ء کو وار برٹن شیخوپورہ میں پیدا ہوئے خطاطی موصوف نے اپنے والد سے سیکھی۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''وفاق'' لاہور سے وابستہ رہے۔ محمد شریف شیوہ ولد احمد دین ۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''مساوات''، ہفت روزہ ''بادبان''، ماہنامہ ''مون ڈائجسٹ'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔

روزنامہ پاکستان



ع۔۴۲

روزنامہ پاکستان ۱۹۹۰ء میں ضیاء شاہد کی زیر ادارت نکلا اس کے مالک اکبر بھٹی ہیں۔ اس اخبار کی پیشانی محمد یوسف نگینہ نے لکھی۔ (ع۔۴۲) جبکہ دیگر خوشنویسوں میں مرزا عبدالقیوم ولد مرزا مقبول احمد ۱۹۶۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے فن خطاطی محمد رمضان فتح پوری سے سیکھی روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' اور ماہنامہ ''قومی ڈائجسٹ'' میں کام کر چکے ہیں۔ عبدالحمید بھٹی ولد غلام علی بھٹی ۲۷ فروری ۱۹۴۴ء کو پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان''، ''جنگ''، ''آزاد''، ''مغربی پاکستان''، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور میں کام کر چکے ہیں آج کل روزنامہ پاکستان سے وابستہ ہیں اور شاہدرہ میں رہائش پذیر ہیں۔ عبدالمتین ولد محمد حسین ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ روزنامہ ''جنگ''، ''جمہور''، ''ندائے ملت''، ''جاوداں'' کے علاوہ روزنامہ ''پاکستان'' میں بھی ملازمت کر چکے ہیں۔ عبدالجبار ولد محمد اکرم ۱۹۵۷ء میں چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' میں کام کیا ہے آج کل روزنامہ ''خبریں'' ملتان میں کام کر رہے ہیں۔ موصوف نے ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ''، ''زندگی''، ''قومی ڈائجسٹ'' میں بھی کتابت کا کام کیا۔ سلیم محمود ولد محمد انور ۱۹۵۴ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے والد کا نام محمد انور خواجہ ہے فن خطاطی محمد یوسف نگینہ سے سیکھی۔ نوائے وقت میں کام کر چکے ہیں آج کل روزنامہ ''پاکستان'' سے وابستہ ہیں۔ عبدالرحمٰن ناصر ولد حکیم نواب خان ۱۹۴۸ء ضلع اٹک تحصیل فتح جنگ پیدا ہوئے۔ خطاطی مولوی غلام سول سے سیکھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' راولپنڈی ''ندائے ملت''، ''جنگ''، ''پاکستان''، ہفت روزہ ''زندگی''، ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ''، ''قومی ڈائجسٹ'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ محمد ریاض ولد غلام رسول ۱۹۴۷ء میں کمال پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے محمود احمد ابن الماس رقم سے کتابت سیکھی روزنامہ ''جاوداں''، ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ اقبال اختر ولد محمد انوار الحق ۱۹۴۰ء میں کامونکی میں پیدا ہوئے۔ خطاطی اصغر انیس، قاضی ظہور دین اور نفیس رقم سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان''، ''نوائے وقت'' کے علاوہ آج کل ''پاکستان'' میں کام کر رہے ہیں۔ غلام مصطفیٰ ولد ملک عبدالرحمان ۴ دسمبر ۱۹۴۷ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔ روزنامہ ''مغربی پاکستان''، ''امروز'' میں کام کر چکے ہیں۔ محمد اسحاق ولد محمد دین قصور میں پیدا ہوئے خطاطی میں سید نفیس رقم کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''امروز'' کے علاوہ ''پاکستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ دیگر خطاطوں میں محمد ادریس، معراج دین، یوسف اعجاز، خادم حسین، سرفراز احمد، محمد احسان جوڑا، مولوی اکرام، عابد جاوید، نذیر انور، ہاشم الاعظمی، محمد منشاء، نور خیال شامل رہے۔

روزنامہ جنگ

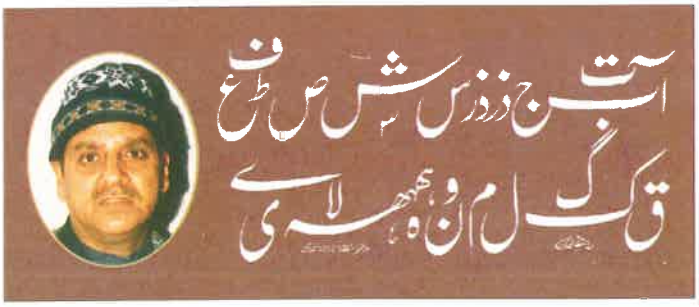
قیام پاکستان کے بعد روزنامہ ''جنگ'' دہلی سے کراچی آیا۔ اس لیے زیادہ تر کراچی کے کاتب ماسوائے چند ایک جن میں رشید رستم قلم وہاں ملازم ہوئے۔ (ع ۔۴۳) جنگ نے دہلوی طرز اپنائی اور گنجان طرز تحریر کو فروغ دیا۔ لاہور سے اپنی



ع ۔۴۳

اشاعت کے کچھ عرصہ بعد ہی کمپیوٹر نصب کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ اچھے خطاطوں نے لاہور میں جنگ سے رجوع نہ کیا۔ اس کے کاتبوں میں مشتاق احمد ہیڈ کاتب' جبکہ دیگر کاتبوں میں محمد عثمان رانا' (ع ۔۴۴) محمد اقبال برادر حافظ یوسف سدیدی اور سخی محمد شامل ہیں۔

روزنامہ مغربی پاکستان



ع ۔۴۴

یہ روزنامہ شریف حسین سہروردی اور شیخ شفاعت احمد کے اشتراک و تعاون سے ستمبر ۱۹۴۷ء میں لاہور سے جاری ہوا ابتدائی خوشنویسوں میں منشی محمد بشیر' منشی نظام الدین توکلی' منشی محمد صادق' محمد اسلم' ارشد محمود' منشی اسلم' قاضی مہدی حسن' منشی محمد اکرم' قاضی عطاء اللہ حافظ محمد امین' مولوی حسین احمد' منشی محمد رفیق' حاجی محمد حسین' منشی سلطان احمد مولوی عبدالرزاق منشی محمد رضا شامل رہے۔ (۹۳) جب کہ دیگر خطاطوں میں زاہد محمود خان ولد محمد اسلم ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے' خطاطی محمد قیوم سے سیکھی ''مغربی پاکستان'' اور ''تجارت'' میں کام کر چکے ہیں۔ شاہد محمود صدیقی ولد نعمان اللہ صدیقی ۱۶ نومبر ۱۹۵۶ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی قاضی محمد شفیع مرحوم (گوجرانوالہ) سے سیکھی۔ روزنامہ ''مغربی پاکستان'' ہفت روزہ ''اجالا'' ''جہاں نما'' ماہنامہ ''سوسائٹی'' میں کام کر چکے ہیں۔

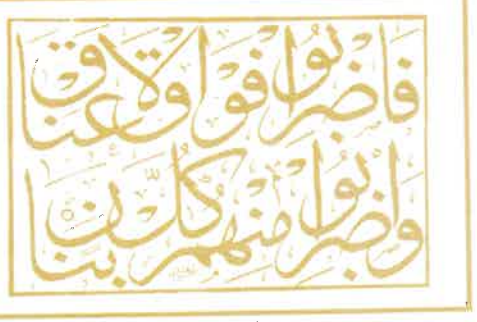
ماہنامہ حکایت سے وابستہ خوشنویس

طارق محمود ولد بشیر احمد ۱۹۴۹ء میں رسول نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی یوسف علی پوری سے سیکھی ۱۹۷۸ء میں لاہور آئے۔ ان کے چھوٹے بھائی عامر منیر پینٹر ہیں۔ اقبال طاہر ولد محمد ابراہیم ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو باغبان پورہ لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی عبدالطیف تبسم سے سیکھی۔ آج کل ماہنامہ ''حکایت'' سے وابستہ ہیں۔ محمد یونس ولد عبدالغنی ۱۹۴۵ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے خطاطی میں محمد صدیق (چاہ میراں) سے سیکھی ۱۹۶۱ء میں کتابت شروع کی روزنامہ ''کوہستان'' اور ماہنامہ ''حکایت'' میں کام کر رہے ہیں۔ عظمت فاروق ولد عبدالتواب ۱۹۴۵ء میں چک نظام ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی سید انور حسین نفیس رقم اور محمد عباس (مشرق) سے سیکھی۔ موصوف ۱۹۷۸ء سے لاہور میں مقیم ہیں جبکہ کتابت ۱۹۶۳ء میں شروع کی روزنامہ ''مغربی پاکستان'' ''کوہستان'' ''شہاب'' اور ''ہلال پاکستان'' میں کام کر چکے ہیں۔ موصوف کے خاندان میں افتخار بھٹہ

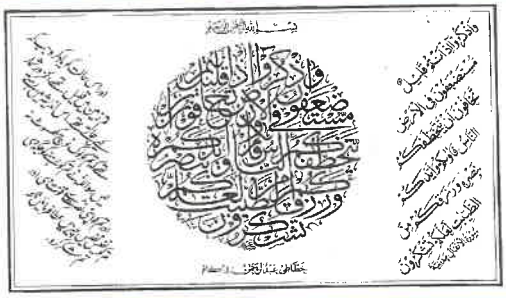
نوائے وقت کے ہیڈ کاتب رہ چکے ہیں اور ان کے والد عبدالتواب بھی کاتب تھے۔

متفرق خوشنویس

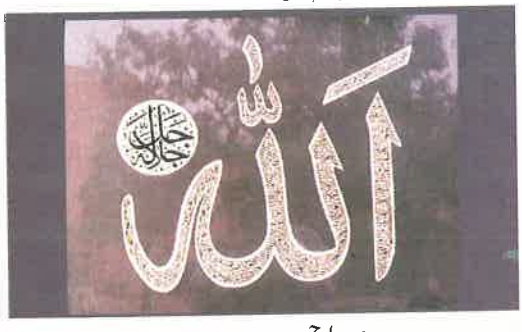
عارف سعید ولد سید محمد سعید ۱۹۵۴ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی خورشید عالم گوہر قلم سے سیکھی۔ روزنامہ ''مشرق''، ''جنگ'' لاہور میں کام کر چکے ہیں آج کل ذوالقرنین چیمبرز میں کام کر رہے ہیں۔ صبغۃ اللہ ولد حافظ عبیداللہ رحیم یار خان پیدا ہوئے خطاطی انیس الحسن سے سیکھی۔ روزنامہ ''مغرب ٹائمز'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ آج کل عزیز مارکیٹ میں کام کر رہے ہیں۔ عبدالرحمٰن ولد غلام مصطفیٰ ۵ مئی ۱۹۵۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں حافظ محمد یوسف سدیدی کے تلامذہ سے ہیں صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے بھی مشق اصلاح لی سول سیکرٹریٹ پنجاب میں سٹینوگرافر ہیں نسخ، ثلث اور نستعلیق، ثلث، نسخ، کوفی میں مہارت رکھتے ہیں (ع۔۴۵، ۴۶) عبدالرحیم روزنامہ ''آزاد'' اور ہفت روزہ ''اسلامی جمہوریہ'' سے وابستہ رہے



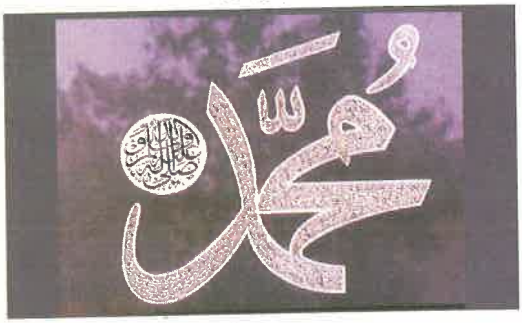
عبدالرحمٰن ع۔۴۵



عبدالرحمٰن ع۔۴۶



عبدالرحیم ع۔۴۷



عبدالرحیم ع۔۴۸

(ع۔۴۷، ۴۸) موصوف حافظ یوسف سدیدی کے ہونہار شاگرد عبدالرحمان سٹینوگرافر سیکرٹریٹ کے بھائی ہیں۔ منظور احمد قریشی ولد غلام حیدر کی عمر اس وقت ۴۰ سال ہے اردو بازار میں مارکیٹ کا کام کر رہے ہیں۔ یوسف طاہر ولد حاجی شیر محمد مخدوم پور خانیوال میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں حافظ یوسف سدیدی کے شاگرد ہیں اور نستعلیق بہت اچھی لکھتے ہیں اس وقت عمر ۴۵ سال ہے۔ محمد یوسف ارشد ولد حاجی بشیر محمد ۲۱ جنوری ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے یوسف طاہر کے چھوٹے بھائی ہیں۔ خطاطی میں حافظ یوسف سدیدی کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''صداقت''، ''سیاست'' لاہور سے وابستہ رہے آج کل گنپت روڈ میں مارکیٹ کا کام کر رہے ہیں۔ منیر احمد ولد غلام ۲ نومبر ۱۹۵۸ء میں چوٹیاں والا ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے روزنامہ ''مساوات''، ''سجن''، ''شہاب''، ''آفتاب''، ''وفاق'' لاہور سے وابستہ رہے آج کل عزیز مارکیٹ لاہور میں کتابت کا کام کر رہے ہیں عبداللطیف ولد اللہ بخش ۱۹۴۶ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی عبدالجبار قلمکار سے سیکھی روزنامہ ''جمہور''، ''آزاد''، ''سیاست'' لاہور میں کام کر چکے





منظور انور ع۔۴۹

ہیں۔ آج کل عزیز مارکیٹ میں کتابت کا کام کر رہے ہیں۔ عمر جاوید ولد محمد لطیف گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے ماموں سلام شاد سے خطاطی سیکھی۔ ابرار احمد ولد نور محمد ۱۹۷۰ء میں حافظ آباد میں پیدا ہوئے عزیز مارکیٹ میں کتابت مارکیٹ کا کام کر رہے ہیں فن خطاطی فضل حسین حافظ آبادی سے سیکھی۔ محمد حسین چشتی ولد اللہ دتہ یکم مارچ ۱۹۵۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں روزنامہ ''مساوات'' ''نوائے وقت'' ''امروز'' ''کوہستان'' لاہور سے وابستہ ہیں۔ عبدالواحد بردار محمد حسین چشتی ولد اللہ دتہ ۱۹۳۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی منشی خوشی محمد ناصر قادری سے سیکھی۔ روزنامہ ''کوہستان'' اور ''مشرق'' سے وابستہ رہے اور فروری ۱۹۸۴ء کو بوجہ عارضہ ذیابیطس وفات پا گئے۔

لاہور کے معروف خطاط منظور انور ولد غلام محمد یکم جنوری ۱۹۴۹ء میں کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور سید نفیس رقم سے سیکھی۔ نستعلیق، ثلث، نسخ، رقاع، دیوانی انتہائی خوبصورت لکھتے ہیں۔ (ع۔۴۹) آج کل ادارہ نفیس الکتابت قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور میں کتابت کا کام کر رہے ہیں موصوف روزنامہ ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' ''جمہور'' ''ندائے ملت'' ''مساوات'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں نذیر انور، خادم حسین، انور حسین، شوکت علی، محمد شوکت، محمد رفیق ہیں۔ حاجی محمد اعظم نے اپنے والد محمد حسین اور مولوی محمد شریف گکھر، مولوی نور الدین، عبدالحفیظ زریں رقم، ثناء اللہ، عبدالغنی، عبداللطیف سے مشق اصلاح لی۔ روزنامہ ''سٹیٹ'' ''مسلم لیگ'' ''احسان'' ''نوائے وقت'' ''زمیندار'' ''امروز'' لاہور کے علاوہ ''انقلاب'' ''سفینہ'' اور ہفت روزہ ''سدا بہار'' ''ساغر'' ''شاہکار'' ''پیغام'' ان کے علاوہ ان کے خاندان میں محمد معصوم چچا زاد، محمد اشرف حقیقی بھائی والد حاجی محمد حسین خوشنویس ہیں۔ محمد معصوم مرحوم ولد محمد شریف ۱۹۲۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۷ء میں وفات پائی ''مغربی پاکستان'' اور ''سفینہ'' میں کام کر چکے ہیں۔ عبدالقیوم ولد محمد معصوم مرحوم لاہور میں پیدا ہوئے۔ خطاطی حاجی محمد اعظم سے سیکھی۔ روزنامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ محمد حسین ولد کرم الٰہی نے خطاطی مولوی نور الدین سے سیکھی۔ ۷۸ سال کی عمر میں ۱۹۵۸ء میں فوت ہوئے۔ غلام رسول ولد میاں محمد حسین ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ لاہور ۱۹۶۷ء میں آئے۔ خطاطی غلام یٰسین سے سیکھی حافظ محمد یوسف سدیدی کا انداز اپنایا۔ کوفی، نسخ، نستعلیق، دیوانی، ثلث میں ماہر ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' ''آزاد'' ''جمہور'' ''ندائے ملت'' احسان سلیمی شیخ بلڈنگ ایبٹ روڈ پر کتابت کا کام کر رہے ہیں۔ حافظ محبوب الٰہی ولد عزیز الدین ۱۳ اپریل ۱۹۵۳ء لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں نفیس رقم کے شاگرد ہیں ۱۹۶۸ء میں روزنامہ ''وفاق'' ۷۶۔۱۹۷۴ء میں ''نوائے وقت'' ۱۹۷۷ء میں ''جاوداں'' میں کام کر چکے ہیں۔

پاکستان ٹیلی ویژن کے خطاط

ظہور ناظم ولد عبدالحمید یکم جنوری ۱۹۴۳ء میں نارووال میں پیدا ہوئے خطاطی میں حافظ یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں۔ روایتی خطاط کے علاوہ مصورانہ خطاطی کے بھی ماہر ہیں۔ (۹۴) ۱۹۷۴ء سے پاکستان ٹیلی ویژن سے وابستہ ہیں جبکہ لاہور ۱۹۵۵ء میں آئے۔ دوسرے خطاطوں میں رشید بٹ شاگرد حافظ یوسف سدیدی، امداد الحق ابن صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور غلام رسول اختر، محمد گلزار شامل ہیں۔

کتابت کی مارکیٹ

شاہ عالم مارکیٹ میں مندرجہ ذیل خوشنویس کام کر رہے ہیں۔ جو عمومی نوعیت کے رسائل و جرائد میں کتابت کر رہے ہیں۔ محمد عظیم قریشی مرحوم ولد ضیاء الدین ۱۹۰۰ء میں ڈھلم بلگن تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی محمد اعظم قریشی سے خطاطی سیکھی۔ روزنامہ ''زمیندار'' میں کام کر چکے ہیں۔ ۱۹۸۰ء سے عام مارکیٹ میں کام کر رہے ہیں۔ امان اللہ ولد محمد بخش ۱۹۷۲ء میں چاہ حکیم والا ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے بھائی محمد منشاء سے سیکھی لاہور میں ۱۹۸۷ء میں آئے اور آج تک یہیں مقیم ہیں۔ منور شاہ ولد غلام محمد مدن چک ضلع حافظ آباد میں ۱۹۸۰ء میں پیدا ہوئے مارکیٹ میں کمرشل کام کر رہے ہیں۔ امتیاز احمد قریشی ولد محمد عظیم قریشی ۱۹۵۳ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے پیشہ کے اعتبار سے یہ فوٹو گرافر ہیں اور شوقیہ خطاطی کرتے ہیں اچھے ڈرافٹسمین بھی ہیں محکمہ آثار قدیمہ پنجاب سے وابستہ ہیں۔ موصوف کے والد محمد عظیم اور خاندان کے دیگر افراد محمد جمیل تنویر رقم، محمد صدیق الماس رقم، عرفان اور مشتاق خوشنویس ہیں محمد منشاء ولد محمد بخش ۶ ستمبر ۱۹۶۹ء میں چاہ حکیم والا ڈاکخانہ جلال پور بھٹیاں ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے آج کل ۹۔ ایبک روڈ پر کمرشل کتابت کر رہے ہیں۔ موصوف کے ایک بھائی امان اللہ بھی کاتب ہیں۔ مظہر قیوم بھٹہ ولد محمد شریف خطاط قرآن ہیں۔ روزنامہ ''کوہستان'' ''صداقت'' ''آزاد'' لاہور میں کام کر چکے ہیں۔ منور حسین سپرا ولد مظفر حسین ۱۹۵۸ء میں شادیوال تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے آج کل حافظ آباد میں مقیم ہیں لاہور سے پرائیویٹ کام حاصل کر کے گاؤں جا کر مکمل کر کے واپس چلے آتے ہیں۔ عبدالرؤف بھٹہ ولد عبدالحمید مظہر قیوم کے بھائی ہیں ۱۹۸۰ء میں لاہور سے آ کر کتابت کا کام لے جاتے ہیں۔ عبدالحفیظ ولد غلام احمد ۱۹۷۵ء میں میلوآنہ سکھیکی منڈی پیدا ہوئے۔ یہ پینٹر اور خوشنویس بھی ہیں۔ خواجہ آرٹس لاہور سے پینٹر کا کام سیکھا۔ آج کل شاہدرہ میں مقیم ہیں۔

محمد شفیع انور بھٹہ سیالوی



ع۔۵۰

محمد شفیع انور بھٹہ سیالوی ولد محمد شریف ستھوئی والا ضلع فیصل آباد میں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے خطاطی میں قاضی ظہور دین کے شاگرد تھے خطاطی کے تمام مروجہ اسالیب پر عبور رکھتے تھے اور بھٹہ خاندان کے سرخیل تھے۔ ملازمت کا آغاز ۱۹۴۶ء میں روزنامہ ''احسان'' سے کیا۔ (۹۵) روزنامہ ''آفاق'' ''سعادت'' ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ جنوری ۱۹۶۲ء میں آل پاکستان خوشنویس مقابلہ منعقدہ بہاولپور میں اول انعام حاصل کیا۔ (۹۶) اس نمائش میں محمد شفیع انور کو نقرئی قلمدان اور ایک ہزار روپے کا پہلا انعام امیر محمد خان گورنر مغربی پاکستان نے دیا (ع۔۵۰) (۹۷) دوسرا انعام ۵ صد روپے اور لکڑی کا منقش قلمدان الماس رقم نے حاصل کیا، تیسرا انعام ۳۰۰ روپے اور شیشے کا قلمدان محمد شریف پینٹرز نے لیا۔ اس مقصد کے لیے ڈپٹی کمشنر بہاولپور نے آرٹ کونسل قائم کی جس کے سیکرٹری شہاب دہلوی ایڈیٹر ہفت روزہ ''الہام'' تھے۔ ججوں میں زیڈ اے بخاری سابق ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان علامہ علاء الدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور جمیل الدین عالی تھے۔ ذیلی انعامات میں دوسرا انعام محمد بخش جمیل رقم (۹۸) اور تیسرا انعام محمد صدیق الماس رقم اور چوتھا انعام حوصلہ افزائی کا انعام محمد اشفاق کو دیا۔ (۹۹) محمد شفیع نے خطاطی میں ابتدائی اصلاح اپنے

تایا میاں نور حسین سے لی جو پانڈو کے چٹھہ خورد ضلع گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔ کچھ عرصہ بعد اپنے ماموں سلطان احمد شہباز کے ہمراہ لاہور آ گئے جنہوں نے ان کو قاضی ظہور دین کے سپرد کیا جو اس وقت روزنامہ ''احسان'' کے ہیڈ کاتب تھے۔ موصوف ۱۹۴۶ء میں روزنامہ ''احسان'' سے وابستہ ہوئے دوسری مرتبہ سرگودھا کے ''جشن بہاراں'' کے موقع پر ۱۹۶۶ء میں خطاطی کا اول انعام حاصل کیا۔(۱۰۰) آپ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''کوہستان'' میں شعبہ کتابت کے صدر رہے ہیں۔ ''کوہستان'' سے مستعفی ہونے تک شعبہ آرٹ اور کتابت کے دونوں سیکشن ان کے پاس تھے۔ ''نوائے وقت'' کے ہیڈ کاتب مقرر ہوئے تو پہلا اخباری ویج بورڈ ایوارڈ تجویز ہوا۔ جس میں دوسرے اخبارات کے ہیڈ کاتبان سے مل کر اپنے عملے کی بہتری کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا (ع۔۵۱) اور تمام اجلاسوں میں خطاط برادری کی بھرپور نمائندگی کے فرائض انجام دیئے۔ عربی رسم الخطوط میں حافظ محمد یوسف سدیدی سے اکتساب فیض کیا۔ اپنے شاگرد



ع۔۵۱

کے اس عملی کارروائی سے متاثر ہو کر قاضی ظہور دین نے ''ادارہ کتابت'' واقع چوک دالگراں ریلوے روڈ لاہور پر ایک تقریب منعقد کی جس میں تمام اخباری اداروں کے ہیڈ کاتب لاہور کے اساتذہ جن میں محمد صدیق الماس رقم پاکستان خوشنویس کے صدر پیر عبدالحمید کی موجودگی میں موصوف کی دستار بندی کی گئی۔ آپ کے دو بیٹے محمد اقبال بھٹہ محمد یوسف بھٹہ معروف خطاط ہیں۔

مشتاق احمد بھٹہ ولد محمد شریف برادر خورد محمد شفیع انور سیالوی اور مصنف کے چچا ۱۹۴۱ء میں ستھوئی والہ تحصیل وضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی محمد صدیق الماس رقم سے سیکھی روزنامہ امروز سے وابستہ رہے۔ موصوف نے ۱۹۶۴ء میں خطاطی شروع کی محمد یوسف بھٹہ ولد محمد شفیع انور سیالوی بھٹہ ۱۹۵۸ء میں شیرانوالہ دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی سے سیکھی۔ روزنامہ ''سعادت'' لاہور سے وابستہ ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ ولد محمد شفیع انور سیالوی ۹ جون ۱۹۶۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئے خطاطی میں حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ روزنامہ ''حیات''۔ ''صداقت'' ''مشرق'' اور ''نوائے وقت'' میں کام کر چکے ہیں ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۱ء تک عجائب لاہور میں خوشنویس، پبلی کیشنز آفیسر اور ریسرچ آفیسر کے طور پر کام کر چکے ہیں۔ موصوف کی کتابت کردہ کتابوں میں ''کافیاں بلھے شاہ'' مرتبہ شریف صابر۔ ''ہیر وارث شاہ'' مرتبہ شریف صابر کا فرہنگ والا حصہ جبکہ اشعار کی کتابت پیکجز کے خوشنویس شیر زمان فائق نے کی۔(ع۔۵۲) ''غالب سے فراز تک'' مرتبہ شاہد محمود بھٹی ایڈووکیٹ ''رکھ تاں ہرے بھرے'' مرتبہ ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار شامل ہیں۔ موصوف آج کل حکومت پاکستان کے محکمہ آثار قدیمہ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ سے ''خطاطی کے فروغ میں لاہور



ع۔۵۲

کا حصہ کے موضوع پر تحقیقاتی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کو پاکستان آرٹسٹ اینڈ کیلیگراف گلڈ کی جانب سے فن خطاطی کی ریسرچ میں نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر گولڈ میڈل دیا گیا۔

محمد نعیم بھٹہ ولد مشتاق احمد بھٹہ ۱۹۷۸ء میں مصطفیٰ آباد لاہور میں پیدا ہوئے روزنامہ ''مساوات'' سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ عبدالرحمان بھٹہ والد غلام احمد بھٹہ ۱۹۵۸ء میں میلوآنہ سکھیکی منڈی ضلع حافظ آباد خطاطی زاہد حسین بھٹہ اور علی محمد بھٹہ سے سیکھی لاہور آ کر مارکیٹ سے کتابت کا کام لے جاتے ہیں۔ زاہد حسین بھٹہ ولد غلام احمد ۱۹۵۳ء میں میلوآنہ ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے خطاطی محمد شفیع انور سیالوی سے سیکھی روزنامہ ''صداقت'' ''مغربی پاکستان'' ''سیاست'' ''کوہستان'' سے وابستہ رہے۔ موصوف کے خاندان میں محمد شفیع انور سیالوی' مشتاق احمد بھٹہ' فیض رسول بھٹہ' محمد نعیم بھٹہ' منیر احمد بھٹی' زاہد رسول' محمد یوسف بھٹہ' ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ' قاضی مختار احمد' نثار النبی خوشنویس ہیں۔ علی محمد بھٹہ ولد غلام نبی بھٹہ میلوآنہ ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے بھانجے محمد شفیع انور سے سیکھی۔ ہفت روزہ ''الاصلاح'' شاہ عالم مارکیٹ سے وابستہ رہے ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک لاہور میں رہے آج کل خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہیں لاہور سے کتابت کا کام لے جا کر مکمل کر کے واپس لاتے ہیں۔ عبدالرشید ولد محمد عالم ۱۹۶۰ء میں ڈھل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے محمد ادریس کیلانی سے خطاطی سیکھی لاہور سے آ کر کتابت کا کام لے جا کر گاؤں سے مکمل کر کے واپس لاتے ہیں' اسی خاندان کے عبدالرشید بھٹہ ولد محمد شریف بھی خوشنویس ہیں۔ فیض رسول بھٹہ ولد محمد صادق بھٹہ ۱۹۶۰ء میں ستھوئی والہ ضلع فیصل آباد پیدا ہوئے خطاطی اپنے چچا مشتاق احمد بھٹہ سے سیکھی روزنامہ ''امروز'' ''تعمیر'' راولپنڈی سے بھی وابستہ رہے۔ احمد علی بھٹہ ولد محمد صادق بھٹہ فیض رسول بھٹہ کے بڑے بھائی ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں ستھوئی والہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی سے سیکھی تمام مروجہ اسالیب خطاطی پر عبور رکھتے ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی سے بھی وابستہ رہے۔

ارشد حسین ولد مظفر حسین ہفت روزہ ''سیاسی لوگ'' سے وابستہ رہے۔

محمد یونس بٹ ولد اللہ دتہ بٹ ۱۹۴۶ء میں سہارن چھٹہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے خطاطی قاضی مختار احمد سے سیکھی روزنامہ ''کوہستان'' ''ندائے ملت'' ''امروز'' سے وابستہ رہے۔ محمد جمیل تنویر رقم ولدیت محمد اعظم ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے خطاطی اپنے والد سے سیکھی اور بعد میں ۱۹۴۸ء میں محمد صدیق الماس رقم کے شاگرد ہوئے ۱۹۵۳ء میں روزنامہ ''آفاق'' اور ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۵ء تک فیملی پلاننگ کے شعبہ نشر و اشاعت سے منسلک رہے موصوف ایرانی طرز کے مقلد تھے۔

واجد محمود یاقوت ولد حکیم محمود الحسن ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء میں شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی میں حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے تلامذہ سے ہیں۔ خطاطی کے مروجہ اسالیب بطریق احسن لکھ سکتے ہیں۔ (ع۔۵۳) خطاطی پر ایک سہ ماہی رسالہ ''علم و فن'' مرتب کرتے رہے۔ خطاطی کے علاوہ مصوری میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ذوالقرنین جیمبر میں موصوف کا دفتر ہے جہاں آرٹ اور کتابت کا کام کرتے ہیں۔ محمد اکرم مدنوی ولد غلام محمد ۱۹۴۷ء میں مدن چک ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ خطاطی حافظ محمد حسین ڈنگہ گجرات اور محمد ادریس کیلانی سے سیکھی حافظ محمد حسین روزنامہ ''کوہستان'' ''نوائے وقت'' ''جنگ''



ع۔۵۳

''امروز'' ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' سے بھی وابستہ رہے ہیں۔موصوف کے بھائی حکیم محمد اشرف آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور محمد منور ایبک روڈ لاہور کتابت کا کام کر رہے ہیں۔زاہد اقبال ولد شیر محمد ۱۹۶۳ء میں تاندلیانوالہ فیصل آباد پیدا ہوئے خطاطی محمد صدیق فیصل آبادی اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے سیکھی نسخ' ثلث اور نستعلیق اچھا لکھتے ہیں ''ڈیلی بزنس'' فیصل آباد ''مساوات'' ''جنگ'' ''امروز'' لاہور سے وابستہ رہے ہیں۔منظور احمد نعمانی ولد رشید احمد ۱۹۴۱ء میں جلال پور بھٹیاں میں پیدا ہوئے آج کل پتنگا پریس کا کام کر رہے ہیں۔خطاطی صوفی خورشید عالم خورشید رقم' منیر احمد بھٹی اور محمد شفیع انور سیالوی سے سیکھی صرف نستعلیق اخباری لکھتے ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' ''امروز'' ''سیاست'' ''تجارت'' ''آزاد'' لاہور سے وابستہ رہے۔عبدالوحید تفہیمی ولد شیخ عبدالمجید اگست ۱۹۴۷ء میں پانی پت (بھارت) میں پیدا ہوئے ۱۹۶۷ء میں لاہور آ کر کتابت شروع کی خطاطی سید انور حسین نفیس رقم سے سیکھی روزنامہ ''حیات'' ''نوائے وقت'' ''ملتان'' ''جنگ'' لاہور سے وابستہ رہے ہیں ان کے خاندان میں عبدالحمید (بھائی پیدائش ۱۹۲۷ء) اور مولانا عظمت اللہ جھنگوی خطاط ہیں مدرسہ تفہیم القرآن کے فارغ التحصیل ہونے کی نسبت سے تفہیمی لکھتے ہیں۔ یہ مدرسہ مولانا عظمت اللہ جھنگوی کا ہے۔ راوخورشید احمد ہفت روزہ ''زندگی'' سے وابستہ رہے جہاں ان کے ہمعصروں میں مشتاق احمد گجراتی حافظ عبدالحمید شاہدرہ۔ مولوی محمد عاشق فیصل آباد اور محمد یونس شامل تھے۔مبارک رقم محمود اللہ صدیقی کے شاگرد روزنامہ ''انجام'' ''مشرق'' ''جسارت'' کراچی میں کام کر چکے ہیں۔ طاہر زیدی معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے عزیز ہیں اور ۱۹۸۷ء میں ''حریت'' کراچی سے ریٹائرڈ ہوئے۔موصوف نے کتابت ''کوہستان'' سے شروع کی۔ ۱۹۶۸ء میں ''حریت'' میں چلے گئے۔محمد اکرم ولد میاں نیاز احمد نے کتابت محمد یعقوب سے سیکھی۔ ۱۹۷۰ء ''مشرق'' لاہور رہے۔عمر عظیم کاتب کی بیٹھک چوک متی لاہور میں تھی۔ بعد میں ۱۹۵۳ء میں کراچی چلے گئے۔ شیخ برکت علی بند رروڈ پر کام کرتے تھے۔شوکت علی منہاس اچھے خوشنویس ہیں ایک اور خوشنویس حکیم محمد رفیع اگوچک حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔محمد یعقوب ولد میاں نیاز احمد مولوی عنایت اللہ وارثی کے شاگرد ہیں۔ مولوی نذیر احمد خوشنویس موضع ولیکے ہیڈ خانقاہ میں امام مسجد سے کتابت کا کام سیکھا ۱۹۵۵ء میں لاہور آئے۔ روزنامہ ''ہلال پاکستان'' میں ۴ ماہ کام کیا۔مولوی افضل کی معرفت ان کی ملاقات شریف گلزار سے ''کوہستان'' میں ہوئی ۱۹۶۳ء میں اس کے آرٹ ایڈیٹر رہے۔موصوف خلیفہ احمد حسین سہیل رقم کے شاگرد ہیں مگر زیادہ تر کام شریف گلزار سے سیکھا۔ اس کے علاوہ محمد امین خان کشمیری نے لاہور عجائب گھر کی تحریک پاکستان گیلری کا کام کیا۔ اور عجائب گھر سے شائع شدہ کتاب مرقع خط کی کتابت کی۔ موصوف اچھے معکوس نویس بھی ہیں۔ملک علی محمد بن صفدر علی کی بے شمار وصلیاں ملتی ہیں موصوف رسالہ ''نقوش'' لکھا کرتے تھے حاجی دین محمد کے شاگرد محمد بخش جمیل رقم اکثر علی محمد کے پاس بیٹھا کرتے تھے جہاں دین محمد اور محمد عباس کا بھی آنا جانا تھا موصوف کی رہائش چوک نواب صاحب تھی۔خلیفہ محمد طفیل تاج رقم جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں کراچی سے ہفت روزہ ''روحی'' نکالا انہیں فلمی کمرشل اشتہارات کی کتابت میں مہارت حاصل تھی موصوف بڑا عرصہ بمبئی میں رہے۔فیض احمد لاہوری تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے موصوف نے بمبئی میں اپنا خطاطی کا کالج بنایا جسے سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ پاکستان بننے سے قبل ہندوستان چلے گئے اور ''ہندوستان'' ''نظام''۔ ''انقلاب'' کی پیشانیاں لکھیں اور ٹائٹل بنائے۔خلیفہ طفیل اور فیض احمد کی رہائش اکٹھی رہی۔منشی غلام حسین بٹ نے خوشنویسوں کا ترجمان ماہنامہ ''خوشنویس'' کا اجراء مارچ ۱۹۵۰ء میں لاہور سے کیا۔جس میں سرکردہ خوشنویسوں کے نمونہ ہائے خطاطی اور لاہور کے خطاطوں کے حالات زندگی دیئے گئے۔ یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۵۰ء کے بعد بند ہو گیا مگر اس کے ۸ شمارے لاہور میں فن خطاطی کے عروج کے اہم ماخذ ہیں۔اداکار ایم اسماعیل بھاٹی گیٹ لاہور کا رہنے والا تھا اور پرویں رقم کے شاگردوں میں سے تھا۔ خلیفہ طفیل ،فیض احمد لاہوری اور ایم اسماعیل کا بہت دوستانہ تھا جہاں داد خان روزنامہ ''انقلاب'' بمبئی میں بڑا عرصہ رہے زیادہ تر خفی لکھتے چکوال کے رہنے والے تھے اور ۱۹۵۳ء میں ''تعمیر'' کراچی اور بعد میں ''جنگ'' راولپنڈی میں ملازم رہے۔

حکیم فقیر محمد چشتی' جگراؤں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب بھارت میں پیدا ہوئے طب عربی فارسی کی تعلیم مدرسہ طبیہ دہلی سے حاصل کی۔حکیم عبدالمجید خان مرحوم آپ پر مہربان تھے ۱۹۰۹ء میں لاہور آ کر مطب جاری کیا۔سرسکندر حیات خان وزیراعلیٰ

پنجاب کے معالج رہے۔ اعلیٰ طبیب کے علاوہ ادیب، خوش نویس، اور بلند پایہ مصور بھی تھے۔ فن کتابت میں منشی عبدالمجید پرویں رقم آپ سے ہمیشہ مشورہ لیتے رہے جو اکثر فرماتے کہ میری خطاطی میں خیال حکیم صاحب کا اور قلم میرا ہوتا ہے۔ لاولد تھے ۱۱۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ۶۷ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ میانی صاحب دفن ہیں۔ فیصل آباد میں حافظ انجم محمود اس وقت گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں تعلیم خط دے رہے ہیں۔ (ع۔۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵) حافظ آباد کے محمد اشرف ہیرا (ع۔۶۶، ۶۷) لاہور کے محمد علی زاہد (ع۔ ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵) شبلی (ع۔۷۶) نصراللہ مہر (ع۔۷۷) عامر منظور (ع۔۷۸) محمد اسماعیل سلفی (ع۔۷۹، ۸۰، ۸۱) عطیہ اشرف (ع۔ ۸۲) محمد اقبال ابن پروین رقم (ع۔۸۳) اچھے خطاط ہیں۔

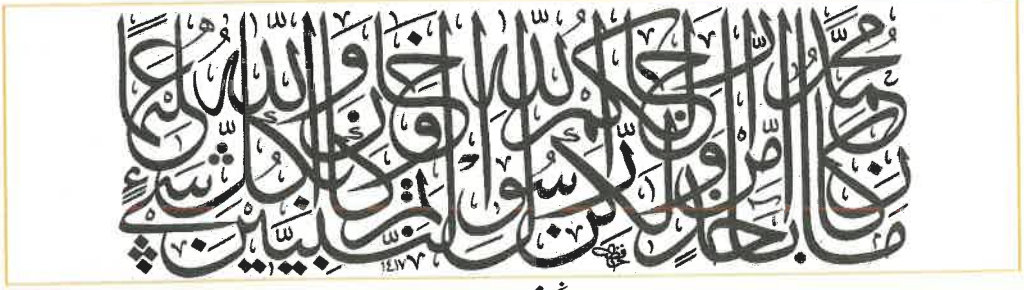
محمد اشفاق ۱۹۳۸ء میں ملتان میں پیدا ہوئے فن خطاطی اپنے والد منشی غلام محمد سے سیکھی محمد اشفاق کو پہلی بار ۶ جنوری ۱۹۷۲ء میں بہاولپور میں منعقد نمائش خطاطی میں دوسو روپے کا خصوصی انعام دیا گیا۔ بہاولپور سے نکلنے والے اکثر اخبارات کی پیشانیاں موصوف نے لکھی ہیں۔ (۱۰۱) موصوف نے گورنمنٹ پرنٹنگ پریس بہاولپور میں ۲۵ سال ملازمت کی اسسٹنٹ فورمین کیلیگرافی کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ موصوف کے بڑے بھائی محمد اقبال بھی خطاط ہیں۔



حافظ انجم محمود ع۔۵۴



حافظ انجم محمود ع۔۵۵



حافظ انجم محمود ع۔۵۵



حافظ انجم محمود ع۔۵۶



حافظ انجم محمود ع۔۵۷



حافظ انجم محمود ع۔۵۸



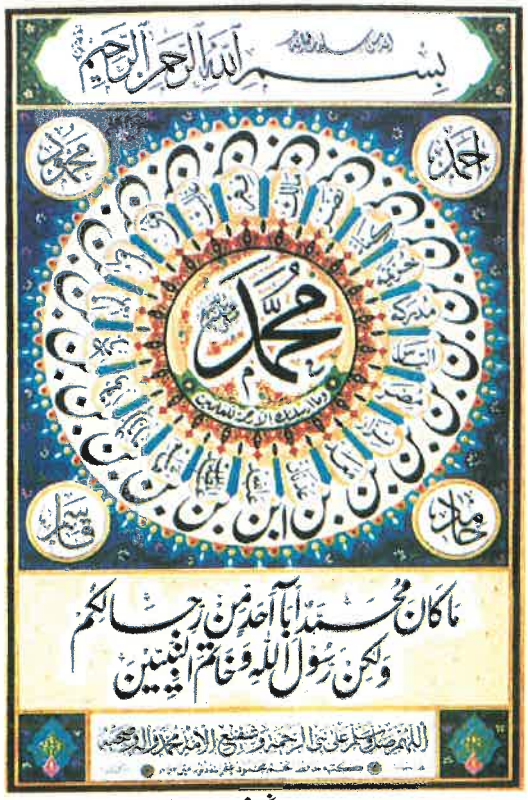
حافظ انجم محمود ع۔۵۹



حافظ انجم محمود ع۔۶۰



حافظ انجم محمود ع۔ ٦١



حافظ انجم محمود ع۔ ٦٢



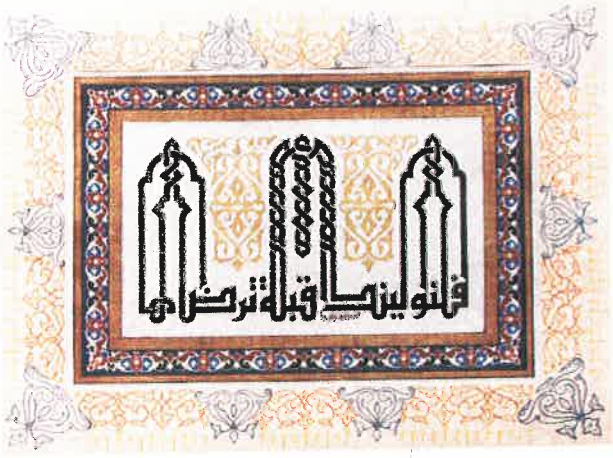
حافظ انجم محمود ع۔ ٦٣



حافظ انجم محمود ع۔ ٦٥



حافظ انجم محمود ع۔ ٦٤



اشرف ہیرا ع۔ ٦٦



اشرف ہیرا ع۔ ٦٧



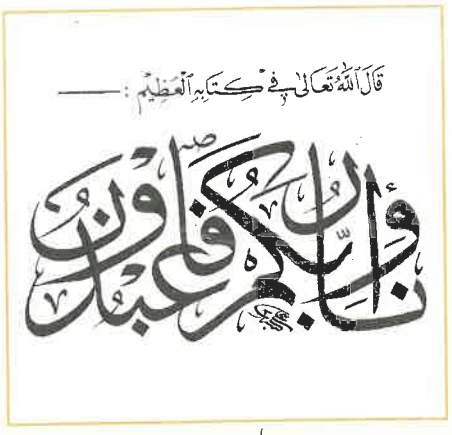
محمد علی زاہد ع۔ ٦٨



محمد علی زاہد ع۔ ٦٩



محمد علی زاہد ع۔ ٧٠



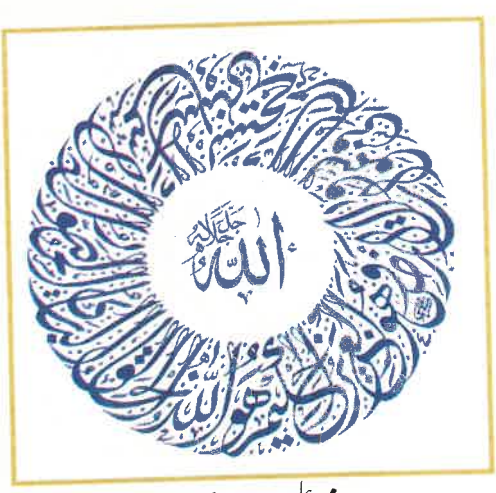
محمد علی زاہد ع۔ ٧١



محمد علی زاہد ع۔ ۷۲



محمد علی زاہد ع۔ ۷۳



محمد علی زاہد ع۔ ۷۴



محمد علی زاہد ع۔ ۷۵



شبلی ع۔ ۷۶



نصر اللہ مہر ع۔ ۷۷



عامر منظور ع۔ ۷۸



محمد اسماعیل سلفی ع۔ ۷۹



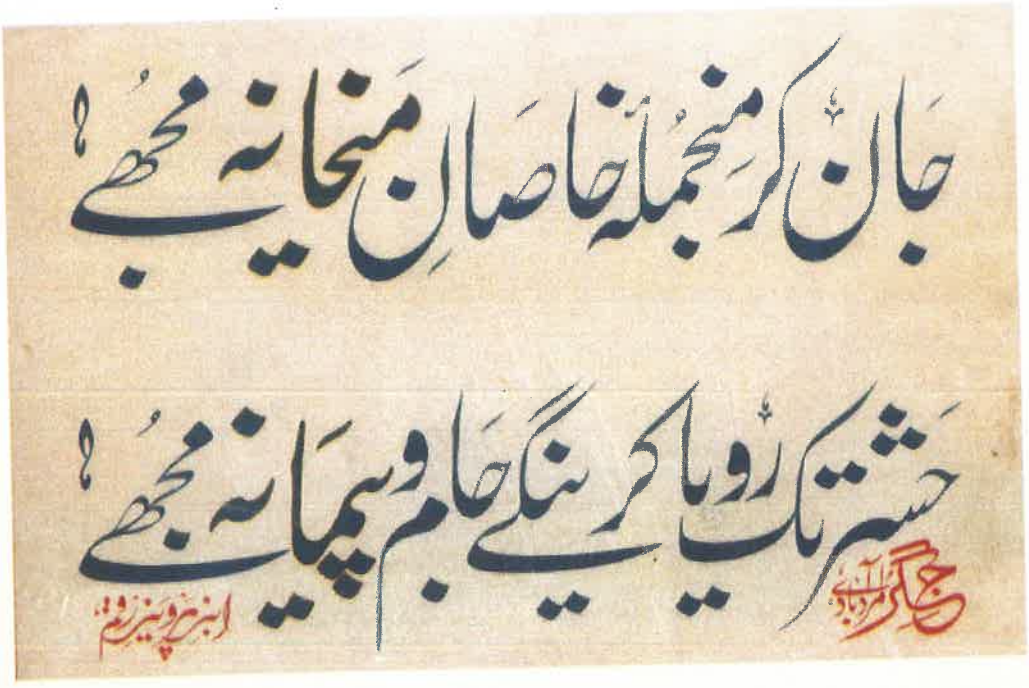
محمد اسماعیل سلفی ع۔ ۸۰



محمد اسماعیل سلفی ع۔ ۸۱



عطیہ اشرف (ع۔ ۸۲)



محمد اقبال ع۔۸۳

حواشی وتعلیقات

۱۔ابوحیان التوحیدی متوفی ۴۱۴ھ ''علم الکتابت'' مترجم ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔کتابخانہ نورس کاپی بک شاپ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۸۔

۲۔محمد عبداللہ چغتائی ''خطاطی ۷۰۰ء۔۱۹۷۲ء'' تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند۔ فارسی ادب سوم جلد ۵ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۴۲۔

۳۔ان اخبارات کے ذریعے حکمران جان لیتے تھے کہ سلطنت کے طول وعرض میں آباد لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور ان کے راستے میں کون سی مشکلات حائل ہیں اس ضمن میں وقائع نگاری کا آغاز ہوا۔سلاطین دہلی کے عہد میں یہ نظام مضبوط بنیادوں پر قائم تھا۔لیکن عہد مغلائی نے اسے اوج کمال پر پہنچایا دربار کے اپنے وقائع نگار بھی ہوتے جو دربار کی ساری روداد کا ایک روزنامچہ مرتب کرتے تھے۔عہد مغلیہ میں چھاپہ خانوں کا رواج بھی نہ تھا تعلیقات کی کتابت کے لیے نامور خطاط میسر تھے۔شاہی کتب خانوں میں کافی تعداد میں خوشنویسوں کا مجمع رہتا تھا۔جن پر ایک نامور خوشنویس افسر ہوتا تھا۔بالکل اسی طرح جب کہ بیسویں صدی میں اخبارات کی اشاعت کے لیے ہر اخبار کے پاس ۱۰۰ سے زیادہ کاتب ہوتے اور ان پر ایک افسر ہیڈ کاتب مقرر ہوتا جو ان کی قلمیں چیک کرتا پہلے بھی مخطوطات کی نقول کی تیاری کے وقت اسی طرح قلمیں بنائی جاتی تھیں دفتر انشا میں کوئی صیغہ دار اس وقت تک مقرر نہ ہوتا جب تک کہ وہ خوشنویس نہ ہوتا۔

۴۔کنہیالال ''تاریخ لاہور'' مرتبہ قلب علی خان فائق۔مجلس ترقی ادب کلب روڈ۔لاہور ۱۹۸۷ء۔ص ۸۵

۵۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۹۲ء ص ۱۴

۶۔ایضاً ص ۱۸۔

۷۔عبدالسلام خورشید ''داستان صحافت'' مکتبہ کارواں کچہری روڈ۔لاہور ۱۹۷۴ء ص ۱۲۵

۸۔ایضاً۔ص ۱۳۶

۹۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۵۵

۱۰۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا۔ص ۲۵۸۔

11. R.P.Srivastav "Kashmiri Contribution to the Development of Manuscripts and Painting in Punjab "Art and Archaeology of Punjab. Sundeep Prakashan Dehli.1990.P.150.

۱۲۔کنہیالال ''تاریخ لاہور'' محولہ بالا ص ۹۳۔

۱۳۔عبدالسلام خورشید ''اردو صحافت ۱۸۵۱ء تا ۱۹۶۲ء'' نقوش لاہور نمبر۔جلد دوم۔ادارہ فروغ اردو لاہور۔۱۹۹۱ء ص ۸۴۳۔

۱۴۔منشی محبوب عالم۔''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۲۵۸۔

۱۵۔ایضاً محولہ بالا ص ۲۱۵۔

۱۶۔فضل حق قرشی ''سراج الاخبار'' مجلہ تحقیق کلیہ علوم اسلامیہ وادبیات شرقیہ پنجاب یونیورسٹی۔لاہور۔ص ص ۵۳۵۴

۱۷۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۵۴۔

18. Syed Amjad Ali "Calligraphy in Pakistan" Pakistan Quarterly. Karachi. Vol.X No.4 1962,P.32

۱۹۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۱۴۷۔

۲۰۔ان خطاطوں کے نام سینئر خوشنویس حکیم محمد دین پیسہ رقم مرحوم سے لئے گئے۔

۲۱۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۱۳۲۔

22. S.M.A Feroze, The "Press in Pakistan" National Publications. Lahore 1957.P.32

۲۳۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۱۵۱۔

۲۴۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۲۷۹۔

۲۵۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۲۵۱۔

۲۶۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۱۴۰۔

۲۷۔ایضاً ص ۲۲۸۔

۲۸۔ایضاً ص ۱۵۴۔

۲۹۔عبدالسلام خورشید ''داستان صحافت'' محولہ بالا۔ص ۹۰

۳۰۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۲۷۵۔

۳۱۔موصوف کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا ص نمبر

۳۲۔غلام حسین بٹ ''پاکستان کے مقتدر خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس'' نمبر سوم۔۱۹۵۰ء جلد ۱۔ص ۲

۳۳۔معروف خطاط محمد شفیع انور مرحوم کے بیان کے مطابق۔

۳۴۔حکیم محمد دین مرحوم خوشنویس اس واقعہ کے راوی تھے۔

۳۵۔غلام حسین بٹ ''ہمارے ساتھی نامور خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس'' اپریل ۱۹۵۰ء جلد ۱ نمبر ۲ ص ۱۸

۳۶۔منشی محبوب عالم ''اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ'' محولہ بالا ص ۵۸۔

۳۷۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا۔ص ص ۳۲۴۔۳۲۲

۳۸۔سیاست کا دفتر اس وقت حجازی بلڈنگ لاہور میں تھا۔انہوں نے بعد میں ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' میں بھی کام کیا یہاں کے بعض کاتب رات کو ''زمیندار'' اور دن ''انقلاب'' میں بھی کام کرتے۔

39. S.M.A Feroze "The Press in Pakistan" op.cit.P.38

۴۰۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۳۵۹۔

۴۱۔ایضاً ص ۳۶۰۔

۴۲۔غلام حسین بٹ ''ہمارے ساتھی پاکستان کے مقتدر خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس'' شمارہ ۱۔جلد ۱۔مارچ ۱۹۵۰ء ص ۲۰۔

۴۳۔محمد اکرام الحق ''دبستان خط'' ایوان خطاطان پاکستان۔حفاظ منزل۔ہاشم سٹریٹ۔وحدت پورہ۔لاہور ص ۱۰۔

۴۴۔لاہور کے کاتب اگر کسی اخبار میں ہڑتال وغیرہ کرتے تو اس اخبار کے کاتب یہاں لاہور آ کر ان کی جگہ کام کرتے۔

۴۵۔عبدالاسلام خورشید ''داستان صحافت'' محولہ بالا ص ۱۲۶۔

۴۶۔غلام حسین بٹ ''ہمارے ساتھی نامور خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس'' جلد ۱ شمارہ ۲ اپریل ۱۹۵۰ء ص ۱۸

۴۷۔ان خطاطین کے نام راقم الحروف کو والد محترم محمد شفیع انور سیالوی مرحوم نے مہیا کیے جنہوں نے خوشنویسی کی ابتداء ''احسان'' اخبار سے ۱۹۴۶ء میں کی۔

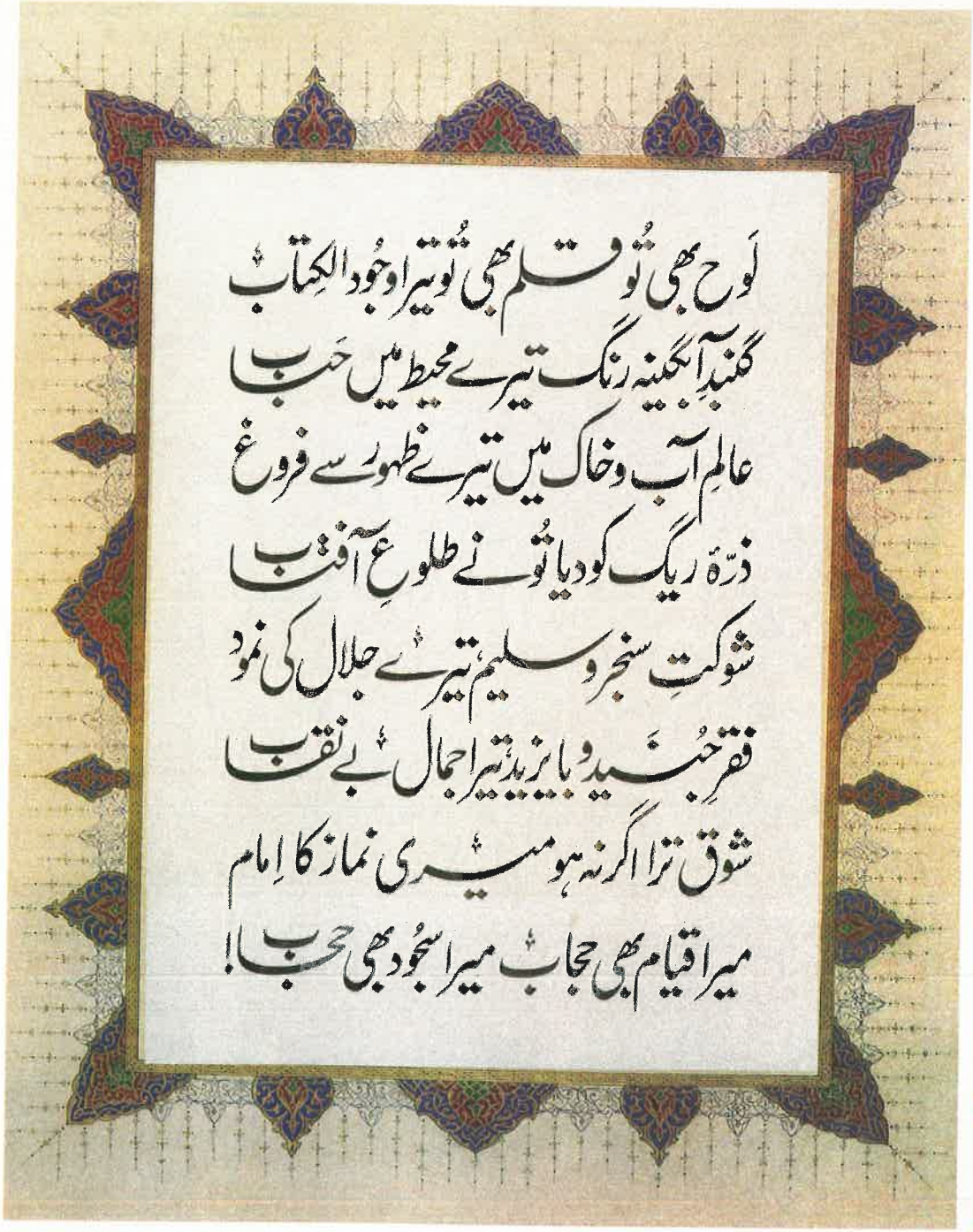
۴۸۔عبدالسلام خورشید ''اردو صحافت ۱۸۵۱ء۔۱۹۶۲ء'' نقوش لاہور نمبر ''ادارہ فروغ اردو'' اردو بازار لاہور ص ۸۵۰۔
۴۹۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۳۷۹۔
۵۰۔ایضاً ص ۳۷۹۔
۵۱۔ان کاتبوں کے نام محمد دین خوشنویس سے لیے گئے۔
۵۲۔یہ کاتب معروف پبلشر عطر چند کپور کا کام بھی کرتا تھا۔
۵۳۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت۔'' محولہ بالا۔ص ۳۸۶۔
۵۴۔ایضاً ص ۳۸۷۔
۵۵۔راقم الحروف نے روزنامہ ''مشرق'' کے خطاط محمد عباس کے ہمراہ ۱۹۹۱ء میں حکیم محمد دین سے ان کاتبوں کے نام لیے اس وقت حکیم صاحب کی عمر سو سال تھی۔
۵۶۔محمد یوسف سدیدی ''خطاط الملک تاج الدین زریں رقم'' روزنامہ ''امروز'' ۱۶ جون ۱۹۶۴ء۔
۵۷۔روزنامہ ''نوائے وقت'' ۶ نومبر ۱۹۴۹ء۔
۵۸۔روزنامہ ''پرتاب'' دہلی ۶ ستمبر ۱۹۵۴ء۔
۵۹۔روزنامہ ''امروز'' ۲۸ جون ۱۹۷۶ء۔
۶۰۔محمد یعقوب ایڈووکیٹ ''محمد صدیق الماس رقم'' ''امروز'' ۲۸ جون ۱۹۷۶ء۔
۶۱۔طارق وارثی آج کل ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی ہیں۔
۶۲۔مسکین علی حجازی۔ ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۵۱۶۔
۶۳۔عبدالسلام خورشید ''داستان صحافت'' محولہ بالا ص ۱۲۶۔
۶۴۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۵۱۸۔
۶۵۔غلام حسین بٹ ''نادر خوشنویس''۔ ماہنامہ ''خوشنویس''۔ جلد ا شمارہ ۲۔اپریل ۱۹۵۰ء ص ۱۸۔
۶۶۔عبدالسلام خورشید۔ ''داستان صحافت'' محولہ بالا ص ۱۳۰۔
۶۷۔ان خوشنویسوں کے نام معروف خطاط محمد شفیع انور مرحوم سے لیے گئے جو ''نوائے وقت'' کے ہیڈ کاتب رہے۔
۶۸۔غلام حسین بٹ ''نامور خوشنویس''۔ ماہنامہ ''خوشنویس''۔ جلد ا شمارہ۔۲۰ اپریل ۱۹۵۰ء ص ۲۲۔
۶۹۔مسکین علی حجازی ''پنجاب میں اردو صحافت'' محولہ بالا ص ۵۰۴ تا ۵۱۶۔
۷۰۔عبدالسلام خورشید ''اردو صحافت'' ۱۸۵۱ء تا ۱۹۶۲ء نقوش لاہور نمبر محولہ بالا ص ۸۵۵۔
۷۱۔مجاہد الحسینی ''فن خطاطی کے فروغ وارتقاء میں ادارہ امروز کی خدمات'' امروز اشاعت خاص۔۱۹۷۰ء ص۔۲
۷۲۔ایضاً۔ص ۲۔
۷۳۔تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا صفحہ نمبر۔
۷۴۔خالد جاوید یوسفی۔ ''استاد مکرم حافظ محمد یوسف سدیدی'' ''ادبیات'' سہ ماہی شمارہ ۱۳۔۱۴۔۱۵ جلد ۱۶ اکادمی ادبیات پاکستان۔ اسلام آباد۔ نومبر دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۳۴۹۔
۷۵۔لاہور کے نامور خطاط صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم آج کل بیٹھک کاتباں اندرون لوہاری گیٹ بیٹھتے تھے۔
۷۶۔بقول نامور خوشنویس سید انور حسین نفیس رقم۔
۷۷۔غلام حسین بٹ ''نامور خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس'' محولہ بالا ص ۱۸۔
۷۸۔اکرام الحق۔ ''دبستان خط''۔ محولہ بالا ص ۳۲۔
۷۹۔ایضاً ص ۳۰۔
۸۰۔عبدالسلام خورشید ''داستان صحافت'' محولہ بالا ص ۱۳۳۔
۸۱۔شریف گلزار مرحوم چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ''مشرق'' کے مطابق۔
۸۲۔سید انور حسین نفیس رقم ''لاہور کے اخباری خطاط'' امروز اشاعت خاص ۲۸ جون ۱۹۷۶ء ص ۲۔
۸۳۔تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں باب میں خطاطی سکھانے کے مدارس
۸۴۔سید انور حسین نفیس رقم ''لاہور کے اخباری خطاط'' محولہ بالا ص ۲۔
۸۵۔اکرام الحق۔ ''دبستان خط'' محولہ بالا ص ۱۹۔
۸۶۔تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں مقالہ ہذا کا صفحہ
۸۷۔عبدالسلام خورشید۔ ''داستان صحافت'' محولہ بالا ص ۱۱۸۔
۸۸۔غلام حسین بٹ ''نامور خوشنویس''۔ ماہنامہ ''خوشنویس''۔ اپریل ۱۹۵۰ء۔ ص ۱۸۔
۸۹۔محمد اکرام الحق ''دبستان خط'' محولہ بالا ص ۳۲۔
۹۰۔ایضاً ص ۹۔
۹۱۔ایضاً ص ۲۸۔
۹۲۔ایضاً ص ۲۸۔
۹۳۔غلام حسین بٹ ''نامور خوشنویس'' ماہنامہ ''خوشنویس''۔ اپریل ۱۹۵۰ء ص ۱۸۔
۹۴۔واضح رہے کہ ان کی وضع کردہ مصورانہ خطاطی پیونڈ جوڑ اور دیگر اسالیب کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے۔
۹۵۔روزنامہ ''کوہستان'' ۸ جنوری ۱۹۶۲ء جلد ۶ شمارہ ۲۹۱ ص ۲۔
96. Profile M.Sahfi Anwar. "The Civil and Military Gazette" Monday. Jan.15.1962. P.3.
۹۷۔بحوالہ الصویفت روزہ (قندیل) جلد ۲۸۔شمارہ ۵ ۴ فروری ۱۹۶۲ء۔ص آخر۔ گورنر ملک محمد امیر خان' محمد شفیع انور کو پہلا انعام دے رہے ہیں۔
۹۸۔روزنامہ ''کوہستان'' ۸ جنوری ۱۹۶۲ء جلد ۶ شمارہ ۲۹۱ ص ۲۔
98. Syed Amjad Ali "Calligraphy in Pakistan "Pakistani Quarterly. Karachi.Vol.X No.4 1962.P.P8-16
۱۰۰۔طاہر لاہوری ''ہل چلانے سے قلم سنبھالنے تک'' روزنامہ ''امروز'' یکم دسمبر ۱۹۸۹ء۔
۱۰۱۔محمد بلال چغتائی۔ ''چھوٹے شہر کا عظیم فنکار۔ محمد اشفاق ملک گولڈ میڈلسٹ۔'' امروز ہفت روزہ ایڈیشن ۱۸ اگست ۱۹۸۹ء ص ۱۵۔



باب هفتم



کتابه نویسی


لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجُود الکِتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا اِمام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجُود بھی حجاب!

مختلف رسم الخطوط عمارتوں پر زیورات کی طرح آراستہ ہوئے اور عمارتیں دلہنوں کی طرح سج کر ہماری ثقافت ہماری پہچان اور ہمارے ذوق جمالیات کی تسکین کا باعث بنیں۔ ان خطوط میں پرندوں کی سبک رفتاری اور محبوب کے سراپا کی لطافتیں سمودی گئیں۔ خط نستعلیق میں اگر قازوں کی محو پرواز قطار کی صف بندی کا نظارہ نظر آتا ہے تو خط ریحان میں گل وسنبل کی نزاکت ومہک موجود ہے اگر تعلیق میں کہکشاں کی طرح ستاروں کی جھرمٹ کی جھلمل تو خط طغریٰ کسی دربار شاہی کی طرح کرسی وتخت کا جاہ وجلال لیے ہوئے ہے۔(۱) دنیا کے کسی بھی دوسرے رسم الخط کو فن تعمیر میں وہ حیثیت حاصل نہیں جو عربی رسم الخط کو اسلامی فن تعمیر میں ہے جس رسم الخط میں بھی کتبات لکھے گئے وہ عمارت کا مقصد یا میناروں لاٹھوں یا چٹانوں پر حکومتی قوانین یا اخلاقی تعلیم کے کچھ اصول کندہ کرائے گئے لیکن اسلامی فن تعمیر میں نسخی گلکاریاں اور کتبہ نگاری کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی۔ اس کی وجہ قرآن کریم سے مسلمانوں کی وابستگی اور ان کا مذہبی رجحان ہے جن ممالک نے اسلام قبول کیا ان میں ایسے ملکوں کی تعداد کثیر تھی جن کی مادری زبان عربی نہ تھی چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اس لیے مسلم امہ نے اس کو کتبہ نگاری کے لیے استعمال کیا عمارت کا مقصد ضروری مقامی زبان میں کندہ کیا گیا مگر آرائش کے لیے تمام تر قرآنی آیات استعمال ہوئیں جو خط کوفی ثلث اور نسخ میں لکھی گئیں برصغیر میں بیشتر مقصدی کتبات فارسی میں اور کچھ اردو میں ہیں جن کے لیے خط نستعلیق استعمال کیا گیا۔

عربی دنیا کی پہلی زبان ہے جسے عمارتوں' ظروف' اسلحہ' قلمدانوں' پارچات پر بطور آرائش استعمال کیا گیا۔ ڈاکٹر آرناتھ نے اسلامی عمارتی خطاطی کے بارے میں خوبصورت رائے کا اظہار کیا ہے۔

"This is a significant deviation from the Iranian fashion where the inscription are mostly employed to adorn the domes or around the portals, like jewelled necklace."(2)

''یہ (رجحان) ایرانی طریق کار سے ایک الگ راستہ متعین کرتا ہے ایرانی فیشن کے مطابق کتبے زیادہ تر یا تو گنبدوں کو یا بڑے بڑے داخلی دروازوں کی چوگاٹھوں کو سجانے کے لیے اسی طرح استعمال ہوتے تھے جیسے ہار میں موتی جڑ دیئے جائیں۔''

ایک اور ترکی محقق رقمطراز ہے۔

"Besides being an art itself calligraphy also played an important role in architectural decoration and in the enrichment of the decorative arts. If we were to remove all writing from building and work of art they would present a very jejune appearance."(3)

''ایک فن کے علاوہ (اسلامی) خطاطی نے عمارتی زیبائش اور تزئینی فن کی بہتات میں بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہے اگر تمام عمارتوں اور دیگر فنون سے خطاطی کو نکال دیا جائے تو یہ عمارتیں محض چونے کا پتھر چونے اور گارے کے انبار کا منظر پیش کریں گی۔''

ایسے ہی خیالات کا اظہار علی اصغر حکمت نے کیا ہے

رسم کتیبہ نویسی در جماعات بشری بظہور رسیدہ واین کار کہ در ابتدا ناشی از حب نفس بودہ است امروز برائی علمائی تاریخ یک رشتہ از بہترین اسناد تاریخی را فراہم ساختہ کہ اگر آں کتبہ ھا نمی بود ھر اینہ قسمت عمدہ تاریخ جہان مجہول میماند(۴)

ایک امریکن سکالر پروفیسر بیگلے (Bogly) رقمطراز ہیں۔

"Calligraphic inscriptions consitute the most important decorative element in Indian Islamic architecture through their well-defined vertical and horizontal bands and friezes, the calligraphic inscriptions dramatically articulate the building, and in the process, writing took on a profundity and beauty unknown in any other religion or civilization.(5)

''خوشخطی سے لکھے گئے کتبے ہندوستانی اسلامی فن تعمیر کا ایک اہم زیبائشی جز میں اعمودی سہ افقی تختیوں پر لکھے گئے خطاطی کے یہ نمونے عمارتی کے حسن تو ڈرامائی انداز میں دوچند کر دیتے ہیں اسی بات نے (اسلامی) تحریروں کو ایک ایسی گہرائی اور حسن عطاء کیا ہے جو دنیا کے کسی اور مذہب یا تہذیب کو میسر نہیں آیا۔''

W.E.Bogley مزید لکھتے ہیں۔

"Aside from their obvious bearing on the history of Islamic Architecture in India. Inscription also provide useful information for the assessment fo the literary contribution made by Indo-Pak to Persian Language and literature in both the sultanate and Mughal periods."(6)

ہندوستان کے اسلامی فن تعمیر کی تاریخ پر ان ظاہری اثرات کے علاوہ ان پر لکھے گئے کتبے سلطنت اور مختلف عہدوں میں فارسی لٹریچر کی علمی خدمات تو جانچنے میں بھی مدد دیتی ہیں۔

ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ عمارت مسجد نبوی ہے جس کا سنگ بنیاد آنحضور ﷺ نے خود رکھا اور تعمیر کی نگرانی حضرت عمار یاسر کو سونپی گئی۔(۷) ۸۶ھ/۷۰۵ء میں ولید بن عبدالملک نے دمشق میں تعمیرات کیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں عمارتوں پر کافی محنت کی گئی۔ خالد بن الہیاج نے جو ولید بن عبدالملک سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک موجود تھا نے مسجد نبوی میں آب زر کے ساتھ خط کوفی میں سورۃ والشّمس لکھی جو صدیوں تک برقرار رہی(۸) آرائش کے طور پر کتبہ نگاری کا قدیم ترین نمونہ یروشلم میں قبتہ الصخرا میں ملتا ہے جو خلفائے بنوامیہ کے عہد میں لکھا گیا۔ مسلمانوں سے قبل عمارتوں میں مجسمہ سازی اور مصوری کے ذریعے آرائش کی جاتی تھی جبکہ مسلمانوں نے آرائش کے مختلف طریقے اختیار کئے۔ انہوں نے خطاطی اور گلکاری میں وہ مہارت حاصل کی جو کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوئی۔(۹)

جہاں تک اسلامی کتبات کا تعلق ہے سب سے پہلا یا قدیم کتبہ فلسطین میں بیت المقدس کے گنبد کا ہے جس کی تعمیر مروان بن عبدالملک کے دور میں ہوئی اس وقت کوفی کی متعدد اقسام عمارتی خطاطی کے لیے مروج تھیں۔ عباسی دور اور فاطمی دور میں عمارتی خطاطی کو مزید عروج ملا اور عمارتوں پر خطاطی کے استعمال کو مزید تقویت ملی تزئین کے لیے ارابیسک کی گراؤنڈ بنا کر اس کے اوپر پھولدار کوفی اور پیوستہ یا مقفل کوفی میں کتبات لکھے گئے۔ جبکہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں پھولدار کوفی نے مصر میں عمارتی خطاطی کے طور پر نمایاں مقام پایا۔ برصغیر میں اس کی ایک مثال بھنبھور کی جامع مسجد کے ۱۴ کتبات ہیں۔ جو ۲۹۴ھ/۹۰۶ میں لکھے گئے۔(۱۰) زاویہ دار angular طرز خطاطی میں اسلامی کتبات عموماً دو علاقائی طریقوں سے لکھے گئے۔

مصری طرز

اس طرز میں ہر حرف کی علیحدہ کمپوزیشن ہوتی ہے۔ بھنبھور کے کتبات اسی طریق سے لکھے گئے۔

گولائی دار اور زاویہ دار رسم الخطوط (Cursive&Angular Scripts)

جہاں تک عربی خط کی ابتدائی شکل کا تعلق ہے وہ گولائی دار Cursive اور یادگاری Monumental تھا اور نبطی خط سے نکلا۔ جبکہ نبطی خط کی ابتدائی شکل فونیقیوں کے ہاں آٹھویں صدی مسیح میں ملتی ہے۔ اسلام سے قبل اس خط کو علاقائی نسبت سے حمیری خط کہا گیا اس خط میں کچھ کتبات پر جانوروں اور درختوں کی شکلیں روایتی طرز میں کندہ کی گئی ہیں (۱۱) اس کے بعد کوفی خط معرض وجود میں آیا۔ جسے زاویہ دار Angular کہا گیا اس خط کی پہلی سے دسویں صدی ہجری تک کئی صورتیں سامنے آئیں۔ بعض نے اسے پتھر کا خط قرار دیا جو Mounments یا بلند و بالا یادگاری عمارتوں اور میناروں کے لیے مخصوص تھا۔ (۱۲)

چھٹی صدی عیسوی/ پہلی صدی ہجری میں نبطی خط اور کوفی خط عالم اسلام میں ساتھ ساتھ چلتے رہے جبکہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں عام کوفی (Simple Kufic) اور تیسری صدی ہجری میں پھولدار کوفی (Floral Kufic) عروج پر رہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں زاویہ دار کوفی خط عروج پر تھا جو مختلف ادوار میں اپنی ہیئت تبدیل کرتا رہا۔ بالآخر دسویں صدی عیسوی تک پس پردہ چلا گیا زاویہ دار کوفی خط کی مختلف اقسام عمارتوں پر ہمیں ملتی ہیں۔ (۱۳)

بیشتر مؤرخین خط نے زاویہ دار اور مخروطی خطوط پر بحث کی ہے کوفی خط کے بارے میں مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ خط کوفہ شہر کے بسنے سے ایک صدی قبل بھی موجود تھا کیونکہ اسی شہر میں اس کا باقاعدہ استعمال تھا اسی وجہ سے اسے کوفی کہا گیا بعد میں اسے سرکاری خط و کتابت کا درجہ حاصل ہوا کئی مؤرخین نے کوفی کو سست اور نسخ کو تیز خط قرار دیا۔ بہرحال اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ کوفی نبطی سے نکلا (۱۴)

ابن مقلہ سے سات خطوط کی ایجاد منسوب کی جاتی ہے۔ لیکن بعض مؤرخین اس سے انکار بھی کرتے ہیں۔

"This has completely demolished the traditional theory that Ibn-e-Muqla invented the six styles known as *Thuluth, Naskh, Rehan, Mohaqqaq, Tauqi and Riqa*."(15)

''اس بات نے اس روایتی خیال کو بالکل غلط ثابت کر دیا ہے جس کے مطابق ابن مقلہ کو چھ خطوط (ثلث، نسخ، ریحان، محقق توقیع اور رقاع) کا مؤجد قرار دیا جاتا ہے''

کوفی آمیز ثلث

دسویں صدی عیسوی میں خط کوفی اور کوفی آمیز ثلث جو کہ کوفی سے قبل بھی موجود تھا کا استعمال محدود پیمانے پر رہ گیا۔ اور قرآنی خطاطی کے لیے نسخ مروج ہوا جبکہ خطاطوں کی نظر میں بھی زاویہ دار کوفی کی اہمیت کم ہو کر رہ گئی اور اس کی جگہ نسخ نے لے لی۔ (۱۶) تیرہویں صدی عیسوی میں گولائی دار خط عمارتوں پر بھرپور طریقے سے نظر آنے لگا۔

ایک ترکی محقق نے اس زاویہ دار اور گولائی دار خط کی بحث کو یوں سمیٹا ہے۔

"An angular cursive script is Known as *Kufic*, while a rounded cursive is called *naskhi* and an early subdivision of this is called thuluth. Ornate styles of lettering Known as *floriated* and *braided* Kufic were widely used in the Seljuk period."(17)

''زاویہ دار مخروطی خط کو کوفی خط کہا جاتا ہے جبکہ گول مدور مخروطی خط ''خط نسخ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی ایک قدیم شکل ''ثلث'' کہلاتی ہے۔ دو تزئینی طرزیں جن کو پھولدار طرز اور زلف دار طرز کہا جاتا ہے سلجوق عہد میں وسیع پیمانے میں استعمال ہوتی تھی''

ہماری رائے یہ ہے جس کا اظہار بھرپور انداز بہت سے مستشرقین نے کیا ہے کہ کوفی چونکہ زاویہ دار (angular) ہوتا

ہے جو پہلی سے تیسری صدی ہجری یا آٹھویں صدی عیسوی سے بارہویں صدی عیسوی تک عمارتوں پر لکھا گیا مگر جیسے ہی فن تعمیر میں مسلمانوں نے ترقی کی عمارات میں اسلامی رنگ نمایاں ہوتا گیا۔ اس دور میں محراب (arch) وغیرہ کا آغاز ہوا اور خطاطی اور ارابیسک (arabesque) سے عمارتوں کو سجایا جانے لگا۔ خط کوفی اور ارابیسک و ہندسی اشکال کا آپس میں گہرا تعلق تھا جو اسلام سے قبل بھی موجود تھا۔ کوفی میں تیز زاویے دوائر لائن کی شکل میں سامنے آتے ہیں (۱۸) اس سے ہم خط اور ہندسی اشکال کا آپس میں تعلق جان سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہندسی اشکال کوفی سے وجود میں آئے ہوں۔ ہندسی اشکال کی پہلی مثال ہمیں یمن کے راستے میں بیت المقدس کے ایک کتبے پر ملتی ہے جس میں کوفی اور ارابیسک ایک جگہ نظر آتے ہیں۔ (۱۹) ان ہر دو تعلق واضح کرنے کے لیے ہمیں ہندسی اشکال کی تاریخ جاننا پڑے گی۔ ہندسی اشکال کا فن ساتویں صدی عیسوی کے اواخر میں شروع ہوا اور یہ دو صدیوں تک ارتقاء پذیر رہا مسلمانوں کی پہلی تعمیر مسجد الحکیم (۹۸۰ھ/۱۰۱۲ء) میں ہندی اشکال کا پہلی بار استعمال ہوا۔ ارابیسک کے فن میں اگر کوئی بیل چلتی ہے تو وہ کئی سمتوں کو پھیلتی ہے اور ہر طرف کے موڑ اور دائرے اور فاصلے اتنے صحیح ہوتے ہیں کہ ان میں بال برابر فرق نہیں آتا۔ (۲۰) ہندوستان میں یہ فن دسویں صدی عیسوی میں متعارف ہوا خاندان غلاماں کی تعمیرات میں ہندسی اشکال سے مزین جالیاں ملتی ہیں جبکہ مغل دور میں یہ فن بام عروج کو پہنچا اس دور میں چونے (Stucco) کے میٹریل کی بجائے سنگ مرمر میں ایسی خوبصورت جالیاں اور پھولدار نمونوں میں ارابیسک اور خطاطی کا امتزاج اس طرح قائم کیا گیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی تک عمارتی خطاطی کے طور پر خط کوفی کا رواج رہا مگر اس دور میں یہ محسوس ہونے لگا کہ کوفی اور ارابیسک کے باہمی اشتراک سے کوفی خط اور ارابیسک آپس میں خلط ملط ہو کر اپنی انفرادیت کھو بیٹھتے ہیں۔ کوفی کو ارابیسک کی بیلوں نے جو ایک وقت میں کئی سمتوں کو جاتی تھیں اپنے زیر اثر لانا شروع کر دیا اس وجہ سے کسی دوسرے خط کی ضرورت عمارتوں کے لیے محسوس کی جانے لگی اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے عمارتی خطاطی میں بیشتر تجربات کئے گئے۔ اس خیال کی تائید بیشتر مؤرخین خط نے کی ہے۔ بقول پروفیسر بیگلے

"As in the case of the transition from angular Kufic to cursive naskh there was fairly long period of chronological overlap when both irregular naskhi and standared *thulth* were used on Indian momuments."(21)

''جس طرح زاویہ دار کوفی خط اور مخروطی نسخ کے درمیان وقتی فاصلہ ہے اسی طرح ہندوستانی عمارتوں پر بے قاعدہ نسخی خط اور عام ثلث تاریخی طور آگے پیچھے ہونے کے باوجود کافی دیر تک ساتھ ساتھ چلتے رہے''

پروفیسر گوناتھ لکھتے ہیں۔

"Naskhi is a round script distinct from Kufic which is angular gradually it became popular and by the 12th Cent. A.D. replaced Kufic."(22)

''نسخی ایک مدور خط ہے اور کوفی جو ایک زاویہ دار خط ہے سے ممیّز ہے آہستہ آہستہ خط نسخی مقبول عام ہوا اور ۱۲ویں صدی عیسوی تک اس نے خط کوفی کی جگہ لے لی''

زاویہ دار کوفی کے زوال کے زمرے میں W.E.Begley رقمطراز ہیں۔

"The primary reason for the decline of the angular *Kufic* was that, it was replaced in popularity by monumental cursive script. Outside India, the use of cursive style in architectural inscriptions began in 12th Cent."(23)

''زاویہ دار کوفی خط کے زوال کا بنیادی سبب یہ تھا کہ مقبولیت میں اس کی جگہ گولائی دار عمارتی خط

نے لے لی تھی۔ ہندوستان کے باہر گولائی دار عمارتی خطاطی کی ابتداء ۱۲ ویں صدی عیسوی میں ہوئی''

کوفی کے بعد عمارتی خطاطی کے لیے جو خط معرض وجود میں آیا اس میں کوفی اور ثلث کے ملے جلے اثرات تھے۔(ع۔۱،۲،۳) بعض مؤرخین نے اس خط کو کوفی اور بعض نے نسخ لکھا ہے (۲۴) جبکہ مصنف کی رائے میں یہ کوفی آمیز ثلث ہے۔ بقول ضیاء الدین جب گولائی دار سٹائل عربی خط کی شکل اختیار کر گیا تو اس کا نام نسخی پڑ گیا۔(۲۵) بعض کے نزدیک یہ خط کوفی سے قبل بھی موجود تھا۔ بہرحال یہ طے ہے کہ یہ عمارتی خط بارہویں صدی سے پندرہویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔

۴۳۰۔۵۹۱ھ/۱۰۸۷۔۱۱۹۴ء میں بغداد کے علاوہ مصر، شام، ایران، پاک و ہند میں ترک مملوک برسراقتدار آئے اور اپنے ساتھ یہ خط کوفی آمیز ثلث لائے۔ یہ خط مملوکوں کے زیر تسلط علاقوں میں بارہویں صدی سے پندرہویں صدی عیسوی میں تقریباً تمام عمارتوں پر موجود ہے۔ اگرچہ یہ خط جلال کا مظہر ہے فنی اعتبار سے اتنا جاذب نظر نہیں مگر اپنی ۴۰۰ سالہ تاریخ کی وجہ سے انتہائی اہم ہے اس کا ماخذ سلجوقی آرٹ ہے۔اس سلسلے میں W.E.Begley گجرات بھارت کے ایک کتبے پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"Though its calligraphy is not of high quality the panel is an interesting late specimen of the bold naskh script that was widly used in North India for more than three hundred years from about 1200 to 1550, after which it disappeared for ever from architectural inscription. Aside from its dynamic sense of movement, the chief visual characterisitic of this script is its use of thick vertical with florid tops."(26)

''اگرچہ اس کی خطاطی اعلیٰ معیار کی حامل نہیں مگر یہ کتبہ ایسے جلی نسخی خط کے آخری زمانے کا ایک ایسا دلچسپ نمونہ ہے جو شمالی ہندوستان میں تین سو سال



ع۔۱



ع۔۲



ع۔۳

(۱۲۰۰۔۱۵۰۰ء) تک وسیع پیمانے پر استعمال ہوتا رہا ہے اور پھر عمارتی کتبوں سے غائب ہوگیا۔
اپنی طاقت ورگرفت کے احساس کے علاوہ اس کی خط کی سب سے بڑی خوبی اس کے موٹے
عمودی خطوط اوران خطوط کی پھولدار چوٹیاں ہے''

اس خط کی اصل بغداد اوروسعت ایشیا سے شروع ہوئی جہاں ۴۰۰ سالہ تاریخ سلجوقیوں کے دیگر کارناموں سے بھری پڑی ہے۔(۲۷) اس طرح سلجوقی طرز خطاطی کی عمر بھی ۴۰۰ سال ہی ہے۔اسی دوران بغداد میں خط پر تجربات جاری تھے سرکاری خط و کتابت کے لیے طومار کا استعمال پہلے پہل ہوا جسے قطبہ نے ایجاد کیا(۲۸) ضحاک بن عجلان اور اسحٰق بن حماد نے اسے مزید بہتر بنایا ابراہیم الشجر ی جو اسحٰق کے شاگردوں میں سے تھا۔ دو نئے قلم ایجاد کئے جس میں دو تہائی حصہ طومار کا جسے ثلثین کا نام دیا گیا اور تیسرا حصہ جسے ثلث کا نام دیا گیا۔ یوسف لقوی (جو ابراہیم الشجر ی کا بھائی تھا) نے خط الریاسی ایجاد کیا جسے بعد میں توقیع کا نام دیا گیا۔ ابراہیم الشجر ی کے ایک شاگرد احمد الحول نے قلم النصف ایجاد کیا جو کہ نصف طومار تھا اور تھوڑا سا نصف خفیف الثلث جو کہ ثلث اور نصف کی انتہائی خوبصورت شکل تھی جبکہ مسلسل اور معمرات اور قصص طرزیں بھی الحول المحر رسے منسوب ہیں۔تمام خطوط کی قلموں کی بناوٹ خط جدا جدا ہے۔آٹھویں صدی کے آخر میں خطاطی کے حروف کے اوزان مقرر ہوئے۔اس دور میں جن خطاطوں نے خطاطی کو بام عروج پر پہنچایا۔ان میں اسحٰق بن ابراہیم البربری کا شاگرد اور ابن مقلہ کا بھائی ہیں۔خطاط ابوعلی ۹۴۰ء اور ابوعبداللہ ۹۴۹ء جو وزارت کے عہدے پر فائز تھا سرفہرست ہیں۔ آخر الذکر نے خطوط کے اوزان مقرر کئے۔ اسے خط منسوب کا نام دیا گیا جس کا مطلب (Harmonious Calligraphy) ہے اس وقت یہی خط قرآن کی کتابت کے لیے مشہور تھا۔ جومختلف علاقوں میں علاقائی اثرات کے تحت مختلف تھا۔شمالی افریقہ اندلس اور مراکو میں اسے مغربی خط کہا گیا۔ یا کچھ لوگوں نے اسے مشرقی کوفی کے نام سے یاد کیا۔

گیارہویں صدی کے آغاز میں محقق ریحان۔ نسخ سٹائل وجود میں آئے۔(۲۹) ابن البواب کے ایک شاگرد یاقوت المستعصمی نے تیرہویں صدی عیسوی میں اس خط کو انتہائی جاذب نظر بنایا جسے ثلث کہا گیا۔ اس خط کو شیخ حمد اللہ نے مزید خوبصورت بنایا۔ثلث کی جو شکل یاقوت المستعصمی نے وضع کی شیخ حمد اللہ کے ہاتھوں میں آ کر وہ مکمل طور پر ترکی انداز اختیار کر کے مزید خوبصورت ہوگئی۔(۳۰)

کوفی آمیز ثلث کو بعض مؤرخین نے نسخ اور بعض نے ثلث قرار دیا۔اس خط کے لیے کوئی بھی نام استعمال کیا جائے حقیقت یہی ہے کہ برصغیر میں عمارتی خطاطی کے لیے دو بڑی اور واضح طرزیں استعمال ہوئی ہیں۔ان میں ایک کا نام نسخی ہے۔ جس کی خصوصیات میں حروف کی شکل اور بلندی میں بے قاعدگی ہے جس سے عمارت میں expressionistic اور frenzied کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ بہت سے الفاظ بالخصوص کھڑے الفاظ موٹے اور باہر کو نکلے ہوتے ہیں کہ ان میں لمبی لمبی تکونوں (elongated triangles) کا گمان ہوتا ہے۔اس کے مقابلے میں عمارتی ثلث بہت باقاعدہ ہے۔اس کے حروف اپنی موٹائی سے بلندی میں بہتر تناسب کے حامل ہوتے ہیں۔(۳۱) ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط کے بعد کوفی کا استعمال محدود ہو چکا تھا۔ عام سادہ کوفی میں لکھی جانے والی عبارتیں خوبصورت نہیں تھیں۔ چونکہ کوفی نے خط سے زیادہ آرائش کی جگہ لے لی تھی خط کوفی کی یہ آرائشی نوعیت کی جاذبیت بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ سینٹ پیٹرز کے گرجے کے بڑے دروازے پر کوفی خطاطی میں کلمہ طیبہ عیسائیوں نے صرف آرائش کا ایک نمونہ سمجھ کر لکھوایا۔(۳۲) اس کے برعکس خط نسخ کی ترویج سے تحریر میں جمال پیدا ہوا اور اب خطاطی کا مقصد تحریر ہوا نہ کہ محض آرائش اور نسخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حروف کی اصل شکل برقرار رکھتے ہوئے خط میں جمال پیدا کیا جا سکتا ہے نہ کہ حروف کو بگاڑ کر۔(۳۳) اب عمارتی خطاطی کی ضرورت کے تحت جو خط معرض وجود میں آیا اس کے تکنیکی نام میں خاصی دقت رہی۔بعض مؤرخین نے اس سلسلے میں محتاط رویہ اختیار کیا۔اور اسے زاویہ دار کوفی اور نسخی طرزوں کی درمیانی شکل کہہ کر جان چھڑالی۔(۳۴)

یاقوت المستعصمی کے ثلث اور ارابیسک کے امتزاج سے عمارتی حسن میں بے پناہ اضافہ ہوا۔لہٰذا کوفی جو ارابیسک کے

ساتھ مل کر اپنی انفرادیت کھو بیٹھا تھا اب ثلث خط ارابیسک پر حاوی ہونے لگا۔ اس خط کو جلی لکھنے کی پہلی کاوش یاقوت نے قرآنی صفحہ کی پہلی درمیانی اور آخری سطور لکھ کر کی خط ثلث کو بے شمار طریقوں سے عمارتوں اور عمارتوں کی جالیوں پر لکھا گیا۔ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں ایرانی اور برصغیر کی عمارتوں پر ایک نیا خط نستعلیق نظر آنے لگا۔ (۳۵) اس نئے خط نستعلیق کی وجہ سے کوفی آمیز ثلث کو زوال آیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یاقوت المستعصمی کے ثلث نے عمارتی خطاطی کے طور پر نیا مقام حاصل کیا۔ نستعلیق کی اپنی نہاں خوبصورتی کے علاوہ اس میں نغماتی صفات نے فارسی اشعار کے لکھنے کا مکمل ذریعہ مہیا کیا۔ اشعار کے روایتی مطالب خطاطی (نستعلیق) میں اس طرح ظاہر ہوتے جس طرح اشعار گائیکی سے ادا کئے جا رہے ہیں۔ (۳۶) ایسے اشعار ہر طرح کی عمارتوں پر لکھے گئے۔ جس سے عمارتی خطاطی میں اک نئے دور کا آغاز ہوا۔

یہ طرز خطاطی عمارتوں کی حد تک سلطنت عہد کی قدیم نسخی خطاطی کی جگہ لے چکی تھی بہرحال جہاں جہاں قرآنی آیات کے لکھنے کی ضرورت تھی وہاں ثلث خط کے قدم قائم رہے۔ (۳۷)

مغل حکومت کے قیام کے بعد خطاطوں نے نسخی خطاطی کا استعمال صرف قرآنی خطاطی کے طور پر جاری رکھا مگر عمارتی خطاطی کے لیے ثلث اور نستعلیق کو ترجیح دی۔ (۳۸) اکبری دور میں فتح پور سیکری مسجد کے کتبے محمد معصوم قندہاری نے لکھے۔ اس مسجد کے علاوہ اسیر گڑھ مسجد کے محراب اور ستون پر خطاطی بھرتپور ضلع بیانہ کا کتبہ اور بری کھتو راجپوتانہ میں بعض نستعلیق کے کتبات اس کے بیٹے میر حاجی بزرگ نے لکھے۔ چشمہ نور کی دیوار پہ نستعلیق کا کتبہ عبداللہ مشکیں قلم نے لکھا درویش محمد الحاجی نے اندرکوٹ اجمیر میں گیسو خاں کی مسجد کا کتبہ نستعلیق میں لکھا۔ (۳۹) عمارتی خطاطی ہو یا فن کتاب سازی خط ثلث اور نستعلیق کے ساتھ ساتھ ارابیسک کا امتزاج بالخصوص شاہ جہاں کے عہد میں عروج پر رہا۔ (۴۰) حاصل کلام یہ ہے کہ کتبات کی تیاری میں اولاً خط کوفی کا استعمال پھر کوفی آمیز ثلث، ثلث، نستعلیق اور طغریٰ جیسے خطوط اپنی اپنی ضرورت کے تحت اس استعمال ہوئے۔

دیواری خطاطی (Mural Calligraphy)

دیواری خطاطی کے میدان میں غزنہ میں اگرچہ بعض اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ غزنی میں غزنوی عہد کی عمارتوں میں کتبات پر کوفی خط کی مندرجہ ذیل اقسام ملتی ہیں۔

ا۔ کنگری دار (Foliated) ب۔ پھولدار (Floriated) ج۔ پیوستہ یا مقفل (Interlaced)

د۔ حاشیہ دار (Bordered) ر۔ لہریہ دار (Undulating Scroll)

ان میں سے بعض کتبات عام اور آرائشی نسخ میں بھی ہیں غزنوی عہد کی اس خطاطی نے بعد میں فارسی اور سلجوقی خطاطی پر دوررس اثرات چھوڑے ہیں۔ ہندوستان کی خطاطی پر غزنوی خطاطی کے اثرات اور بھی دو چند ہیں۔ (۴۱)

کوفی کی پہلی پانچ صدیوں کے عروج کے بعد کوفی آمیز ثلث خاص طرز کے طور پر سامنے آیا جبکہ برصغیر میں یہ طرز غوریوں کے عہد حکومت میں متعارف ہوئی، جو لاہور ملتان سے ہوتی ہوئی دہلی پہنچی اور اکبری عہد تک اپنی ہیئت میں بعض معمولی تبدیلیوں کے ساتھ جاری رہی۔ لاہور میں اس طرز کی نمائندگی کیتھل کے پیر بلخی کے مزار سے منسوب کتبے جو لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری کی زینت ہے (ع۔۴) اور قطب الدین ایبک کے کتبات (۴۲) مزار موسیٰ آھن گرلاہور، پاکپتن میں مصلی محراب



ع۔۴

اور ملتان میں شاہ رکن عالم کا مزار، اجمیر شریف میں اڑھائی دن کا جھونپڑا دہلی میں التمش کا مزار (۴۳) کرتے ہیں۔ (ع۔۵) شیر شاہ کے دور حکومت میں بھی یہی خط اپنایا گیا۔ مقبرہ شیر شاہ سوری کے مزار کے کتبہ سے ابتدائی عہد سلطنت کی خطاطی کی رعنائی اور جاہ و جلال عیاں ہیں۔ (۴۴)



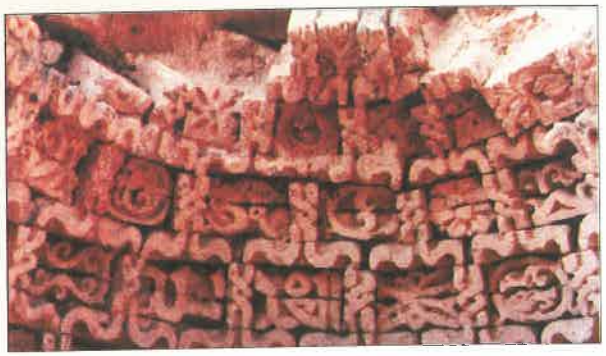
ع۔۵

مسلمان جب ہندوستان آئے تو یہاں کی تعمیرات میں پتھر کا استعمال ہوتا تھا اس لیے ہندوستان میں مسلمانوں کی ابتدائی عمارتوں میں بھی پتھر ہی استعمال کیا گیا اور پتھر میں قرآنی آیات کندہ کر کے آرائش کا کام لیا گیا لیکن بہت جلد مسلمانوں نے اپنی عمارتوں میں اس علم اور فن کا استعمال شروع کر دیا جو انہوں نے ہندوستان آنے سے قبل سیکھا تھا۔ پکی اینٹوں، پتھروں اور چونے کے مرکب مسالے کے استعمال سے انہوں نے عمارتیں تعمیر کرنا شروع کیں پہلے وہ پتھروں میں قرآنی آیات کندہ کرتے تھے اب انہوں نے اینٹوں کی دیواریں بنائیں اور ان کے پلستر پر قرآنی آیات اور گل بوٹے بنائے پچی کاری، کاشی کاری، مرصع کاری، مینا کاری، پرچین کاری جیسے فنون کو مسلمانوں نے دوسری اقوام سے سیکھا اور انہیں اپنی فتوحات کے ساتھ پھیلایا۔ (۴۵) غزنویوں نے پنجاب میں حکومت قائم کی تو وسط ایشیاء کے فنون لاہور شہر تک آ پہنچے۔ پنجاب کی فتح کے بعد غزنوی فنون کو یہاں تک پہنچنے کا راستہ مل گیا۔ (۴۶) اس دور میں سلجوقی فن تعمیر اور طرز خطاطی نمایاں رہے جن کے کتبات ایسے نمونے ہندوستان میں ملتے ہیں جو نہ صرف خطاطی بلکہ ترکی فن کا خاصہ ہیں۔ (۴۷) پاکستان کے بعض حصوں میں غزنویوں سے پہلے بھی ترک یہاں پر مقیم تھے۔ اس لیے غزنویوں کا ہندوستان کے ترک آرٹ اور سلجوقی آرٹ پر اثرات کا مسئلہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ جہاں تک سلجوقیوں کے فن تعمیر میں ہندوستانی خصائص کا تعلق ہے جو وسط ایشیاء سے ان تک منتقل ہوئے تھے اسی طرح غزنہ کی تعمیرات میں سنگ مرمر کا زیادہ استعمال ہوا جو ہندوستان کے منادر سے حاصل کیا گیا ہندوستان سے باہر ہندی عناصر کا سراغ فاطمیوں کے آخری زمانے اور ایوبیوں اور مصریوں کے مملوک فن سے لگایا جا سکتا ہے اور وہ اس لیے کہ چھپے ہوئے پارچہ جات (Calico Printed Cloth) گجرات سے مصر کو درآمد کئے جاتے تھے۔ (۴۸) مٹی کے برتنوں (سرامک) پر مغلوں نے سلجوقی طرز خطاطی کو جاری رکھا بخارا کے احمد بن طولون جس نے مصر میں اپنی بنوائی ہوئی مسجد پر دنیا کا سب سے طویل کتبہ رقم کرایا۔ جس کی لمبائی ۲ کلومیٹر ہے صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء میں فاطمی خلافت کو ختم کیا اس دور میں پتھروں کی عمارتوں کی بجائے اینٹوں کی عمارات تعمیر کی گئیں اور خطاطی کے لیے مختلف سائز کی اینٹوں کو تراش کر استعمال کیا گیا اسی طرح برصغیر میں بھی اس طرز کی ایک مثال کبیر والا ملتان میں خالق ولیؒ کے مقبرہ کی محراب پر ملتی ہے جو بارہویں صدی عیسوی غوری عہد سے متعلق ہے۔ (ع۔۶، ۷)



ع۔۶

لاہور میں مسلم فن تعمیر کا باقاعدہ



ع۔۷

آغاز غزنوی دور میں ہو چکا تھا اور لاہور چھوٹے غزنی کا درجہ اختیار کر چکا تھا لیکن یہاں ملنے والے خطاطی کے نمونوں کا تعلق غوری سلطنت کے قطب الدین ایبک کے دور سے ہے قطب الدین ایبک سے بہادر شاہ ظفر تک ۶۵۱ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ خاندان غلاماں ۶۰۳۔۶۸۹ھ/۱۲۰۶ء قطب الدین ایبک سے شمس الدین کیومرث تک کوفی آمیز ثلث کا رواج تھا۔ خلجی عہد ۶۸۹۔۷۲۱ھ/۱۲۹۰۔۱۳۲۱ء جلال الدین سے ناصر الدین خسرو تک اور تغلق عہد میں ۷۲۱۔۸۱۷ھ/۱۳۲۱۔۱۴۱۴ء تک یہی خط جاری رہا۔ جبکہ سید خاندان میں استرکاری اور نقش و نگاری پر توجہ دی گئی بہلول لودھی سے ابراہیم ثانی (۸۵۵۔۹۳۳ھ/۱۵۲۶۔۱۴۵۱ء) تک استرکاری اپنے عروج پر رہی مغل وسطی ایشیا سے ان فنون کا عظیم ورثہ اپنے ہمراہ لائے۔ لاہور میں آج تک جتنے بھی کتبات ملتے ہیں ان پر تمام اقسام خطاطی میسر ہیں اس طرح نہ صرف کتبات بلکہ ہتھیاروں اسطرلاب' پرانے ظروف' قلمدان' مسکوکات کی ہزار سالہ تاریخ موجود ہے۔ جس میں ہر عہد میں بے شمار سکے ڈھالے گئے جو اپنے اپنے دور کی خطاطی مروجہ اسلوب کی ترجمانی آج بھی دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں کر رہے ہیں۔

مغلیہ دور میں ایران کی خطاطی کا سیدھا اثر لاہور پر پڑا اور یہاں خط نستعلیق عمارتی خطاطی کے طور پر رائج ہوا نسخی اور ثلث خطوط کے ساتھ ساتھ پہلی مرتبہ ایرانی اثرات کے تحت برصغیر میں نستعلیق کی آمد کا پتہ چلتا ہے جو ٹھٹھہ میں فرخ مسجد کے کتبات ہیں جنہیں پندرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں تیار کیا گیا یہ کتبات پاکستان میں نستعلیق کی پہلی مثال ہیں۔(۴۹) خط نستعلیق کا آغاز عمارتی خطاطی کے طور پر ہونے سے ثلث کی اہمیت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی مگر نستعلیق کی خوبی یہ ہے کہ کم جگہ پر زیادہ عبارت سما جاتی ہے اور اگر اس کے حروف اوپر نیچے (overlap) بھی کر جائیں تو انہیں با آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔(۵۰) مقبرہ سید قریشی اور بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے نستعلیق اور ثلث کے کتبے ثلث اور نستعلیق میں تبدیلیوں کے عکاس ہیں۔

علاقائی اثرات

برصغیر میں ایرانی اور ترکی اثرات کے تحت یہ کتبات نہ صرف فن خطاطی کا اعلیٰ نمونہ ہیں بلکہ خطاطی کی تاریخ مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان کے بغیر عمارت ادھوری معلوم ہونے لگتی ہے۔ بہت سے خطاط مختلف ادوار میں بہتر مواقع کے لیے ایران سے ہجرت کر کے برصغیر آئے مغل دربار اور لائبریریوں نے ان کی دل کھول کر حوصلہ افزائی کی ان میں سے بیشتر سلطنت دور سے مغل دور تک نہ صرف لائبریری کے لیے کتب تیار کرتے بلکہ عمارتوں کو خطاطی سے سجانے کا فریضہ بھی انجام دیتے۔ سقوط بغداد کے بعد جو ملک خطاطی اور خصوصاً نسخ' ثلث' دیوانی' طغریٰ کے مرکز بنے ان میں ایران' ترکی اور پاکستان و ہند سرفہرست تھے۔ برصغیر میں مملوک اثرات کے بارے میں ضیاء الدین احمد ڈیسائی لکھتے ہیں۔

"On the Qutib Minar and on Sultan Ghari's tomb at Dehli.for example, it is indeed doubtfull if the development of the style during the first three decades of Islamic buildings in India would have been clear. It was on the basis of the developing feature of Mamluk style determined by these dated buildings."(51

دہلی میں صرف قطب مینار اور سلطان غوری کے مقبرے دیکھ کر یہ بات مشکوک لگتی ہے کہ
ہندوستان میں اسلامی تعمیرات کی پہلی تین دہائیوں میں اس طرز نے کوئی واضح شکل اختیار کی
ہوگی۔ اور یہ بات مملوک دور کے عمارتوں کے مطالعہ کی بنیاد پر کی جاسکتی ہیں۔

ظالم کوٹ سوات سے ملنے والے کتبے کی طرز تحریر میں بھی کوفی میں ملے جلے ثلث کے اثرات نوٹ کئے جا سکتے ہیں(۵۲) یہ کتبہ کوفی اور شاردا رسم الخط میں ہے(۵۳) فارسی اور شاردا زبان کا یہ کتبہ ۸۰۴ھ/۱۴۲۲ء کا کوفی سے نسخ کے سفر کا شاید پہلا سنگ میل ہے۔(۵۴)

ثلث خط کی لاہور میں آمد

شہر لاہور علم فن اور آثار قدیمہ کا ایک وسیع میدان ہے جس پر اگر کسی صاحب قلم نے کوئی کتاب ترتیب دی تو کئی ضخیم جلدوں پر پھیل جائے گی۔ لاہور فنون کی تاریخ کے اعتبار سے اصفہان شیراز، بغداد کا ہم پلہ شہر رہا ہے۔(۵۵) یہ شہر مسلمہ طور پر شروع ہی سے ہر عہد میں ایک اعلیٰ اور متمدن علمی مرکز رہا ہے۔(۵۶) یہاں تاریخی عمارتوں کا جھرمٹ شاہد ہے کہ لاہور دفاعی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ ثقافتی اور سماجی لحاظ سے اہم رہا ہے اس شہر پر اسلامی ثقافت کی یلغار محمود غزنوی کے حملوں سے شروع ہوتی ہے۔ کتبات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو خط کوفی سندھ سے ملتان تک محدود رہا جبکہ ثلث ایشیائی اثرات لیے ہوئے برصغیر میں وارد ہوا۔ راجہ گریہہ (گرام) سوات کے عربی کتبہ ۴۴۰ھ/ ۱۰۴۸-۱۰۴۹ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزنوی دور میں ثلث لاہور میں تھا۔(۵۷) ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ کتبات جہاں مفید معلومات کے علاوہ فارسی ادب میں ترقی کے مختلف مراحل، نظم ونثر دونوں کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں وہاں خطاطی کے اعتبار سے ان کتبات کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ماہر خطاط جو ہندوستان میں ۸۰ سے زائد ہیں۔ ۸۰ خطاطوں کا یہ محتاط اندازہ کتبات پر ان کے دستخط کے حوالے سے لگایا گیا ہے۔(۵۸) بعض مؤرخین کے نزدیک کتبات کی اہمیت اس طرح واضح ہوتی ہے کہ یہ آرٹ، معلومات کا ذریعہ، مسلمانوں کی تاریخ کی ترتیب، سکوں کا مطالعہ، سیاسی تاریخ، سماجی نظام حکومت کے متعلق ثقہ معلومات مہیا کرنے کا ذریعہ ہیں۔(۵۹) بعض جگہ ان کتبات میں لکھے گئے القابات اور خطابات ایک مشکل صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے کتبات کو پڑھنے کے لیے تاریخ کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔(۶۰) بعض کتبات ایسے بھی ہیں کہ تاریخ میں ان کے متعلق کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ مگر ان کی تاریخی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے۔ یہ کتبات تاریخی خلا پر کرنے کے ساتھ ساتھ مروجہ فنون کی تاریخ بھی بتاتے ہیں۔(۶۱)

اسلامی (نظریے سے بننے والی) عمارات کے یہ کتبات جس میں زیادہ تر مساجد، مقابر، قلعہ جات محلات، داخلی دروازوں، کنوؤں، قبرستانوں، تالابوں، باؤلیوں، باغات وغیرہ میں ملتے ہیں ان پر زیادہ تر تاریخ بنا مل سکتی ہے۔ بقول ڈیسائی

"Indo-Islamic monumental inscriptions are almost entirely foundational, having in the main bearing on the date of the monument."(62)

''ہندی اسلامی یادگاری کتبے کلیتہً تاریخ تعمیر یا تاریخ بنا کے طور پر لکھے گئے۔ اور ان کا زیادہ تر انحصار اور عمارت کی تاریخ تعمیر پر ہوتا تھا۔''

بعض کتبات میں اپنے زمانے کے اہم واقعات یا تاریخ تعمیر مل جاتے ہیں اور اس طرح ان کی حیثیت تاریخی مواد کی ہوتی ہے نہ کہ عمارتی زیبائش کی۔(۶۳) پرانے وقتوں میں جب کاغذ نہیں تھا یا کمیاب تھا تو یہی کتبات ہمیں مختلف ادوار کی تاریخ سے روشناس کراتے اور یہ معلومات کا ایسا ذریعہ ہیں جو کہ بعض اوقات عمارت کی تباہی کے بعد بھی عمارت کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی ہوتی ہیں۔ بعض تحریریں عمارت کی تباہی کے ساتھ یا ناموافق موسمی حالات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کتبات کافی معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں اور ان میں اغلاط کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔

"The inscriptions being the only available authentic sources, received, as a matter of cause, the exclusive attention."(64)

''کتبات اپنے لحاظ سے واحد اصلی ذریعہ اطلاع ہونے کی وجہ سے ساری توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔''

ایسے کتبات نہ صرف تاریخ کے مطالعہ کا وسیلہ ثابت ہوتے ہیں بلکہ ان سے مختلف فنون یعنی خطاطی' سنگ تراشی' پتھروں کی اقسام جیسے فنون سے بھی آگاہی ملتی ہے۔اس کے علاوہ یہ کتبات مذکورہ علاقے کی وسعت،سلطنت' مذہب' سیاسی اور ثقافتی زندگی کی عکاس بھی ہوتی ہیں۔بعض جگہ یہ کتبات عمارتی سجاوٹ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔(۶۵) ماضی میں ایسے ادوار بھی گزرے جب عظیم الشان کارناموں کی یادگار انہی کتبات کے ذریعے قائم کی جاتی تھی۔(۶۶)

سراب نظر (Optic illusion)

مسلمانوں نے بلند و بالا عمارتوں پر خطاطی کے جوہر اس طرح سے دکھائے کہ جس میں نظری توازن (Optic illlusion) کو مدنظر رکھا گیا جس طرح تاج محل کی خطاطی امانت خان شیرازی نے اس طرح سے کی کہ حروف کی جتنی موٹائی اپنے عین سامنے دیکھنے میں محسوس ہوتی ہے وہی موٹائی ۸۰ فٹ بلندی پر جا کر بھی برقرار رہتی ہے Optic illusion حروف لکھنے کا ایک قدیم یونانی لاطینی طریقہ ہے جو عموماً ایک ہی سائز میں لکھے جاتے ہیں مگر عربی حروف کا انداز مختلف ہے لیکن Optic illusion کا استعمال اسلامی خطاطی میں حیران کن ہے۔

کتبات کا مطالعہ

کتبات کا مطالعہ مؤرخین' مستشرقین اور ماہرین آثار قدیمہ کے لیے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔عربی اور فارسی کتابت پر پہلا مکمل کام ''سیر المنازل'' ہے جسے مرزا سنگین بیگ نے ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء میں لکھا اور ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر ایس ایچ قاسمی دہلی نے مرتب کیا اس سلسلہ کی دوسری کاوش سرسید احمد خان کی کتاب ''آثار الصنادید'' ہے جو ۱۳۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں چھپی یہ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شائع ہو چکی ہے اس میں دہلی کی عمارات کے کتبات کا مفصل ذکر ہے ۱۸۶۲ء میں آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا سر الیگزنڈر کننگھم کی سربراہی میں ۲۰ سال کے عرصہ کے لیے قائم کیا گیا Henri Cousins A Fuhrer اور V.A.Smith نے بھی عمارتی کتبات کے حوالے سے قابل قدر کام کیا۔بعض کتبات کے چربے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے لیے حاصل کئے گئے جنہیں ایچ بلاخ مین نے پڑھا اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں شائع کیا اس سلسلے کی اگلی کڑی Epigraphica Indica کا اجراء ہے جسے سٹراس برگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر Paul Horn نے شائع کیا دہلی کے کتبات کے حوالے سے J.H Ravenshaws Gaur نے ۱۹۷۸ء میں لندن سے کام شائع کیا۔محمد اکبر جہاں نے ۱۹۲۰ء میں ''احسن السیار'' آگرہ سے شائع کی اور رضی الدین بسمل نے ''گنج التواریخ'' بدایوں سے ۱۹۰۱ء میں شائع کی۔آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا میں وقتاً فوقتاً کتبات پر مضامین چھپتے رہے۔ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے زیر اہتمام بھی کتبات پر کئی مضامین چھپے بہار ریسرچ سوسائٹی نے کتبات کے حوالے سے ایک مکمل سلسلہ شائع کیا جو سورت اور گجرات کے تاریخی کتبات پر محیط ہے جسے بہاؤنگری ریاست کے کتبات کا مجموعہ Corpus Inscription Bhawnagari کے نام سے ۱۸۸۹ء میں بمبئی سے شائع کیا۔ بیسویں صدی میں بالخصوص کتبات کے حوالے سے زیادہ کام ہوا ۱۹۰۷ء میں اسلامی کتبات کے مطالعہ کے لیے Epigraphia Indomoslemica کے نام سے ایک رسالہ کا اجراء ہوا جس کے ایڈیٹر E.Dennision تھے جبکہ اس کا ۱۰-۱۹۰۹ء اور ۱۲-۱۹۱۱ء کا شمارہ Dr.Joseph Horovitz پروفیسر عربی محمدن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ نے شائع کئے

اس کے پہلے شمارے میں Dr.Horovitz نے ایک ہزار کتبات کی مفصل لسٹ چھاپی جو پہلے مختلف جگہوں میں چھپ چکی تھیں۔ اب انہیں جغرافیائی حوالے سے ترتیب وار چھاپا گیا۔

۱۹۱۳ء سے ۱۹۳۹ء تک کے شمارے غلام یزدانی نے مرتب کیے جو آرکیالوجیکل سروے سے وابستہ تھے۔۵۰۔۱۹۴۹ء میں اس جرنل کا نام Epigraphia Indo Muslimica سے تبدیل کر کے Epigraphia Indica (EIAPS) Arabic and Persian Supplement رکھ دیا گیا۔۵۲۔۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۳ء کے عرصہ میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ڈیسائی جو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مسلم اپی گرافی کے عہدے پر فائز تھے نے ۲۰۰ شمارے مرتب کئے ۱۹۸۳ء میں وہ ڈائریکٹر اپی گرافی کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔۱۹۳۶ء میں بیجاپور کے کتبات کے بارے میں ڈاکٹر محمد ناظم نے کام کیا۔اس کے علاوہ Historical Inscriptions on the Protected Monuments in Dehli پر کلکتہ سے اشرف حسین نے ۱۹۳۶ء میں کام کیا Epigraphia Indica Muslimica (Arabic and Persian Supplement) کے شماروں کے لیے مولوی ظفر حسین، شمس الدین احمد، رام سنگھ سکسینہ، خواجہ محمد احمد، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، ڈبلیو ایچ صدیقی، اے اے قادری، ایس اے رحیم، ایم ایف خاں، ایس ایس حسین اور ضیاء الدین احمد ڈیسائی نے مضامین چھاپے۔ دکن کالج کے بلیٹن، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پونا، بمبئی یونیورسٹی کے جرنل میں محمد بشیر الدین احمد نے ''واقعات مملکت بیجاپور'' کے تحت کتبات کے بارے میں لکھا۔ جو آگرہ سے ۱۹۱۵ء میں واقعات دارالحکومت دہلی کے تحت ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا ایس اے بلگرامی نے ''مآثر دکن'' ۱۹۲۵ء شائع کی جب کہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے Muslim Monuments of Ahmedabad Through Their Inscriptions کے عنوان سے دکن کالج انسٹی ٹیوٹ کے پہلے شمارے میں شائع کیا۔ پٹنہ کے پروفیسر ایس ایچ عسکری نے چند کتبات دریافت کئے اور پٹنہ کالج میگزین میں چھاپے۔ پروفیسر بی۔ڈی ورما نے عادل شاہی سنگی کتبات پر بمبئی یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ء میں پی ایچ ڈی کی اور ڈاکٹر قائم الدین احمد کی کتاب Corpus of Arabic and Persian Inscriptions of Bihar ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔۱۹۵۲ء سے ہندوستان کے مختلف حصوں کے کتبات کے مطالعے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ اب ہندوستان میں کتبات کے حوالے سے Annual Reports of Indian Epigraphy کی شکل میں کام ہو رہا ہے۔۵۳۔۱۹۵۲ء سے اب تک عربی، فارسی کتبات کی فہرست مرتب کی گئی اور آخری دس سالوں میں عربی فارسی کتبات کی جو فہرست مرتب کی گئی وہ ۸۰۰۰ کتبات سے اوپر ہے جو خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ اب تک EIAPS اور EIM کے پہلے سے ۱۹۷۵ء تک کے شماروں میں چھپی ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۹۸۵ء میں Monumental Islamic Calligraphy کے عنوان سے W.E.Begley نے ہندوستان کے نمائندہ کتبات امریکہ سے شائع کئے Arts of Asia کے کئی شماروں میں کتبات پر اہم معلومات بہم پہنچائی گئیں۔ ڈی سی سرکار کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ہندوستانی کتبات کے مطالعہ کے تحت ترقی اردو بیورو نئی دہلی نے شائع کی۔ ڈاکٹر گوپی چند اوجھا نے Indian Paleograhy پر ہندی میں قابل قدر کام کیا علاوہ ازیں Asher a Frederic اور Cathy اور G.S Gai نے Indian Epigraphy کے حوالے سے مضامین کو یکجا کر کے Indian Epigraphy Its bearing on the history of art. کے عنوان سے شائع کیا۔

لاہور کے کتبات کے حوالہ سے سید محمد لطیف نے Lahore its History Architectural, Remains and Inscription کے عنوان سے ۱۸۹۲ء میں قابل قدر کام کیا۔ اور انہی کی کتاب Agra Historical and Descriptive کلکتہ سے ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی پاکستان میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے ''مساجد لاہور، مسجد وزیر خان، سرگزشت خط نستعلیق، پاک و ہند میں اسلامی خطاطی'' کے نام سے کتبات پر سیر حاصل بحث کی۔ جبکہ مولوی محمد شفیع کا صنادید سندھ کے نام سے کام شائع ہوا اور ڈاکٹر ایم اے غفور نے "Calligraphers of Thatta" کے عنوان سے مکلی ٹھٹھہ پر قابل قدر کام کیا۔ ڈاکٹر احمد حسن دانی نے Indian Paleography کے نام سے قبل از اسلام کے کتبات پر کام کیا جبکہ ڈاکٹر احمد نبی

خان نے اسلامی کتبات کے حوالے سے پاکستان آرکیالوجی کے شماروں میں مضامین لکھے ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار کے مضامین لاہور میوزیم بلیٹن، جنرل آف سنٹرل ایشیا، جنرل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان میں شائع ہوئے۔ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار کی رہنمائی میں لاہور عجائب گھر کے زیر اہتمام طارق مسعود کی کتاب ''مرقع خط'' میں کتبات پر خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی۔ ۱۹۳۹ء ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان نے لاہور اور کراچی کے مشاہیر کے بارے میں پروفیسر محمد اسلم مرحوم کی دو کتابیں ''خفتگان خاکِ لاہور'' اور ''خفتگان کراچی' کے نام سے شائع کیں جو مشاہیر کے بارے میں ان معلومات پر مبنی ہیں جو ان کی قبروں پر لگے ہوئے کتبات پر درج علم الکتبات کی اہمیت epigraphical values کی بھی آئینہ دار ہیں۔ ایرانی ثقافتی سفیر سید کمال حاج جوادی نے ''میراث جاوداں'' کے نام سے پاکستان کے فارسی کتبوں کا کٹیلاگ شائع کیا جبکہ سید انور حسین نفیس رقم نے کتبات کے خطاطوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔ لاہور کے کتبات پر مصنف کے چند مضامین لاہور میوزیم بلیٹن میں شائع ہوئے۔

(علم الکتبات) Epigraphy

علم الکتبات پرانی تحریروں کو پڑھنے کا علم ہے۔ یہ کتبات ابھروں، کندہ، کٹائی دار اور سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہو سکتے ہیں جو پتھر، دھات، اور مٹی پر ملتے ہیں۔ علم کتبات کے ضمن میں مندرجہ ذیل اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔

کتبے Inscriptions

اس میں ہر وہ کتبہ شامل ہے جس پر کسی انسان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہو چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہو۔ اس کا کوئی بھی خط ہو سکتا ہے۔ کسی بھی چیز پر لکھا جا سکتا ہے۔

کسی ملک کی تاریخ کے بعض پہلوؤں کے لیے سنگی کتبات یا علم الکتبات بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ آثار قدیمہ اگرچہ تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اگر کوئی کتبہ مل جائے تو ہم اس کی صحیح تاریخ بنا کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ علم الکتبات کے مطالعے کے بغیر تاریخ کا علم ناکافی ہے۔

اگرچہ پاکستان کی ثقافتی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ خود انسان مگر پاکستان میں علم الکتبات کے حوالے سے ہمارا علم تین ہزار سال قبل مسیح تک کے پیچھے جا سکتا ہے بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ وادیٔ سندھ کے باسی لکھنا تو جانتے تھے لیکن ان کی تحریریں آج بھی ایک معمہ ہیں جسے سلجھانے کی کاوشیں ابھی تک ہو رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ بغیر اس رسم الخط کو پڑھے ہمارا علم اس تہذیب کے بارے میں محض مفروضوں یا نظریات پر مبنی ہے اگر یہ رسم الخط پڑھ لیا جائے تو ہم اس تہذیب کے پس پردہ عوامل کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں۔ یہ رسم الخط موہنجوڈارو ہڑپہ کی مہروں جو Steatite, Copper Ivory, faience, پر ملتے ہیں۔ یہ رسم الخط پڑھنے کے بعد ہم ان کی معاشی، مذہبی معاشرتی سیاسی زندگی کے گوشوں سے باخبر ہو سکتے ہیں کہ کس طرح یہ تہذیب پروان چڑھی اور کس طرح اپنے انجام کو پہنچی ان کے علاوہ پاکستان میں پانچویں صدی عیسوی سے قبل اور مابعد زمانے کی خروشتی اور برہمی رسم الخط میں لکھی ہوئی تحریریں بھی موجود ہیں۔ چند ایک آرامی کتبے بھی ملے ہیں جو پاکستان کے شمالی مغربی حصے میں موجود ہیں جن کی زبان آرامی ہے (۶۷) سنسکرت زبان گپتا عہد میں نمایاں ہوئی سنسکرت کے زیادہ تر کتبات بنگلہ دیش میں موجود ہیں۔ اس خطے کی جو خطاطی پڑھی جا چکی ہے۔ وہ چٹانوں پر موریہ بادشاہ اشوک کے عہد کے کتبات ہیں جو مانسہرہ (ہزارہ) اور ضلع مردان میں شہباز گڑھی میں موجود ہیں چٹانوں پر یہ کتبات خروشتی رسم الخط میں ہیں جن کی زبان پر اکرت ہے جس میں مقامی اثرات نمایاں ہیں۔ ان کتبات پر عوام کو بھلائی کے آدرش اور جانوروں اور انسان کی بھلائی کے لیے اس بادشاہ کی کاوشوں پر مشتمل تفصیلات درج ہیں جو اشوک کے دور میں لکھے گئے۔ یہ چٹانیں موریہ دور کی سماجی تاریخ کی عکاس ہیں۔ ٹیکسلا کا ایک آرامی کتبہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان کے ہمسایہ ملک ایران سے روابط کتنے پرانے ہیں چھٹی صدی قبل مسیح میں پاکستان کے شمال مغربی حصے پر شہنشاہ دارا کی حکومت تھی جو سکندر کے حملے ۳۲۷۔ق۔م میں ختم ہوئی اور پنجاب کے گندھارا کے

علاقہ میں یونانی اثرات نمایاں ہوئے یہ یونانی تاریخ میں باختری یونانی کے نام سے مشہور ہوئے جنہوں نے سینکڑوں سال حکمرانی کی جو باختری یونانی ساکا کے حملوں سے ختم ہوئے جو گونڈوفارس کے عہد میں پارتھین کے حملوں سے ادھر آئے تھے۔ ساکا حکمرانوں کو تاریخ میں ترک شاہ بھی کہا گیا ہے۔ پہلی صدی عیسوی کے وسط میں کشان پاکستان کی تاریخ میں نمودار ہوئے جنہوں نے پانچویں صدی تک حکومت کی۔ ان یونانیوں سیتھین' (ساکا) پارتھین' (پہلوی) کشاں کی تاریخ جو دوسری صدی قبل مسیح سے پانچویں صدی عیسوی تک محیط ہے۔ یہ ساری تاریخ صرف اور صرف خروشتی کتبات کی وجہ سے واضح ہوتی ہے۔ شمال مغربی پاکستان میں اس رسم الخط کے سکے بھی بڑی تعداد میں ملے ہیں یہ سکے اور کتبات سیتھو' پارتھین اور کشاں کی تاریخ مہیا کرتے ہیں۔ چند برہمی کتبات بنگلہ دیش میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ بحث خارج از موضوع ہے بہرحال پاکستان میں کتبات کی تاریخ کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ یہاں موضوع بحث اسلامی کتبات ہیں۔ جن کا تفصیلی ذکر کرنا مناسب ہوگا اسلامی عمارتی کتبات کو سمجھنے کے لیے ان کتبات کے لیے مروج اسلامی رسم الخط کا ارتقاء سمجھنا بہت ضروری ہے۔

قدیم تحریریں (Palaography)

ایسی قدیم تحریروں والے کتبات جن کا استعمال اب متروک ہو چکا ہے۔ مگر اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں۔

سنگی تصاویر (Petroglylphs)

ایسے پتھر جن پر انسان نے کندہ تصاویر اور دیگر نقوش کے ذریعہ اپنے جذبات اور خیالات کی عکاسی کی ہو۔

سنگی کتبات (Epigrahpy)

پتھر کے اوپر تراشیدہ یا کندہ کی گئی تمام تحریریں اس کے زمرے میں آتے ہیں۔

تمام مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ کتبات خواہ کسی بھی شکل میں ہوں۔ کسی بھی میٹریل میں ہوں ہمیں تاریخ کے بارے میں صحیح اور ثقفہ معلومات مہیا کرتے ہیں۔ جسے نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی جعلسازی کی جا سکتی ہے۔

"Epigraphical evidence is themost authentic record of history which neither man nor time can forge, pollute or alter."(68)

''سنگی کتبات کی تاریخی مواد کی سب سے ثقہ شہادت ہوتے ہیں جسے نہ تو کوئی زد واحد ناوقت گھڑ سکتا ہے نہ خراب کرسکتا ہے نہ ہی اسے بدل سکتا ہے۔''

کتبات کے تکنیکی عوامل

پتھر سے انسان کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق پاکستان میں پانچ لاکھ سال قبل پتھر کے اوزار بننے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن یہ اوزار انسان نے اپنے ہاتھوں سے اپنے روزمرہ کے استعمال کے لیے بنائے۔ لادینیت کے پیروکاروں نے پتھر کو مسجود بنایا۔ پھر انسان نے پتھر پر ہی اپنے احساسات و افکار مختلف اشکال میں قلمبند کئے۔ بعض عمارتوں میں اپنے خواص کی بنا پر مختلف اقسام کے پتھر استعمال ہوئے کہیں کوئی پتھر کسی سرکاری عمارت' سڑک' کنواں' باؤلی جیسی رفاہ عام تعمیرات کے خالقوں کی مدح سرائی کرتا نظر آتا ہے۔ کہیں سنگتراش کے ہاتھوں موم ہو کر لازوال مجسموں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ کہیں ایسے خطاطوں کی نوک قلم کے نیچے آیا کہ نقش و نگار خطاطی باغ و بہار کا منظر پیش کرنے لگے۔ کسی نے اسے انگوٹھی کا نگینہ بنایا کسی نے تاج میں سجایا۔ کسی نے چٹانوں کے سینے کاٹ کر اپنے مسکن بنائے۔ شاعروں نے ظلم کی علامت بنایا غرض کہ پتھر سے انسان کا رشتہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا ایک معتزلہ عالم ثمامہ ۸۲۸ء کہتا ہے۔

''قلم جس قسم کے آثار چھوڑے زمانہ ان کے نشان مٹانے کی خواہش نہیں رکھتا۔''

تحریر کو انمنٹ بنانے کے لیے پتھر کا استعمال بہت ہی قدیم زمانہ سے شروع ہو چکا تھا۔ یہ کتبات عام طور پر سنگی ستونوں، الواح، پتھر کی مورتیوں، ان کے پایوں اور مرتبان کے ڈھکنوں اور پیالوں وغیرہ پر کندہ کئے جاتے تھے۔ بعض اوقات یہ کتبات پتھروں کو چکنا کئے بغیر ہی کندہ کر دیئے جاتے تھے۔ مدحیہ طرز کے کتبات بڑی نفاست سے تیار کئے جاتے۔ اس کا مضمون شاعر، عالم، شاہی عہدے دار یا خطاط خود مرتب کرتا اور پھر کاتب اسے پتھر کی سطح پر روشنائی یا کھریا سے لکھتا۔ بعد میں اسے سنگتراش اپنے اوزاروں کی مدد سے کندہ کرتا۔ عموماً یہ کتبات سنگی الواح پر تحریر کئے جاتے پھر انہیں عمارتوں کی بنیادوں میں دیواروں یا مناسب جگہوں پر نصب کر دیتے۔(۶۹)

تکنیکی اعتبار سے کتبات کی اقسام

اگر ہم مسلمانوں کی تعمیرات اور آرائش کے لیے استعمال ہونے والے میٹریل پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآنی آیات اور فارسی عبارات مندرجہ ذیل طریقوں سے بنائے جاتے ہیں

سانچے کے ذریعے

چونے(Stucco) سے کتبات کی تیاری کا استعمال اولاً ترکوں نے شروع کیا۔۲۲۴ھ/۸۳۸ء میں المستعصم باللہ کے دور میں سامرا میں ترکی باڈی گارڈ متعین تھے دیگر شعبوں کی طرح خطاطی میں بھی سامرا کی عمارتوں پر ترکی اثرات نمایاں نظر آنے لگے۔ یہ کتبات گیلے چونے پر لکڑی کے سانچے کے ذریعے بنائے جاتے تھے۔(۷۰) چونے اور بعض اوقات روغنی ٹائیلوں پر کتبات زیادہ پسند کئے جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی اس وقت زیادہ رنگوں میں سجاوٹی کام اسی تکنیک میں کیا جاتا تھا اور پسند بھی ہوتا تھا۔(۷۱) عہد امویہ میں ایسا کام شام اردن سامرا کی عمارتوں میں آٹھویں سے انیسویں صدی کی عمارتوں پر پایا جاتا ہے۔(۷۲) وسط ایشیا سے ہوتا ہوا یہ کام لاہور میں پہنچا۔ لودھی دور کے مزار شیخ موسیٰ آہنگر (۱۴۵۱۔۱۵۲۶ء) کے کتبات اور بھاٹی دروازے کے اندر اکبری عہد کی مسجد کے کتبات اسی طریقہ سے تیار کئے گئے ہیں۔

مخصوص ساخت کی اینٹوں کے کتبات

گیارہویں/بارہویں صدی عیسوی میں کوفی خطاطی کے زمرے میں پنجاب کے ضلع خانیوال میں کبیر والا کے قریب موضع خطی چور میں واقع حضرت خالق ولیؒ کے مقبرے میں محراب کی مثال دی جاسکتی ہے۔ ایک اور مثال ضلع مظفر گڑھ کے قریب موضع سادھن میں حضرت سادھن شہید کے مقبرے کی ہے۔(۷۳) اس قسم کے کتبات میں مخصوص ساخت کی اینٹوں کو مخصوص انداز میں کاٹ کر یا کندہ کاری سے تیار کیا جاتا ہے۔ جس سے قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں۔ ایسے کتبات ہمیں گیارہویں سے تیرہویں صدی تک ملتے ہیں۔

گچ کاری یا استرکاری کے ذریعے

چونے یا پتھر کی یا کچی اینٹوں سے بنی ہوئی دیواریں بدنما لگتی تھیں ظہور اسلام سے قبل اس بدنمائی کو چھپانے کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ایک خاص مسالے سے دیوار پر استرکاری کر دی جاتی اور پھر اس پر طرح طرح کے نقش و نگار بنائے جاتے۔ انسانوں اور جانداروں کی تصاویر بنائی جاتیں مسالے پر ابھرویں یا کھدے ہوئے نقش و نگار کے لیے لکڑی کے سانچے استعمال ہوتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد یہ سلسلہ قرآنی آیات سے استرکاری پر منتج ہوا دیوار پر استرکاری کے بعد سانچے کو رکھ کر مسالے کو اس طرح دبایا جاتا ہے کہ سانچے کے نقش و نگار یا خطاطی مسالے پر ابھر آتے اور اس طرح کم محنت میں بہت خوبصورت نقش و نگار اور خطاطی کے نمونے بنائے جاتے اس مقصد کے لیے بعض اوزاروں سے بھی کام لیا جاتا۔ برصغیر میں سادات عہد میں تغلق عہد کی

سادگی کو ترک کر کے آرائش پر مزید توجہ دی گئی اور استرکاری کے ذریعے مختلف عمارات کو قرآنی خطاطی سے سجایا گیا۔ مسجد وزیر خان اس دور مین منبت کاری اور کاشی کاری بھی روشناس ہوئی۔ اس کی خوبصورت مثال لاہور میں موسی آہنگر اور چینوٹ میں شاہ برہان اور گلابی باغ لاہور کے مقابر ہیں۔ کاشی کاری کی بہترین مثال ہمیں لاہور کے نزدیک لیکن سرحد کے پار ضلع امرتسر میں سرائے امانت خاں میں ملتی ہے۔ اس عمارت کے ماتھے پر مختلف چوکھٹوں (panels) میں کاشی کاری کی تکنیک میں خطاطی کے خاصے نمونے ملتے ہیں سجاوٹ کی یہ تکنیک پنجاب سے باہر کم ہی ملتی ہے۔ لاہور اس فنی تکنیکوں کا خاص الخاص مرکز رہا ہے۔ (۷۴) مسجد وزیر خاں لاہور کے کتبات بھی اس تکنیک میں لکھے گئے۔

پتھروں پر خطاطی

پتھروں میں سنگ مرمر، سنگ خارا، سنگ سرخ اور سنگ زرد کا استعمال ہوا۔ ان پتھروں پر خطاطی ابھرویں انداز میں پتھر کی ایک بڑی تختی پر کی جاتی۔ اس میں الفاظ عام سطح سے ابھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد خراسیاں اور مسجد مریم زمانی لاہور کے کتبے اور باؤلی جنڈیالہ شیر خان شیخوپورہ کا کتبہ اور لاہور میں انارکلی کی قبر کا تعویذ، اس کی بہترین مثال ہیں۔ اس کے لیے مختلف اقسام کے پتھر استعمال ہوتے ہیں۔ سنگ مرمر کا بھرپور استعمال مغلیہ دور میں ہوا۔ ان کتبات پر کاتب روشنائی سے لکھ دیتا یا اگر جلی لکھنا مقصود ہوتا تو پنسلوں یا کھریا مٹی سے لکھ کر سنگتراش کے حوالے کر دیا جاتا جو آؤٹ لائن کی کھدائی کر کے بقایا الفاظ کھودتا اور ان میں سکہ بھر دیا جاتا آج کل سکہ مہنگا ہونے کی وجہ سے سیمنٹ اور کالا رنگ بنا کر بھر دیا جاتا ہے۔

منبت کاری کے ذریعے

کہا جاتا ہے کہ ۱۷ویں صدی میں ہندوستان میں منبت کاری کا آغاز اٹلی سے ہوا اس فن کے کاریگر اکبری عہد میں برصغیر میں پہنچ چکے تھے۔ اس طریقے کا استعمال مقبرہ آصف خان اور مقبرہ جہانگیر لاہور میں ملتا ہے۔ سنگ مرمر کی تختی پر سیدھے الفاظ کو کھود کر دوسرے رنگ کے قیمتی یا نیم قیمتی پتھروں کو اسی سائز کے مطابق کاٹ کر ان کھدے ہوئے الفاظ میں سیٹ کر دیا جاتا ۔ یہ انتہائی مہنگا طریقہ ہے۔ اس تکنیک کو (pietra dura) یا منبت کاری کہا جاتا ہے۔ تاج محل آگرہ، مقبرہ جہانگیر، تعویذ مقبرہ آصف خاں، قلعہ لاہور کے نولکھا اور شیش محل وغیرہ اس فن کی اہم اور نمائندہ تاریخی عمارتیں ہیں۔ (۷۵)

سیمنٹ کے ذریعے

اس طریقے سے پلائی یا موٹے کاغذ پر خطاطی کر کے اس کو پلاسٹر کے اوپر لگا کر اس پر حروف کی جتنی موٹائی رکھنا درکار ہو اتنا موٹا پلستر کر دیا جاتا اور بعد میں وہ الفاظ نکال لیے جاتے۔ بل روڈ لاہور پر کاتب حاجی دین محمد کا لکھا ہوا ''دین محمدی پریس'' نستعلیق میں اس کی ایک بہترین مثال تھی جو انتہائی جلی لکھا تھا۔ افسوس کہ بلڈنگ کے مالکوں نے وہاں پلازہ بنانے کے لیے نادر کتبوں کو ضائع کر دیا ہے اس کی سلائیڈز مصنف کے پاس محفوظ ہیں۔

روغنی ٹائیلوں کے کتبات

چودھویں صدی کے بعد مسلمانوں نے کاشی کاری اور سنگ مرمر کی پچی کاری کے فن پر خاصی دسترس حاصل کر لی تھی مگر اس سے بیشتر گیارھویں صدی عیسوی میں بھی ایسے کتبات میسر آئے ہیں۔ جامع مسجد دمغان میں سلجوق عہد کے مینارے پر ایک چوکور ٹائل پر فیروزی رنگ میں ابھرویں الفاظ میں ایک کتبہ کی تاریخ ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء ہے۔ یہ اُبھرویں کوفی میں ہے جو روغنی ٹائیلوں کی اولین مثال ہے۔ (۷۶) اس طرح کتبہ نگاری میں باریک خطوط بنانا اور مختلف رنگوں کا استعمال بھی ممکن ہو گیا۔ عمارات کے اہم حصوں مثلاً صدر دروازے کی محراب کے چوکھٹے یا پوری قبلہ دیوار یا میناروں پر خطاطی کی گئی بعض عمارات ایسی بھی ہیں جن

کی پوری روکار پر خطاطی کی گئی۔عمارات کے گول اور مربع سطحوں پر خطاطی کے نمونے ملتے ہیں۔ بیشتر عمارتوں پر قرآن کی پوری سورتیں اور آیات لکھی گئی ہیں۔بعض عمارتیں ایسی بھی ہیں جن میں ایک ہی لفظ بار بار لکھ کر آرائش کی گئی ہے اور بعض پر پنجتن اور بسم اللہ اور اسماء الحسنیٰ بار بار لکھا گیا ہے۔اس کی بہترین مثال لاہور میں مسجد وزیر خان ہے جسے لاہور کا زیور بھی کہا جاتا ہے اس قسم کی خطاطی تیرہویں صدی کے بعد ایران' مصر' شمالی افریقہ' اناطولیہ اور برصغیر کی عمارتوں پر ملتی ہے ایک مستشرق کے مطابق

"The facades are decorated with numerous panels of inlaid mosaic tile work (Kashi-Kari) a technique that is seldom found outside of the Punjab, where the city of Lahore seems to have been the major centre of manufacture."(77)

''عمارت کے ماتھے (faceds) مختلف چوکھٹوں سے اس طرح مزین کئے جاتے کہ ان کے اندر موزیک ٹائیل (کاشی کاری) کے نمونے بنائے جاتے۔ یہ تکنیک پنجاب سے باہر کم ہی ملتی ہیں۔ پنجاب میں لاہور شہر اس کاری گری کا اہم اور بڑا مرکز رہا ہے''

انیسویں صدی میں ٹائیلوں پر مطلوبہ حروف منتقل کر کے ان کو پکا دیا جاتا ہے لاہور میں ''جامعہ اشرفیہ'' اور مزنگ چونگی جنازگاہ کی مسجد اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

نقاشی کے ذریعے

چونکہ مسلمانوں نے گلکاری پر کمال حاصل کر لیا تھا اس لیے خطاطی اور گلکاری کی آمیزش سے حسین سجاوٹ پیدا کی گئی ایسا بھی کیا گیا کہ عبارت کے گرداگرد خالی جگہ کو بیل بوٹوں اور خوبصورت پھولوں سے یا پھر اگر سادگی ہی مقصود ہوتی = تو ع م و' و ہ وغیرہ جیسے حروف سے اس طرح پر کر دیا جاتا جو بعد میں خطاطی کا حصہ نظر آئے اور یہ کسی بھی کتبے میں توازن کو قائم رکھنے کے لیے لازمی عنصر قرار پائے یہ علامات عموماً طغرائی کتبات یا ثلث میں زیادہ تر استعمال ہوئیں اس طرح عربی حروف اور گلکاری کو آپس میں اس طرح مدغم کر دیا گیا کہ غور کرنے پر دکھائی پڑتا ہے کہ اس گلکاری کے ساتھ آیات قرآنی بھی مرقوم ہیں۔

مساجد یا بازاروں میں دکانوں کے بورڈ وغیرہ کے لیے مختلف رنگوں کو کام میں لایا جاتا ہے اور اکثر پینٹرز اس طریقے کو اپناتے ہیں۔ لاہور میں مینار پاکستان کے سامنے پاکستان چوک میں کلمہ شریف لکھا ہوا کرتا تھا جسے سید انور حسین نفیس رقم نے لکھا تھا۔اور راکا پینٹرز نے دیوار پر سبز اینمل رنگ سے مکمل کیا۔اب یہ موجود نہیں۔ بورڈ نویسی میں لاہور کا شوکت علی منہاس اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

شیشے کے جڑاؤ کام میں

آج کل یہ طریقہ عام ہو رہا ہے بیشتر مساجد پر اس طریقہ کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق شیشے پر حروف کی ڈرائنگ کر کے مختلف پھول پتیوں میں ان الفاظ کو adjust کیا جاتا ہے۔اندرون موری گیٹ کی مسجد میں اسی طریقے پر خطاطی کی گئی ہے۔ جسے لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی نے کتابت کیا۔

لکڑی پر ابھرویں کام میں

انیسویں صدی میں یہ طریقہ عام تھا کہ لکڑی پر حروف کی ڈرائنگ کر کے ان کو کاٹ کر نوک پلک درست کر لی جاتی ہے۔اس طریقے پر انیسویں صدی کے نصف میں امام دیردی نے موچی دروازہ کے اندر امام بارگاہ میں کتبات لکھے۔

کینوس پر خطاطی

جس سائز کا کتبہ بنانا مقصود ہوتا ہے اس سائز کے کینوس پر پنسلوں سے لائن ورک کر کے اس میں رنگ بھر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرز پر ۱۹۹۷ء میں سید انور حسین نفیس رقم نے ۴۲ کتبات لکھے جو ایوان اقبال کے کانفرنس ہال میں لگائے گئے ہیں۔

دھاتی کتبات

اس قسم کے کتبات آج کل بہت زیادہ تعداد میں لکھے جا رہے ہیں اس میں مطلوبہ سائز اور عبارت کو کاتب سے کاغذ پر لکھوا کر کیمیائی طریقے سے سٹیل یا پیتل کی پلیٹ پر (etching) کی جاتی ہے یا دھات کے حروف کی ڈھلائی یا کٹائی کر لی جاتی ہے۔ علامہ اقبال میوزیم اور پنجاب پبلک لائبریری کے کتبے اس کی بہترین مثال ہیں۔

اسلامی دنیا کی پوری تاریخ رفاہ عامہ کے لیے بنوائی گئی عمارات اور مساجد مقابر اور عوامی بھلائی کے طور پر بنوائی گئی سرائے' کنویں تالاب کی ریت پر مبنی ہے۔ حکمران' ان کے وزراء' مشیران اور اعلیٰ سرکاری عہدے دار رفاہ عامہ کے کاموں میں دل کھول کر دلچسپی لیتے (۷۸) اور عمارات بناتے مسلمانوں کے اس ذوق کا اظہار مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکس کہ از و بنائے پل و مسجد و چاہ و مہماں سرائے

"The primary importance of these inscriptions lies in the wealth of information they furnish about various facts of medieval India including the political, cultural social, religious history of that period."(79)

''ان کتبوں کی بنیادی اہمیت اس بات میں مسطور ہے کہ ان میں آزمنہ وسطہ کے ہندوستان سے متعلق کافی معلومات ملتی ہیں۔ یہ معلومات محض سیاسی، ثقافتی، معاشرتی مذہبی تاریخ سے متعلق ہوتی ہیں۔''

ذیل میں معنوی اقسام کے لحاظ سے ان کتبات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

معلومات کی نوعیت (مدحیہ طرز کے کتبات)

یہ کتبات بڑی نفاست سے تیار کئے جاتے ہیں ان کا مضمون' شاعر' عالم یا اعلیٰ شاہی عہدے دار تیار کرتا اور اعلیٰ خطاط پتھر کی سطح پر روشنائی یا کھریا سے لکھتا اور اسے سنگتراش بعض اوقات بہت جاذب نظر حاشیہ لگا کر ابھرویں انداز میں لفظوں کو تراشتا ہے جس کی بہترین مثال باؤلی جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ کا کتبہ ہے جو آج کل لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری کی زینت ہے۔ اور اکبری دور سے متعلق ہے۔ اس میں بہت خوبصورت انداز سے باؤلی بنوانے والے کی مدحت سرائی کی گئی ہے۔(۸۰)

ذاتی نوعیت کے کتبات

یہ کتبات قبور پر یا عمومی اطلاع کے لیے وقف عطیات وغیرہ کے بارے میں ہوتے ہیں اس میں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ عطیہ کی جانے والی عمارت کی تعمیر کس نے اور کیوں کی؟ اگرچہ عطیات کے سلسلے میں لکھے جانے والے کتبات بہت کم ہیں مگر ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے جو تاریخی معلومات فراہم کرتے ہیں اور ایک خاص مقام جگہ یا خطے کی نمائندگی کرتی ہیں یا اس مقامی جگہ کی تاریخ مرتب کرتے ہیں جو خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ لاہور میں ایسے بہت سے کتبات ملتے ہیں جیسے ''شیخ جلال الدین وقف ہسپتال'' یا ''دارالفرقان لائبریری بیگم پورہ'' لاہور کے کتبات شامل ہیں جس کا ایک کتبہ لاہور کے خوش نویس تاج

الدین زریں رقم جبکہ دوسرا عبدالمجید پرویں رقم نے لکھا ہے۔

مذہبی نوعیت کے کتبات

مذہبی کتبات میں قرآنی آیات' احادیث وغیرہ کندہ کروائی جاتی ہیں اور جہاں یہ عمارتیں بنائی جاتی ہیں وہاں کے لوگوں کے مزاج' سیاسی ماحول' مذہب اور عمارت سے آیات اور احادیث کے تعلق کو مدنظر رکھ کر ان کا چناؤ کیا جاتا ہے زیادہ تر عمارات سورہ الحشر' سورہ نوح' سورہ المومنون' سورہ طٰہٰ' سورہ فتح' سورہ توبہ' سورہ یٰسین' آیت الکرسی' سورہ آل عمران' سورہ البقرہ' سورہ واقعہ' سورہ الجن' سورہ الملک' سورہ ابراہیم سے آیات کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ ایسے کتبات کی عبارتوں کے چناؤ کے لیے شاعروں' کاتبوں' کاریگروں کی باہمی مشاورت سے متعلقہ عبارت کا چناؤ کیا جاتا۔ کتبات کے لیے عبارت کا چناؤ نہ تو مکمل طور پر ماہر تعمیرات کے سپرد ہوتا اور نہ ہی مذہبی رہنما کے سپرد کیا جاتا کیونکہ اول الذکر کو عرض کے بارے میں اور مؤخر الذکر کو عمارت کے بارے میں کافی معلومات نہ ہوتی تھیں اس کام کو اکثر عمارت کو بنوانے والا خود ہی انجام دیتا تھا۔(۸۱) لاہور میں ایسی سینکڑوں مساجد اور مقابر موجود ہیں جن پر مذہبی طور پر بھرپور طریقے سے آیات کندہ کی گئی ہیں ان عمارات پر آیات قرآنی اور اشعار کی کتابت کا فریضہ عموماً پڑھے لکھے کاتبوں کو سونپا جاتا جو نہ صرف اعلیٰ خطاط ہوتے بلکہ عالم و فاضل بھی ہوتے اور مذکورہ عمارت کے بنانے اور تاریخ کتبے اور اس کی افادیت اور بانی کو اس خوبی سے اشعار میں سمو دیتے کہ وہ ادب کا اعلیٰ نمونہ بن جاتے یہ کتبات عموماً مقابر پر اسما الحسنیٰ' صاحب مزار کا نام' تاریخ پیدائش' تاریخ وفات' معاشرہ میں مقام لکھا جاتا ان کتبات میں غلطی کا امکان بہت کم ہوتا۔ تاہم ایسے کتبات بھی ملتے ہیں جن میں اغلاط رہ جاتی ہیں پھر بھی ان کتبات کی عبارت کے چناؤ میں جمالیاتی حس کا استعمال کیا جاتا معاشرہ میں یہ کتبات اس لحاظ سے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ لکھنے والے کاتبوں کا طرز زندگی کیا تھا ان میں سے بیشتر خطاط پیشہ ور ہوتے اور بیشتر ملازمت میں ہوتے بعض خطاط صرف معاوضہ پر خطاطی کرتے۔ ایران میں مساجد' مقابر اور دیگر عمارتوں کو خطاطی سے سجانے کا رواج پہلے پہل ہوا۔ بارہویں صدی سے وسط ایشیاء کے اثرات لیے ہوئے یہ آرٹ برصغیر میں لاہور کے راستے وارد ہوا جہاں سلاطین دہلی کے زمانے سے اب تک جاری و ساری ہے۔ مغلوں سے قبل زیادہ تر کتبات اپنے زمانے کے مذہبی رجحانات اور نظریات کے عکاس ہیں اور زیادہ تر قرآنی آیات ملتی ہیں۔ مغلوں سے قبل بھی کتبات کا فن عمارت کا لازمی جزو تھا۔(۸۲)

بہرحال مذہبی نوعیت کے کتبات کا آغاز اسی وقت ہوا تھا جب مسجد نبوی میں کتبہ آب زر سے خالد بن الہیاج نے لکھا تھا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے ایسے کتبات سب سے زیادہ تعداد میں ملتے ہیں۔

شخصی نوعیت کے کتبات

ذاتی نوعیت کے کتبات میں ایسے کتبات ہیں جو محض کسی شخص کے ذاتی حوالہ سے لکھے گئے ہوں جیسے مکانوں اور شہروں پر کتبات' ایسے کتبات عموماً شہروں میں بڑے مکانوں پر اور قبرستانوں میں قبور مزارات پر ملتے ہیں جو محض ایک فرد کی ذات سے وابستہ ہوتے ہیں۔

معلوماتی کتبات

یوں تو ہر کتبہ ہی کسی نہ کسی طرح معلومات مہیا کرتا ہے مگر بعض کتبات ایسے مختصر مگر جامع ہوتے ہیں کہ ان کے پیچھے عمارت کی پوری تاریخ پوشیدہ ہوتی ہے جیسے مسجد خراسیاں کا کتبہ جو آج کل لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری کی زینت ہے جسے راقم الحروف نے ۱۹۹۰ء میں لاہور عجائب گھر میں جمع کرایا تھا۔ اس میں نہ صرف مسجد بنانے والے کا نام بلکہ مسجد کی تاریخ بنا اور کاتب کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں۔

حاکم کے حکم سے لکھے گئے کتبات

اس قسم کا پہلا کتبہ ہمیں سومیری رسم الخط میں حمورابی دور کا ملتا ہے جس پر قوانین درج تھے۔ اس طرح اشوک کے کتبات جس پر بدھ مذہب کے بارے میں ہدایات درج تھیں۔(۸۳) آج بھی جب کوئی اعلیٰ سرکاری عہدے دار یا وزیر کسی سرکاری عمارت یا رفاہ عامہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتا ہے۔ تو اس کے نام سے کتبہ لگایا جاتا ہے۔

یادگاری کتبات

ان کتبات میں کسی خاص واقعہ کی یاد میں کتبات لکھوا کر لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہرن مینار شیخوپورہ کا کتبہ جو جہانگیر کے پالتو ہرن کے بارے میں ایک یادگاری واقعہ کا عکاس ہے جسے شاہی کاتب محمد حسین کشمیری نے لکھا۔ بیسویں صدی میں لاہور میں جس جگہ قرارداد پاکستان منظور ہوئی وہاں پر اس کی یاد میں مینار پاکستان تعمیر ہوا اور اس پر قرارداد پاکستان پوری لکھوا دی گئی جسے لاہور کے حافظ محمد یوسف سدیدی، محمد اقبال ابن پرویں رقم، اور صوفی خورشید رقم نے کتابت کیا۔

نشاندہی کرنے والے کتبات

یوں تو تمام کتبات ہی کسی نہ کسی واقعہ کی نشاندہی کرتے ہیں مگر اس طرح خاص کتبات ہمیں جنگوں میں شہدا کی اجتماعی یا انفرادی مقام شہادت پر لکھوا کر لگوا دیئے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں لاہور کے محاذ پر میجر راجہ عزیز بھٹی جس جگہ شہید ہوئے وہاں پر آج بھی حافظ محمد یوسف سدیدی کے ہاتھ کا کتبہ لگا ہے اس قسم کے اور بہت سے کتبات ہمارے ملک میں اور دیگر ممالک میں موجود ہیں۔

سڑکوں پر کتبات

بعض اہم شاہراہوں کے نام کے کتبات ملتے ہیں سڑک پر پہلا کتبہ عبدالملک بن مروان کے دور کا ہے جو بیت المقدس میں ہے۔ اس پر درج ہے کہ یہ سنگ میل یروشلم سے آٹھ میل دور ہے۔(۸۴)

آج بھی اسی طرح لاہور میں بیشتر سڑکوں کے نام اور ملک بھر میں بعض سڑکوں پر منزل کی مسافت درج ہوتی ہے۔

کتبات قبور

کتبات قبور ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں یہ کتبات صاحب مزار یا قبور کی ثقفہ معلومات تاریخ پیدائش، تاریخ وفات، شاعری، خطاطی، کندہ کاری اور پتھروں کی میسر اقسام کے بارے میں روشنی ڈالتے ہیں۔

ہندو زیادہ تر اپنے مردے جلا کر ان کی راکھ دریا میں بہا دیتے اور بسا اوقات اسے دفنا کر سمادھی بنا دیتے مگر مسلمانوں کے مردے باقاعدہ دفن ہوتے تھے چھٹی صدی عیسوی سے قبل یہاں قبروں کی اتنی اہمیت نہ تھی جتنی متصوفانہ عقائد کے زیر اثر بعد میں بڑھی اور پختہ قبریں اور مزار بننے شروع ہو گئے۔(۸۵) قبروں کے کتبات کے ضمن میں انڈونیشیا میں سب سے پہلا کتبہ ۴۹۵ھ/۱۱۰۱ء میں فاطمہ بنت میمون کا ہے۔(۸۶) جنوبی ہند میں ترچناپلی میں حضرت مظہر ولی کے مقبرے پر ۴۱۷ھ/۱۰۳۹ء درج ہے۔(۸۷) اگر ہم کتبات کی تقسیم کریں تو آدھے کتبات مساجد پر یعنی مذہبی نوعیت کے اور ۱/۴ قبروں کی صورت میں ملتے ہیں۔(۸۸) قبور پر بعض کتبات کی عبارتیں تعویذ کی شکل میں پیچیدہ ملتی ہیں جس طرح بیجاپور میں ۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء میں کاتب حسین نے صوفی امین الدین کے مزار پر لکھی ہے۔ بعض قبروں کے کتبات ماہر خطاطوں اور سنگتراشوں کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہوتے ہیں اور آیات ان کتبوں میں جھومر کی طرح نظر آتی ہیں۔

"In lay work at cenotaphs they flow rhythmically on the mural surface. The finely woven texture hangs around the arch like a bejewelled neclace,over the bosoma of fair damsel."(89)

''قبروں کے تعویذوں کی سطح پر کندہ کئے ہوئے الفاظ موسیقی کی لہروں کی طرح سُریلے ہوتے ہیں۔محراب کے ارد گرد خوبصورتی کے ساتھ کندے ہوئے الفاظ کسی خوبصورت دوشیزہ کے گلے میں پڑے ہوئے جڑاؤ ہار کی طرح لگتے ہیں۔''

اس ضمن میں کوفی، نسخ، ثلث، طرز کے شواہد اکثر پائے جاتے ہیں۔

جہاں تک کتبات قبور کا تعلق ہے پاکستان میں سب سے بڑا قبرستان یا شہر خموشاں مکلی ضلع ٹھٹھہ میں واقع ہے یہ قبریں سمہ دور سے مغل دور تک کا احاطہ کئے ہیں۔اور ان قبروں کی خطاطی زیادہ تر ثلث، نستعلیق کوفی طرز کی ہے۔ یہاں ۶۰۰ کتبات موجود ہیں۔(۹۰) اس کے علاوہ لاہور میں بیشتر قبروں کے کتبات میں صاحب قبر کی تاریخ پیدائش، تاریخ وفات، رومی حافظ اور جامی کے فارسی اشعار اور قرآنی آیات ملتی ہیں۔اس میں (تاریخ نویسی یا تاریخ گوئی) chronogram فارسی اور عربی میں ملتے ہیں۔(۹۱)

بقول پروفیسر محمد اسلم مرحوم لاہور خطاطی کا ایک عظیم مرکز رہا ہے اور یہاں کے قبرستانوں میں امام وردی، منشی عبدالمجید پردیں رقم، حاجی دین محمد، محمد صدیق الماس رقم، منشی تاج الدین زریں رقم، حافظ یوسف سدیدی اور سید نفیس رقم کے لکھے ہوئے کتبے موجود ہیں جنہیں محفوظ کر لینا چاہیے کیونکہ مستقبل میں ان کے پائے کا خطاط ابھرتا نظر نہیں آتا۔(۹۲) لاہور کے حوالے سے کتبات کا قبور کا ذکر کیا جائے تو اس سلسلے میں یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں ہوگی کہ لاہور میں غزنوی دور سے اب تک بے شمار کتابہ نویس موجود رہے ہیں آج بھی لاہور کی عمارات جن کے فن کی عظمت کے گن گا رہی ہیں۔مصنف نے لاہور کے قبرستانوں کا سروے کرنے کے بعد ملتان، شیخوپورہ، فیصل آباد، نارووال، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، کراچی جیسے شہروں کے قبرستانوں کا سروے کیا لیکن لاہور کے علاوہ جن شہروں کا ذکر کیا گیا ہے جو بھی اچھے کتبے قبروں پر ملے وہ کسی نہ کسی حوالے سے لاہور کے خطاطوں ہی کے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

دستخط شدہ کتبات

بعض کتبات کے نیچے کاتب کے دستخط یا تاریخ بہت اہم ہوتے ہیں۔اس سے اس دور کے خط اور تاریخ کے بارے میں معلومات ملتی ہیں اور فن کتابت اور کاتب کی تاریخ مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔بعض دفعہ صرف کاتب کا نام ہی تاریخی معلومات مہیا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔(۹۳) ان کتبات کو چربہ سازی کے لیے دستاویزات کی شکل میں رکھا جا سکتا ہے۔ان تمام نوعیت کے کتبات کو پڑھنا بذات خود ایک فن ہے اسلامی کتبات خصوصاً ثلث اور طغریٰ میں الفاظ کی ترتیب کو اور اس کے جملہ مطالب کو سمجھ کر ترتیب دینا چاہیے۔

تاریخ نکالنا (Chronogram)

بعض کتبات کی عبارت سے تاریخ نکالنا بھی خاص اہمیت کا حامل ہے کہ بعض کاتب خود شاعر ہوتے یا پھر کسی شاعر سے کتبے کی عبارت لکھواتے اور آخری مصرع میں الفاظ کو اس طرح ترتیب دیا جاتا کہ ان کے مجموعہ سے جو عدد یا اعداد بنتے وہ اس واقع کی تاریخ بتاتے۔اس سے کتبے کی اہمیت اور مسلم ہو جاتی۔اس نظام کے تحت ہر حرف کی عددی قیمت ہوتی ہیں جسے ابجد کہا جاتا ہے۔(۹۴) یہ عبارات زیادہ تر کتبات قبور، مساجد، مقابر، مدارس کے کتبات میں دی جاتی ہے۔(۹۵) تاریخ نکالنے کا طریقہ اگرچہ جرمنی، ہالینڈ، بلجیئم اور ہنگری میں بھی رائج ہے مگر مشرق میں یہ طریقہ زیادہ عام ہے۔ برصغیر میں یہ طریقہ مغل ایران سے

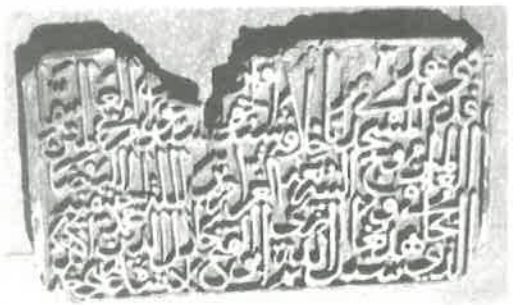
لائے۔(۹۶) بعض مشہور کاتب اور خوش نویس خود بھی اچھے شاعر اور ادیب اور محقق ہوتے تھے اور عمارتی کتبوں میں بعض کتبے ایسے ہمہ جہت قسم کے کاتبوں کے متعلق معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔(۹۷) مثال کے طور پر لاہور میں مسجد خراسیاں کا کتبہ عبداللہ الحسینی مشکیں قلم نے ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں لکھا اس کی تاریخ آخری مصرع میں الفاظ ''بناشد کعبہ ثانے'' سے نکلتی ہے۔(۹۸)

لاہور میں کتبات

لاہور میں عمارتوں کا جھرمٹ'' قبرستانوں کے کتبے' مقابر' مساجد خطاطی کی تاریخ اور اس کے عروج کی داستان رقم کر رہے ہیں۔ اس میں کچھ عمارتیں ایسی بھی ہیں جو محکمہ آثار قدیمہ پاکستان کی حفاظت میں نہیں ہیں بعض عمارات پر کتبات موجود ہیں یا محفوظ ہیں جن پر کتبات موجود نہیں ہیں انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ان کی تاریخی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

مذہبی نوعیت کی عمارات میں اور ان مساجد سرفہرست ہیں۔ جو تواریخی ترتیب کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ہیں۔

مساجد



ع۔۸



ع۔۹

لاہور میں مساجد کے حوالے سے سب سے پرانا کتبہ اکبری عہد کا ہے۔ یہ دو کتبے ہیں جو خط ثلث میں ہیں (ع۔۸،۹) اور ابتدائی اکبری دور کے ہیں۔ یہاں کل تین کتبات ہوا کرتے تھے(۹۹) اونچی مسجد اکبر کے ابتدائی دور حکومت میں بنائی گئی ۹۶۴۔۱۰۱۴ھ/۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء پھر اورنگ زیب ۱۰۶۸۔۱۱۸ھ/۱۶۵۷ء میں اس کی مرمت ہوئی جبکہ ۱۸۸۱ء میں تیسری مرتبہ اور ۱۹۹۱ء میں چوتھی مرتبہ اس کی مرمت ہوئی یہ مسجد بالکل نئی تعمیر ہو چکی ہے اس تعمیر کے دوران مصنف نے ایک ملبہ کے ڈھیر پر اکبری دور کے دو کتبات کے ۴ ٹکڑے دیکھے اور مسجد کمیٹی کے تعاون سے یہ کتبات لاہور عجائب گھر پہنچائے ان کتبات کا سائز ۴۰x۵۰ سینٹی میٹر اور ۱۵x۲۶ سینٹی میٹر تھا یہ کتبے لکڑی کے مولڈ کے ذریعے چونے کے پلاسٹر سے تیار کئے گئے تھے۔آج کل یہ کتبات لاہور عجائب گھر میں ۱۶۸۷۔۱۶۸۸ نمبر کے تحت ۵ ستمبر ۱۹۹۱ء اسلامی گیلری کے رجسٹر میں درج ہیں۔ان کتبات پر سونے کا ورق جڑا ہوا تھا۔(۱۰۰) ان کتبات کے خط کے بارے میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے نسخ لکھا ہے(۱۰۱) جبکہ یہ ثلث ہندی میں ہیں۔ لاہور میں مغلیہ دور کی پہلی تحریر کے لحاظ سے یہ دونوں کتبات انتہائی اہم ہیں۔(۱۰۲) مسجد اندرون بھاٹی گیٹ میں واقع ہے جو مسجد شاہ عنایت قادری کے نام سے بھی مشہور ہے۔مگر آج کسی طرح بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ مسجد اکبری دور کی ہے۔(۱۰۳)

مسجد خراسیاں کا کتبہ

راقم الحروف نے ایک اور کتبہ جو اندرون لوہاری دروازہ بازار سید مٹھا میں مسجد خراسیاں کی سیڑھیوں میں نصب تھا۔ لاہور عجائب گھر میں اپنی ملازمت کے دوران پہنچایا۔کتبہ اکبری عہد کے معروف خطاط عبداللہ الحسینی نے لکھا جسے اکبر اور جہانگیر

کے عہد میں مشکیں قلم کا خطاب ملا تھا۔(۱۰۴) جہانگیری عہد کے کتبات زیادہ تر ''اللہ اکبر'' سے شروع ہوتے ہیں۔جس کی وجہ جہانگیر نے توزک میں بیان کر دی ہے(۱۰۵) اس کتبے کا سائز ۳۴x۳۲ انچ ہے جو سنگ خارا پر ابھروین حروف میں کندہ کیا گیا ہے۔ (ع۔۱۰) کتبہ کا Layout مخطوطات کے صفحہ کی طرح ہے جو صرف اسی کاتب یعنی عبداللہ الحسینی مشکیں کا قلم کا خاص انداز ہے یہی انداز خسرو باغ نے الہ آباد میں جہانگیر کی پہلی بیوی کی قبر کا کتبہ لکھنے کے دوران بھی اپنایا ہے۔(۱۰۶) ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے عبداللہ الحسینی کو عبداللہ مشکیں قلم سے الگ خطاط قرار دیا ہے جس کی ایران سے لاہور آمد اور قیام کے بارے میں لکھا ہے۔(۱۰۷) مگر راقم الحروف نے اپنے ایک مطبوعہ



ع۔۱۰

مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ عبداللہ الحسینی اور عبداللہ مشکیں قلم ایک ہی خطاط تھا۔(۱۰۸) یہ کتبہ لاہور میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور لاہور میں موجود نستعلیق کے تمام کتبات میں سب سے پرانا کتبہ ہے مسجد خراسیاں کی بنیاد ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں یعنی جہانگیر کے دوسرے سن جلوس میں رکھی گئی جب جہانگیر لاہور میں موجود تھا۔(۱۰۹) ذوالحج کو جہانگیر لاہور سے کابل روزانہ ہو گیا اور اپنا قائم مقام قلیچ خان' میراں صدر جہاں اور شریف آملی کو بنایا۔(۱۱۰) ان میں سے اس مسجد کا بانی صدر جہاں تھا۔(۱۱۱) یہ شخص لاہور ہی میں ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں فوت ہوا۔مسجد کی تاریخ بنا اس کتبے میں دو طرح سے دی گئی ہے۔(۱۱۲) ایک تو ''بناشد کعبہ ثانی'' دوسرے فارسی میں ''یکہزار پانزدہ سال آمدہ تاریخ صدر لکا تبہ عبداللہ الحسینی'' ترقیمہ کے تحت دی گئی ہے۔ یہ کتبہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس کے Chronogram میں فارسی میں اور کاتب کا نام اور قائلہ کا لفظ کاتب کے شاعر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ عبداللہ الحسنی صاحب دیوان شاعر تھا۔

مسجد مریم زمانی



یہ مسجد مستی دروازے سے فصیل قلعہ لاہور کے مشرق میں واقع ہے۔ اسے جہانگیر کی والدہ اجودھا بائی نے ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں تعمیر کیا تھا۔ اسے بیگم شاہی اور مریم زمانی مسجد بھی کہا گیا ہے مسجد کی کرسی عام فرش سے نیچے ہے۔جس کے اندر ثلث کے کتبات اور داخلی دروازے میں عبداللہ الحسینی کا مندرجہ ذیل کتبہ لکھا گیا ہے۔(۱۱۳) علاوہ ازیں نستعلیق کا ایک کتبہ لاہور کے بیسویں صدی معروف خطاط عبدالمجید پرویں رقم کا لکھا ہوا بھی ہے۔ جسے فقیر غلام قادر نے الٰہی بخش مستری سے بنوا کر یہاں لگوایا۔



مریم زمانی مسجد اور مسجد خراسیاں کا کتبہ عبداللہ الحسینی کے لکھے ہیں اگر مریم زمانی مسجد کے داخلی دروازے کے کتبے کا بغور جائزہ لیا جائے تو بہت سے شواہد ایسے مل جاتے ہیں جس کی بناء پر یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ یہ کتبات ایک ہی خطاط کے ہیں۔ مسجد خراسیاں کا کتبہ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء اور مسجد مریم زمانی کا کتبہ ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس مدت کے دوران

عبداللہ الحسینی کی متعدد صلیبیں لاہور میں ملتی ہیں۔(۱۱۴)

مسجد وزیر خان

حکیم علیم الدین کو ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں پنجاب کی صوبیداری پر مامور کیا گیا۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں(۱۱۵) مسجد وزیر خان اندرون شہر کے گنجان آباد علاقے دہلی دروازے چوک رنگ محل اور موچی دروازے سے ایک ہی فاصلے پر واقع ہے مسجد کے باہر مشرق کی طرف ایک وسیع چوک ہوا کرتا تھا۔ اس وقت چوک کے تین محرابی دروازے ہیں مشرقی دروازہ چٹا دروازہ کہلاتا ہے۔ دوسرا دروازہ شمال میں راجہ دینا ناتھ کی حویلی سے ملحق تھا۔ تیسرا دروازہ مسجد کے شمالی زینہ کے پاس ہے وزیر خان نے شہر کی وسطی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ عظیم الشان مسجد بطور ایک اسلامی درس گاہ حضرت شیخ سید محمد اسحاق گاوزرنی المعروف بہ میراں بادشاہ متوفی (۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء بعہد فیروز شاہ تغلق) تعمیر کرائی۔ مسجد کے صدر دروازے کے اوپر خط نستعلیق میں۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

۱۰۴۵ھ نہایت جلی قلم سے خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔

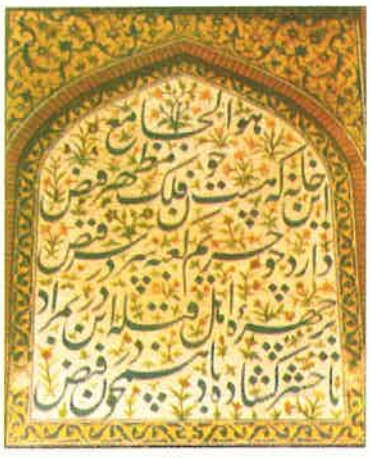
مسجد کی بنیاد ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء میں رکھی گئی جبکہ مکمل ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء میں ہوئی مسجد کی ڈیوڑھی میں چھت کے نیچے چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے شہ نشین اور گلی میں دونوں جانب حجرے ہیں۔ مسجد کی محرابوں پر قرآنی آیات' احادیث' پنجتن پاک کے اسما کتابت کئے گئے تھے۔ جو نقاشی اور کاشی کاری کا بہترین نمونہ ہیں۔ درمیانی محراب پر خط ثلث میں آیت الکرسی لکھی ہے۔ یہ کتبات حاجی یوسف کشمیری نے ۱۰۲۴ھ/۱۶۳۴ء میں لکھے۔



ع۔۱۱



ع۔۱۲



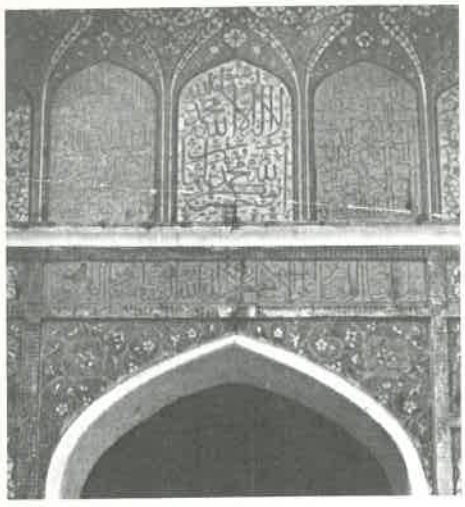
ع۔۱۳

مسجد وزیر خان اپنی مضبوطی' استرکاری' کاشی کاری' منبت کاری' سجاوٹی خشت کاری کے کاموں کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کر چکی ہے۔ اس مسجد کو لاہور شہر کا زیور Jewel of Lahore کہا گیا ہے۔ عبداللہ چغتائی کے مطابق ''ہر نقش کے ہمراہ اسلامی خط میں وہ کمال دکھائے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔(۱۱۶) بڑے دروازے سے اندر داخل ہو کر جب صحن میں آتے ہیں تو دروازے کے اوپر یہ شعر نستعلیق جلی میں لکھا ہے۔(۱۱۷)

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

نستعلیق کے کتبات' محمد علی کاتب' جبکہ ثلث کا حاجی یوسف کشمیری محمد شریف کاتبوں نے کتابت کئے۔(ع۔۱۱،۱۲،۱۳)

مسجد خواجہ مقبول



ع۔۱۴

شاہ جہاں کے عہد کی بہت خوبصورت مسجد جو اندر اور باہر کاشی کاری و رنگین نقش و نگار سے مزین ہے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ایک سے متصل جنوب کی طرف واقع ہے عوام غلطی اور بغیر کسی سند کے اسے دایہ انگہ کی مسجد کہتے ہیں۔(۱۱۸)

مسجد کے بائیں طاق کے کونہ میں کاش کاری میں لکھا ہے کہ اسے کسی امیر مقبول نامی نے خود تعمیر کیا ہے۔

''باہتمام خود مقبول باتمام رسیدہ''

اس مسجد کی دیواروں کو رنگین کاشی کارٹائیلوں سے زیب و زینت کر کے اسے کتبات آیات قرآنی و حدیث سے بھی آراستہ کیا ہے۔اس کے کتبات میں سورۂ بقرہ کا آخری رکوع' درمیانی پیش طاق کے اطراف میں سورۂ جمعہ اور شمال میں سورۂ الحشر کی خط نسخ اور ثلث میں کاشی کاری میں کتابت کیا گیا ہے۔(ع۔۱۴) درمیانی حصہ میں مندرجہ ذیل طغریٰ' کلمہ طیبہ' نیچے اللہ محمدؐ' ابوبکرؓ' عثمانؓ' علیؓ' حسن حسین لکھے ہیں۔ اگرچہ اس طغریٰ نما کتبہ کی نقل اس سے پیشتر مسجد وزیر خان لاہور میں بھی ایوان کے باہر طاقچہ میں لکھی ہے مگر یہاں کاتب نے اس سے کسی قدر بہتر اور مختلف بھی لکھا ہے

جنوبی در کی کمان کے کونوں میں جہاں عام طور پر شمسہ نما گلکاری کی ہوتی ہے وہاں دائیں اور بائیں مندرجہ ذیل الفاظ کاشی کاری میں لکھے ہیں۔

دائیں۔ باہتمام خود مقبول بتمام رسید بائیں۔کتبہ ابراہیم ۱۰۶۰ھ

مسجد صالح محمد کمبوہ

یہ مسجد لاہور میں موچی دروازہ کے سرراہ عین سامنے واقع ہے۔ جو محمد صالح کمبوہ نے ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء میں شروع کرائی اور ۱۰۷۸ھ/۱۶۶۷ء میں مکمل ہوئی۔ شاہ جہاں نامہ کے مصنف نے یہ مسجد اپنی حویلی سے متصل بنوائی۔(۱۱۹) اس کے کتبات نستعلیق میں کاشی کاری کا عمدہ نمونہ ہیں۔

صدر دروازہ کی چوکھٹ پر مندرجہ ذیل کتبہ خط نستعلیق میں پڑھا جاسکتا ہے۔

بانی ایں مسجد زیبا بندہ آل محمد صالح است

سال یک ہزار و ہفتاد ہجری (۱۲۰)

مسجد کے ماتھے کے دائیں شمالی محراب پر ذیل کا کتبہ بخط نستعلیق ہے جس کا اول مصرعہ کسی قدر ضائع ہو چکا ہے۔

..... وزی کرم صبح راگرد و نفس انگشت غیرت دروہاں

در نور باشی دیدہ عابد توی پیش ویسی سفہائے طاعت از نومژگان عیاں

شکل محرابت کمال بازوئے ایمان بود وزدعائے مستجاب امادہ تیر ایں کماں

من نگویم کعبہ نیک ایں قدر دانم کہ ہست جبہ اوتاد عاشق سجدہ ایں آستاں

اسی ستوت شمع کافوری بزم اولیاء نبرد الات در رفع نزد باں

جبکہ درمیانی محراب پر

''اللہ الحمد والمنہ کہ ایں مقام محمود وایں کعبہ مقصود کہ صحن مسکنش چوں طبق آفتاب لبالب از سرنور است و بام تا شام از پیشانی نورانی ہر محرابش کہ مانند جبیں روشن ضمیراں نور آباد یساں جوہر آئینہ مصفا ہست۔ انوار سفیدہ صبح صادق بروز ظہور وحسن سعی فدوی آل محمد صالح در سال ہزار و ہفتاد و نہ ہجری صورت اتمام یافت امید کہ بمتقاضی درستی نیت علت رفع مایہ حسنات باعلی درجات و وسیلہ قبول عبادت وحصول مرضیات حضرت واھب العطیات گردیدہ ناصیہ ہر نیک بختی کہ بسجود ایں نمونہ از بیت المعمور نورانی شود مانند۔ جبہ کشادہ روئے مہر ہرگز جبیں ملال و بروئے ترکی کہ درت نہ بیند دست نیاز ہر حاجت مند کہ در ایں مکان فیض نشان بلند گردد آرزوہائے دلش پیش از حرکت لب وزبان بدرجہ حصول انجامد۔''

اس کی درمیانی محراب کی سردل پر اس کے مندرجہ بالا کتبے اور محراب کے نیچے کلمہ توحید لکھا ہے اور اس کلمہ کے اخیر پر ۱۰۷۸ھ اور اس متن کلمہ کے ابتداء میں ''اللہ وافی'' اور اخیر میں ''اللہ شافی'' الگ چوکھٹوں میں لکھا ہے۔

اللہ وافی! افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۰۷۸ھ واللہ شافی

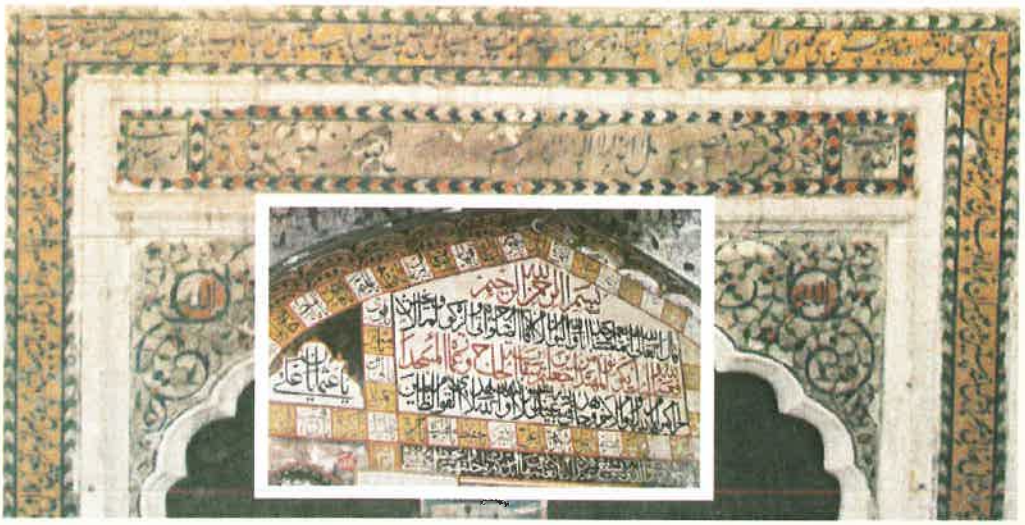
اور اسی محراب کے اندر کی محراب کے حلقہ کے سردل پر مشہور شعر ہے۔

محمد عربی کا بروی ہر دوسرا است　　کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراد

جنوبی محراب پر یہ اشعار ہیں

آسمان فیض را صبح سعادت برتوی　　آفتاب نورانی طاعت پیشگاں
داد ایمن ..... لاہور را فیض حرم　　سرخویشت ساکنانش منت جز حفظ امان
مسجد ارا نیست ..... امامش جبریل　　خلوت روحانیاں را شمع باید بیوفاں
رائیگاں فیض سماوی را کجاداری قبول　　طاعت مقبول بالا مے فرستی بیش ازاں
برنمازت صورت اتمام فائض شدہ　　می برند اجزائش را یک بیک با فلاک ارمغاں
تا ہمیشہ قبلہ اسلام سمت کعبہ است　　قبلہ گاہ مومناں باد ..... جاوداں

مندرجہ بالا کتبات خوبصورت نستعلیق میں ہیں۔ (ع۔۱۵) جبکہ چند ایک ثلث میں بھی ہیں۔ مگر ان تمام کتبات کے خالق خطاط کا نام درج نہیں ہے۔



ع۔۱۵

مسجد چینیاں والی

مسجد کی جنوبی محراب پر شمالی محراب کے مطابق درمیان میں خط نسخ میں

وان المساجد الله فلاتدعو مع الله احدا

اوراس آیت کریمہ کے دائیں اور بائیں یہ شعر خط نستعلیق میں ہے۔

ہر خشت ز فرش مہر گردوں چوں ماہ جباہ سا مہراں نورانی

اوراس کے ہر سہ طرف ذیل کے اشعار اعلیٰ نستعلیق طرز میں لکھے ہیں۔

بس کہ استاد نقش کاشی بست گل او نقش نو بہار شکست
کردہ مہرش درون ماہ وطن ازپئے سجدہ شدہ جبیں ہم نشیں
کرسی کردہ بہرہ خود مسکن کہ بلند است چوں زمین سخن
شاہدانہ نشستہ برکرسی عرش زادیست گر نسب برسی
سال ایں بیت جامع بجمع بود بیتی بعلم حق مودع
مجمع سالکاں راہ الہ جامع سیر لا الہ سواہ ۱۰۸۰ھ

سید لطیف اور کنہیا لال نے اس مسجد کے مشرقی دروازہ جو آج تبدیل ہو چکا ہے مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے۔

طرفہ معمار خرد تاریخ سال گفت زیبا مسجد از افراز خان ۱۲) ؟۱۱۲)

جس سے تاریخ ۱۰۸۲ء نکلتی ہے۔ مگر یہ شعر آج موجود نہیں تاہم اب بھی تین تاریخیں مزید پڑھی جا سکتی ہیں۔ شمالی محراب کے تینوں اطراف کے علاوہ یہ شعر خط نستعلیق میں درج ہے۔

ایں معبد جاں کہ صورتش روحانیست در معنی ظل کعبہ ربانیت

اوران ہر دو مصرعوں کے درمیان خط نسخ میں لکھا ہے۔

انما یعمر مساجد من امن بالله بالصمد المساجد ۱۰۷۹ء

اس لینٹل کے گرد ہر سہ اطراف میں مندرجہ ذیل اشعار نستعلیق میں لکھے ہیں۔

وصف مسجد قلم پردازد فکر براوج آسماں تازد
تابدی امتحاب جلوہ طور چشم بداز تجلی او دور
چوں خیالش بدل دو چار شود سینہ سپر مشق نور بہار شود
از بیاض جبیں او خندان صبح امید ارزو منداں
میکند از اشارہ ابرو طاق اوکار تیغ بہر عدد
کندش صاحب کا آبود پیر فخرش بر اوج ماہ بود

اس محراب اور درمیانی بڑی اونچی محراب کے درمیان جو فاصلہ دیوار اور چوکھٹوں میں تقسیم ہے ان میں سے سب سے نیچے کے مرغولہ صورت طاق میں مسجد وزیر خان کی طرح کاشی کاری میں احادیث نبوی ﷺ مرقوم ہیں۔ درمیانی اونچی ماتھے کی محراب پر ذیل کا فارسی کتبہ بہترین خط نستعلیق میں سفید زمین پر گہرے نیلے حروف میں لکھا۔

''حمد و سپاس مبدع پاکو صلوت و سلام صاحب لولاک مستور نماند کہ بنائے زندگانی برآب است و فسانہ عمر خراب رفیق توفیق حسن عمل است و قاطع طریق طول اہل جنہ اجال ہوشیار رانے کہ درایں ویرانہ بے اساس تعمیر خانہ دیں پرواختہ اندو بخیر جاری انہار بوطن خود رابحار انوار الٰہی لبریز ساختہ وخوشا وقت بیدارانے کہ چشم از خواب غفلت سرمالیدہ براجابت داعی اللہ شناختہ اندو بہرہ رانی ازخوان احسان کریم مطلق یافتہ فیض صلوٰۃ

جماعت کہ ہفتاد و درجہ از فرد اصل است و نقد وقت این ابرار است و افضل و تکبر اولیٰ کہ از دنیا و مافیہا اولیٰ است بقید روزگار این اخبار منعم العبد المعاہد المطیع و نعم الفیض عام اتمام بنائے ہذا المسجد المنیع و ہو عمیم الفیض و البدا المفیض کتبہ میر مرتضیٰ۔'' (۱۲۴)

یہ کتبہ ابتدا اور آخر سے آج ضائع ہو چکا ہے بلکہ درمیان میں بھی خاصا مدہم پڑ چکا ہے اس کے نیچے لینٹل پر کلمہ طیبہ خط ثلث میں یوں درج ہے۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حقاً

اسی طرح اس پر تین تاریخیں مرقوم ہیں۔ شمالی محراب پر ۱۰۷۹ھ درمیانی محراب کے کتب میں ''عمیم الفیض'' ۱۰۸۰ھ جنوبی محراب پر اخیر میں ۱۰۸۰ھ اس طرح باآسانی اس کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے کہ مسجد کی بنیاد ۱۰۷۹ھ میں رکھی گئی اور ۱۰۸۰ھ/۱۶۷۱ء میں مکمل ہوئی جب پایہ تکمیل کو پہنچی تو اسے ''عمیم الفیض'' سے تشبیہ دی گئی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت مسجد مکمل ہوگئی۔

بادشاہی مسجد

یہ مسجد ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں فدائی خان کوکہ کی زیرنگرانی بنوائی گئی اس کی پیشانی پر مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے۔
''مسجد ابوظفر محی الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ہزار وھشتاد و چہار ہجری اتمام یافت'' بخط ثلث ہے جبکہ ''باہتمام کمترین خانہ زادایں فدائی خان کوکہ'' نستعلیق میں ہے۔

مسجد نواب زکریا خان

یہ مسجد نواب بہادر زکریا خان اور عبدالصمد خان نے تعمیر کرائی۔ (۱۲۳) علاقہ باغبانپورہ میں احاطہ حضرت مادھولال حسین کے جنوب مغرب کی طرف ایک قدیم مسجد موجود ہے اگرچہ آج نہایت خستہ حالت میں ہے۔ اس کتبہ کے اوپر درمیان میں بسم اللہ اور کلمہ شریف کاشی کاری میں لکھے گئے ہیں۔ (۱۲۴)

مسجد امام الدین شیخ

سوتر منڈی کے پاس سکھ عہد کی مسجد نواب امام الدین خان پسر شیخ محی الدین نے ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں بنوائی اس کے کتبات امام ویردی نے لکھے۔ امام الدین کی والدہ اور خود امام الدین کی قبر کا کتبہ بھی امام ویردی نے ہی کتابت کیا۔ والدہ امام الدین شیخ کی قبر کا کتبہ آج تک بی بی پاکدامن کے قبرستان کے احاطہ میں موجود ہے جبکہ امام الدین شیخ کی قبر کا کتبہ موجود نہیں۔ (۱۲۵) اس مسجد میں امام ویردی کے لکھے ہوئے کتبات آج بھی زبوں حالی کی داستان سنا رہے ہیں کسی ناعاقبت اندیش نے ان کتبات میں بیشتر جگہوں پر سوراخ کر دیئے ہیں۔ (۱۲۶) درمیانی محراب کے سر پر ایک اینٹ سنگ مرمر کی نصب ہے جس پر کلمہ شریف خط نسخ ہے جو کہ خاص لاہوری طرز میں ہے۔ مسجد کے اندر نہایت عمدہ منقش سقف قالبوتی ہے یعنی تین درجے کی گنبدی سقف تعمیر ہوئی ہے درمیانی گنبد کے چاروں طرف چار اشعار کا قطعہ بخط نستعلیق لکھا ہے۔ جناب شیخ امام الدین کی قبر کا کتبہ جو کبھی قبرستان داتا گنج بخشؒ میں ہوا کرتا تھا، بھی امام ویردی نے لکھا تھا۔

مسجد نور محمد ایمان والی

یہ مسجد راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں نور ایمان والا نے ۱۲۳۹ھ میں بنوائی یہ شخص گھوڑوں کی کاٹھیاں بناتا تھا۔ مسجد کشمیری بازار کے مشرقی سرے پر پرانی کوتوالی کے دیوار بدیوار کبھی جانب مغرب تھی مسجد کے ماتھے پر سنگ مرمر کی سل پر مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے۔


بسم الله الرحمن الرحیم
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل علی صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة











نور محمد بعطائے کریم ساختہ مسجد چو فلک مستقیم
جست تاریخ بنایش خورد ہاتف گفتا زہی اجر عظیم
کتبہ شیخ احمد ۱۲۳۹ھ

مسجد ثانی نور محمد ایمان والا

یہ مسجد بھی کشمیری بازار لاہور میں واقع ہے مسجد کی دیوار جانب جنوب (بازار کی طرف) نستعلیق میں اشعار لکھے ہیں۔ نیز سنگ مرمر کی سل پر نستعلیق میں کلمہ شریف یوں درج ہے۔ ''افضل ذکر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ عجیب نور محمد چہ مسجدی اراست ۱۲۹۷ھ کتبہ امام بخش''۔ اس کتبے کی کتابت امام بخش کاتب نے کی۔

مسجد بوکن خان

ڈھل محلہ موچی دروازہ میں رنجیت سنگھ کے عہد میں بوکن خان داروغہ اصطبل رنجیت سنگھ نے ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں ملک محمد بخش کی نگرانی میں بنوائی۔ اس کا کتبہ یوں ہے۔

اللہ محمد

چوں زبکن خان والا منزلت شد بنا ایں مسجدے والا احترام
بہر تاریخش ہاتف شدند کعبہ ثانی بنا شد ایں مقام

مسجد کریم بخش

یہ مسجد میاں کریم بخش ٹھیکیدار بارک ماسٹری کی تعمیر کردہ ہے جو لاہور کے معروف مقام لنگے منڈی میں ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں تعمیر کی گئی۔ (۱۲۷) یہ مسجد شہید کروا کر نئے سرے سے تعمیر کر دی گئی ہے۔ اب یہ کتبے ضائع ہو چکے ہیں۔

باہر کے جنوبی دروازے پر

کردہ است کریم بخش ز الطاف کریم لالہ چنیں مسجد عالی تعمیر
سرور بہ بنائی سجدہ گاہ والا دل گفت شد ایں مسجد عالی تعمیر

اندرونی دروازہ پر

ایں بیت حق کہ کرد بنایش کریم بخش روز جزا وسیلہ غفران اوبس است
سال بنائش جسم و آمد ندا ازغیب کاین بقعہ کریم مکان مقدس است
۱۳۰۳ھ

ماتھے پر۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ درج ہے۔

مسجد بہاول خان عباسی

چیفس کالج لاہور میں نواب بہاولپور محمد بہاول خان عباسی نے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں مسجد بنوائی جس میں فریسکو اور سنگ مرمر پر خطاطی کے کتبات موجود ہیں۔ (۱۲۸) خط ثلث میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (بحروف تاج) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ثلث میں قالحکم اللہ اعلی الکبیر. جبکہ نستعلیق میں مندرجہ ذیل کتبات ہیں۔

چو نواب مبارک پی بہاول خان عباسی بنا کرد است در عہد تعلم خوشنما مسجد
بگفتا ہاتف صادق بمالک سال تعمیرش بکالج از بہاول خان پنجم شد بنا مسجد

مسجد چوہڑ عبدالجلیل

میکلوڈ روڈ پر دفتر روزنامہ زمیندار کے عقب میں ایک پرانی مسجد ہے مسجد اگرچہ لودھی عہد میں شیخ چوہڑ بندگی عبدالجلیل نے خود بنوائی مگر موجودہ مسجد سردار کھڑک سنگھ سندھاں والیہ نے باہتمام غلام محی الدین شاہ قریشی جو حضرت عبدالجلیل کی اولاد سے تھے ۱۲۶۴ھ میں تعمیر کرائی تھی اس کا قطعہ تاریخ بیرونی دروازہ تہہ خانہ پر پتھر کی سل پر نستعلیق میں کندہ ہے۔(۱۲۹)

مکان خانقاہ قطب عالم چواز تعمیر نو زینت پذیرفت
بتاریخ بنائش ہاتف غیب بنائے از غلام محی الدین گفت

مسجد نقیباں

مسجد چوہڑ عبدالجلیل سے ذرا آگے جنوب کی طرف ایک اور قدیم اور عالی شان مسجد ہے جسے لوگ مسجد نقیباں کہتے ہیں۔ ۱۸۴۹ء کے بعد یہ مسجد مسلمانوں کو واگذار کر دی گئی۔ مسجد کے ماتھے پر آیت الکرسی بخط ثلث لکھی ہے۔ جب کہ اندرونی محراب کے اوپر کمان پر مندرجہ ذیل آیات قرآنی لکھی ہیں۔

قال اللہ تعالی کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

اس طرح شمال اور جنوب کی محرابوں پر ذیل کی حدیث مرقوم ہے۔(۱۳۰)

"المومن فی المسجد کالسمک فی الماء المنافق فی السمجد کالطیر فی القفس"

دالگراں مسجد

یہ مسجد برانڈرتھ روڈ (نشتر روڈ) لاہور واقع ہے جسے محمد بخش ٹھیکیدار نے اپنی والدہ زیب النساء کے ثواب کے لیے ۱۳۲۵ء/۱۹۰۷ء میں بنوایا اور اس کا کتبہ غلام جیلانی کاتب نے کتابت کیا جو سنگ مرمر پر ہے۔(۱۳۱)

اور معکوس میں الوقف "اللہ الکریم" کے حروف لکھے ہیں جبکہ نستعلیق میں مندرجہ ذیل کتبات ہیں۔

خوشا مسجد بنا بہر خدا زیب النساء کردہ در آن کوشش محمد بخش فرزندش بجا کردہ
پی تاریخ تعمیرش خلیق آمد بجست وجو کہ گفتا در زمان خیر و ثواب آن ہاتف خوشگو ۱۳۲۵ھ

مسجد شہدا

یہ مسجد لاہور کے مشہور ریگل چوک کی خوبصورت عمارت ہے جس کے کتبات لاہور کے حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ جو ۱۹۷۰ء میں لکھے گئے ان کی عبارت یوں ہے۔(ع۔۱۶، ۱۷)



ع۔۱۶



ع۔۱۷

جامع مسجد منصورہ

ملتان روڈ لاہور نزد موضع ہنجروال جماعت اسلامی کے زیر اہتمام مسجد بنوائی گئی۔ جس کے کتبات بیرونی دیواروں پر ثلث میں قرآنی آیت اور اندرونی دیواروں پر خط کوفی میں آیت الکرسی حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔(ع۔۱۸،۱۹) لاہور میں اس قدر جلی قلم میں خطاطی اور کسی مسجد پر نہیں ہے یہ کتبات دیواروں پر سیمنٹ کے ذریعے لکھے گئے ہیں جو ایک کلومیٹر کے فاصلے سے صاف پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ تمام کتبات جماعت اسلامی کے رکن فیض الرحمان ہمدانی کی زیر نگرانی مکمل کرائے گئے۔ جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ یوسف سدیدی نے عمارتی خطاطی کو چار سو سال بعد پھر سے زندہ کر دیا۔



ع۔۱۸



ع۔۱۹

مسلم مسجد لوہاری دروازہ

اس مسجد کا نام مولانا محمد بخش مسلم کے نام پر کے نام پر رکھا گیا جو ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں تعمیر ہوئی اور مولانا محمد بخش مسلم تاحیات اس کے خطیب رہے۔ بعد میں اس مسجد میں ''مدرسہ الکریمہ'' قائم کیا گیا۔ جہاں طلباء کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کا کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو بخط ثلث بغدادی اثرات کے تحت ہے۔

جامعہ مسجد غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ

اس مسجد کا سنگ بنیاد مفتی غلام سرور قادری نے رکھا اور یہاں مدرسہ حفظ قرآن اور حدیث شروع کیا گیا اس مسجد کے کتبات سید انور حسین نفیس رقم کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ ان کتبات میں کلمہ طیبہ اور اللہ محمد ﷺ کے اسم نمایاں ہیں۔ نفیس رقم کے شاگرد الٰہی بخش مطیع نے مانکرائے ہری پور کی مسجد کے کتبات لکھے۔(ع۔۲۰)



ع۔۲۰

جامع مسجد مسکین پورہ نزد لال پل مغل پورہ

اس مسجد کے تمام کتبات سنگ مرمر پر لاہور کے معروف خطاط صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے زور قلم کا نتیجہ ہیں جو ثلث اور نسخ میں ہیں۔

جامع مسجد شادمان چوک

یہ مسجد شادمان چوک میں مسجد نبویؐ کی طرز پر بنوائی گئی اور اس کے تمام کتبات معروف خطاط محمد شفیع انور سیالوی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ جو ثلث میں ہیں۔

جامع مسجد فیضیہ فاروقیہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

اس مسجد کو ۱۷ فروری ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء کو نئے سرے سے تعمیر کیا گیا اور اس کا سنگ بنیاد میئر لاہور میاں شجاع الرحمٰن نے رکھا۔ اس کی خطاطی غلام رسول نے کی جو انتہائی زور نویس خطاط ہفت قلم ہے اور آج بھی لاہور میں عمارتی کتبات اور کتبات قبور زیادہ تر اسی خطاط کے لکھے ہوئے ہیں۔

قلعے

قلعہ اٹک



۱۵۸۱ء میں اکبر نے قلعہ اٹک کی بنیاد رکھی جس پر سنگ مرمر کی سل پر مندرجہ ذیل کتبہ ہے۔

سپر شاہانے عالم شاہ اکبر/ تعالیٰ اللہ شانہ اللہ اکبر ۹۹۱ھ

قلعہ روہتاس

قلعہ روہتاس کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوری دور میں خوبصورت کوفی آمیز ثلث کے ساتھ ساتھ ثلث کا رواج بھی تھا جیسا کہ نرنول (بھارت) میں ابراہیم سور ۴۳-۱۵۴۲ء کے مقبرہ کی عمارت کے کتبات سے ظاہر ہوتا ہے قلعہ روہتاس کی مسجد کے کتبات جن کے دائرے میں اسم اللہ لکھا ہے بالکل اسی طرح ابراہیم سور کے مقبرے پر کنگرے دار پتھروں میں گولائی میں اللہ لکھا ہوا ہے۔ (۱۳۲) اس قلعہ کے کتبات بنگال سکول آف خطاطی کے اثرات کے تحت سوری کتبات کی ہیئت پر روشنی ڈالتے ہیں مسجد کتبات کوفی آمیز ثلث اور دیگر کتبات بنگال سکول سے متاثر ثلث میں ہیں۔ (۱۳۳)



سنگ مرمر کا جو خوبصورت کتبہ شاہی گیٹ پر نصب تھا۔ مندرجہ ذیل ہے۔ (۱۳۴)

ز ہجرت گزشتہ تواریخ سال نہصد' چہل ہشت آمد جلال
نصب شد درآں وقت قلعہ کبار شہنشاہ شیرست عالم قرآن
زبخت سعادت عیاں شد ثانے تمامش کناید شاہو سلطانے

اس کے علاوہ مسجد میں دائروں کی شکل میں کلمہ شریف اور بسم اللہ کوفی آمیز ثلث میں پھولدار بیلوں کی زمین پر لکھے گئے ہیں جو انتہائی خوبصورت تاثر دیتے ہیں۔ اس کتبہ کے علاوہ دیگر کتبات کی جہانگیر اپنی توزک میں نشاندہی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"پیر کے دن یکم محرم ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء کو دریائے بھٹ (جہلم) کے کنارے سے کوچ کر کے ایک روز کی مسافت کے بعد روہتاس کے قلعہ پہنچا۔ اس قلعے پر جو خرچ آیا وہ ایک پتھر پر کندہ کیا گیا ہے اور وہ پتھر قلعہ کے ہر دروازہ پر نصب کیا گیا ہے سولہ کروڑ دس لاکھ دام سے کچھ زیادہ اس عمارت پر خرچ ہوا ہے جو ہندوستان کے سکے کے مطابق چالیس لاکھ پچیس ہزار روپے ہوتے ہیں۔ اور ایران کے چلنی کے مطابق بیس ہزار ایک سو تو

مان اور توران کے سکے کے مطابق جس کو خانی کہا جاتا ہے ایک ارب اکیس لاکھ پچھتر ہزار روپے کے برابر ہوتے ہیں۔" (۱۳۵)

شاہی قلعہ لاہور

قلعہ لاہور کے ہاتھی پول دروازے کے کتبات ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں عمدہ نستعلیق میں مرقوم ہیں۔ یہ عبدالکریم جہانگیر کا نمک خواہ تھا جہانگیر توزک میں لکھتا ہے میرا ارادہ تھا کہ میں دکن کی طرف جاؤں اس نے عبدالکریم معموری کو حکم دیا کہ میری روانگی سے پہلے وہاں جاکر موضع ہندومین میں شاہی عمارات بنوائے اور قدیم بادشاہوں کی یادگاروں کی از سرنو تعمیر کرائے (۱۳۶)

مکاتیب خانہ
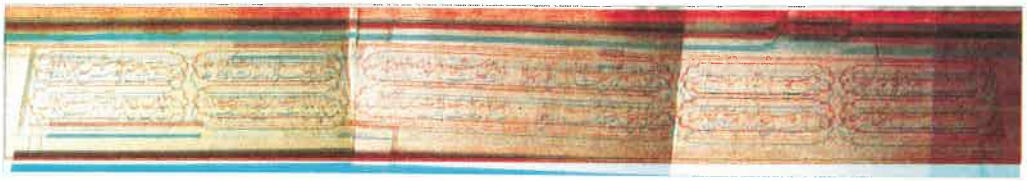
"مکاتیب خانہ کا کتبہ جہانگیری عہد سے متعلق ہے جو عمدہ نستعلیق کا نمونہ ہے۔ اس کی عبارت یوں ہے۔

سال دوازدہم از جلوس مقدس بندگان عالی حضرت شہنشاہ ظل اللہ سلیمان جاہ' کیومرث بارگاہ سکندر سپاہ خلافت پناہ نورالدین جہانگیر بادشاہ ابن جلال الدین اکبر بادشاہ غازی بمطابق سال ہزار و بیست ہفت ہجری' عمارت ایں دولتخانہ ہمایوں باہتمام کمترین مریدان و غلامان فدوی معمور خان صورت اتمام پذیرفت۔"

یہ کتبہ معمور خان کی زیرنگرانی تیار ہوا۔ جو ابھریں انداز میں سنگ مرمر میں خوبصورت کمپوزیشن میں ہے۔ اور لاہور کے نمائندہ کتبات میں سے ایک ہے فتح پور سیکری میں بھی اس قسم کا کتبہ نصب ہے قلعہ لاہور کا یہ کتبہ محمد حسین کشمیری کا لکھا لگتا ہے۔ (ع۔۲۱، ۲۲)



ع۔۲۱



ع۔۲۲

لوہاری دروازہ کا کتبہ

لوہاری دروازہ پر برٹش دور کا کتبہ نستعلیق میں یوں رقم ہے۔

سر رابرٹ منٹگمری کے سی بی لیفٹننٹ گورنر ٹی ڈی

"Frosyth Esquire C.B Commissioner, Captain Hall Deputy Commissioner"

باغات کے کتبے

چوبرجی باغ

شاہ جہانی عہد میں جہاں آراء نے لاہور میں میابائی فخرالنساء کی سرکردگی میں ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء میں باغ لگوایا۔(۱۳۷) جس کا اب صرف داخلی دروازہ محفوظ ہے جس کی پیشانی پر مشرق کی جانب نیلے حروف میں بخط جلی آیت الکرسی منقوش ہے جس کے آخر میں ۱۰۵۶ھ درج ہے جو اس عمارت اور باغ کا سن تعمیر ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل دو اشعار نستعلیق میں ہیں جن سے اس باغ کے بانی کا پتہ چلتا ہے پہلے شعر کا مصرع مٹ چکا ہے۔

بفضل قادر و قیوم و خالق دوراں بنا پذیر شد ایں باغ روضہ رضوان
بگشت مرحمت ایں باغ برمیا بائی ز لطف صاحب زنیبدہ بیگم دوراں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جو قادر و قیوم اور زمانے کا پیدا کرنے والا ہے بہشت کا نمونہ یہ باغ تیار ہوا اور زمانے کو آراستہ کرنے والی بیگم صاحب نے ازراہ لطف و کرم یہ باغ میابائی کو بخش دیا۔

یہاں خط کشیدہ حروف سے مراد بھی جہاں آرا ہی ہے۔

مغربی دروازے پر یہ شعر بخط نستعلیق منقوش ہے۔

ساخت میابائی فخر نساء روضہ عالی ارم احتشام

درمیانی محراب کے ہر دو جانب شمال اور جنوب والی چھوٹی محرابوں میں دائرے کے درمیان ''اللہ'' کا لفظ بخط نسخ منقوش ہے۔(ع۔۲۳)



ع۔۲۳

گلابی باغ

لاہور سے شالامار باغ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر گلابی باغ کے نام سے عالی شان منقش و گل کار دروازہ نظر آتا ہے جو اس باغ کی ڈیوڑھی ہے جسے مرزا غیاث بیگ ایرانی کے عم زاد مرزا سلطان بیگ نے ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء میں تعمیر کرایا۔(۱۳۸) باغ کے داخلی دروازے پر بہت سے کتبے ہیں۔ بیگم پورہ میں اس وقت سب سے خوشنما عمارت گلابی باغ ہے جس کی پیشانی پر۔

''افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

بخط نستعلیق منقوش ہے۔

کلمہ طیبہ کے دائیں اور بائیں جانب ایک محراب کی پیشانی پر یہ مصرع درج ہے۔

محمد عربے کہ ابروی ہر دوسراست کسی کہ خاک درش نیست خاک برسراو

ڈیوڑھی کے دونوں جانب دو محرابیں ہیں ان میں سے دائیں طرف کی محراب کے اوپر ایک چوکھٹے میں زرد رنگ کی

زمین پر لاجوردی رنگ سے ایک رباعی کے دو مصرعے درج ہیں اور بائیں ہاتھ کی محراب کی پیشانی پر ایک ایسے ہی چوکھٹے میں بقیہ دو مصرعے نستعلیق میں لکھ کر رباعی مکمل کر دی ہے۔ (ع۔۲۴، ۲۵) اور پوری رباعی یوں ہے۔

خوش آن باغ کہ دارد لالہ داغش — ز تقویم خرد پرسید غازی
کلی خورشید و مہ زبید چراغش — گلابی باغ شد تاریخ باغش ۱۰۶۶ھ

جبکہ دروازہ کے وسطی حصہ میں نستعلیق میں یہ اشعار درج ہیں۔

بانی باغ سخاوت فاتح کرم — انگہ دار ای کردوں ساخت باغ چوں ارم
اہل معنی بر دوامش خواستند از حق دعا — بیگ سلطان را الٰہی دار دائم محترم

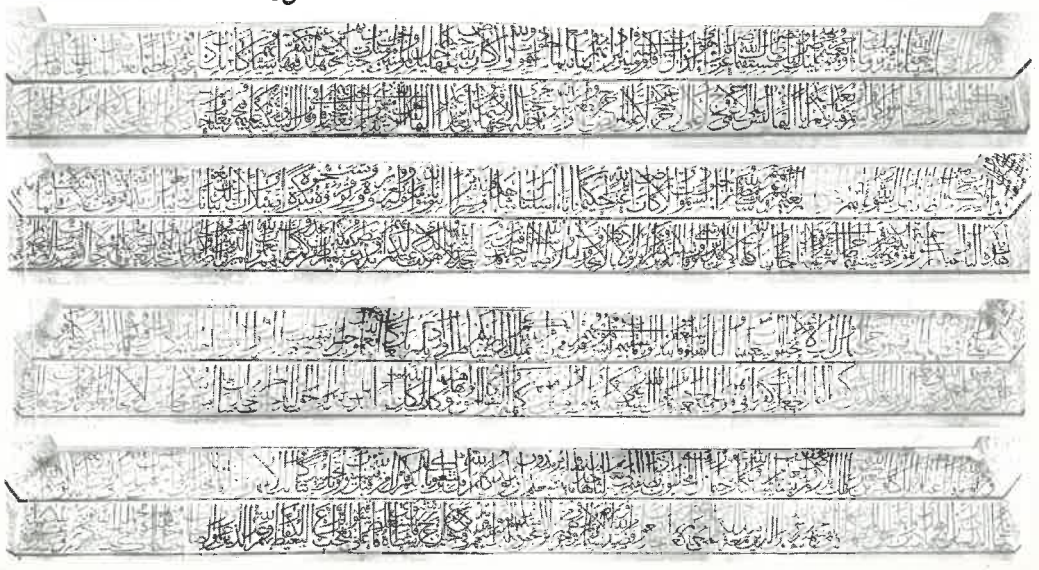
ڈیوڑھی سے گزرتے ہی ایک عالی شان عمارت نظر آتی ہے جس کے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں ان کے نقش و نگار اپنی مثال آپ ہیں۔ مقبرے کے اوپر ایک اونچی گردن والا گنبد ہے جس پر لہریئے ڈالے گئے ہیں گنبد کے نیچے دو قبروں کے نشان ہیں ان میں سے ایک قبر یقیناً سلطان بیگ کی دوسری اس کی اہلیہ ہے۔ قبروں کے تعویذ سکھوں کے دور حکومت میں اکھاڑ لیے گئے تھے۔ مقبرے کی اندرونی دیواروں پر سورہ الفتح خط ثلث میں لکھی ہوئی ہے کاتب کا نام محمد صالح ہے۔ (ع۔۲۶) جس نے یہ کام ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء میں مکمل کیا تھا۔ یہ محمد صالح فرمان نویس تھا جو ۱۰۸۵ء میں لاہور میں فوت ہوا۔ (۱۳۹) عوام الناس میں یہ مقبرہ دائی انگہ کے نام سے مشہور ہے۔



ع۔۲۴



ع۔۲۵



ع۔۲۶

باغ گل بیگم

رانی گل بیگم کی شادی رنجیت سنگھ سے ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء میں ہوئی جس جگہ میانی صاحب میں اس کی قبر ہے یہ علاقہ باغ گل بیگم کے نام سے موسوم ہے جس نے ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں اس باغ کی بنیاد رکھی (۱۴۰) باغ کا دروازہ غربی جانب سے دو منزلہ اور اونچا ہے بالا خانہ کے تین دریچے بھی منقش و رنگین ہیں دروازہ باہر سے محرابی ہے جس کے وسط میں چند اشعار نیلے رنگ سے لکھے ہوئے ہیں جو مہتمم باغ علی بخش کے نام اور فرزند رانی گل بیگم (سردار خاں) اور باغ کے سال تعمیر پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس باغ کے معمار کا نام غلام علی اور باغ کا نام باغ گل بیگم ہے۔

بہ فضل قادر بے چوں زدست گل بیگم — کہ ہست رانیے دوراں و ملکۂ عالم
بنا پذیر شد ایں باغ رشک خلد بریں — بہ اہتمام علی بخش اہل جود و کرم
خوشا نصیب کہ فرزند خوش خلف دارد — کہ مشتہر شدہ سردار خان چوں حاتم
زہے است باغ کہ از بوئے خلد مے آید — ازیں ست سال بنائش ز ہے زباغ ارم
ظہور سال ز آباد باغ رانی شد — عطارد از سرارقام چوں گرفت قلم
فرید خبیر بنار آنکہ کہ تاریخش — فرشتہ گفت عمل آباد باغ گل بیگم

۱۲۷۳ھ

چو سیر گاہ خوش ساخت رانی دوراں — برائے سال بنا گفت باغ سیر رقم
بدست کاری و معماریئے غلام علی — بنا شدہ است خوشایں باغ مرجع عالم

ان کے علاوہ حسب ذیل دو اشعار بھی ہیں۔

سال تاریخ بنائے باغ جوں جستم بگفت — بلبلم آباد باغ رانی گل بیگم است
ازسر آباد قمری سال سمت راجہ خوش — گفت نو آباد باغ رانی گل بیگم است

چاہ کلاں کے اندر جس کا عمق بہت دور تک ہے سنگ مرمر کی ایک تختی پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔
مالک ایں چاہ رانی گل بیگم صاحبہ بنت شیخ محمد اکبر زوجہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سرگباشی۔
باغ کے جنوب رویہ ایک بڑا چبوترہ پختہ چونہ گچ ہے جس سے متصل عمارتوں کے درمیانی برج کے محراب میں ایک ٹکڑا سنگ مرمر کا لگا ہوا ہے جس پر ذیل کے اشعار درج ہیں۔ (۱۴۱)

بر زمین تازہ ہو چوں بہشت بریں — باغ بہ آب و تاب گل بیگم
ہست سردار خان باغ بانی باغ — خلف مستطاب گل بیگم
سال تعمیر باغ خورم گفت — امن باغ جناب گل بیگم ۱۲۷۲ھ

ان کتبات کی کتابت نستعلیق میں عامیانہ درجہ کی ہے۔

باؤلی جنڈیالہ شیر خان (ضلع شیخوپورہ)

جنڈیالہ شیر خان شیخوپورہ سے ۱۶ کلومیٹر دور حافظ آباد روڈ پر واقع ہے۔ جس کا بانی شیر خان ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء اکبری دور میں پٹھان درباری تھا سید غزنوی کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ مذہبی عالم تھے اور ممکن ہے کہ سید وارث شاہ کے آباد اجداد میں سے ہو۔ بہرحال یہ کتبہ خط کے اعتبار سے لگتا ہے کہ محمد حسین کشمیری نے لکھا ہے۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں مغل پیش پیش تھے تمام حکمران بلکہ ان کے درباری اور اعلیٰ عہدیدار بھی عمارتیں بنانے میں مصروف رہے۔ ان میں اکبری عہد میں شیر خان نے جنڈیالہ میں یہ باؤلی تعمیر کرائی۔ باؤلی کی جنوبی دیوار میں ایک کتبہ ۱۱x۸۸x۱۷س م نصب تھا جو آج کل لاہور میوزیم کی اسلامی گیلری کی

زینت ہے (ع۔۲۷) پتھر کی ایک ہی سلیب پر ۱۷ اس م کا خوبصورت بارڈر ہے۔ یہ کتبہ درمیان میں دو متوازی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور کسی مخطوطہ کے صفحہ کی طرح اس کے دو کالم بنا کر پھر متوازی حصوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ ہر سطر کے نیچے ایک سطر کو دوسری سطر سے جدا کیا گیا ہے اس طرح ۱۴ مصرعے اس میں لکھے گئے ہیں۔ پاکستان میں عہد مغلیہ کی صرف اسی باؤلی پر یہ کتبہ پایا گیا۔(۱۴۲) ضلع چکوال میں واعولہ اور ضلع خوشاب میں ہڈالی اور وادی سون میں ھردوسوڈھی کے مقام پر باؤلیوں پر کتبات انیسویں اور بیسویں صدی کے ہیں۔



ع۔۲۷

ہرن مینار شیخوپورہ

شیخوپورہ شہر سے جانب شمال مشرق واقع ہے جو مینار تالاب ڈیوڑھی سے ملاتا ہے۔ اس جگہ جہانگیر کا پالتو ہرن منسراج دفن ہے جس کے مدفن کا کتبہ ملا محمد حسین کشمیری نے کتابت کیا۔(۱۴۳) جواب موجود نہیں ہے۔ جہانگیر تو زک میں رقم طراز ہے۔ منگل ۱۲ ذیحقد ۱۰۱۵ھ ۳۱ مارچ ۱۶۰۷ء جہانگیر پور وہ شکارگاہ ہے کہ قریب میرے حکم سے مینار تعمیر کیا گیا اور جہاں میرے ہرن منسراج جو دوسرے جنگلی ہرن سے مقابلہ میں مارا گیا اس کی یاد میں ایک کتبہ نصب کیا جسے ملا محمد حسین کشمیری نے لکھا جو اس زمانے کے سربرآوردخوشنویسوں سے تھا۔(۱۴۴) ''کتبہ کی فارسی عبارت یوں تھی''

''دریں فضائے دلکش آھوئے مدام جہاندار خدا آ گاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ آمدہ درغرض یکماہ از وحشت صحرایت برآمدہ سرآمد آھوان خاصہ گشت''

ترجمہ: ''اس دلکش فضا میں جہاندار خدا آ گاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے دام میں ایک ہرن آیا' جو ایک مہینہ کے عرصہ میں جنگل کی وحشت سے نکل کر اس طرح سدھا کہ شاہی ہرنوں کا سردار ہو گیا۔''

یہ کتبہ جیسا کہ تزک میں مندرج ہے ہرن کی شکل کا تھا جو سرخ سنگ خارا کا تھا۔ اس ہرن کے بت کا صرف سر ۱۹۵۹ء کی کھدائی کے دوران ملا تھا۔ جو شاہی قلعہ لاہور میں ہے۔ شاہی مصوروں نے اس ہرن کی تصاویر بنائیں جن میں منوہر کی بنائی ہوئی تصویر آج بھی لندن میوزیم میں محفوظ ہے۔(۱۴۵)



ع۔۲۸

مینار پاکستان

مینار پاکستان ایوب خان کے دور ۱۹۵۸۔۱۹۵۹ء میں بنوایا گیا۔ جہاں کوفی اور ثلث کے کتبات حافظ محمد یوسف سدیدی اور نستعلیق کے کتبات صوفی خورشید عالم خورشید رقم اور محمد اقبال ابن پروین رقم کے قلم کا اعجاز ہیں۔(ع۔۲۸،۲۹)



ع۔۲۹

سمٹ مینار

سمٹ مینار لاہور میں ۱۹۷۴ء میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کی یادگار کے طور پر پنجاب اسمبلی بلڈنگ کے سامنے ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۷۱ء۔۱۹۷۷ء نے مینار تعمیر کرایا جس پر خط کوفی

میں ''اللہ اکبر'' جبکہ دیگر کتبات دیوانی اور خط کوفی اور نستعلیق میں لکھے گئے ہیں۔اور شاہراہ قائداعظم پر اس مینار کے عین سامنے نسخ، ثلث اور نستعلیق کے عربی اردو فارسی کے کتبات لکھے گئے ہیں جن کی خطاطی لاہور کے معروف حافظ محمد یوسف سدیدی نے کی۔(ع۔۳۰،۳۱،۳۲)



ع۔۳۰



ع۔۳۱



ع۔۳۲

مدارس

حزب الاحناف

گنج بخش روڈ پر حزب الاحناف کے کتبات بخط نستعلیق جلی حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔داخلی دروازے پر سنگ مرمر میں محراب کے اوپر مندرجہ ذیل الفاظ معیاری نستعلیق میں کندہ ہیں۔مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

جامعہ اشرفیہ

''جامعہ اشرفیہ'' کا لفظ حافظ محمد یوسف سدیدی(۱۴۶) کی خطاطی کا نمونہ ہے (ع۔۳۳) جسے نستعلیق جلی میں چمکدار ٹائیلوں پر لکھا گیا ہے۔مستری فضل دین نے یہ ٹائیلیں نفاست سے لگائیں جبکہ جامعہ اشرفیہ کی عمارت کے اندر المدرسۃ الفیصل للبنات کا کتبہ سید انور نفیس رقم (۱۴۷) کا مرقوم شدہ ہے۔ اس مدرسہ کا افتتاح ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء میں سعودی



ع۔۳۳

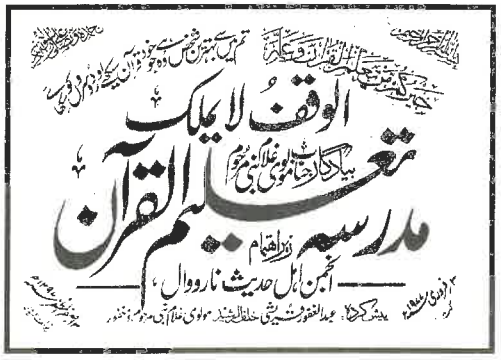
سفیر ریاض الخطیب نے کیا۔ جبکہ دوسرا کتبہ ''مکتبہ الخطیب'' اسی دن ہی لگایا گیا۔ یہ دونوں کتبات نسخ اور ثلث میں لکھے گئے جبکہ تیسرے کتبہ پر قرآنی آیات' دعائیہ اشعار' ثلث' نسخ اور نستعلیق میں لکھے گئے ہیں جو مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے منسوب ہیں تینوں کتبات کی خطاطی سید انور حسین نفیس رقم نے کی یہ کتبے بجائے خود اعلیٰ خطاطی کا نمونہ ہیں۔

نجیت علی حسن الشمری

یہ مدرسہ کامونکی ضلع گوجرانوالہ واقع ہے۔ خط ثلث میں اس کا کتبہ کی کتابت سید انور حسین نفیس رقم (۱۴۷) اور صوفی خورشید عالم خورشید قم کے معروف شاگرد منظور انور نے کی۔ جو لاہور کے اعلیٰ کتابہ نویس متصور ہوتے ہے سیالکوٹ میں اور لاہور میں انہوں نے مساجد پر بھی خطاطی کی۔

تعلیم القرآن نارووال

مدرسہ ''تعلیم القرآن نارووال'' کا کتبہ حافظ یوسف سدیدی نے ۳ فروری ۱۹۷۷ء ۱۳ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ میں لکھا اپنی مثال آپ ہے۔ کتبے میں ثلث اور نستعلیق خط استعمال ہوئے (ع۔۳۴)

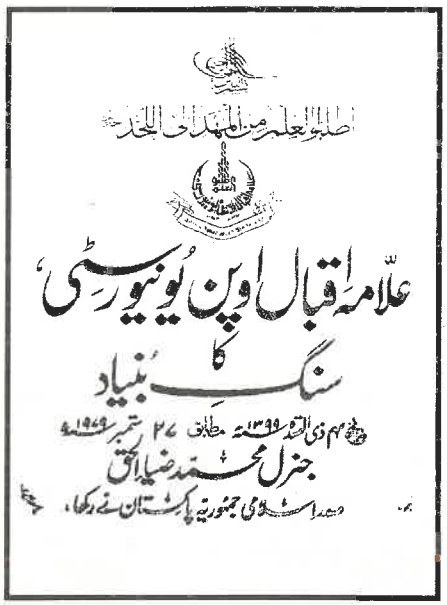


ع۔۳۴

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

اسلام آباد

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا افتتاحی کتبہ ۴ ذیعقد ۱۳۹۹ھ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء میں لکھا گیا (۱۴۸) اور اسی تاریخ کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے سنگ بنیاد رکھا۔ یہ کتبہ لاہور کے معروف خطاط جناب حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس کتبے پر یونیورسٹی کا مونوگرام اور طغریٰ میں بسم اللہ شریف بہت خوبصورت انداز میں لکھی گئی ہے جبکہ حدیث رسول اللہ ﷺ ثلث میں بسم اللہ (بخط طغریٰ) کے نیچے لکھا گیا ہے۔(ع۔۳۵)



ع۔۳۵

جامعہ قاسمیہ

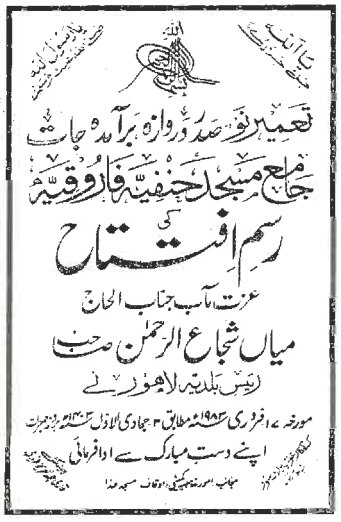
مختلف دینی مدارس جن کے منتظمین نہایت خشوع خضوع سے اعلیٰ خطاطی سے مزین کتبات بڑے اہتمام سے لاہور کے تین معروف خطاطوں سے لکھواتے ہیں۔ ان میں بعض کتبات خطاطی کے اعتبار سے نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ مثلاً سید انور حسین نفیس رقم کا لکھا ہوا جامعہ قاسمیہ

رتہ باجوہ روڈ گوجرانوالہ کے کتبہ میں خط ثلث اور نستعلیق دیکھ کر موصوف کی قلم کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔(ع۔۳۶) یہ کتبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو لگایا گیا۔

غلام رسول کا کتبہ جامع مسجد ''حنفیہ فاروقیہ'' لکھا ہوا ایک نمائندہ کتبہ ہے۔جس کا افتتاح میاں شجاع الرحمٰن رئیس بلدیہ لاہور نے ۱۷ فروری ۱۹۸۳ء کو کیا تھا۔(ع۔۳۷) ساتھ ہی اسطح الحسینی کا کتبہ جو نستعلیق کی وجہ سے اہم کتبہ ہے۔ غلام رسول نے کتابت کیا ہے۔ لاہور کے خوشنویسوں نے جہاں سرکاری اور اہم نوعیت کی عمارتوں پر کتبات لکھے وہاں لاہور کے بعض علاقوں کی نجی عمارتوں پر بھی معروف خطاطوں سے کتبات لکھوا کر لگوانے کی روایت بھی رہی جیسے ۶۸۔جے گلبرگ ۳ پر ''الطور'' (ع۔۳۸) کا کتبہ اور ''بیت المعمور'' کا کتبہ جو سعودی عرب لگا ہے حافظ محمد یوسف سدیدی کا لکھا ہوا ہے۔(ع۔۳۹) جبکہ ''بیت الحمد'' اور ''محبوب منزل'' (ع۔۴۰،۴۱) کے نجی کتبات سید انور حسین نفیس رقم کے لکھے ہوئے ہیں۔اسی طرح ثلث کے دو مزید کتبے جو اکثر نجی عمارتوں کی پیشانیوں پر ازراہ برکت لکھوائے جاتے ہیں۔ حافظ محمد یوسف سدیدی نے لکھے ہیں۔ (ع۔۴۲،۴۳)



ع۔۳۶



ع۔۳۷

دارالفرقان

بیگم پورہ لاہور یتیم خانہ دارالفرقان کے کتبے عبدالمجید پروین رقم اور تاج الدین زریں رقم نے نستعلیق میں لکھے ہیں۔

ایوان اقبال

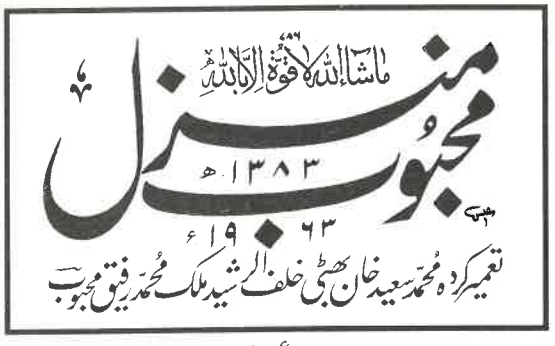
علامہ اقبالؒ کو خراج عقیدت کے طور پر اگرچہ حکومت پاکستان نے تعلیمی اداروں کا نام رکھا جن میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، علامہ اقبال میڈیکل کالج، علامہ اقبال کیمپس پنجاب یونیورسٹی، اب ۱۹۹۷ء میں ایوان اقبال کامپلیکس کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔جس کا افتتاح ۹ نومبر ۱۹۹۷ء کو وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف نے کیا اس عمارت کے کانفرنس ہال میں کینوس پر کتبات لاہور کے معروف خطاط جناب انور حسین نفیس رقم سے لکھوائے گئے ہیں۔ یہ کتبات ۴۰ عدد ہیں اور علامہ اقبال کے کلام میں سے منتخب اشعار پر مبنی ہیں۔جبکہ مسجد کے لیے ٹائیلوں پر اسماء الحسنیٰ ثلث میں اسی خطاط نے لکھے۔

جاوید منزل

جاوید منزل لاہور ریلوے ہیڈکوارٹر کے بالمقابل علامہ اقبال روڈ پر واقع ہے۔جہاں علامہ اقبال ۱۹۳۵ء سے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء تک قیام پذیر رہے اس عمارت کو ۱۹۷۷ء میں حکومت پاکستان نے اپنی تحویل میں لے کر یہاں ایک میوزیم قائم کیا جہاں علامہ اقبال کی زیر استعمال نوادرات زیر نمائش ہیں۔ اس میوزیم کے کتبات سید انور حسین نفیس رقم نے ۱۹۷۸ء میں لکھے۔ جو دھات پر ایچنگ کے ذریعے تیار کئے گئے ہیں۔اور جاوید منزل کا کتبہ حاجی دین محمد کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔



ع-۳۸



ع-۴۰



ع-۳۹



ع-۴۱



ع-۴۲



ع-۴۳

دین محمدی پریس کا کتبہ

موچی دروازہ سے ذرا آگے بل روڈ کی ڈھلان پر اترتے ہی بائیں جانب ''کتب خانہ دین محمد'' اور ''دین محمدی پریس'' کے مسحور کن الفاظ درج تھے۔ اس پریس کے مالک ملک دین محمد کے لاہور کے معروف خطاط حاجی دین محمد سے گہرے روابط تھے اس پریس کا تمام کام حاجی دین محمد ہی کتابت کرتے لاہور میں نستعلیق میں یہ جلی کتبات تھے جو آج موجود نہیں مارچ ۱۹۹۷ء کے آخر میں پرانی عمارت گرا کر جس پر یہ الفاظ رقم تھے اس کی جگہ نئی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ تاہم خوش قسمتی سے راقم الحروف نے ان الفاظ کی سلائیڈز بنالی تھیں

دواخانہ حکیم اجمل خان

ریلوے روڈ لاہور چوک برف خانہ سے گوالمنڈی جاتے ہوئے بائیں ہاتھ حکیم اجمل خان کا معروف دواخانہ ہے اس کا کتبہ بھی سیمنٹ میں ابھرواں انداز میں تھوبے کاری میں لکھا گیا ہے جو منشی عبدالمجید پرویں رقم لاہور کے بیٹے محمد اقبال نے لکھا جو ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک اسی جگہ ایک کمرے میں کتابت کیا کرتے تھے۔

کتبات قبور

پروفیسر محمد اسلم کے مطابق لاہور خطاطی کا ایک عظیم مرکز رہا ہے جس کے قبرستانوں میں امام ویردی، منشی عبدالمجید پرویں رقم، حاجی دین محمد، محمد صدیق الماس رقم، منشی تاج الدین زریں رقم، حافظ محمد یوسف سدیدی اور سید انور حسین نفیس رقم، صوفی خورشید رقم کے لکھے ہوئے کتبات موجود ہیں جو اب مقامی عجائب گھر میں محفوظ کر لینے چاہیں کیونکہ مستقبل قریب میں ان کے پائے کا کوئی خطاط ابھرتا ہوا نظر نہیں آتا۔(۱۴۹)

قبرستان پیر مکی

سرکلر روڈ پر گورا قبرستان سے قریب ایک قدیم قبرستان ہے جو قیام سلطنت دہلی کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا یہاں پیر عزیز الدین مکی دفن ہیں۔ پیر مکی ۵۷۴ھ/۱۱۷۵ء میں لاہور تشریف لائے ان دنوں یہاں سلطان خسرو ملک غزنوی کی حکومت تھی۔ حضرت مکی نے لاہور میں اڑتیس برس قیام کیا ۶۱۲ھ/۱۲۱۵ء میں انتقال کیا۔(۱۵۰) کے مزار کے گرد و نواح میں ایک قبرستان بن گیا جو قبرستان پیر مکی کے نام سے مشہور ہے۔ اس قبرستان میں لاہور کے خطاطوں کے لکھے ہوئے گاماں پہلوان اور بھولو پہلوان اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد ان کی قبریں ہیں۔ جن کے کتبے لاہور کے معروف خطاطوں غلام رسول اور تاج زریں رقم کے لکھے ہوئے ہیں۔

قبرستان داتا گنج بخشؒ

حضرت اسماعیل مغربی محدث و مفسر کے مزار مبارک کے بعد درگاہ حضرت سید علی ہجویری لاہور کا دوسرا قدیم ترین قبرستان ہے جہاں حضرت علی ہجویری کے علاوہ بہت سے مشاہیر کی قبریں ہیں۔ ان میں سے بہت سی قبریں درگاہ کی تعمیر نو کے وقت صاف کر دی گئیں اب صرف چند قبور باقی ہیں۔ یہ مزار سلطان ابراہیم غزنوی کے عہد ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء میں بنا۔ بعد میں حاجی نور محمد نے ۱۲۷۸ھ/۱۸۷۰ء میں اس پر گنبد تعمیر کرایا ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں مہارانی چندر کور، راجہ کھڑک سنگھ نے احاطہ مزار کے اندر ایک دالان تعمیر کرایا اس مزار پر تاج الدین زریں رقم لاہوری، عبدالمجید پرویں رقم لاہوری، حاجی دین محمد لاہوری اور حافظ محمد یوسف سدیدی کے کتبات شائقین خطاطی کی دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ دربار کے ساتھ قبرستان میں بیشتر قبروں کے کتبے

حاجی دین محمد لاہوری کے لکھے ہوئے ہیں۔جن میں ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء سنگ مرمر پر محمد صدیق کی لوح مزار حاجی دین محمد کی لکھی ہوئی ہے۔(۱۵۱) اسی طرح مہر جھنڈو کی قبر کا کتبہ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں حاجی دین محمد نے لکھا۔(۱۵۲) جبکہ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء میں مسجد کو اور وسعت دی گئی ہے اور اب Interlaced Kufic کے تمام کتبات عبدالرشید بٹ نے لکھے۔حضرت علی ہجویری کی مزار کا پرانا کتبہ عبدالمجید پرویں رقم نے لکھا۔(۱۵۳) جواب لاہور عجائب گھر میں اسلامی گیلری کی زینت ہے مزار اقدس کا موجودہ کتبہ خورشید عالم گوہر قلم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۹۹ء میں مزار کی توسیع کے سلسلہ میں پاکستان کیلگراف اینڈ آرٹسٹس گلڈ کے زیر اہتمام معتد خوشنویسوں سے کتبات لکھوائے گئے۔

نواب شیخ امام الدین

قبرستان داتا گنج بخش میں نواب شیخ امام الدین کی قبر پر یہ عبارت امام ویردی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی جو امتداد زمانہ سے ضائع ہوگئی۔(۱۵۴)



ع۔۴۴

مزار قطب الدین ایبک

۱۹۶۰ء میں اس مقبرے کو نئے سرے سے بنوانے کی طرف غور ہوا اور ۶۰۳ھ/۱۲۰۶ء میں خاندان غلاماں کے بانی کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے محکمہ آثار قدیمہ نے اقدامات کئے ۱۹۶۹ء میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی (۱۵۵) جس کی خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی نے سلطنت دور کی خطاطی کو مدنظر رکھتے ہوئے کی۔(ع۔۴۴)

پیر بلخی شہید

مسجد وزیر خان سے سنہری مسجد کی طرف جاتے ہوئے کشمیری بازار میں بائیں جانب دکانوں کے درمیان پیر بلخی سے منسوب ایک مزار ہے۔جن کا شمار لاہور کے قدیم ترین بزرگوں میں ہوتا ہے پیر بلخی ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء میں خوارزم شاہ کے ساتھ ہندوستان (۱۵۶) التمش نے خوارزم شاہ کو بہانہ سے سندھ کی طرف بھیج دیا جبکہ پیر بلخی نے لاہور میں ہی قیام کیا۔(۱۵۷) اور ۶۱۸ھ/۱۲۲۲ء مقیم رہنے کے بعد کیتھل انڈیا پنجاب چلے گئے۔

ایک مقامی روایت کے مطابق آپ التمش کے پوتے اور سلطان رکن الدین فیروز کے فرزند علاء الدین مسعود کے عہد حکومت میں اپریل ۱۲۴۶ء میں تاتاریوں کے لاہور پر حملہ کے دوران شہید ہوئے آپ کا مزار کیتھل انڈیا میں ہے۔(۱۵۸)

کتبہ کی عبارت کے مطابق یہ کتبہ ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء میں کوفی آمیز ثلث میں لکھا گیا۔آل سلجوق کا یہ خط بارہویں صدی سے پندرہویں صدی تک عمارتی خطاطی کے طور پر ایران، عراق، برصغیر، ترکی، مصر یا عالم اسلام میں رائج رہا۔اس کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ولدیت نام اور عمر کیا تھی آپ نے ۹۸ سال کی عمر میں ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء میں شہادت فرمائی۔(۱۵۹)

حضرت موسیٰ آہنگرؒ کا مقبرہ

حضرت موسیٰ آہنگر کا مقبرہ (۸۵۵۔۹۳۳ھ/۱۴۵۱۔۱۵۲۶ء) میکلوڈ روڈ پر چوک نکلسن روڈ سے قریب ایک گلی میں

واقعہ ہے۔ یہ اکبر کے عہد کی عمارت ہے آپ حضرت عبدالجلیل چوہڑشاہ بندگی کے خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت ۸۴۱ھ/۱۴۳۷ء میں ہوئی۔(۱۶۰) حضرت موسیٰ آہنگرؒ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے جب اسلام شاہ سوری (م۱۵۵۲ء) کی وفات کے بعد ملک کے سیاسی حالات خراب ہوئے تو انہوں نے اپنے فرزند کو کابل بھیجا جس نے ہمایوں سے ملاقات کی۔ ہمایوں کی ملاقات حضرت موسیٰ آہنگرؒ سے ثابت ہے موصوف فارسی زبان نہیں جانتے تھے اس لیے ہندوی زبان میں بادشاہ سے ہم کلام ہوئے۔(۱۶۱) اس مقبرے میں اسٹکو یعنی چونے کی جالیوں کے ساتھ ساتھ کوفی آمیزشٹ کے خوبصورت نمونے ہیں۔ جو ناقدری کی نذر ہو چکے ہیں چند ایک باقی ہیں۔ جس میں سوریوں اور مغلوں کی خطاطی کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ تمام عمارت خشتی ہے مگر لب بام سے ایک فٹ نیچے کانس کا کام کیا گیا ہے اور وہاں "اذا جاء وعد اللہ" لکھا ہے(۱۶۲) برصغیر میں سانچے(Moulds) سے اسٹکو Stucco کے ذریعے خطاطی اور خوبصورت جالیاں بنانے کا کام اکبری عہد میں عروج پر تھا۔ اس دور میں سانچے کے ذریعے کتبات تیار کر کے مختلف قسم کے پھولدار ارابیسک اور جومیٹریکل پیٹرن کے ساتھ نازک اندام خطاطی سے منسلک کر کے کتبات میں عجیب باغ و بہار کا رنگ بھر دیا جاتا۔

قبرستان بی بی پاکدامناں

یہ لاہور کا قدیم ترین قبرستان ہے جو قیام سلطنت دہلی ۶۰۴ھ/۱۲۰۶ء کے فوراً بعد وجود میں آ گیا تھا سب سے پہلے میاں حضرت سید احمد تو ختہ ترمذی کی صاحبزادیوں بی بی تاج، بی بی حاج، بی بی گوہر، بی بی شہباز اور بی بی حور کے مزارات بنے مغلوں کے دور حکومت سے پہلے یہ لاہور کا سب سے بڑا قبرستان تھا جب مغلیہ عہد میں حضرت شاہ ابوالمعالی کے مزار سے ملحقہ علاقے میں قبرستان بنا تو اس قبرستان کی اہمیت کم ہو گئی اور لوگوں نے تجاوزات شروع کر دیئے اتنے زیادہ تجاوزات قائم ہو چکے ہیں کہ قبرستان متعدد حصوں میں بٹ گیا ہے۔



ع۔۴۵

ام نواب شیخ امام دین

مرحومہ ایرانی النسل تھیں اور شیعہ مذہب کی پیرو تھیں ان کے ورثاء میں سے شیخ امام الدین، نواب غلام محبوب سبحانی اور جی معین الدین نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔ مرحومہ کی قبر کا کتبہ امام فن امام ویردی کا تحریر کردہ ہے۔(۱۶۳) منبت کاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ امام ویردی زیادہ تر اپنے لکھے ہوئے پتھر خود تیار کرتے (۱۶۴) ۔(ع۔۴۵)

اس مزار کے بائیں طرف والے حصے میں نواب ٹونک شاہ نواز خان کی قبر کا کتبہ ہے جو ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں لکھا گیا جو خوبصورت نسخ اور نستعلیق کا نمونہ ہے۔(۱۶۶)

مقبرہ جہانگیر ۴۷۔۱۰۳۷/۳۷۔۱۶۲۷ء

جہانگیر کی وصیت کے مطابق اسے باغ دلکشا میں دفن کیا گیا۔ مقبرہ جہانگیر شاہ جہاں نے بنوایا اس پر دس لاکھ روپے لاگت آئی اور دس سال کا عرصہ لگا اور ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں مکمل ہوا۔(۱۶۷) باغ ۱۵۵ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے اس کے چھ درجے ہیں(۱۶۸) جنہیں ۱۶ برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے قبر کے تعویذ پر منبت کاری(pietra dura) کا اعلیٰ کام ہوا ہے یہ صرف مغلیہ عہد کی ایک عظیم عمارت ہی نہیں بلکہ لاہور شہر کے ماتھے کا جھومر بھی ہے۔(۱۶۹)

جہانگیر کی قبر پر خوبصورت ثلث میں اسمائے الحسنیٰ اور خطاطی کی گئی ہے(ع۔۴۶) جو منبت کاری کی بہترین مثال ہے۔قبروں کے کتبات کے ضمن میں یہ انتہائی خوبصورت خطاطی کا نمونہ ہے۔





ع۔۴۶

مقبرہ نور جہاں

یہ مقبرہ آصف خان کے مقبرے کے جنوب مغرب میں واقع ہے بلکہ نور جہاں کی قبر کا کتبہ حکیم اجمل خان نے ۱۹۱۴ء میں بنوا کر لگوایا جو خط نستعلیق میں ہے۔اس سے قبل سکھا گردی میں اس مقبرہ کا پتھر سکھ اکھاڑ لے گئے۔

مقبرہ آصف خان

(تعمیر ۱۰۵۵ھ /۱۶۴۵ء)نور جہاں کے بھائی آصف خان کا مقبرہ اپنے دور کی منفرد خوبصورت عمارت تھی اس کے شلجمی گنبد کے آثار آج بھی اس عمارت کی عظمت پر دلالت کر رہے ہیں قبر کا تعویذ pietra dura کی بہترین مثال ہے لاہور میں چار قبور کے کتبے اعلیٰ خطاطی کا نمونہ ہیں۔جن میں ایک جہانگیر کی قبر کا کتبہ جبکہ دوسرا آصف خان کی قبر کا کتبہ ہے۔(ع۔۴۷) اور تیسرا ام امام الدین شیخ کی قبر کا کتبہ ہے چوتھا انارکلی کی قبر کا کتبہ۔



ع۔۴۷

آصف خان کا انتقال لاہور میں ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء میں ہوا مقبرہ جہانگیر کے تعویذ کی طرح اس کے تعویذ پر اسمائے ربانی درج ہیں جن کی تفصیل تحقیقات چشتی میں دی گئی ہے۔(۱۷۱)

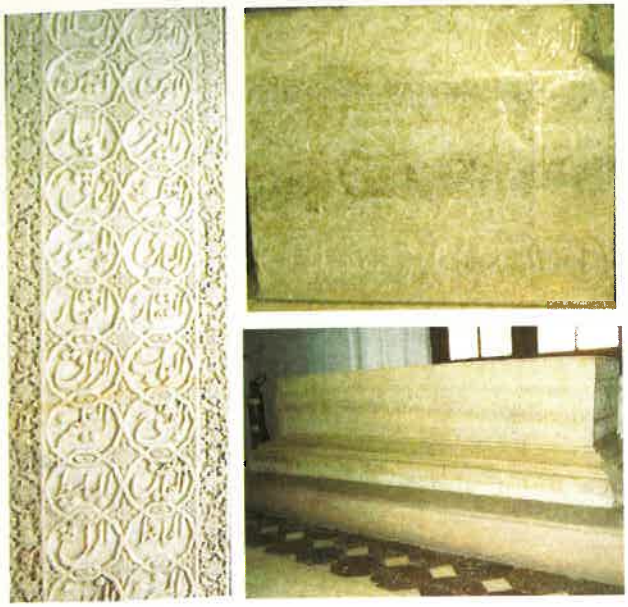
مقبرہ انارکلی ۱۰۲۴ھ۱۶۱۵ء

یہ مقبرہ پنجاب کے سول سیکرٹریٹ میں واقع ہے جو اکبری دور کی تعمیر ہے سکھوں نے اپنے عہد میں اس عمارت کو خاصا نقصان پہنچایا مقبرہ کی بنیادیں اور چبوترہ سنگ مرمر کا تھا جو راجہ رنجیت سنگھ نے اکھاڑ دیا قبر کے تعویذ پر اسماء الٰہی اور اشعار وغیرہ درج ہیں انگریزی دور میں اس عمارت کو گرجا میں تبدیل کر دیا گیا اور اس کا نام سینٹ جین چرچ رکھ دیا گیا۔(۱۷۲)

اب اس عمارت کو ریکارڈ آفس کے طور پر استعمال کیا گیا اور قبر کا تعویذ ایک طرف رکھ دیا گیا ہے۔ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

کے مطابق یہ مقبرہ جہانگیر کی پہلی بیوی صاحب جمال کا ہے۔(۱۷۳) (ع۔۴۸)

کتابات قبور کے لحاظ سے لاہور میں یہ خوبصورت نستعلیق کی بہترین مثال ہے اس میں الفاظ سنگ مرمر کے ایک ہی ٹکڑے پر انتہائی چابکدستی سے ابھرویں انداز میں کندہ کئے گئے ہیں۔تعویذ کو برابر تقسیم کر کے اسمائے ربانی نستعلیق میں کندہ کئے گئے ہیں اور ''اللہ اکبر'' لکھا گیا ہے جو جہانگیری دور کے اکثر کتبات پر ملتا ہے۔



ع۔۴۸

مقبرہ دایہ انگہ

شاہ جہاں کی دایہ کا یہ مزار گلابی باغ کے اندر واقع ہے گنبد کے اندر سورہ فتح خوبصورت جلی ثلث میں لکھی گئی ہے کاتب کا نام محمد صالح ہے یہ تحریر ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء کی ہے۔یہ کتبہ محمد صالح فرمان نویس نے لکھا جو ۱۰۸۵ء میں لاہور میں فوت ہوا۔(۱۷۴)

قبرستان میانی صاحب

آج کل میانی صاحب لاہور کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔رنجیت سنگھ نے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اب قبرستان کو شہر سے دور لے جائیں اس کے بعد لوگوں کا رخ میانی صاحب کی طرف ہوا ویسے یہاں پہلے بھی چند مزارات تھے جن میں میر میراں گیلانی (م ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء) شیخ محمد طاہر بندگی (م ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) اور حاجی نور پراچہ (م ۱۰۵۵ھ/۱۶۴۵ء) کی قبور تا حال موجود ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میانی پہلے علماء کی بستی تھی پنجاب کے عوام مذہبی عالم کو میاں جی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اس لیے بستی کا نام میانی پڑ گیا ایک روایت یہ بھی کہ میانہ ایک گوت ہے جو گوندل قوم کی شاخ ہے اس گوت کے لوگ یہاں آباد تھے۔اس قبرستان میں بے شمار کتبات لاہور کے خطاطوں کی نوک قلم کا شہکار ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کتبہ مزار حضرت طاہر بندگی

میانی صاحب میں شاہ جہانی عہد کے بزرگ حضرت طاہر بندگی کے مزار کا کتبہ خط نستعلیق، طغریٰ، ثلث میں محمد صدیق الماس رقم کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔

کتبہ مزار محمد صدیق الماس رقم

حضرت شیخ طاہر بندگی کے مزار کے دروازے سے دس میٹر جانب مغرب سڑک کے کنارے لاہور کے نامور خطاط

الماس رقم ابدی نیند سو رہے ہیں۔(ع۔۴۹)جن کی قبر کا کتبہ موصوف کے بھتیجے جمیل احمد تنویر رقم مرحوم نے نستعلیق میں کتابت کیا۔



ع۔۴۹

غازی علم الدین شہید

غازی علم الدین شہید کے صدر دروازے پر محمد اقبال ابن پرویں رقم کا کتبہ سنگ مرمر پر کندہ کاری میں لکھا ہے یہ مزار حافظ فیروز دین نے مستری احمد بخش اور مستری الٰہی بخش کی زیرنگرانی بنوایا۔(۱۷۵) سرشہاب الدین موصوف علامہ اقبال کے دوست اور پنجاب اسمبلی کے سپیکر تھے جن کی قبر کا کتبہ خلیفہ احمد حسین نے نستعلیق میں کتابت کیا۔(۱۷۶)

لیڈی شہاب الدین

سرشہاب الدین کی قبر سے جانب قبلہ ان کی رفیقہ حیات سردار بیگم کی ابدی آرامگاہ ہے جن کی قبر کی عبارت کی کتابت پروین رقم کے قلم کا اعجاز ہے۔

بیگم احمد یار دولتانہ

پنجاب کی سیاست میں میاں احمد یار دولتانہ اور ان کے فرزند ممتاز خان دولتانہ کا اہم کردار ہے لیڈی سرشہاب الدین اور بیگم احمد یار دولتانہ حقیقی بہنیں تھیں دونوں کی قبریں بھی ساتھ ساتھ ہیں بیگم احمد یار خان کی قبر کے تعویز پر جانب جنوب ان کی تاریخ وفات منقوش ہے جو شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہی تھی۔اس کی خطاطی پروین رقم نے کی ہے اس طرح یہ کتبہ ہر دو لحاظ سے اہم ہے۔

حکیم مراد بخش چغتائی مرادرقم

قیوم نظر کی قبر سے جانب شمال بیس میٹر کے فاصلے پر لاہور کے ایک حاذق طبیب اور نامور خطاط حکیم مراد بخش چغتائی المعروف بہ مراد رقم (۱۷۷) محوخواب ابدی ہیں موصوف کی لوح مزار خلیفہ احمد حسین سہیل رقم نے کتابت کی ہے۔(۱۷۸)

امتیاز قاضی

استاد شریف خان، ستارنواز کے مرقد سے جانب جنوب ساٹھ میٹر کے فاصلے پر دوسری جانب تاج زریں رقم کے مزار سے بیس میٹر جانب مغرب سڑک کے پار جناب افضل حق قرشی، استاد شعبہ لائبریری سائنس، پنجاب یونیورسٹی کی ہمشیرہ امتیاز قاضی محوخواب ابدی ہے ان کا قطعہ تاریخ سید القلم سید نفیس رقم نے کہا ہے(۱۷۹) جو خطاطی کا نادر نمونہ ہے۔

میاں ریاض الدین احمد خان

خان صاحب کی قبر کی نسبت ان کی قبر کا کتبہ زیادہ اہم ہے۔ یہ عبدالمجید پروین رقم کے قلم معجز نگار کا شاہکار ہے۔(۱۸۰)

حضرت نظام الدین بودیانوالہ

جنازگاہ میانی صاحب سے جو سڑک غازی علم الدین کے مزار کی طرف جاتی ہے اس پر بائیں ہاتھ ایک عظیم الشان سفید رنگ کا گنبد نظر آتا ہے اس گنبد کے تلے سید نظام الدین شاہ المعروف پیر صاحب بودیانوالے محوخواب ہیں آپ کا سلسلہ نسب سید ایوب صابر میر میراں تک پہنچتا ہے والد کا نام سید احمد شاہ بن سید قائم شاہ تھا لاہور کا محلّہ پیر گیلانیاں انہیں کے آباؤ اجداد کے نام سے آباد ہے۔ موصوف کی وفات ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں ہوئی اور ۹۱ سال کی عمر پائی (۱۸۱) ان کے روضہ مبارک کی شمالی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے۔

یہ کتبہ لاہور کے معروف کاتب حاجی دین محمد کے اکلوتے بیٹے غلام محمد لاہوری کا شاہکار ہے جبکہ سید نظام الدین شاہ بودیانوالے کے پہلو میں جانب قبلہ ان کے فرزند ارجمند پیر جانی شاہ محو استراحت ہیں ان کے سرہانے بھی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے۔(۱۸۲) جو غلام محمد آرٹسٹ ابن دین محمد کا لکھا ہوا ہے۔

حاجی سراج الدین خوشنویس

ضلع گوجرانوالہ کے جن اساتذہ نے لاہور کو اپنا وطن قرار دیا اور یہاں خطاطی کو فروغ دیا۔ ان میں حاجی سراج دین کا شمار بھی ہوتا ہے ان کا مزار میانی صاحب میں جسٹس چوہان کی قبر سے بیس میٹر جانب جنوب مغرب واقع ہے جو عام نستعلیق میں لکھا ہے۔

محمد دین لبھا خوشنویس

میانی صاحب میں عبدالمجید پروین رقم، محمد صدیق الماس رقم، مراد بخش مراد رقم، محمد قاسم سلطان القلم کے فرزندان محمد شفیع اور محمد شریف، تاج الدین زریں رقم، محمد امین خاور، حاجی سراج دین، محمد شریف راکا، خلیفہ غلام محمد، خلیفہ نور احمد، فضل الٰہی مرغوب رقم، خلیفہ عزیز الدین، منشی اسد اللہ، حکیم محمد چراغ دفن ہیں (۱۸۴) محمد دین لبھا کی قبر میانی صاحب میں لاہوری مرزائیوں کے قبرستان کی سیڑھیوں سے جانب جنوب ایک میٹر کے فاصلے پر ہے۔

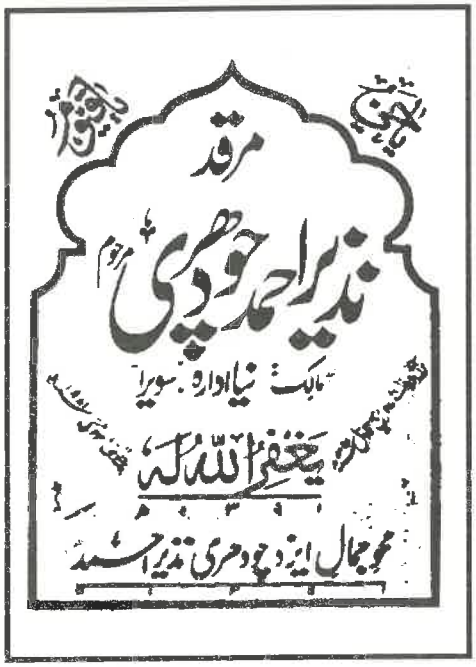
محمد مالک شہید

غازی علم الدین شہید کے مزار سے جانب جنوب چند گز کے فاصلے پر ایک بلند چبوترے پر مفتی غلام جان ہزاروی مرحوم کے پہلو میں تحریک پاکستان کے پہلے شہید محمد مالک کی ابدی آرام گاہ ہے ان کی لوح مزار غلام رسول کاتب نے لکھی ہے(۱۸۵) محمد مالک اسلامیہ کالج لاہور کا قابل فخر سپوت تھا۔ یونینسٹوں کے خلاف لاہور کے طلباء نے احتجاج کے طور پر جلوس نکالا سناتن دھرم کالج کے ہندو طلباء نے شرکا پر خشت باری کی ایک اینٹ لگنے سے محمد مالک شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

نذیر احمد چوہدری

غازی علم الدین کے مزار کے پچاس میٹر مغرب کی جانب چودھری نذیر احمد کی قبر ہے۔ مرحوم ''ترقی پسند'' ادیبوں کے

سرخیل تھے ان کے ایک بھائی چودھری بشیر احمد لاہور کے مشہور ناشر اور دوسرے بھائی محمد حنیف رامے پنجاب کے وزیر اعلیٰ سپیکر اور چیئرمین بورڈ آف گورنرز لاہور میوزیم رہے۔ چودھری نذیر احمد نے نیا ادارہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا تھا وہ ماہنامہ ''سویرا'' کے مدیر تھے (۱۸۶) ان کے مزار کا کتبہ پاکستان کے خطاط اعظم حافظ یوسف سدیدی کا لکھا ہوا ہے۔ (ع۔۵۰)



ع۔۵۰

ابوسعید انور

بہاولپور روڈ کے چوک میں جہاں پھول والے بیٹھتے ہیں وہاں احاطہ نظام شاہ کے جنوب مغربی کونے میں سڑک کے کنارے مشہور مسلم لیگی رہنما ابوسعید انور کی ابدی آرام گاہ ہے مرحوم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ایک صاحب طرز قلم کار صحافی شاعر اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کے لوح مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے۔ یہ کتبہ یا تو حافظ سدیدی یا ان کے کسی شاگرد کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ نستعلیق کا انداز حافظ یوسف سدیدی کے انداز جیسا ہے۔

حاجی حافظ معراج الدین

موصوف کے بارے کہیں سے معلومات نہ مل سکیں ان کی قبر کے کتبے کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے خطاطی کے امام حاجی دین محمد مرحوم کے قلم معجز نگار کا شاہکار ہے۔ اور اس لائق ہے کہ اسے بھی عجائب گھر میں محفوظ کر لیا جائے حاجی دین محمد کا یہ کمال تھا کہ وہ تھوڑی جگہ میں جلی قلم سے زیادہ سے زیادہ الفاظ لکھنے کے ماہر تھے۔ (۱۸۷)

حکیم حاجی ظفر احمد خان شریفی

موصوف کی قبر میانی صاحب میں غلام ناصر خان فگار کی قبر سے متصل ہے آپ حکیم محمد اجمل خان کے برادر زادے تھے مرحوم دہلی سے اپنے اعزا کو ملنے لاہور آئے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ موصوف کی قبر کا کتبہ محمد اقبال ابن پرویں رقم کا لکھا ہوا ہے۔

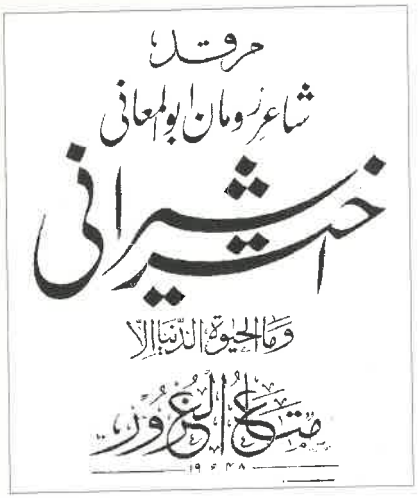
بیگم احمد دین

حاجی حافظ معراج دین کے مرقد سے چار میٹر جانب مغرب علامہ اقبال کے دوست اور سوانح نگار مولوی خواجہ احمد الدین کی اہلیہ کی ابدی آرامگاہ ہے جن کا انتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا تھا۔ ان کی قبر پر حاجی دین محمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ موجود ہے۔

اختر شیرانی

بہاولپور روڈ سے جو سڑک باغ گل بیگم کی طرف مڑتی ہے اس سڑک کے پار احاطہ زینت بیگم کے اندر شاعر رومان محمد داؤد اختر شیرانی کی آخری آرام گاہ ہے۔ موصوف نے آئینہ خانے میں' اختر ستان' دھڑکتے دل' شعرستان' شہناز' صبح بہار' شعر و نغمہ وحرم' طیور آوارہ' لالہ طور' ضحاک (ڈرامہ) اور عوفی کی جوامع الحکایات کا اردو ترجمہ اپنی علمی یادگاریں چھوڑیں ہیں۔ ان کی قبر کا

کتبہ لاہور کے معروف خطاط اور جانشین تاج الدین زریں کے جانشین صوفی خورشید عالم خورشید رقم کا رقم کردہ ہے۔(ع۔۵۱)



ع۔۵۱

حاجی سردار محمد

سید محسن شاہ کے مزار سے پچیس میٹر جانب شمال سڑک کے کنارے لاہور کے مشہور ناشر کتب اور سماجی کارکن سردار محمد کی ابدی آرام گاہ ہے مرحوم جالندھر کے ایک نواحی گاؤں کھرلے کنگرے کے رہنے والے تھے۔(۱۸۸) ان کے والد محترم طبیب تھے لیکن انہوں نے خطاطی کو ذریعہ معاش بنایا۔ جالندھر میں امام ناصر کی درگاہ میں جو کتبے نصب ہیں وہ انہی کے قلم کا شاہکار ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد حاجی صاحب نے اردو بازار لاہور میں علمی کتب خانہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ مرحوم کے ساتھ ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد لاہور میں آئی۔(۱۸۹) موصوف نے جالندھر میں دروازہ سیداں کے پاس ۱۹۳۵ء میں دارالکتابت کھول رکھا تھا۔ مولوی سردار احمد منشی شرف دین کے شاگرد تھے۔ اس ادارے میں شاہ دین، شاہ علی، قمر دین، شاہ محمد، غلام محمد، اور عزیز محمد کام کرتے رہے مؤخر الذکر سے راقم الحروف نے یہ حالات لیے۔ بشیر احمد مرحوم ۱۹۹۰ء میں اچھرہ لاہور میں فوت ہوئے جنہوں نے حاجی دین محمد سے بھی خطاطی سیکھی سردار محمد مدرسہ البنات جالندھر سے رسالہ ''مسلمہ'' نکالتے جس کی مدیرہ حمیرا تھیں۔ جبکہ ان کا ایک شاگرد غلام محمد کاتب جو مصور بھی تھا فیصل آباد میں کتابت کرتا رہا ہے۔

حکیم غلام محی الدین

مولانا سید حامد میاں کے مزار سے جانب قبلہ پندرہ میٹر کے فاصلے پر ایک نامور طبیب زینت رقم خطاط محو خواب ابدی ہیں۔(۱۹۰) انہیں عربی زبان وادب میں فیض الحسن سہارنپوری سے طب میں اپنے والد مولوی سلطان محمود اور خطاطی میں منشی ممتاز علی نزہت رقم سے شرف تلمذ تھا۔(۱۹۱) مرحوم کی قبر کا کتبہ انتہائی پختہ نستعلیق میں ہے جو اغلباً پروین رقم کا لکھا ہوا ہے۔

خواجہ فیروز دین

عبداللہ منہاس کے مرقد کے جانب جنوب پچاس میٹر کے فاصلے پر سبز رنگ کے ایک خوش وضع گنبد کے نیچے محو استراحت ہیں۔ موصوف کے مزار کا کتبہ غلام رسول کاتب نے لکھا ہے۔

چودھری طفیل محمد

پروفیسر محمد اسلم سابق چیئرمین شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کے والد گرامی کی قبر کا کتبہ سید انور حسین نفیس رقم کے زور قلم کا جبکہ پروفیسر محمد اسلم مرحوم کی قبر کا کتبہ سید انیس الحسن کا تحریر کردہ ہے۔ جس کی عبارت ثلث اور نستعلیق میں ہے۔

حکیم فقیر محمد چشتی

زکی کیفی کی قبر سے چھ سات میٹر جانب شمال مشرق ایک احاطہ قبور کے اندر حکیم فقیر محمد چشتی کی قبر ہے پنجاب کے مشہور خطاط پروین رقم نے خط نستعلیق میں حروف کے دائرے دامن موصوف کی مشاورت سے بنائے ان کی لوح مزار پروین رقم نے لکھی۔

عبدالمجید پروین رقم

معروف خطاط منشی عبدالمجید پروین رقم کی قبر پر فقط ''خلیفہ عبدالمجید پروین رقم لاہوری بخط نستعلیق'' لکھا ہے۔

منشی فضل الٰہی مرغوب رقم

خواجہ محمد رفیق کے مرقد سے بیس میٹر جانب جنوب مغرب ممتاز خوشنویس منشی فضل الٰہی مرغوب رقم (۱۹۲) کی ابدی آرامگاہ ہے۔ مرحوم موضع ساہن کے نزدیک پنا کھہ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔

مولانا چراغ حسن حسرت

آغا شورش کاشمیری کے مدفن سے ۴ میٹر جان قبلہ مشہور صحافی اور مزاح نویس چراغ حسن حسرت کی قبر ہے۔ ان کی قبر کا کتبہ حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا شاہکار ہے۔

تاج الدین زرین رقم

عیدگاہ کے عقب میں دو سڑکیں ہیں ان میں ایک عالمگیر روڈ کہلاتی ہے۔ جو آگے جا کر پونچھ روڈ سے مل جاتی ہے۔ اور دوسری فصیح روڈ کے نام سے موسوم ہے۔ مؤخرالذکر سڑک پر عیدگاہ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر بائیں ہاتھ ایک اجڑا ہوا قدیم مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ اس مقبرے کے باہر شمال مشرقی کونے میں ایک جیسی تین قبریں ہیں۔ ان میں ایک قبر مشہور خطاط تاج الدین زریں رقم کی ہے۔ اس کا کتبہ حافظ یوسف سدیدی کا لکھا ہوا ہے۔ جس کی عبارت یوں ہے۔

یااللہ یارحیم یامحمد
خوابگہ خطاط الملک
۱۳۷۴ھ
منشی تاج الدین زریں رقم لاہوری

سال ہجری کی ہوئی جب فکر تو آئی ندا تاج دین زریں رقم آگاہ دل واصل بحق ۱۳۷۴ھ
محمد سلیم ابن زریں رقم

اس کے علاوہ تاج الدین زریں کے والد کی قبر کا کتبہ بھی حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا شہکار ہے۔

محمد طفیل مدیر نقوش

محمد طفیل تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے ان کی قبر کے سرہانے جو کتبہ نصب ہے وہ پاکستان کے مایہ ناز خطاط سید انور حسین نفیس رقم کی خطاطی کا شاہکار ہے۔

میاں عبدالخالق

محمودی بیگم کی قبر سے تیس میٹر جانب جنوب عالمگیر روڈ کے کنارے ممتاز انجینئر میاں عبدالخالق کی ابدی آرامگاہ ہے۔

منشی محمد شریف خوشنویس

منشی محمد شریف (۱۹۳) سلطان القلم مولوی محمد قاسم لدھیانوی کے فرزند ہیں مرحوم کی قبر پر جو کتبہ نصب ہے اس پر طغریٰ اور نستعلیق میں یہ عبارت درج ہے۔

یااللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یامحمد

منشی محمد شریف خوشنویس

ابن مولوی محمد قاسم خوشنویس

سلطان القلم لودھیانوی

تاریخ وفات ۲۳ مارچ ۱۹۶۹ء

محمد شفیع خوشنویس

منشی محمد شریف کے مدفن سے جانب جنوب مائل بہ مغرب تین میٹر کے فاصلے پر ان کے بھائی محمد شفیع خوشنویس کی ابدی آرام گاہ ہے وہ اپنے والد بزرگوار مولوی محمد قاسم سلطان القلم کی وفات کے بعد ۱۹ سال زندہ ہے ان کی لوح مزار اس طرح رقم ہے۔

یااللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یامحمد

لا الہ اللہ محمد رسول اللہ

مرقد

محمد شفیع خوشنویس

ابن مولوی محمد قاسم خوشنویس

سلطان القلم لودھیانوی

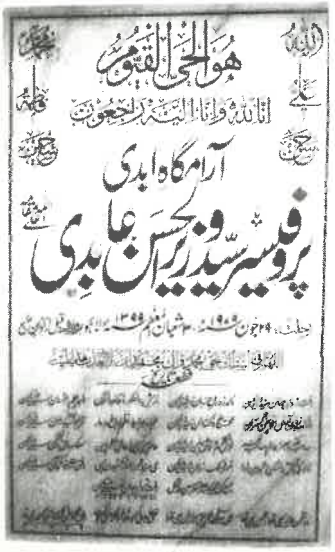
تاریخ وفات ۲۹ نومبر ۱۹۵۱ء

میر امیر بخش

یہ کتبہ سنگ خارا کی ایک لوح پر جلی حروف میں حاجی دین محمد کا لکھا ہوا ہے۔ موصوف مطبع کریمی کے مالک تھے کشمیری بازار میں جلال الدین تاجر کتب کی دکان کے سامنے میر امیر بخش کی کتابوں کی دکان تھی۔ میر امیر بخش اور ان کی اہلیہ امیر بخش کے بھائی محمد قادر بخش اور میر موصوف کے ۶ فرزند محو خواب ابدی ہیں۔ یہ کتبات لاہور کے معروف خطاط حاجی دین محمد کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔

سید وزیر الحسن عابدی

میانی صاحب میں سید وقار عظیم کے مرقد سے جانب مشرق مائل بہ جنوب ساٹھ میٹر کے فاصلے پر مشہور فارسی دان سید وزیر الحسن عابدی کی آخری آرام گاہ ہے۔ موصوف نے غالب صدی کی تقریبات کے موقع پر غالب کی فارسی کتابیں مرتب کیں ان کا مزار کا کتبہ نستعلیق میں حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا شاہکار ہے۔ (۱۹۴) (ع۔۵۲)۔



ع۔۵۲

قبرستان میاں میر

اس قبرستان کا شمار لاہور کے قدیم قبرستانوں میں ہوتا ہے سب سے پہلے یہاں حضرت میاں میر کے خادم خاص میاں نتھا علیہ الرحمہ دفن

ہوئے اس زمانے میں یہ علاقہ خافی پورہ کے نام سے موسوم تھا میاں میر کی رہائش انارکلی بازار میں اس جگہ تھی جہاں اب محکمہ تعلیم کا دفتر ہے آپ نے اپنی وفات سے قبل یہ وصیت کر دی کہ ان کا جسد خاکی میاں نتھا کے مدفن سے قریب دفن کیا جائے۔ حضرت میاں میر کے بعد داراشکوہ کی اہلیہ شہزادی نادرہ بیگم اسی نواح میں سپرد خاک کی گئی۔ آہستہ آہستہ یہاں ایک عام قبرستان وجود میں آ گیا۔ اس قبرستان میں متعدد خطاطوں کے شہکار کتبات موجود ہیں۔ عمرالدین اور امام بی بی کی قبروں کے کتبات ثلث اور نستعلیق میں ایک ہی سائز میں اور ایک طرز میں حافظ یوسف سدیدی کی قلم کے کمال کا مظہر ہیں۔

حکیم فقیر محمد چشتی

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ مزار سے باہر جانب جنوب دیوار کے ساتھ کچھ قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر فقیر محمد چشتی کی ہے موصوف حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے والد بزرگوار تھے۔ ان کی قبر کا کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کا شاہکار ہے۔

حکیم عبدالواحد چشتی امرتسری

امرتسر اور لاہور کے مشہور طبیب، چشتی دواخانہ نسبت روڈ کے بانی اور حکیم عبدالباسط کے والد بزرگوار حکیم عبدالواحد محو خواب ابدی ہیں۔ مرحوم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے والد بزرگوار حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری کے تلمیذ رشید تھے۔ ان کی تاریخ ہائے وفات عرشی امرتسری اور نظیر لدھیانوی کی کہی ہوئی ہیں، جو اپنی جگہ بڑی اہم ہیں۔ ان کی قبر کے کتبے پر باہر کی جانب جو عبارت مرقوم ہے وہ حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا شاہکار ہے۔

محمد شفیع انور سیالوی

میاں میر قبرستان کے آخری حصہ میں معروف خطاط محمد شفیع انور سیالوی کی قبر مبارک ہے جس کے کتبہ کی نقل غلام رسول نے کی ہے۔ لفظ محمد شفیع انور خود مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ (ع۔۵۳)



ع۔۵۳

قبرستان مومن پورہ

میکلوڈ روڈ پر صنوبر سینما کے سامنے ایک قبرستان ہے جو اثنا عشری فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ قبرستان دراصل قبرستان شاہ ابوالمعالی کا ایک حصہ ہے جو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ رنجیت سنگھ کے زمانے میں شاہ ابوالمعالی کا قبرستان بہت وسیع تھا دیال سنگھ کالج، گوالمنڈی، دل محمد روڈ، فلیمنگ روڈ اور میکلوڈ روڈ کا کچھ حصہ اس قبرستان کو صاف کر کے آباد ہوا ہے رنجیت سنگھ نے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کے لگ بھگ یہ حکم دیا کہ اب یہاں مردے نہ دفنائے جائیں اس کے بعد لوگوں کا رخ میانی صاحب کی طرف ہوا اور شاہ ابوالمعالی کے قبرستان میں تجاوزات شروع ہو گئیں۔

سید امتیاز علی تاج

امتیاز علی تاج، حفیظ چغتائی، پطرس، ہری چند اختر، سالک، تاثیر اور مجید ملک کے ایک ہی حلقے کے افراد تھے۔ امتیاز علی تاج نے ۱۹۲۲ء میں ڈرامہ انارکلی لکھ کر شہرت پائی۔ ان کی علمی یادگاروں میں قرطبہ کا قاضی، آرام، حباب، ظریف، رونق، مراد کے

ڈرامے' بھارت سپوت' محاصرہ ،غرناطہ' اور آریو آر' قابل ذکر ہیں۔ ان کی قبر مومن پورہ کے قبرستان کے شمال مشرقی گوشے میں ہے۔ ان کے مزار کا کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم کی قلم معجز نگار کا شاہکار ہے۔

قبرستان اندرابیاں

لکشمی چوک سے رتن سینما کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب اسلامیہ سٹریٹ نمبر ۱۳۹ کا بورڈ لگا ہوا ہے اس گلی میں جامعہ ہجویریہ کی عمارت ہے یہ گلی جہاں جا کر ختم ہوتی ہے وہیں ایک چار دیواری کے اندر ۲۷ قبریں ہیں۔ چار دیواری کے دروازے کی پیشانی پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

خیاباں سادات اندراب ،آسودگان خانوادہ قادریہ،قبرستان سادات اندراب

کسی زمانے میں یہ قبرستان حضرت شاہ ابوالمعالی کے قبرستان کا ایک حصہ تھا اب صرف ۲۷ قبور باقی رہ گئی ہیں احمد سعید اندرابی کی قبر کا کتبہ تاج الدین زریں رقم کا شاہکار ہے۔ نستعلیق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

شاہ محمد غوث

دہلی اور اکبری دروازے کے درمیان شاہ محمد غوث کا دربار ہے یہ بزرگ مغلوں کے آخر زمانہ میں لاہور میں گزرے ہیں ان کے مزار کی نئے سرے سے تعمیر کی گئی ہے جس کی خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی کے ہونہار شاگرد عبدالرحمان نے کی۔ یہاں متعدد کتبات جو اعلیٰ خطاطوں کے لکھے ہوئے تھے مزار کی عمارت میں توسیع کے دوران کچھ ضائع ہو چکے ہیں اور کچھ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار ڈائریکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ پنجاب کی کاوش سے حکومت نے محفوظ کر لیے تھے۔ جو محکمہ کی لیبارٹری واقع عقب بادشاہی مسجد میں محفوظ ہیں۔

مزار بابا غریب شاہ

یہ مزار محلّہ مُداہر مزنگ لاہور واقع ہے جس کا کتبہ لاہور کے معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی کے قلم کا اعجاز ہے۔ جس میں طغریٰ' ثلث اور نستعلیق ۱۳۹۶ھ میں لکھا گیا۔ (ع۔۵۴)



ع۔۵۴

قبرستان اچھرہ

اچھرہ لاہور کی قدیم آبادی ہے ایک روایت کے مطابق لاہور اور اچھرہ کی بنیاد ایک ہی وقت میں رکھی گئی تھی اچھرے کا قبرستان تین حصوں میں منقسم ہو کر رہ گیا اس کا ایک حصہ فیروز پور روڈ پر ہے اور دوسرا حصہ سلیقہ سلائی مشین کی فیکٹری کے عقب میں واقع ہے ان دونوں حصوں کو ایک دیوار جدا کر رہی ہے تیسرا حصہ دوسرے حصے کے بالمقابل سڑک کے پار ہے۔ جہاں نمائندہ خطاطوں کے کتبات موجود ہیں۔ مولانا فتح محمد مجددی کی قبر کا کتبہ عربی زبان ادب کے نامور استاد اور اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر مولانا اصغر علی روحی مرحوم کا تحریر کردہ ہے۔ جو اعلیٰ ذوق کی خطاطی کا حامل ہے۔

قبرستان پڑادہ بدھو

یہ قبرستان جی ٹی روڈ ریونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے بالمقابل واقع ہے۔سکھوں کے عہد تک یہاں اینٹیں پکانے والا پڑادہ (بھٹہ) موجود تھا۔رنجیت سنگھ کے عہد میں جب اس علاقے میں سکھ فوج کی چھاؤنی قائم ہوئی تو جنرل اوی طویلہ نے اس پڑادے پر رہائش اختیار کرلی۔اب تک اس کی یادگار وہاں قائم ہے انگریزی عہد میں یہاں قبریں بننا شروع ہوئیں اب سے بیس پچیس سال پہلے تک یہ بہت بڑا قبرستان تھا اب اس کا چوتھا حصہ بھی باقی نہیں رہا ریلوے ملازمین نے قبریں صاف کر کے یہاں مکانات تعمیر کرلیے ہیں۔(۱۹۵)

قبرستان بیگم پورہ

عبدالحمید خان

ڈاکٹر عبدالوحید خان اور عبدالمجید خان ہردو بھائی اور مولوی فیروزالدین بانی فیروز سنز کے فرزند تھے بشیرہ ظفران کی بہن تھیں اور مشہور شاعر سراج الدین ظفران کے بہنوئی تھے۔ان کی لوح مزار سید نفیس رقم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

قبرستان بدرسٹریٹ گڑھی شاہو

حکیم سید نیک عالم شاہ

بدرسٹریٹ گڑھی شاہو کچی آبادی گوندی پیر محلّہ فیروز گنج میں لاہور کے معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ کاتب القرآن حکیم سید نیک عالم شاہ سیالکوٹی کی قبر پر لگا ہے۔

قبرستان مسافر خانہ گڑھی شاہو

گڑھی شاہو میں ہی قبرستان مسافر خانہ میں بریگیڈیئر نفیس احمد کی قبر کا کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کا لکھا ہوا ہے جو خط ثلث اور نستعلیق میں ہے۔

قبرستان کوٹھی داراں

حاجی دین محمد لاہوری خطاط نے یہاں متعدد کتبات لکھے جن میں شیخ خدا بخش، تاجر کتب، بیگم خدا بخش، شیخ محمد جلال الدین، بیگم شیخ جلال الدین کی قبور کے کتبات شامل ہیں جو اعلیٰ نستعلیق کا نمونہ ہیں۔جبکہ اسی قبرستان میں شیخ غلام محی الدین قریشی کی قبر کا کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

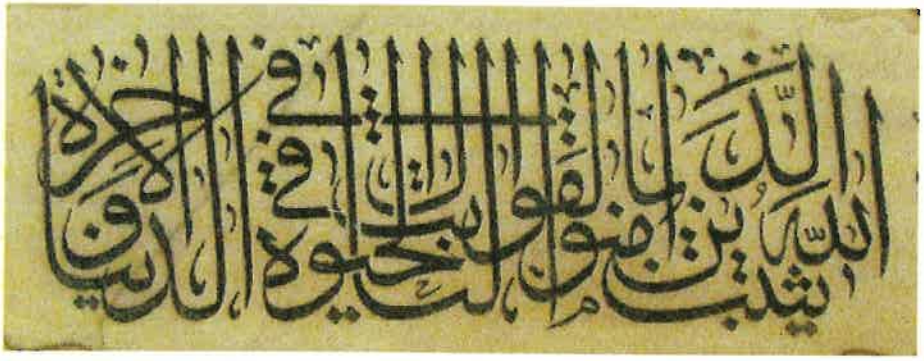
علامہ اقبال کا مزار

بادشاہی مسجد لاہور کے سایہ میں مزار علامہ اقبال کے کتبات نستعلیق میں ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء میں محمد اقبال ابن پروین رقم نے کتابت کئے۔جبکہ کوفی کے کتبات حافظ یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں جنہیں دیکھ کر شاہ ایران نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔(۱۹۶)

''خوشنویسی خوب است''

کتبات کی تفصیل یوں ہے۔(۱۹۷)










شاعر و فیلسوف شرق
دکتر محمد اقبال که راه سعی
و عمل و روح اسلام را بهمگنان
و ۱۲۹۴
متولد و بسنه

دم مراصفت باد فرد دیں کردند — گیا راز سرشکم چو یاسمیں کردند
نمود لالہ صحرا نشیں زخونابم — چنانکہ بادۂ لعلے بسانگیں کردند
بلند بال چنانم کہ برسپہر بریں — ہزار بار مرانوریاں کمیں کردند
فروغ آدم خاکی زتازہ کاری ہاست — مہ و ستارہ کنند آنچہ پیش ازیں کردند
چراغ خویش برافروختم کہ دست کلیم — دریں زمانہ نہاں زیر آستیں کردند
کہ روز فقر نیاگان ماچنیں کردند

لوح مزار پر مندرجہ ذیل عبارت منقوش ہے۔

''شاعر و فیلسوف مشرق دکتر محمد اقبال کہ راہ سعی وعمل و روح اسلام بہمگنان شناساند وازین رومظہر قبول اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی وملت افغان واقع شد در ۱۲۹۳ق تولد و بسنہ ۱۳۵۷ وفات یافت''

جبکہ لوح کی پشت پر یہ تحریر ہے۔

ان من الشعر لحکمته
وان من البیان لسحراً (بخط ثلث)

''نہ افغانیم و نہ ترک و ختاریم — چمن زادیم و ازیک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ماحرام است — کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

مزار عبداللہ صحرائی قادری

آپ کی ولادت سرخ ڈھیری علاقہ میں ہوئی یوسف زئی پٹھان تھے۔ آپ کے مرشد حبیب اللہ شاہ قادری تھے (۱۹۸) جن کا مزار بمبئی میں ہے کچھ عرصہ بمبئی میں مرشد کے ساتھ قیام رہا جن کے انتقال کے بعد دکن کے جنگلوں میں چلے گئے جہاں بڑے کٹھن مجاہدات کئے۔ موصوف پشاور میوزیم کے سابقہ ڈائریکٹر پروفیسر فدا اللہ صحرائی کے دادا تھے۔ پھر آپ لاہور آ گئے اور شالا مار باغ لاہور کے اس کمرہ میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا قیام پذیر رہے موصوف کی وفات ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۱۰۸ سال تھی ان کا مقبرہ میاں امین الدین باغبانپوری کے بیٹے فیروز دین نے بنوایا اور اس کے صدر دروازے پر جو کتبہ نصب ہے وہ لاہور کے معروف خطاط حاجی دین محمد لاہوری (۱۹۹) نے لکھا ہے۔ اس کتبہ کی عبارت یوں ہے۔ (۲۰۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یااللہ — لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ — یااللہ

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — اونشیند درحضور اولیاء
اولیاء را طاقتے ہست ازالہ — تیر برجستہ بگردازند راہ

روضہ مبارک مرشد کامل غوث زماں جناب حضرت محمد عبداللہ صاحب مسافر صحرائی قادری ساکن سرخ ڈیری ضلع پشاور باغبانپورہ شالامار سن وفات ۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ ہجری القدس مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء (احقر فیروز)
دین محمد کاتب لاہور۔ اس کتبہ میں اگرچہ دین محمد کاتب نے ثلث میں کلمہ شریف اور بسم اللہ لکھی ہے مگر یہ خط پختہ نہیں ہے۔ جبکہ نستعلیق میں پختگی ہے یہ کتبہ حاجی دین محمد نے ۳۲ سال کی عمر میں لکھا۔ جبکہ وہ خطاطی کے شعبہ میں وارد ہی ہوئے۔

قبرستان میاں خاندان باغبانپورہ

یہ قبرستان جو چاروں اطراف سے آبادی میں گھرا ہوا ہے اس راستے میں آتا ہے جو مادھولعل حسین کے مزار کی طرف جاتا ہے یہ قبرستان باغبانپورہ کی مشہور سیاسی میاں فیملی کا ذاتی قبرستان ہے اس میں بڑے بڑے سیاسی رہنما قانون دان اور اہل علم محو خواب ہیں۔ جن میں پاکستان کے پہلے چیف جسٹس میاں افتخار الدین' میاں سہیل افتخار اور میاں عارف افتخار اور سرمیاں عبدالرشید دفن ہیں جنہوں نے قائداعظم کو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف دلوایا تھا۔ سرمحمد شفیع کی قبر کا کتبہ زیادہ طویل ہے۔ (۲۰۱) سرمحمد شفیع اس وفد میں شامل تھے جو ۱۹۰۶ء میں شملہ میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے مسلمانوں کے مطالبات کے سلسلہ میں ملا تھا۔ میاں محمد شاہنواز' خواجہ منظور حسین' میاں شاہ دین ہمایوں' میاں بشیر احمد' بیگم گیتی آرا' میاں محمد رفیع' اصغری خانم کی قبور کے کتبات لاہور کے خوشنویسوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس کسی پر بھی کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

قبرستان گلبرگ

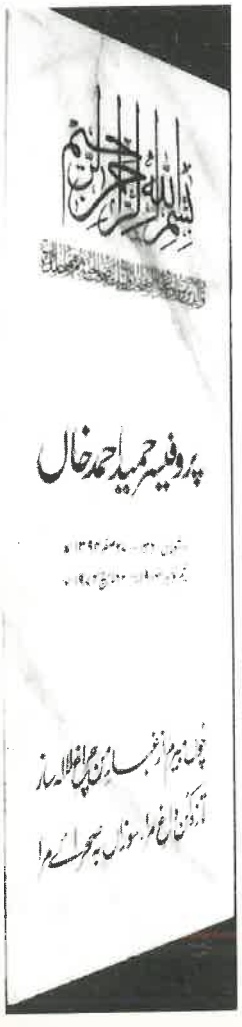
گلبرگ لاہور کی جدید آبادی ہے جو قیام پاکستان کے بعد معرض وجود میں آئی اس آبادی کا سب سے بڑا قبرستان لاہور کو کراچی سے ملانے والی ریلوے لائن سے قریب واقع ہے۔ اس قبرستان میں حکیم حبیب اشعر دہلوی کی قبر کا کتبہ محمد جمیل تنویر رقم کی کتابت کا نمونہ ہے۔

حکیم محمد نبی خان جمال سویدا

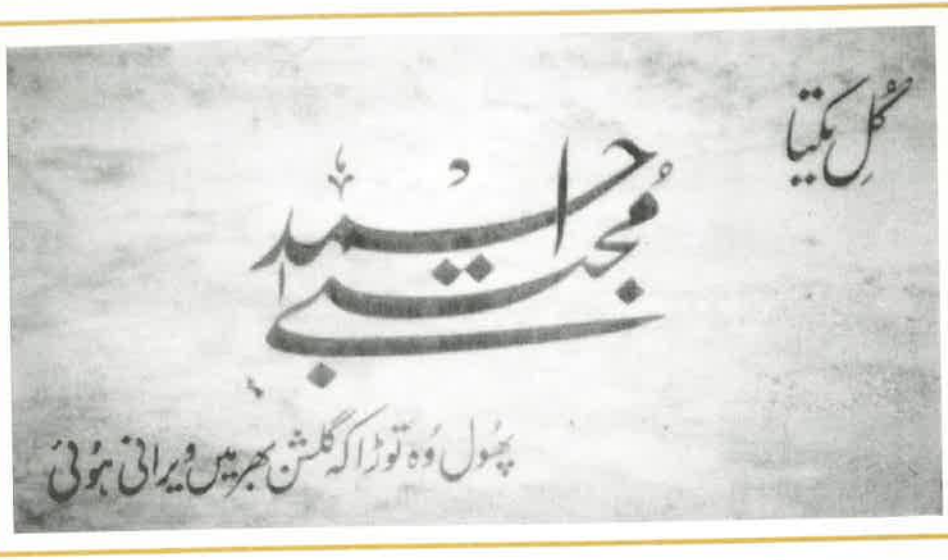
اس قبرستان میں حکیم حبیب اشعر کے مرقد سے سات میٹر جانب مشرق مائل بہ جنوب حکیم محمد جمیل خان کے فرزند اور حکیم محمد اجمل خان کے پوتے حکیم محمد نبی خان جمال سویدا کی ابدی آرامگاہ ہے مرحوم ایک طبیب حاذق اور بلند پایہ شاعر تھے۔ فن خطاطی سے انہیں خاص شغف تھا (۲۰۲) موصوف ایوان خطاطان پاکستان کے سرکردہ اراکین میں بھی شامل رہے ان کی لوح مزار اور حکیم محمد جمیل خان کی لوح مزار نامور خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی کے بیٹے حافظ بہار مصطفیٰ کی قلم کا شاہکار ہے۔

قبرستان ڈی بلاک گلبرگ

یہ ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جو علی گڑھ پبلک سکول سے فرلانگ بھر کے فاصلے پر حجاز ہسپتال کے عقب میں واقع ہے پہلے یہ قبرستان سڑک سے نظر آتا تھا اب اس کے سامنے حجاز ہسپتال تعمیر ہونے کے بعد یہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ یہاں متعدد قبروں کے کتبے اعلیٰ خطاطوں کی خطاطی سے مزین ہیں ان میں نمایاں کتبے پروفیسر حمید احمد خان (ع۔۵۵) وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور احمد مجتبیٰ (ع۔۵۶، ۵۷، ۵۸) جسے سید نفیس رقم نے لکھا ہے۔



ع۔۵۵


مُجتبیٰ حامد
پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

ع۔۵۶


احمد مجتبیٰ
لختِ جگر غمزدۂ غلامِ رسولِ ازہر

ع۔۵۷


احمد مجتبیٰ
فرزند جواں مرگ نصیب غلام رسول ازہر
ولادت : ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء وفات : ۲۳ اپریل ۱۹۷۹ء
رفت ازیں دار نورعین

ع۔۵۸

قبرستان کبوترہ پورہ گلبرگ

گلبرگ میں تین بڑے قبرستان ہیں ان میں سے جو قبرستان حسین چوک سے قریب ہے اسے بعض لوگ بلاک نمبر۳ کا قبرستان کہتے ہیں اسکے نواحی قدیم باشندے اسے قبرستان کبوتر پورہ کے نام سے یاد کرتے ہیں بعض اہل قلم نے اسے قبرستان گورو مانگٹ کا نام بھی دیا ہے۔ اس کے وسط میں درمیانی سڑک کے بائیں جانب مشہور افسانہ نویس اور ناول نگار خدیجہ مستور کی قبر ہے۔

پروفیسر سید کرامت حسین جعفری

جی بلاک ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں حفیظ جالندھری کی اہلیہ کی قبر کے برابر مشہور ماہر تعلیم ونفسیات پروفیسر کرامت حسین جعفری کی قبر ہے۔ یہ کتبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کے قلم کا شاہکار ہے۔ (ع۔۵۹)

خان ظفر اللہ خان

دوسرا کتبہ سپرنٹنڈنٹ پولیس خان ظفر اللہ خان کی قبر کا ہے۔ جو حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا شاہکار ہے۔ (ع۔۶۰)

قبرستان شادمان کالونی

شادمان کالونی جی او آر تھری سے ملحق جو قبرستان ہے وہ شیر شاہ ولی کا قبرستان کہلاتا ہے لیکن عرف عام میں اسے شادمان کالونی کا قبرستان کہتے ہیں۔ اب اسی کالونی میں آخری گول چکر سے قریب گلی میں ایک نیا قبرستان وجود میں آیا ہے اس قبرستان میں گنتی کی چند قبریں ہیں۔ یہاں ڈاکٹر تصدق حسین خالد، میاں ارشد حسین، میاں افضل حسین، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، سلیم واحد سلیم، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، اور عنایت اللہ بانی روزنامہ مشرق کی قبروں کے کتبات اعلیٰ خطاطی کی روایات کے امین ہیں۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی قبر پر ثلث اور نستعلیق کا عمدہ نمونہ ہے۔

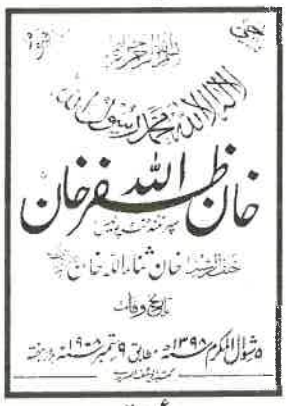
عنایت اللہ کی قبر کا کتبہ روزنامہ مشرق کے چیف آرٹ ایڈیٹر شریف گلزار نے کتابت کیا۔

حافظ یوسف سدیدی

قبرستان دھوپ سڑی سانده میں امام الخطاطین حافظ محمد یوسف سدیدی جیسا فن کار ابدی نیند سو رہا ہے۔ حافظ صاحب کی قبر کا کتبہ صوفی خورشید عالم خورشید رقم نے کتابت کیا۔ اور تاریخ وفات کہی۔ یہ کتبہ ابھی تک قبر پر نہیں لگایا گیا راقم الحروف نے اس کتبہ کی تصویر غوثیہ ماربل سے حاصل کی۔ (ع۔۶۱)



ع۔۵۹



ع۔۶۰


ع۔۶۱

متفرق کتبات

محمد اسحاق کاتب نے بیگم سید احمد شاہ کی قبر کا کتبہ نسخ، طغریٰ اور نستعلیق میں لکھا جسے سید محمد حسین غوثیہ ماربل سٹور شاہ عالم گیٹ نے کندہ کیا۔

دیگر شہروں میں لاہوری خطاطوں کے کتبات

جامع مسجد دہلی شاہجہانی دور میں ایک قابل ذکر کتابہن نویس نوراللہ (م ۱۰۵۹ھ) بن احمد معمار لاہوری تھا۔ جس نے جامع مسجد دہلی کی پیشانی پر اپنے قلم کے جوہر دکھائے۔ (۲۰۳)

مزار وارث شاہ

وارث شاہ میموریل کمیٹی نے یہ مزار جنڈیالہ شیر خان میں بنوایا۔ اس کے ۱۶ کتبات نستعلیق میں حافظ محمد یوسف سدیدی نے کتابت کئے۔ یہ ۱۶ کتبات حضرت وارث شاہ کے اپنے اشعار پر مبنی ہیں۔ (ع۔۶۲)



ع۔۶۲

عیدگاہ ملتان

دیوان مولراج گورنر ملتان کے مستعفی ہونے کے بعد جب بنگال سول سروسز کے پیٹرک وانز اینڈریوز اور لیفٹیننٹ ولیم اینڈرسن قلعہ کا قبضہ نئے گورنر ملتان کاہن سنگھ کو دلانے ملتان آئے تو یہ دونوں انگریز افسر ۱۹ اپریل ۱۲۶۵ھ/۱۸۹۸ء کو اسی عیدگاہ میں مارے گئے اور عیدگاہ پر ان کے قتل کے متعلق بطور یادگار ایک کتبہ نصب کر دیا۔(۲۰۴) ایہ کتبہ تحصیل وزیر آباد کے جنڈیالہ ڈھاب والا کے کاتب محمد الدین وزیر آبادی نے لکھا جو خطاطی کے دہلی سکول کے نمائندہ خطاط محمد یوسف دہلوی کے والد تھے۔

گجرات

علاوہ ازیں حافظ محمد یوسف سدیدی کا لکھا ہوا مولانا اصغر علی روحی کی قبر کا کتبہ جس میں ثلث، نستعلیق میں بہت تفصیلاً لکھا ہے۔ مادہ تاریخ ''مضجع پرانوار'' سے ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء ہے۔ یہ کتبہ محمد حسین سنگتراش غوثیہ ماربل سٹور نے کندہ کیا۔

ساہیوال

یہاں سردار مسجد کا کتبہ جس کا چرچا ایک عرصہ تک لاہوری خطاطوں میں رہا پروین رقم نے کتابت کیا۔ نصیرالدین کاتب کا لکھا ہوا ایک اور کتبہ ثلث طغریٰ اور نستعلیق میں عبداللطیف خان کی قبر پر ساہیوال میں لگا ہوا ہے۔

راولپنڈی

پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف راولپنڈی کے مزار پر حاجی دین محمد لاہوری کی خطاطی سے مزین کے ۸۸ کتبات نصب ہیں جو ثلث اور نستعلیق میں ہیں۔ جبکہ قبر کا تعویذ بھی حاجی موصوف نے لکھا ہے۔

سرگودھا

سیال شریف تحصیل شاہ پور خواجہ شمس الدین سیالوی کے مزار (۲۱۴) کے کتبات حاجی دین محمد نے لکھے۔
اس کے علاوہ حاجن بیگم عبدالمجید مہری پوری سرگودھا میں حافظ محمد یوسف سدیدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ کتبہ ضیا نامی سنگتراش نے کندہ کیا ہے۔(۲۱۵)

ڈھاکہ

میجر غلام سرور ملک شہید جو سلہٹ میں شہید ہوئے موصوف کا یادگاری کتبہ حافظ یوسف سدیدی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔
حافظ محمد یوسف سدیدی کے ہمعصر سید انور سید انور حسین لاہوری نفیس رقم کتابہ نویسی میں انتہائی ماہر خطاط ہیں ان کے کتبے نہ صرف پاکستان بھر بلکہ اسلامی ممالک میں داد تحسین وصول کر رہے ہیں ''بیت الحمد'' سمن آباد لاہور کے ایک ذاتی مکان کی پیشانی پر مرقوم ہے جبکہ ''محبوب منزل'' بھی لاہور ہی میں ایک ذاتی مکان کی پیشانی پر مرقوم ہے۔ جسے سید نفیس رقم نے لکھا ہے۔

لاہور کے کتابہ نویس

عمارات کے کتبوں کی کتابت و ہنر خط کا اصطلاحی نام(epigraphy) یا کتابہ نویسی ہے یہ خطاطی کا ایک نہایت حسین دلفریب شعبہ ہے مسلمان فاتحین وتجار جہاں جہاں بھی گئے۔ انہوں نے اپنے آثار مساجد مقابر کی صورت میں وہاں چھوڑے۔ چنانچہ آج صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان مساجد مقابر کے کتبات زمانہ حال سے ماضی کی داستانیں سنا رہے ہیں مسلمان ماہرین خط نے کتابہ نویسی کے ایسے ایسے حیرت انگیز نمونے یادگار چھوڑے ہیں کہ تاریخ اقوام عالم ان کی نظیر پیش کرنے

سے قاصر ہے۔ان کتبات کے لکھنے والے کو اصطلاح میں کتابہ نویس Epigraphist یا خوش نویس Calligraphist کہا گیا۔

بورڈ نویسی

کتابہ نویسی کے زمرے میں بورڈ نویسی بھی آتی ہے۔ بورڈ نویسوں میں حاجی دین محمد کا نام سرفہرست ہے۔ موصوف نے بھارت کے شہروں لکھنؤ حیدر آباد دکن، دہلی، اور کانپور میں متعدد بورڈ لکھے جبکہ لاہور میں جامعہ نعیمیہ اور بہت سے دوسرے سائن بورڈ لکھے۔ اکثر اعلیٰ خطاط مختلف پینٹرز کو بورڈ پر حروف لکھ دیتے جن میں وہ رنگ بھر لیتے۔

لاہور میں زیادہ تر بورڈ نویس سردار محمد، عبدالواحد نادر القلم، عارف بٹ، میسرز بٹ سائن آرٹ، احمد آرٹس، ایم شریف آرٹسٹ، شوکت علی منہاس (خانہ تحریر) آفتاب احمد، خلیفہ طفیل، غلام سرورراہی، خطاطی کا معیار برقرار رکھتے ہوئے لکھتے۔ مینار پاکستان چوک میں کلمہ طیبہ جو معروف خطاط سید انور حسین نفیس رقم نے لکھا راکا نے اس کو رنگوں سے مزین کیا۔ بعض خطاطی کے شائقین آج بھی اچھے خطاطوں سے بورڈ لکھواتے ہیں اور صرف لاہور کے لکھے ہوئے زیادہ تر بورڈ پاکستان بھر میں بہترین مانے جاتے ہیں۔ کراچی پشاور یا دیگر شہروں میں لگے ہوئے بہت سے بورڈ لاہور میں لکھے گئے ہیں۔

پوسٹر نویسی

لاہور کے قریباً تمام خطاط پوسٹر نویس بھی ہیں۔ پوسٹر نویسی اصل میں کسی جلسہ، عرس، میلہ یا مذہبی مجالس، یا پبلسٹی کا مؤثر ذریعہ ہیں اور اس کا اصول اچھے خطاطوں کی نظر میں یہ ہے کہ اگر ایک شخص سواری پر بھی جا رہا ہو تو کم از کم جلسہ کا مقام، وقت، تاریخ ضرور پڑھ لے۔ پوسٹر نویسی کا فن بھی صرف لاہور ہی کی میراث ہے یہاں میلوں، عروس، دنگلوں کے پوسٹر بڑے اہتمام سے لکھوائے جاتے لاہور کے کتابت شدہ پوسٹر خطاطی کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں کئی شائقین اچھے خطاطین کے لکھے ہوئے پوسٹر دیواروں سے اتار کر ان کی مشق کرتے۔ جس طرح عبدالمجید پرویں رقم کے لکھے ہوئے پوسٹر تاج الدین زریں رقم اتار لیتے اور دوسرے دن بالکل ویسا ہی لکھ لیتے۔ ایک دور میں پروین رقم کے قطعات اور پوسٹر حتی کہ دارلفرقان بیگم پورہ کے کتبات بھی ایک جیسے سائز پر ایک جیسی قلم سے لکھے گئے تھے جو نوآموز گان خطاطی کے لیے بیش بہا سرمایہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

لاہور کے خطاط جنہوں نے پینٹرز کا کام بھی کیا ان میں شیخ محمد حسن ولد شیخ حسن دین ۱۹۱۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے رہائش ان کی وسن پورہ الٰہی پارک مکان نمبر ۱۶ گلی نمبر A۔ ۱۷ لاہور ہے خطاطی میں تاج الدین زرین رقم کے شاگرد ہیں اور نشتر روڈ پر خواجہ نذر محمد پینٹر سے پینٹری سیکھی ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک بمبئی رہے۔ لاہور میں سرفراز استاد برکت کے بیٹے حسن کی دکان بیڈن روڈ پر برکت علی اینڈ سنز کے نام سے تھی دوسرے محمد شریف جھنڈا اندرون بھاٹی گیٹ میں تھے۔ محمد شریف جھنڈا اور غلام حسین پینٹر لوہاری میں کام کرتے جنہیں تاج الدین زرین رقم بورڈ کچے کر کے دیتے پھر میکلوڈ روڈ پر جھنڈا اور عبدالکریم مدراسی (نومسلم) نے مل کر راکا سائن سروس کا نام سے دکان کی۔ بمبئی کے فیض مجد بھی لاہور ہی سے خطاطی سیکھ کر گئے۔ سردار محمد آرٹسٹ نے ماہنامہ خوش نویس کے تمام ٹائٹل ڈیزائن کئے موصوف کو خطاطی پر عبور حاصل تھا۔

کتابہ نویس

لاہور میں جن کتابہ نویسوں نے کتبات لکھے ان میں۔ ابراہیم، احمد حسین سہیل رقم، احمد علی کشمیری، سید انیس الحسن، الٰہی بخش مطیع، امام ویردی، امانت خان شیرازی، سید انور حسین نفیس رقم، بہار مصطفیٰ، تاج الدین رزیں رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، حاجی دین محمد لاہوری، مولوی سید ایمن آبادی، شہاب الدین سہروردی، شریف گلزار، عبدالمجید پروین رقم، عبدالرشید قمر، عبدالرحمان، عبدالرشید دیلمی، غلام رسول، غلام سرور راہی، غلام محمد ابن دین محمد لاہوری، محمد اسحاق، محمد شفیع انور سیالوی، محمد اقبال

بھٹہ، محمد اقبال ابن پروین رقم، سید محمد اشرف علی سید القلم، محمد جمیل حسن، محمد جمیل تنویر رقم، مولوی حکیم محمد چراغ، محمد حسین کشمیری، مولوی محمد حسین عادل، مولوی محمد دین جنڈیالوی، محمد شریف، محمد صدیق الماس رقم، محمد علی، مولوی محمد یعقوب سہارنپوری، منظور انور، میر عبداللہ مشکیں قلم، میر عبداللہ مشکیں قلم، حافظ محمد یوسف سدیدی، میر مرتضیٰ، نور اللہ بن احمد معمار لاہوری اور حاجی یوسف کشمیری نمایاں ہیں۔







جاوید منزل کے کتبے



نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

سبب کچھ اور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جاوید منزل اور ایوان اقبال کے کتبے از سید انور حسین نفیس رقم



حواشی وتعلیقات

۱۔ محمد یوسف ٹینگ ''شیریں رقم'' مضمون شاخ نبات ۱۹۷۸ء ص ۴

2. R.Nath-Calligraphic Art in Mughal Architecture, Iran Society, calcutta,1979,p15.

3. Oktey Aslan Pa "Turkish Art and Archiecture "Faber and Faber Ltd.3.Queen Square, London. p.326

۴۔ علی اصغر حکمت ''نقش فارسی بر احجار هند'' ایران سوسائٹی کلکتہ۔ ۱۹۰۷ء ص ۱۔

5. Wayne. E. Begley "Monumental Islamic Calligraphy from India". Islamic Foundation. Vila Park. Illinois 1985.U.S.A.p.10.

6. Ibid.p.10.

۷۔ سرسید احمد خان ''آثار الصنادید'' مرتبہ خلیق انجم' جلد اول' اردو اکادمی' دلی۔ ۱۹۹۰ء ص ۳۹

۸۔ عبدالقیوم ''تدریس نسخ'' آزاد بک ڈپو' اردو بازار' لاہور۔ ۱۹۶۷ء ص ۶۔

۹۔ سرسید احمد خان۔ ''آثار الصنادید'' محولا بالا ص ۶۳،۶۲

10. M.A Ghafur "Fourteen Kufic Inscriptions of Banbhore, The site of Daybul. Pakistan Archaeology Karachi No 3-1966 pp-65-90

11. Zia-ud-din "Moslem Calligraphy".Visva Bhariti book shop.210 Carnavalas Street.Calcutta 1936.p.19

12. Anthony Welch. "Calligraphy in the Arts of the Muslim world". The Asia society. New York.1979.p.31

13. Dr. M.A. Ghafur "The Calligraphers of Thatta". Instiute of central & west Asian studies, University of Karachi.1978 p.p.48-49.

14. Anthony welch "Calligraphy in the Arts of the Muslim world",op.cit.p.28.

15. Dr. M.A. Ghafur. "The Calligraphers of Thatta" op.cit.p.40

16. Zia-ud-din "Moslem calligraphy" op.cit.p20 & Dr.schimmel. "Iconography of religions" xxii.Islamic calligraphy Insitute of religious Iconography state University groningen.Leiden E.J.Brill.1970.p.p.7-8

17. Oktey Aslan pa "Turkish Art and Architecture" op.cit.p.323.

18. Anthony welch "Calligraphy in the Arts of Muslim world, op.cit.p.44

19. Zia-ud-din "Moslem calligraphy" op.cit.p.2

۲۰۔ سرسید احمد خان۔ آثار الصنادید محولا بالا ص ۶۴۔

21. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit-.p.15.

22. R.Nath. "Calligraphic Art in Mughal Architecture". op-cit-p.15

23. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit.p.14

24. Ibid p.14.

25. Zia-ud-din "Moslem calligraphy". op.cit.p.17

26. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy".op.cit.p.68

۲۷۔ سرسید احمد خان ''آثار الصنادید'' محولا بالا ص ۵۰۔

28. M.Ugur Derman, The art of calligraphy in Islam. Art and Islamic world, vol 4.No.3,1987 London p.84-

29. Ibid. P.85.

30. Oktey Aslan pa. "Turkish Art and Architecture". op-cit.p.325

31. W.E.Beglay. "Manmumental Islamic calligaphy from India". op.cit.p.14

32. Zia-ud-din, Moslem calligrphy , Calcutta, 1936-p.10

۳۳۔ عبدالقیوم ''تدریس نسخ'' آزاد بک ڈپو' اردو بازار' لاہور۔ ص ۹

34. Zia-ud-din. "Moslem calligraphy". op-cit.p.20

35. W.E.Beglay. "Manumental Islamic calligraphy from India." op.cit-.p.15

36. Ibid.p.79.

37. Ibid.

38. Ibid.p.15

39. Mustfeezur Rahman, Islamic calligraphy in Medieval India, university press, BanglaDesh, 1979.p.72

40. Titus Babbort "Arabic calligraphy" Art of Islam. world of Islam. publishing co.London.1976. England.p.51

41. Mustafeez.ur.Rehman "Islamic calligraphy in the Medieval India". op.cit.p.23

۴۲۔ قطب الدین ایبک کے مزار پر خطاطی بیسویں صدی کے معروف خطاط حافظ یوسف سدیدی نے اس دور کے خط کو مدنظر رکھ کر کی۔

43. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from india" op.cit.p.72

44. Ibid.

۴۵۔ سرسید احمد خان۔ ''آثار الصنادید'' محولا بالا ص ۳۵،۳۴

46. Oktay Aslan pa.Turkish Art and Archiecture.op.cit.64

47. Ibid.p.55

۴۸۔ سرسید احمد خان۔ ''آثار الصنادید'' محولا بالا ص ۷۲۔

49. M.A Ghafur. "Calligraphers of Thatta". op.cit.p.51

50. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit.p.70

51. Ziauddin Ahmad Desai "Islamic Inscriptions their bearing on Monuments". Indian Epigraphy. Its bearing on the history of art. Edited by Fredrick. M.A.sher. G.S.Gai. Oxford and I.B.H publishing co.New Dehli, American Insitute of Indian studies 1965.p.252
52. Abdur Rahman, The Zalamkot bilingual Inscription East and West vol 48, No.3.4. Dec1998 pp 469-472
53. Ibid.
54. Ibid.

۵۵۔ کرنل عبدالرشید ''لاہور کی چند تاریخی عمارتیں اور ان کے کتبے'' نقوش سالنامہ نمبر ۹۶ ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۶۳ء ص۔ ۲۷۸
۵۶۔ عبداللہ چغتائی ''خطاطی'' ادبیات فارسی۔ جلد چہارم فارسی ادب سوم۔ پنجاب یونیورسٹی ص۔ ۷۶۶

57. Dr.A.H Dani "Islamic Architecture. The wooden style of Northern Pakistan". National Ilijra council Islamabad.1980 p.165
58.W.E.Beglay "Monumental Islamic calligraphy from India" Preface by Z.A Desai. op.cit.p.8
59. Zia-ud-din Ahamd Desai "Epigrapghy in pakistan in pre-Islamic period". Pakistan Archaeology No.5 p.283.
60. V.S Bendray "A study of muslim Inscriptions". Indus publications. Karachi.1992 p.18
61. K.V.Ramash "Epigraphy and Indian art & Architecture". Indian Epigraphy. op.cit.p.77
62. Z.A.Desai "Islamic Inscriptions their bearing on Monuments". Indian Epigraphy. op.cit.p.251
63. R.Nath. "calligraphic art in the Mughal Archiecture". op.cit.p.13
64. V.Bendray. "A study of muslim Inscriptions" op.cit.p.17
65. W.E.Beglay "A Mughal caravanserai built and Inscribed by Amanat Khan". Indian Epigraphy.op.cit.p.285
66. V.Bendray, "A study of muslim Inscriptions". op.cit.p.59
67: Dr. Saifur Rahman Dar "Epigraphical evidence from Taxila" Research society of Pakistan Vol: XVI No 4 October 1979.
68: W.E Beglay "Mounumental Islamic calligraphy from India". op. cit.p.17

۶۹۔ ڈی سی سرکار ''ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ انجمن ترقی اردو بیورونی دہلی ۱۹۹۳ء

70. Oktay Aslan pa. "The Turkish art & Architecture". op.cit.p.44
71. R.Nath. "Calligraphic art in Mughal Architecture". op.cit.p.9

۷۲۔ سرسید احمد خان۔ ''آثار الصنادید'' محولا بالا ص۔ ۵۹

73. Ahmad Nabi Kahn. "Two Musallah Mehrabs of 13th and 14th cent at Kabirwala and pak-pattan" Pakistan Archaeology No.24.1989.p.240
74. W.E.Beglay "A Mughal Caravanserai built and inscribed by Amanat Khan. op.cit.p.285
75. Ibid.p.9
76. Oktay Aslan pa. Turkish art and architecture. op.cit.p.270
77. Wayne E.Beglay "A Mughal caravanserai built and inscribed by Amanat Khan. op.cit. p.284-285
78. Z.A Desai "Islamic Inscriptions their bearing on Monuments" Indian Epigraphy.op.cit..251
79. W.E.Beglay "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit.pp.9-10
80. Dr.Saif-ur-Rahman Dar "A Boali inscription Jandiala Sher Khan". Daily Nation Lahore. oct.15. 1986.
81. R.Nath "Calligraphic art in Mughal Architecture". op.cit.p.34
82. Ibid. op.cit.p.10

۸۳۔ اس عہد کے دو سنگی کتبات پاکستان میں شہباز گڑھی ضلع مردان اور مانسہرہ ضلع ہزارہ میں آج بھی موجود ہیں۔

84. Anthony welch. "Calligraphy in the arts of the muslim world" op.cit.p.44

۸۵۔ منشی عبدالرحمن خان ''آئینہ ملتان'' مکتبہ اشرف المعارف چھلیک ملتان ص ۲۷۷۔
۸۶۔ پروفیسر محمد اسلم ''تاریخ پاکستان اور دنیائے اسلام'' حصہ دوم جناح بک ڈپو راولپنڈی ص ۳۰۳
۸۷۔ تاراچند ''تمدن ہند پر اسلامی اثرات'' مترجم مسعود احمد مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۴ء ص ۷۰۔

88. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit.p.19
89. R.Nath. "Calligraphic art in Mughal Architecture". op.cit.p.35
90. Shibbir Hussain. "Quranic text on gravestone at Makkli. Islamic studies, quartrly journal vol.32 1993- No-1 Islamic research institute Islamic uninersity Islamabad p-79
91. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India" op.cit.p.69

۹۲۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۹۳ء ص (ن)

93. M.A.Ghufur "calligraphers of Thatta" op.cit.p.57

۹۴۔ کتبے کے جس مصرعے میں تاریخ ہو اس کے اعداد نکال کر انہیں جمع کر کے سن تعمیر نکال لیا جاتا ہے۔ ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ،
۹۵۔ ڈی۔ سی سرکار ''ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ'' انجمن ترقی اردو بیورو ہند نئی دہلی۔ ص ۵۰

96. Shaukat Mahmud "Sacrosanct historical physiognomy of Islamic calligraphy in Pakistani Architecture" The proceedings of the Hijra celebration symposium on Islamic Arts March-1-6-1981.p.471.
97. W.Beglay. "Manumental Islamic calligraphy from India". op.cit.p.12

۹۸۔ بنا شد کعبہ ثانی

ب ن ا ش د ک ع ب ہ ث ا ن ی
۱+۵۰+۲ ۴+۳۰ ۵+۲+۷۰+۲۰ ۱۰+۵۰+۱+۵۰۰ =۱۰۱۵ھ

۹۹۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ''لاہور کی ایک مسجد سے اکبر کے عہد کے چند کتبات'' اورینٹل کالج میگزین جلد 16 عدد 1 نومبر 1939 عدد مسلسل 59 ص 69

100. Dr. M.Iqbal Bhutta "Two Undated Arabic inscriptions of Akber's times" Journal of Rasearch society of Pakistan.vol.xxx.No.4.oct.1994 p.42.

۱۰۱۔ عبداللہ چغتائی ''تاریخی مساجد لاہور'' کتاب خانہ نورس اردو بازار لاہور۔ ۱۹۷۶ء ص ۳۵۔

102. Dr. M.Iqbal Bhutta "Two undated Arabic Inscriptions of Akber's times". op.cit.p.40

۱۰۳۔ مزید تفصیل کے لیے تاریخی مساجد لاہور ص ۳۵ از عبداللہ چغتائی اور مساجد لاہور از عبداللہ قریشی نقوش لاہور نمبر ا

۱۰۴۔ خطاط کے حالات زندگی کے لیے دیکھیں خطابات یافتہ خطاط

۱۰۵۔ نورالدین محمد جہانگیر، توزک جہانگیری۔ ترجمہ مولوی احمد علی رام پوری وہ لکھتا ہے کہ ایمن آباد کے ایک ضرورت مند کو جس نے حروف ابجد کے حساب سے جہانگیر اور اللہ اکبر کے الفاظ ہم عدد پا کر مجھے مطلع کیا میں نے اس چیز کو نیک شگون خیال کرتے ہوئے اسے زمین، گھوڑا، نقدی اور خلعت مرحمت کی۔

106. W.E.Beglay. "Monumental Islamic calligraphy from India". op.cit.p.94

۱۰۷۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی "سرگزشت خط نستعلیق" کتاب خانہ نورس اردو بازار لاہور۔ ۱۹۷۰ء ص ۱۷۹

108. Dr. M.Iqbal Bhutta "Epigraph of Masjid-i-Khrasian. The earliest extent nastaliq Inscription from Lahore" Lahore Museum bulletin. vol. iii No.2. July-Dec-1990 pp.78 to 89

109. H.M. Illiot "Waqaat-e-Jhangiri" culcutta 1875. Lahore. 1975.p.27

۱۱۰۔ نورالدین محمد جہانگیر "توزک جہانگیر" ترجمہ اعجاز الحق قدوسی مجلس ترقی ادب لاہور۔ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۰۔

111. Dr.M.Iqbal Bhutta. "Epigraph of Masjid-i-Khrasian "Lahore Museum bulletin.op.cit.p.79

112. Ibid. p.80

113. Ibid. p.82

114. Ibid. p.82

۱۱۵۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں مسجد وزیر خان از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کتابہ نورس کاپی بک شاپ۔ اردو بازار لاہور

۱۱۶۔ ایضاً ص ۱۳۔ عبداللہ چغتائی۔ مسجد وزیر خان کتابخانہ نورس کاپی بک شاپ اردو بازار لاہور ص ۱۳۔

۱۱۷۔ محمد اقبال بھٹہ "مسجد وزیر خان مغلیہ طرز تعمیر کا نادر نمونہ" مشرق سیشل ۱۲ جولائی ۱۹۸۴ء لاہور۔

۱۱۸۔ عبداللہ چغتائی۔ تاریخی ساجد لاہور۔ محولہ بالا ص ۱۴

119. DrSaif-ur.Rahman Dar "Mosque of Muhammad saleh Kamboh". Daily Nation 23rd Jan.1987.

۱۲۰۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی "تاریخی مساجد لاہور" کتاب خانہ نورس اردو بازار لاہور۔ ۷۶ء ص ص ۷۸۔۸۹

۱۲۱۔ کنہیا لال "تاریخ لاہور" مرتبہ کلب علی خان فائق۔ مجلس ترقی ادب کلب روڈ۔ لاہور۔ ۱۹۹۶ء ص ۱۹۰

۱۲۲۔ مولوی نور احمد چشتی "تحقیقات چشتی" الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار۔ لاہور۔ مئی ۱۹۹۳ء ص ۷۹۶

۱۲۳۔ خواجہ عبدالرشید "لاہور کی چند تاریخی عمارتیں اور ان کے کتبات" نقوش سالنامہ نمبر محولہ بالا ص ۲۷۹۔

۱۲۴۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی "تاریخی مساجد لاہور" محولہ بالا ص ۹۵۔

125. Dr. M.Iqbal Bhutta "Imam verdi and his rare Manuscript in the National Museum. Karachi" Lahore Museum. bulletin vol.v. No.2 July.Dec.1992.p.72

۱۲۶۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۲ء میں یہ مسجد دیکھی جس کے کتبات میں بے شمار سوراخ کر کے ان کو خراب کر دیا گیا ہے۔

۱۲۷۔ سید کمال حاج الجوادی "میراث جاوداں" جلد اول۔ ایران فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد۔ ص ۵۳۷ و ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔ تاریخی مساجد لاہور۔ کتاب خانہ نورس لاہور۔ ص ۱۲۲۔

۱۲۸۔ سید کمال حاج الجوادی "میراث جاوداں" جلد اول محولا بالا ص ۴۷۷۔

۱۲۹۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔ "تاریخی مساجد لاہور" محولا بالا ص ۲۹ و سید کمال حاج جوادی "میراث جاوداں" محولا بالا ص ۵۱۹۔

۱۳۰۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی۔ تاریخی مساجد لاہور محولہ بالا ص ۳۸۔

۱۳۱۔ سید کمال حاج الجوادی "میراث جاوداں" محولہ بالا ص ۵۱۰۔

132. Catherine B.Asher "The Tomb of Ibrahim Sur. Epigraphs & Indian" Indian Epigraphy. op.cit.p.277.279

133. Mustafeez-ur.Rahman "Islamic calligraphy in Medieval India" University press Ltd. Bangladesh Dacca 1979.p.72

134. Ihsan H Nadiem "Rohtas : Formedabte fort of sher Shah" Sange-e-Meel publication Lahore . p.73. Mr. Nadiem has given a womgreading where as the correctreading is given in this work.

۱۳۵۔ نورالدین محمد جہانگیر "توزک جہانگیری" ترجمہ اعجاز الحق قدوسی محولا بالا ص ۱۹۵۔

۱۳۶۔ ایضاً

۱۳۷۔ عبداللہ قریشی "باغ چوبرجی بادشاہ بیگم" نقوش لاہور نمبر جلد اول محولا بالا ص ۳۰۸۔

138. Dr. Saif-ur.Rahman Dar. "Historical Gardens of Lahore". Aziz publications. Lahore 1982.p.24

139. Dr. M.Iqbal Bhutta "Calligraphic Inscriptions of Gulabi Bagh Gateway and Dai Anga's Tomb" Journal of Punjab Archaeology. vol.No.4 Lahore 1996.p.16

۱۴۰۔ عبداللہ قریشی "لاہور کے باغات" نقوش لاہور نمبر جلد اول ادارہ فروغ اردو۔ اردو بازار۔ ۱۹۶۲ء ص ۳۹۹۔

۱۴۱۔ سید کمال حاجی الجوادی "میراث جاوداں" جلد اول محولا بالا ص ۵۳۹۔

142. Dr.Saif-ur-Rahman Dar. Jandiala Sher Khan Baoli Hiran Minar" Daily The Nation oct-15.1986. "Hiran Minar" in Bonjour. Karachi. No.21.1995.

۱۴۳۔ مقصود ناصر چودھری "تاریخ شیخوپورہ" کے از مطبوعات تحصیل کونسل شیخوپورہ ص۔ ص ۵۴، ۵۳

۱۴۴۔ نورالدین محمد جہانگیر "توزک جہانگیر" ترجمہ اعجاز الحق قدوسی محولا بالا ص ۱۹۰۔

145. Shaikh Khurshid Hasan "A Tribute to a Deer" Daily Dawn. April 30.1993.(Friday Magazine) p.3

۱۴۶۔ حافظ محمد یوسف سدیدی کے حالات کے لیے دیکھیں خطابات یافتہ خطاط

۱۴۷۔ سید انور نفیس رقم کے حالات کے لیے دیکھیں خطابات یافتہ خطاط

۱۴۸۔ یہ کتبہ اب یونیورسٹی کے خطاط اور حافظ یوسف محمد سدیدی صاحب کے شاگرد خالد جاوید یوسفی کے پاس محفوظ ہے

۱۴۹۔ پروفیسر محمد اسلم "خفتگان خاک لاہور" ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب۔ لاہور۔ مارچ ۱۹۹۳ء۔ ص۔ (ن)

۱۵۰۔ ایضاً ص ۳۹۷۔

۱۵۱۔ حاجی دین محمد کے حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۵۲۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' محولا بالا ص ۴۸۸

۱۵۳۔ افسوس اب یہ کتبہ وہاں سے ہٹا لیا گیا اور اس کی جگہ خورشید عالم گوہر قلم سے کتبہ لکھوا کر وہاں لگوا دیا گیا ہے۔ جبکہ پروین رقم کا کتابت شدہ کتبہ آج کل لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری میں زیر نمائش ہے۔

۱۵۴۔ مولوی نور احمد چشتی ''تحقیقات چشتی'' محولا بالا ص ۸۱۸۔

155. Sultan Aibak "Trapped in Anarkali", Daily Dawn 8th Jun.1992.

156. Dr.Saif-ur-Rahman Dar "Eartiest dated inscription in Lahore "Daily Nation. Lahore.oct.24.1986.

۱۵۷۔ محمد دین کلیم۔ ''مدینۃ الاولیاء'' اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ ص ۴۹۷

158. Gulam Yazdani. The Insriptions of the turk sultan of Delhi Muizzuddin Bahram Alauddin Masud Nasiruddin Mehmood Ghiyathudin Balban of Muizzuddin Kaiqabad.

۱۵۹۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۵۰۱۔

۱۶۰۔ ایضاً ص ۳۴۳۔

۱۶۱۔ پروفیسر محمد اسلم۔ ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۴۷۱۔

۱۶۲۔ مولوی نور احمد چشتی ''تحقیقات چشتی'' محولا بالا ص ۸۳۱۔

163. Dr. Muhammad Iqbal Bhutta "Imam verdi and his rare manuscript in the National Museum of Pakistan. Karachi" op.cit.p.72 164. Ibid. p.70

۱۶۵۔ نور احمد چشتی ''تحقیقات چشتی'' محولا بالا ص ۵۷۸۔

۱۶۶۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' جلد اول محولا بالا ص ۵۴۴۔

167. Wali Ullah Khan "Lahore and its important Monuments" Karachi 1964. p.50

۱۶۸۔ کنہیا لال ''تاریخ لاہور'' محولا بالا ص ۳۵۲۔

169. Khalid Mahmud "The Mausoleum of Emperor Jhangir" Arts of Asia Jan-Feb 1983.p.62

۱۷۰۔ محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۴۸۰۔

۱۷۱۔ مولوی نور احمد ''تحقیقات چشتی'' محولا بالا ص ۹۳۳۔

۱۷۲۔ سید کمال حاج جوادی ''میراث جاوداں'' محولا بالا ص ۴۶۹۔

۱۷۳۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ''سرگزشت خط نستعلیق'' محولا بالا ص ۱۲۹۔

174. Dr. M.Iqaal Bhutta "Calligraphic Inscriptions of Gulahi Bagh Gateway and Dai Anga's Tomb" op.cit.p.97.

۱۷۵۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' جلد اول محولا بالا ص ۵۶۱۔

۱۷۶۔ محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۴۔

۱۷۷۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۷۸۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۴۵۔

۱۷۹۔ ایضاً ص ۶۶

۱۸۰۔ ایضاً ص ۷۴۔۷۵

۱۸۱۔ محمد دین کلیم ''مدینۃ الاولیاء'' محولا بالا ص ۳۴۳۔

۱۸۲۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۸۰۔

۱۸۳۔ محمد اسلم کھوکھر بھی خوشنویس ہیں اور روزنامہ مشرق کے شعبہ کتابت میں ملازم رہے۔

۱۸۴۔ محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۹۵۔

۱۸۵۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' ص ۵۶۵۔

۱۸۶۔ محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' ص ۱۰۹۔

۱۸۷۔ ایضاً ص ۱۴۱۔

۱۸۸۔ ایضاً ص ۱۶۲۔

۱۸۹۔ مصنفے حاجی سردار محمد کے شاگرد عزیز محمد سے خود ملاقات کی جو آج کل مسلم پورہ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے حاجی صاحب کے حالات دیئے۔

۱۹۰۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۹۱۔ محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' ص ۱۶۸

۱۹۲۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۹۳۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۹۴۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۱۹۵۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۳۳۷۔۳۳۹

۱۹۶۔ اقبال ابن پرویز رقم ''شاہ ایران کا خراج تحسین؛ دعویٰ ہو ہنر کا یہ بتا دو ان کو'' ماہنامہ ''آئینہ قسمت'' اپریل ۱۹۵۰ء ص ۴۔

۱۹۷۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' محولا بالا ص ۵۳۴۔۵۳۵

۱۹۸۔ محمد دین کلیم قادری ''مدینۃ الاولیاء'' محولا بالا ص ۴۴۶۔

۱۹۹۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں۔ خطابات یافتہ خطاط

۲۰۰۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' محولا بالا ص ۵۳۱۔

۲۰۱۔ پروفیسر محمد اسلم ''خفتگان خاک لاہور'' محولا بالا ص ۳۶۲۔۳۶۱

۲۰۲۔ محمد اکرام الحق خطاط ''دبستان خط'' جزو اول۔ ایوان خطاطان پاکستان حفاظ منزل ہاشم شاہ سٹریٹ وحدن پورہ لاہور ص ۲۔

۲۰۳۔ منشی عبدالرحمان خان ''آئینہ ملتان'' محولا بالا ص ۲۵۲۔

۲۰۴۔ سید کمال حاج الجوادی ''میراث جاوداں'' محولا بالا ص ۵۴۴۔

۲۰۵۔ ایضاً ص ۳۷۱۔

۲۰۶۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ''تاریخی مساجد لاہور'' محولا بالا ص ۶۸۔

۲۰۷۔ ایضاً ص ۶۹۔

بسم الله الرحمن الرحيم

لا اله الا الله محمد رسول الله



وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ
يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ وَآيَةٌ
لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝
وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا
إِلَىٰ حِينٍ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا

قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً
وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ
يَرْجِعُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝ قَالُوا
يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِن كَانَتْ
إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا

تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝



اختتامیہ


ما شاء الله

اسلامی خطاطی کو اس کی تقدیس کی بنا پر تمام فنون لطیفہ میں اولیت اور سبقت حاصل ہے ایک طرف تو یہ تقدیس و تقدیم اسے کلام اللہ اور احادیث نبوی ﷺ نے عطا کی ہے۔ دوسری طرف دنیاوی علوم و فنون کی کنجی خطاطی ہی ہے بالخصوص تاریخ اور آثار قدیمہ کے طالب علم کیلئے علم خطاطی سے واقف ہونا از بس کہ ضروری ہے۔ تاریخ اور علم الآثار کے طالب علم کا واسطہ زیادہ تر واقعاتی شہادت کے ساتھ ساتھ دستاویزی شہادتوں کے ساتھ پڑتا رہتا ہے۔ ان میں مسکوکات، فرامین، مخطوطات، مکتوبات، کتبات ایسی دستاویز ہیں جنہیں نہ تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے نہ ہی ان پر تحقیق کئے بغیر تاریخ کے عمل کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے تحقیق کا عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگار عالم نے اسے اشاعت علم کا ذریعہ یا واسطہ قرار دیا ہے۔

لاہور کی تاریخ اگرچہ متعدد بار متعدد حوالوں سے لکھی گئی ہے مگر خطاطی کے حوالے سے اس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ خصوصاً خطاطی کی ترویج کیلئے لاہور شہر کی خدمات کا جائزہ اس تحقیق کا بنیادی مقصد ہے۔ خطاطی کے حوالے سے لاہور کی تاریخ تقریباً ہزار سال پیچھے جاتی ہے اور اس فن کی اشاعت کے لئے لاہور نے جو خدمات انجام دیں وہ یقیناً سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ زیر نظر کتاب اس حوالے سے پہلی کاوش ہے جو نہ صرف موءرخین خط بلکہ متبدیان خطاطی کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہو گی۔ اس مقالے میں متعدد تصاویر شامل کرنے کا مقصد اس فن کے شائقین موخرین اور مبتدیان کے لئے باہمی دلچسپی کا سامان پیدا کرنا ہے جبکہ دوسرا مقصد مذکورہ خطاطوں کی روش کے تمام پہلو جوڑ و پیوند گوشے شوشے اجاگر کرنا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ کتاب لکھنے کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس تحقیق میں جن موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے ان موضوعات میں روز افزوں ترقی ہوتی جا رہی ہے اور اس تحقیق میں شامل سات ابواب پر ریسرچ جاری و ساری رہے گی جوں جوں نئے خطاط آتے جائیں گے لاہور کے خطاطان قرآن، لاہور کے اخباری خطاط، لاہور کے خطابات یافتہ خطاط، لاہور میں خطاطی سکھانے کے سکول اور علاقائی سکول، لاہور کی عمارتی خطاطی اور اس کے خطاط، لاہور کی خطاطی پر دیگر اسلامی ممالک کے اثرات جیسے موضوعات خاصے اہم ہیں۔ کمپیوٹر کی آمد سے بلاشبہ خطاط برادری کو دھچکا لگا مگر یہ حادثہ خطاطوں کو مکمل طور پر ختم نہ کر سکا۔ کمپیوٹر کی آمد سے جہاں مختلف اخباری اداروں کے خوشنویس متاثر ہوئے وہاں لاہور سے مزید ان گنت اخبارات و جرائد جاری ہوئے۔ اس سے خوشنویسوں کے لئے روزگار کے مزید مواقع فراہم ہوئے۔ زیر نظر تحقیق میں اگرچہ موضوع بحث لاہور میں خطاطی کی صد سالہ تاریخ ہے۔ لیکن ضمنی طور پر پچھلے ایک ہزار سال کو بطور پس منظر دیکھا گیا ہے۔ بعض موضوعات پر زیادہ تفصیل سے اس لئے بحث کی گئی ہے تاکہ دیگر علاقوں اور حوالوں سے لاہور کا مقام خطاطی کی اشاعت کے لئے متعین ہو سکے اور دیگر مقامات کے ساتھ لاہور کے خطاطوں کے خط کا موازنہ کیا جا سکے اور اسلامی فنون میں لاہوری خطاطوں کا مقام متعین ہو سکے۔ مقالہ ہذا میں لاہور میں مروج تمام اسلوب خطاطی کی تاریخ کے ساتھ لاہور اور اس کے قرب و جوار میں خطاطی کی آمد اور خطاطی کے فروغ میں لاہور کی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جبکہ تاریخ قرآن نویسی کے علاوہ کم و بیش ۸۴ خطاطان قرآن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر کے میسر نمونہ ہائے خطاطی بھی شامل کئے گئے ہیں اور اخبار نویسی کے حوالے سے لاہور شہر کے خطاطوں کی خدمات ایک الگ عنوان کے تحت دی گئی ہیں۔ جس میں اخباری خطاطوں کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے۔ پانچواں باب اس لحاظ سے اہم ہے کہ بعض خطاطین نے اپنی مکتوبہ وصلیوں کے نیچے اپنے پورے نام کی بجائے صرف خطاب لکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ اس باب کی مدد سے ان خطاطوں تک ہماری رسائی ممکن ہوئی ہے صرف خطاب لکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ بیسوی صدی کے بعض خطاطوں نے مختلف اوقات میں مختلف قلمی نام استعمال کیے۔ مثلاً پروین رقم جنہوں نے خوش رقم کا قلمی نام استعمال کیا۔ جو ہمیں دیوان گرامی کی بعض رباعیوں میں ملتا ہے۔ بعد میں موصوف نے مولانا غلام رسول مہر کی تحریک پر پروین رقم کا خطاب استعمال کیا۔ خوش رقم کا خطاب ان کے ہونہار شاگرد خوشی محمد ناصر قادری نے بھی اختیار کیا۔ اس طرح خوش رقم کے قلمی نام سے دو کاتب لاہور میں ایک ہی زمانہ میں ملتے ہیں ان کا فرق اور اس طرح کے دیگر خطاطوں کا فرق اس باب سے واضح ہوتا ہے اسی طرح لاہور میں خطاطی سکھانے کی تاریخ اپنی جگہ اہم ہے۔ جس سے جہاں خطاطی کے طلبہ کا خطاطی سے لگاؤ استاد کے احترام رکھ رکھاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں علاقائی سکولوں کا دائرہ کار اور لاہور سے ان

علاقائی سکولوں کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ آج تک آثار قدیمہ کے حوالے عمارتوں پر بحالی کا جو کام کیا جاتا رہا ہے۔ اس میں کتبات کی اہمیت اکثر ثانوی رہی ہے زیر نظر مقالہ میں لاہور میں کتابہ نویسی کی تاریخ اور کتابہ نویسوں کے بارے جملہ اطلاعات باہم پہنچا کر کتبات کی اور لین اہمیت پر زور دیا گیا۔ اس باب میں تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کتبات یا تو ضائع ہو چکے ہیں یا انہیں خرد برد کر دیا گیا۔ بعض عمارتیں جو سرکاری ریکارڈ میں موجود ہیں مگر موقعہ پر ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے ان تمام کتبات کا ثقفہ ریکارڈ اس میں شامل کیا گیا۔ جہاں تک عمارتی کوفی آمیز ثلث کا تعلق ہے۔ اس خط کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اسے کوفی آمیز ثلث کا نام کیوں دیا گیا؟ دیگر سکالروں نے اس خط کو کوفی اور نسخ کے نام کیوں دیئے؟ اس خط کی چار سو سالہ عمارتی خطاطی کے حوالے سے ایک اپنی تاریخ ہے جسے مورخین خط چھوتے ہوئے گزر جاتے ہیں زیر نظر تحقیق میں پہلی مرتبہ اس خط پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

ہر کمالے راز والے

لاہور میں خطاطی کے ہزار سالہ عروج کے بعد زوال بھی شروع ہوا اور کمپیوٹر کے متعارف ہونے کے بعد اس کی وہ پذیرائی نہ رہی جو کبھی شاہی دور میں اور پرنٹنگ کے حوالے سے پچھلے صد سالہ دور میں پنجاب کے دیہات اور لاہور شہر کا خاصہ رہی۔ یہ تحقیق اس لئے بھی اہم ہے کہ اخبارات میں کتابت سیکشن ختم کر کے کمپیوٹر سیکشن قائم کر دیئے گئے اور ان کاتبوں کا ریکارڈ آج میسر نہیں ہے ان میں سے بعض نے مختلف پیشے اپنا لئے جس سے ان کی نجی زندگی کی تاریخ مختلف ہو گئی۔

زیر نظر مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ کسی واقعاتی غلطی کا امکان نہ رہے۔ مگر پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے۔ اگر کسی مقام پر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو بندہ اس کی نشاندہی پر ممنون ہوگا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فن خطاطی مسلمانوں کا تہذیبی و ثقافتی ورثہ ہے ہر مسلمان حکومت پر لازم ہے کہ اس کی سرپرستی کرے۔ فن خطاطی کے احیاء و بقا اور فروغ و ارتقاء کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ سکولوں میں ابتدا ہی سے بچوں کو خوش خطی سکھانے کا انتظام کیا جائے۔ نویں دسویں جماعت میں خطاطی کو فنی مضمون کے طور پر داخل نصاب کیا جائے۔ ایف اے، بی اے میں خطاطی کو اختیاری مضمون کی حیثیت دی جائے۔ یونیورسٹیوں میں ایم اے خطاطی کی کلاسیں جاری کر کے اس کی باقاعدہ تعلیم دی جائے۔ تقریری و تحریری امتحانات میں پاس ہونے والوں کو ایم اے (خطاطی) کی ڈگری دی جائے۔ پھر خطاطی پر مزید ریسرچ کرنے اور شاندار تحقیقی کام کرنے والوں کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جائے۔

۲۔ فن خطاطی کی ترویج و اشاعت کے لئے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے جس میں فن خطاطی کی تاریخ، قدیم و جدید خطاطوں کے حالات زندگی اور ان کے نمونہ ہائے خطاطی نیز جملہ اقسام خط پر محققانہ مضامین شائع کئے جائیں۔

۳۔ برصغیر میں فن خطاطی کی تاریخ پر تحقیق کتابیں شائع کی جائیں۔ پاکستان کے قدیم و جدید خطاطوں کے تذکرے جن میں ان کے خطی نمونے بھی شامل ہوں، مرتب کر کے شائع کئے جائے۔

۴۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے خطاطی کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

۵۔ آرٹ کونسلوں اور عجائب خانوں کے زیر اہتمام ہر سال خطاطی کی نمائشیں کرائی جائیں اور انعامات سے ہونہار خطاطوں کو حوصلہ افزائی کی جائے

۶۔ پاکستان کے ہر بڑے شہر میں خطاطی کی گیلریاں قائم کی جائیں جن میں پاکستان خطاطوں کے نمونے رکھے جائیں۔

۷۔ نیشنل میوزیم آف کیلی گرافی قائم کیا جائے، جس میں دنیا بھر کے قدیم و جدید استاتذہ فن خطاطوں کے جملہ اقسام خط کے نمونے رکھے جائیں۔

۸۔ ایک ''ادارہ تحقیقات خطاطی'' (ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیلی گرافی) قائم کیا جائے جو دنیا بھر کے کتب خانوں سے فن خطاطی پر لکھی گئی کتابوں اور خطاطوں کے تذکروں کے مائیکرو فلم حاصل کر کے انہیں ایڈٹ کرائے اور پاکستان میں ان کی اشاعت کا انتظام کرے اس ادارے سے خطاطی کی جدید تحقیقی کتابیں شائع کی جائیں نیز بلند پایہ خطاطوں کے نمونہ ہائے خطاطی کے مجموعے مرتب کر کے شائع

کیے جائیں۔

۹۔ نیشنل کالج آف آرٹس اور یونیورسٹیوں کے فنون لطیفہ کے شعبہ جات میں فن خطاطی کی باقاعدہ تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔

۱۰۔ پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور کے قیام کے ابتدائی زمانے میں وہاں خوش خطی کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی جو بعد میں ختم کر دی گئی، اب چاہیے کہ وہاں خطاطی کی کلاسیں دوبارہ جاری کی جائیں۔ اردو، فارسی اور عربی وغیرہ مضامین میں ایم اے اور پھر پی ایچ ڈی کرنے والے ادب تاریخ کے محققین کو قدیم مخطوطوں سے اکثر واسطہ پڑتا ہے قدیم خطی نسخوں کو پڑھنے کا کام نہایت مشکل ہوتا ہے۔ جب تک جملہ اقسام خط سے واقفیت نہ ہو مخطوطہ خوانی کی مشکلات حل نہیں ہوسکتیں۔ اس طرح ہمارے دانشور اپنے اسلاف کام کے علوم وفنون سے کماحقہ، مستفید نہیں ہوسکتے۔ اس ضرورت کے تحت یونیورسٹیوں کے شعبہ فائن آرٹس میں خطاطی کو باقاعدہ شامل کیا جائے۔

۱۱۔ سکولوں اور کالجوں میں خطاطی کی تعلیم وتدریس کے سلسلے میں ممالک عربیہ خصوصاً مصر کے مدرسہ ''تحسین الخطوط'' اور بغداد یونیورسٹی کے ''معہد الفنون الجمیلہ'' سے بھی کوائف حاصل کئے جائیں تاکہ ان کی رہنمائی میں موثر اقدام کیا جاسکے۔

۱۲۔ اسلامی ملکوں میں خطاطوں کے وفود بھیجے جانے چاہئیں جو وہاں کی لائبریریوں، عمارات، مساجد ومقابر اور عجائب خانوں میں خطاطی کے عظیم الشان نمونوں سے بہرہ اندوز ہوں اور اسلامی ملکوں کے باکمال خطاطوں کو بھی پاکستان آنے کی دعوت دی جائے تاکہ وہ بھی یہاں کے فنی کمالات سے آگاہ ہوں۔

۱۳۔ اسلامی خطاطی کا بیشتر تعلق عربی زبان سے ہے۔ خط نستعلیق کے سوا دیگر تمام اقسام خط عربی زبان ہی میں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا اسلامی خطاطی کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کو فروغ دیا جائے۔

۱۴۔ پاکستان میں کمپیوٹر کی آمد سے بہت خوشنویس بے روزگار ہوئے ہیں جن کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے اور بورڈ نویسی کے لیے خطاطوں پر مشتمل کمیٹی فنی اعتبار سے جائزہ لے کر اس کی منظوری دے تاکہ عوام کو بورڈ نویسی میں بھی اعلیٰ معیار میسر آسکے۔




إن الله وملئكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما
كتبه صرى سياوى ١٤٠٠

کتابیات

۱۔ آربری۔اے۔جے۔ 'میراث ایران' مترجم عابد علی عابد۔ لاہور : مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۲ء

۲۔ آفتاب احمد۔ 'ن والقلم' : اسلامی خطاطی۔ ۱۹۸۱ء۔

۳۔ آغا یمین' "کتابخانہ یمینی' قاضی فضل حق' یعقوب انور تے ضیغم دے پنجابی قلمی نسخے" : کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر' جلد ۴' شمارہ ۲ (جنوری' جون ۱۹۸۲ء) : جولائی۔دسمبر ۱۹۸۲ء' مسلسل شمارہ ۹۔

۴۔ ابن خلدون۔ المقدمہ : جلد دوم' مترجم مولانا راغب رحمانی۔ کراچی' نفیس اکیڈمی' ۱۹۷۰ء۔

۵۔ ابن کلیم۔ نقوش رعنا : مرقع خطاطی۔ ملتان : دبستان فروغ خطاطی' ۱۹۷۸ء۔

۶۔ ابوالجلال ندوی۔ "سندھی مہریں" ماہ نو : استقلال نمبر' (اگست ۱۹۵۶) : ۲۰۔۵۴۔

۷۔ ابوالفضل علامی۔ آئین اکبری مترجمہ فدا علی' لاہور : سنگ میل پبلی کیشنز' ۱۹۷۶ء۔

۸۔ احمد خان۔ "علم کتابداری اور مسلمان" سیارہ ڈائجسٹ : چودہ صدیاں نمبر' (فروری۔مارچ ۱۹۸۱ء) : ۳۱۵۔۳۲۰۔

۹۔ احمد خان' سرسید۔ آثار الصنادید مرتبہ خلیق انجم' ۳ جلد دہلی: اردو اکادمی' ۱۹۹۰ء۔

۱۰۔ احمد العوامری۔ محمد احمد جادالمولی "مہذب رحلتہ ابن بطوطہ المسماۃ تحفتہ النظار وفی غرائب الامصار وعجائب الاسفار" الجز اول' قاہرہ: ۱۹۴۳ء۔

۱۱۔ ارشد میر' "میرے ذاتی کتب خانے دے پنجابی قلمی نسخے"۔ کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر' جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری۔جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۱۳۳۔۱۵۹۔

۱۲۔ احمد سعید۔ "مسلم صحافت اور جدوجہد آزادی" جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان' جلد ۱۸' نمبر ۱ (جنوری ۱۹۸۱ء) :

۱۳۔ بروشر نمائش' استاد حامد الامدی ترکی۔ لاہور : ایوان خطاطان پاکستان' ۱۹۸۳ء۔

۱۴۔ اطہر شیر۔ مفتاح الکنوز جلد ثالث فہرست مخطوطات عربی' پٹنہ : خدا بخش اورینٹل لائبریری' ۱۹۶۵ء۔

۱۵۔ اعجاز رقم' شمس الدین۔ مرقع اعجاز رقم۔ لکھنؤ :

۱۶۔ افتخار احمد۔ "رسم الخط کی ابتداء : ایک تاریخی جائزہ" ہفت روزہ اشاعت' امروز' (دسمبر ۱' ۱۹۸۹ء) : ۱۱۔

۱۷۔ افسر صدیقی امروہوی و سرفراز علی رضوی۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو : اردو مخطوطات۔ کراچی : انجمن ترقی اردو' ۱۹۶۵ء ۶ جلد۔

۱۸۔ افضل الرحمن۔ مرقع خوش نویسی۔ لاہور : افضل الکتابت۔ ۱۹۸۹ء

۱۹۔ البیرونی' ابوریحان۔ کتاب الہند۔ ترجمہ سید اصغر علی۔ انجمن ترقی اردو ہند' دہلی: ۱۹۴۱ء۔

۲۰۔ الطاف حسن۔ پنجہ نگاریں۔ کراچی : ایجوکیشنل پریس'

۲۱۔ "امام ویردی خطاط لاہوری" در دائرۃ المعارف افغانستان کابل : انجمن آریانا' ۱۹۵۶ء جلد ج : ۸۵۸۔۸۵۹۔

۲۲۔ انجم رحمانی' الف۔ایم۔ برصغیر میں خطاطی۔ لاہور : لاہور عجائب گھر' ۱۹۸۲ء۔

۲۳۔ انجم رحمانی' الف۔ایم۔ "خط کوفی کا ارتقاء" روزنامہ امروز (جون ۲۸' ۱۹۷۶ء)۔

۲۴۔ انجم رحمانی، ایف۔ایم۔ "گوجرانوالہ کے خطاط" مہک گوجرانوالہ نمبر (۸۴۔۱۹۸۲ء) گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ : ۲۹۱۔۳۰۹۔

۲۵۔ انجم رحمانی، ایف۔ایم۔ "عجائب گھر (لاہور) دے پنجابی مخطوطے" : کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۱۱:۹۔۲۱۔۲۲۱۔

۲۶۔ انجم رحمانی۔ "امند رام مخلص" سوہدرہ گزٹ۔ سوہدرہ پریس کلب یکم جولائی۔ ۱۹۸۶ء ص ۵۲۔۶۴)۔

۲۷۔ اورنگ بہاؤ الدین۔ "ایرانی پس منظر میں فن خطاطی"۔ روزنامہ امروز (جون ۲۸، ۱۹۷۶ء)۔

۲۸۔ ایڈمن، ارون۔ فنون لطیفہ اور انسان ترجمہ عابد علی عابد لاہور : مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۴ء۔

۲۹۔ بابر، ظہیر الدین۔ تزک بابری ترجمہ رشید اختر ندوی۔ لاہور : سنگ میل پبلیکشنز، ۱۹۶۶ء۔

۳۰۔ باری علیگ۔ اسلامی تاریخ وتہذیب۔ لاہور : مکتبہ، کارواں، ۱۹۷۰ء۔

۳۱۔ بدخشانی، مقبول بیگ۔ تاریخ ایران۔ لاہور : مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء۔

۳۲۔ براؤن، پرسی۔ ہندوستان میں مصوری عہد مغلیہ میں ترجمہ عبد الحق۔ دہلی : ۱۹۸۱ء۔

۳۳۔ برنی، ضیاء الدین۔ تاریخ فیروز شاہی۔ علی گڑھ : شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء۔

۳۴۔ بلگرامی، علی اصغر۔ مآثر دکن۔ کراچی : حافظ محمد حیدر میموریل اکیڈمی، ۱۹۷۸ء۔

۳۵۔ بلوچ، محمد فاضل۔ "اسلامی کتب خانے عہد عباسیہ میں" مجلہ تحقیق، جلد ۱۵، شمارہ ۲۔۴ (۱۹۸۳ء) : ص۔ ۲۹۔۶۲۔

۳۶۔ بیانی، مہدی۔ احوال وآثار خوشنویسان نستعلیق نویسان، تہران : دانش گاہ تہران، ۱۳۴۵ھ۔ ۳ جلد۔

۳۷۔ بینی پرشاد۔ تاریخ جہانگیر ترجمہ مترجم علی الہاشمی۔ نئی دہلی : ترقی اردو بیورو، ۱۹۷۹ء۔

۳۸۔ بھٹہ، محمد اقبال۔ "آغاز فن تحریر اور اسلامی خطاطی"۔ روزنامہ پاکستان : دینی ڈائجسٹ، (مئی ۲۷، ۱۹۹۱ء) : صفحہ آخر

۳۹۔ بھٹہ، محمد اقبال۔ "مسجد وزیر خان : مغلیہ طرز تعمیر کا نادر نمونہ"۔ روزنامہ مشرق (جولائی ۱۲، ۱۹۹۲ء)۔ صفحہ اول

۴۰۔ پراچہ، امتیاز۔ تاریخ اسلام۔ کراچی : رہبر پبلشرز، ۱۹۹۰ء۔

۴۱۔ پراچہ، امتیاز۔ تاریخ مسلمانان اندلس۔ کراچی : رہبر پبلشرز، ۱۹۹۱ء۔

۴۲۔ پرائس کرسٹین۔ اسلامی فنون کی داستان ترجمہ ہلال احمد زبیری۔ لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۸ء۔

۴۳۔ پروکر، اے۔کے۔ ہندوستان میں چھاپہ خانہ۔ دہلی : انجمن اردو بیورو، ۱۹۷۹ء۔

۴۴۔ تارا چند۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات مترجمہ محمد مسعود احمد۔ لاہور : مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء۔

۴۵۔ تنویر جہاں خان۔ "اکبری دور کے کتب خانے" مجلہ تحقیق، جلد ۱۲، شمارہ ۱۔۴ (۱۹۹۰ء) :

۴۶۔ تنویر جہاں خان۔ "مغلیہ عہد کے ابتدائی دور کے کتب خانے" جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، جلد ۲۱، نمبر ۱ (جنوری ۱۹۸۴ء) : ص۔ص (۷۷۔۹۷)۔

۴۷۔ تنویر جہاں خان۔ "قدیم انسانی تہذیب میں کتب خانوں کا قیام"۔ مجلہ تحقیق، جلد ۱۰، شمار ۱۔۴ (۱۹۸۸ء) : ۳۷۔۵۲۔

۴۸۔ التوحیدی، ابوحیان۔ علم الکتابت ترجمہ محمد عبد اللہ چغتائی۔ لاہور : کتابخانہ تورس، ۱۹۶۶ء۔

۴۹۔ ٹینگ، محمد یوسف۔ شیرس قلم۔ سری نگر : جموں وکشمیر کلچرل اکادمی، ۱۹۷۸ء۔

۵۰۔ جامی، ضیاء الدین عبد الرحمٰن۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے۔ اعظم گڑھ : معارف پریس، ۱۹۶۳ء۔

۵۱۔ جاوید حسین، آغا۔ "گریفالوجی : انداز تحریر سے شخصیت کو پڑھنے کا فن"۔ روزنامہ جنگ (۵ اکتوبر، ۱۹۹۷ء) : ۷۔

۵۲۔ جعفری، رئیس احمد۔ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ کراچی : نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۶ء۔

۵۳۔ جوادی، کمال حاج سید۔ میراث جاوداں۔ اسلام آباد : ثقافتی کونسل خانہ جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۷۰ھ۔

۵۴۔ جہانگیر، نور الدین محمد۔ توزک جہانگیری ۲ جلد ترجمہ اعجاز الحق قدوسی۔ لاہور : مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء جلد اول جولائی ۱۹۶۷ء۔

۵۵۔ چشتی، نور احمد۔ تحقیقات چشتی۔ لاہور : الفیصل، ۱۹۹۳ء۔

۵۶۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ احمد معمار لاہوری اور اس کا خاندان۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۵۷ء۔

۵۷۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ پاک وہند میں اسلامی خطاطی۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۷۶ء۔

۵۸۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ پاک وہند میں خط نستعلیق۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۷۴ء۔

۵۹۔ چغتائی۔ محمد عبد اللہ۔ تاریخ نقش ونگار۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۷۱ء۔

۶۰۔ چغتائی۔ محمد عبد اللہ۔ "خطاطی ۱۵۲۶۔۱۷۰۷ء"۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند جلد چہارم : فارسی ادب ۱۵۲۶۔۱۷۰۷ء۔ لاہور : جامعہ پنجاب۔ ۱۹۷۲ء۔

۶۱۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ رسالہ میر علی تبریزی۔ لاہور، کتابخانہ نورس، ۱۹۷۹ء۔

۶۲۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ ریحان ونستعلیق۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۴۱ء۔

۶۳۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ سرگزشت خط نستعلیق۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۷۰ء۔

۶۴۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ "سلطان محمود غزنوی کے مزار کا کتبہ" اورینٹل کالج میگزین۔ جلد ۱۱، شمارہ ۱ (نومبر ۱۹۳۴ء) : ص ۴۴۔۴۵۔

۶۵۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ علم پروری وہنر شناسی۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۵۷ء۔

۶۶۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ "فن خطاطی اسلامی دور میں" روزنامہ امروز (جون ۲۸، ۱۹۷۶ء)۔ :

۶۷۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ فنون لطیفہ اور اورنگ زیب۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۵۷ء۔

۶۸۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ قوانین خطوط۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۶۹ء۔

۶۹۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ "مرقع داراشکوہ اور اس کا مقدمہ" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۱۳، شمارہ ۳ (مئی ۱۹۳۷ء) :

۷۰۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ مساجد لاہور۔ لاہور : کتابخانہ نورس، ۱۹۷۶ء۔

۷۱۔ چغتائی، محمد عبد اللہ۔ ہمارا جمالیاتی سرمایہ : تعمیر، تحریر، تصویر۔ لاہور : کتابخانہ نورس۔

۷۲۔ حبیب اللہ، اے۔بی۔ایم۔ ہندوستان میں مسلم حکومتوں کی اساس مترجمہ مسعود الحق۔ نئی دہلی : ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۴ء۔

۷۳۔ حجازی، مسکین علی۔ پنجاب میں اردو صحافت۔ لاہور : مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۵ء۔

۷۴۔ حبیبی، پوہاند عبد الحی، تاریخ خط ونوشتہ ہای کہن افغانستان۔ کابل : انجمن تاریخ وادب افغانستان، ۱۳۵۰ھ۔

۷۵۔ حریری۔ غلام احمد۔ شرح الحدیث والفقہ معہ تاریخ اسلام۔ لاہور : پولیمر پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۱ء۔

۷۶۔ حسن اختر۔ "لاہور کی تہذیبی قدریں" جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان' جلد ۲۲' نمبر ۱ (جنوری ۱۹۸۵ء):۶۱۔۸۶۔

۷۷۔ حفیظ تائب' "کتب خانہ ڈاکٹر وحید قریشی دے پنجابی مخطوطے" کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر' جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری' جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۲۰۳۔۲۱۰۔

۷۸۔ حکمت علی اصغر۔ نقش پارسی بر احجار ہند۔ کلکتہ : ایران سوسائٹی' ۱۹۵۷ء۔

۷۹۔ خالد محمود۔ "غارِ حرا کی روشنی سے ظلمت کدہ عالم منور ہوگیا" روزنامہ کوہستان (دسمبر ۲۹'۱۹۶۷ء) :

۸۰۔ خالد ہمایوں۔ سردار دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (لاہور) دے پنجابی قلمی نسخے۔ کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر' جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری' جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹۔

۸۱۔ الخط العربی من خلال المخطوطات۔ ریاض : مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ' ۱۴۰۶ھ۔

۸۲۔ "خط و خطاطان" اورینٹل کالج میگزین' جلد ۱۰' شمارہ ۴ (اگست ۱۹۳۴ء) :۳۔۱۷۔

۸۳۔ خطاط' ہاشم محمد۔ قواعد الخط العربی۔ بغداد : وزارۃ المعارف العراقیہ' ۱۹۶۱ء۔

۸۴۔ خلیل صحائی' فن خطاطی کے ارتقائی مرحلے"۔ روزنامہ امروز (جون ۲۸' ۱۹۷۶ء)۔ ص ۳۔

۸۵۔ خورشید' عبد السلام۔ داستان صحافت۔ لاہور : مکتبہ کارواں' ۱۹۷۴ء۔

۸۶۔ دت' عمل کمار۔ ہندوستان کے زمانہ قدیم و وسطی کے کتب خانے مترجم سرتاج احمد عابدی نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ' ۱۹۷۹ء۔

۸۷۔ دلاوری' صادق علی۔ "فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مئولفین"۔ اورینٹل کالج میگزین' جلد ۴۵' شمارہ ۱۔۲ (فروری۔مئی ۱۹۶۹ء) : ۲۹۔۵۵۔

۸۸۔ دلاوری' صادق علی۔ "لطف اللہ مہندس بن نادر العصر استاد احمد معمار لاہوری کے متعلق کچھ مزید معلومات۔" اورینٹل کالج میگزین' جلد ۴۵' شمارہ ۱۔۲ (فروری۔مئی ۱۹۶۹ء) : ۱۔۸۔

۸۹۔ دیبی پرشاد۔ اژرنگ چین۔ لکھنؤ : مطبع نول کشور' ۱۸۸۴ء۔

۹۰۔ ڈار' سیف الرحمن۔ "مسلماناں دے اون توں پہلاں ورتیاں گئیاں پیماں دا اک جائزہ" پنجابی ادب' جلد۱' شمارہ ۱ (مارچ ۱۹۷۸ء) : ۲۶۔۳۳۔

۹۱۔ فقیر عباس نوشاہی "سوہدرہ کے خطاط"۔ سوہدرہ گزٹ۔ سوہدرہ : پریس کلب یکم جولائی ۱۹۸۶ء ص ۱۰۲۔۱۱۳۔

۹۲۔ راہی' اعجاز۔ تاریخ خطاطی۔ اسلام آباد : ادارہ' ثقافت پاکستان' ۱۹۸۶ء۔

۹۳۔ رچمنڈ' ارنسٹ ٹاڈ ہیام۔ اسلامی فن تعمیر ترجمہ مبارزالدین۔ دہلی : مکتبہ جامعہ' ۱۹۵۲ء۔

۹۴۔ رضوی' سرفراز علی۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو : فارسی وعربی۔ کراچی : انجمن ترقی اردو' ۱۹۶۷ء۔

۹۵۔ رضوی' سید جمیل احمد۔ "پنجاب یونیورسٹی لائبریری وچ پنجابی قلمی نسخے' کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر' جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری' جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۱۔۳۲۔

۹۶۔ زرین رقم' تاج الدین' مرقع زرین۔ لاہور : بیٹھک کلتاں' ۱۹۳۶ء۔

۹۷۔ زور' محی الدین قادری۔ تذکرہ مخطوطات۔ دہلی : ترقی اردو بیورو ۱۹۸۴ء' ۵ جلد۔

۹۸۔ سالک، عبد المجید۔ مسلم ثقافت ہندوستان میں۔ لاہور : ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ ۱۹۵۷ء۔

۹۹۔ سبط حسن۔ ماضی کے مزار۔ کراچی : مکتبہ دانیال، ۱۹۸۶ء۔

۱۰۰۔ سجاد الرحمٰن۔ "قدیم اسلامی کتب خانے" سیارہ ڈائجسٹ : چودہ صدیاں نمبر (فروری۔مارچ ۱۹۸۱ء) : ۳۲۱۔۳۲۵۔

۱۰۱۔ سدیدی، محمد یوسف۔ "علم الخط"۔ فنون لاہور، (اپریل ۱۹۶۳ء) : ۲۳۳۔۲۳۶۔

۱۰۲۔ سرکار، ڈی سی۔ "ہندوستان میں کتبوں کا مطالعہ" انڈین ایپی گرافی۔ نئی دہلی : ترقی اردو، بیورو، ۱۹۸۴ء۔

۱۰۳۔ سکسینہ، بنارسی پرشاد۔ تاریخ شاہ جہاں مترجم اعجاز حسین۔ نئی دہلی : انجمن اردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ سلطان محمود حسین۔ تاریخ پسرور۔ لاہور : سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء۔

۱۰۵۔ سلیم اختر۔ "قرآن کے نادر قلمی نسخے"۔ سیارہ ڈائجسٹ : قرآن نمبر، جلد ۱۴، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۷۰ء) : ۸۲۳۔۸۲۶۔

۱۰۶۔ سلیمان ندوی۔ عرب وہند کے تعلقات۔ کراچی : کریم سنز پبلشرز، ۱۹۷۶ء۔

۱۰۷۔ سلیمان ندوی۔ نقوش سلیمانی : اردو زبان کی تاریخ۔ کراچی : اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء۔

۱۰۸۔ سلیمانی، عبد الغفور۔ خطاطی ابن کلیم مشاہیر کی نظر میں۔ ملتان : حلقہ یاران ابن کلیم، ۱۹۷۹ء۔

۱۰۹۔ السمعیانی، عبد الکریم۔ کتاب الاملا والاستملا۔ لیڈن ۱۹۵۲ء۔

۱۱۰۔ سمیرا الصیاغ۔ الفن الاسلامی۔ بیروت : دارالمعرفۃ، ۱۹۸۸ء۔

۱۱۱۔ شاغل عثمانی، احترام الدین احمد۔ صحیفہ خوش نویساں۔ نئی دہلی : ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء۔

۱۱۲۔ شبلی نعمانی، اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔ لاہور : ایم شاء اللہ خان اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء۔

۱۱۳۔ شرر، عبد الحلیم۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ۔ لاہور : گیلانی بک ڈپو ۱۹۵۶ء۔

۱۱۴۔ شریف صابر۔ بلھے شاہ کی کافیاں۔ لاہور : سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۱ء۔

۱۱۵۔ شلیبی، احمد۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم۔ ترجمہ از ادریس صدیقی۔ کراچی : اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۵ء۔

۱۱۶۔ شہباز ملک، "متفرق، کتب خانیاں وچ پنجابی دے قلمی نسخے" کھوج : پچیسواں قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹۔۲۴۱۔۲۶۷۔

۱۱۷۔ شیرانی، محمود۔ "ابوالبرکات منیر لاہوری"۔ در مقالات حافظ محمود شیرانی مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔ لاہور : مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء۔

۱۱۸۔ صباح الدین، عبد الرحمٰن۔ بزم تیموریہ۔ اعظم گڑھ۔ مطبع معارف، ۱۹۴۸ء۔

۱۱۹۔ صباح الدین عبد الرحمٰن۔ بزم تیموریہ۔ کراچی : نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۹ء۔

۱۲۰۔ صباح الدین عبد الرحمٰن۔ بزم مملوکیہ۔ اعظم گڑھ : مطبع معارف، ۱۹۵۴ء۔

۱۲۱۔ صدیقی، محمد ادریس۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب۔ کراچی محکمہ آثار قدیمہ پاکستان۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۲۲۔ صدیقی، محمد اسحاق۔ فن تحریر کی تاریخ۔ علی گڑھ : انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۲ء۔

۱۲۳۔ صمصام الدولہ، شاہنواز خان۔ ماثر الامراء مترجمہ ایوب قادری۔ لاہور : مرکزی اردو بورڈ۔ ۱۹۶۸ء۔

۱۲۴۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان۔ ماثر الامراء ترجمہ ایوب قادری لاہور : مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۰ء

۱۲۵۔ طارق مسعود، مرقع خط۔ لاہور: لاہور عجائب گھر، ۱۹۸۱ء۔

۱۲۶۔ طارق مسعود، نمائش اسلامی خطاطی: قدیم وجدید۔ لاہور: لاہور عجائب گھر، ۱۹۸۱ء۔

۱۲۷۔ عابد نظامی۔ "پاکستان میں چند قرآنی نسخے" سیارہ ڈائجسٹ: قرآن نمبر جلد ۱۴، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۷۰ء): ۴۳۳۔۴۴۰۔

۱۲۸۔ عارف نوشاہی۔ "حافظ یوسف سدیدی" ماہنامہ درویش، (مئی ۱۹۹۰ء)۔

۱۲۹۔ عارف نوشاہی۔ "کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی وچ پنجابی مخطوطے" کھوج: چھیماہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء): جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۳۳۔۶۱۔

۱۳۰۔ عارف نوشاہی۔ کتب خانہ نوشاہیہ (ساہن پال، گجرات) دے پنجابی مخطوطے۔ کھوج: چھیماہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء): جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۱۱۵۔۱۳۱۔

۱۳۱۔ عباس سوشتری، ایم۔ "رسالہ آداب المشق از بابا شاہ اصفہانی"۔ اورینٹل کالج میگزین۔ جلد ۲۶ شمارہ ۳ (مئی ۱۹۵۰ء): ۵۲۔۶۷۔

۱۳۲۔ عبد الرحمٰن خان، منشی۔ آئینہ ملتان۔ ملتان: مکتبہ اشرف المعارف، ۱۹۷۲ء۔

۱۳۳۔ عبد الرشید، کرنل خواجہ۔ "لاہور کی چند تاریخی عمارات اور ان کے کتبے" نقوش (۹۶۔۱۹۶۳ء): ۲۷۸۔۲۸۰۔

۱۳۴۔ عبد القیوم۔ تدریس نسخ۔ لاہور: آزاد بک ڈپو، ۱۹۶۷ء۔

۱۳۵۔ عبد اللہ، سید۔ ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء۔

۱۳۶۔ عبد اللہ سید "تاریخ لاہور پر مزید دھندلی سی روشنی" مجلّہ تحقیق کوائرلی جلد ۲، شمارہ ۱، (۵۹۔۶۳)۔

۱۳۷۔ عبد المحمد خان ایرانی۔ خط وخطاطان تہران: کتابخانہ ابن سینا۔ تہران، ۱۳۴۶ھ۔

۱۳۸۔ عبد المقتدر۔ مراۃ العلوم: فہرست مخطوطات فارسی جلد دوم۔ پٹنہ: خدا بخش اورینٹل لائبریری، ۱۹۴۲ء۔

۱۳۹۔ عزیز الدین احمد۔ پنجاب اور بیرونی حملہ آور۔ لاہور: مکتبہ فکر ودانش، ۱۹۹۰ء۔

۱۴۰۔ علی محمد۔ "خوشنویس" نقوش: لاہور نمبر (۱۹۶۲ء): ۱۰۴۸۔۱۰۵۹ء۔

۱۴۱۔ عنایت اللہ دہلوی، مولوی۔ "تاریخ مغل" نقوش، سالنامہ (جنوری ۹۶۔۱۹۹۳ء): ۳۰۔۵۰۔

۱۴۲۔ عنایت اللہ۔ شیخ۔ "کاغذ کی کہانی" اورینٹل کالج میگزین جلد ۴۸، شمارہ ۱۔۲ (مارچ۔ جون ۱۹۷۲ء): ۷۱۔۹۴۔

۱۴۳۔ عین الحق فرید کوٹی۔ اردو زبان کی قدیم تاریخ۔ لاہور: ۱۹۷۱ء۔

۱۴۴۔ غلام نظام الدین۔ شعر ناب۔ لاہور: مکتبہ معظمیہ، ۱۹۶۸ء۔

۱۴۵۔ غلام یزدانی۔ ہندوستان کے آثار قدیمہ۔ دہلی: مکتبہ جامع، ۱۹۳۹ء۔

۱۴۶۔ فارق، خورشید احمد۔ تاریخ ہند پر نئی روشنی۔ نئی دہلی: ندوۃ المصنفین۔

۱۴۷۔ فرشتہ، محمد قاسم۔ تاریخ فرشتہ ترجمہ عبد الحی خواجہ۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۴ء۔

۱۴۸۔ فضائلی، حبیب اللہ۔ اطلس خط۔ تہران: انتشارات ارغوان، ۱۳۴۲ شمسی۔

۱۴۹۔ فوق، محمد الدین۔ "شباب لاہور عہد مغلیہ میں" نقوش، لاہور نمبر۔ (۱۹۶۲ء): ۱۸۹۔۴۴۰۔

۱۵۰۔ فوق، محمد الدین۔ لاہور مغلیہ عہد میں۔ لاہور: ظفر برادرس، ۱۹۷۷ء۔

۱۵۱۔ قانع ٹھٹھوی، میر علی شیر۔ تحفتہ الکرام ترجمہ اختر رضوی۔ کراچی: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۹ء۔

۱۵۲۔ قانون گو، کالکارنجن۔ شیر شاہ اور اس کا عہد۔ ترجمہ رام آشریے شرما۔ دہلی: ۱۹۸۱ء۔

۱۵۳۔ قدروائی، شایان۔ کتاب کی تاریخ۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۰ء۔

۱۵۴۔ قدوسی، اعجاز الحق۔ تاریخ سندھ۔ لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء ۲ جلد۔

۱۵۵۔ قریشی، افضل حق۔ "فنون کتاب سازی" سیارہ ڈائجسٹ، چودہ صدیاں نمبر (فروری۔ مارچ ۱۹۸۱ء): ۳۰۲۔۳۱۰۔

۱۵۶۔ قراۃ العین۔ مسلمانوں کے فن خطاطی کا ارتقاء مغلیہ دور میں (بابر تا اکبر)۔ تحقیقی مقالہ ایم۔اے۔ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۰۔۱۹۹۲ء۔

۱۵۷۔ قریشی، عبد اللہ۔ "مساجد"۔ نقوش: لاہور نمبر، (۱۹۶۲ء): ۵۳۹۔۵۹۷۔

۱۵۸۔ قلعداری، احمد حسین۔ سیاہی۔ لاہور: سہروردیہ فاؤنڈیشن، ص ۹۰۔۹۶۔

۱۵۹۔ قلعداری، احمد حسین۔ گجرات بعہد قدیم وجدید۔ گجرات: مکتبہ ظفر، ۱۹۶۸ء۔

۱۶۰۔ قلعداری، احمد حسین۔ "کتب خانہ القریشیہ (گجرات) دے پنجابی قلمی نسخے"۔ کھوج: پھیمیاہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء): جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۶۳۔۱۱۴۔

۱۶۱۔ کردی، محمد طاہر۔ "کراستہ الخزمین فی التعلیم الخط الرقعہ"۔ وزارت مدیریہ المعارف العامتہ تدریسا المدارس ا لمکتبہ العربیہ ا لسعودیہ۔

۱۶۲۔ کردی، محمد طاہر، تاریخ الخط العربی وادابہ۔ قاہرہ: مدرسہ تحسین الخطوط العربیہ، ۱۹۸۲ء۔

۱۶۳۔ کلیم، محمد دین۔ مدینہ الاولیاء۔ لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۸ء۔

۱۶۴۔ کمبوہ، محمد صالح۔ شاہجہاں نامہ (عمل صالح) ترجمہ: ڈاکٹر ناظر حسین زیدی لاہور: مرکزی اردو بورڈ۔ ۱۹۷۴ء۔ ۳ جلد۔

۱۶۵۔ کنور، محمد اشرف۔ ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں ترجمہ قمر الدین۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۷۴ء۔

۱۶۶۔ کنہیا لال۔ تاریخ پنجاب مرتبہ کلب علی خان فائق۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء۔

۱۶۷۔ کنہیا لال۔ تاریخ لاہور مرتبہ کلب علی خان فائق۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۶ء۔

۱۶۸۔ کوسمبی، ڈی۔ڈی۔ قدیم ہندوستان کی ثقافت وتہذیب، ترجمہ با لمکند عرش ملیسانی۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۷۹ء۔

۱۶۹۔ کوسمبی، ڈی۔ڈی۔ قدیم ہندوستان کی ثقافت وتہذیب تاریخی پس منظر میں۔ لاہور: فیمس بکس، ۱۹۸۹ء۔

۱۷۰۔ گلیسین جو نیر، ایچ۔اے۔ تو ضیحی لسانیات ترجمہ عتیق احمد صدیقی۔ دہلی: ۱۹۷۹ء۔

۱۷۱۔ گوہر قلم، خورشید عالم۔ نقش گوہر۔ فیصل آباد: الشفاء پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء۔

۱۷۲۔ گوہر نوشاہی۔ لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء۔

۱۷۳۔ مائل ہروی۔ گنجینہ خطوط در افغانستان۔ کابل: ہسٹاریکل سوسائٹی آف افغانستان، ۱۹۶۷ء۔

۱۷۴۔ ماہر، محمود علی خان۔ تحقیقات ماہر: علم الحروف۔ دہلی: ۱۹۳۴ء۔

۱۷۵۔ مبارک علی۔ تاریخ سندھ۔ لاہور : مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء۔

۱۷۶۔ مجاہد الحسینی، "فن خطاطی کے فروغ و ارتقاء میں ادارہ امروز کی خدمات" روزنامہ امروز (جون ۲۸، ۱۹۷۶ء): ص۔۲۔

۱۷۷۔ محبوب عالم، مولوی۔ اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ۔ لاہور : مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۲ء۔

۱۷۸۔ محمد اسلم۔ خفتگان خاک لاہور۔ لاہور : ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۹۳ء۔

۱۷۹۔ محمد اسلم۔ سفرنامہ ہند۔ لاہور : ریاض برادرز، ۱۹۹۵ء۔

۱۸۰۔ محمد اسلم رانا۔ "کتب خانہ اقبال صلاح الدین (اوکاڑہ) دا پنجابی سرمایہ"۔ کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹۔

۱۸۱۔ محمد اصغر۔ "مغلیہ دور کے کتب خانے" سیارہ ڈائجسٹ : چودہ صدیاں نمبر (فروری۔ مارچ ۱۹۸۱ء) : ۳۲۶۔۳۲۹۔

۱۸۲۔ محمد اطہر علی۔ اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء۔ نئی دہلی : ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔

۱۸۳۔ محمد اعظم "خطاط مشرق صوفی عبد المجید پروین رقم"۔ روزنامہ امروز (جون ۲۸، ۱۹۷۶ء)۔

۱۸۴۔ محمد عظیم بھٹی۔ "شینہ خورد ضلع اٹک دے پنجابی قلمی نسخے" : کھوج : چھیماہی قلمی نسخہ نمبر، جلد ۴ شمارہ ۲ (جنوری، جون ۱۹۸۲ء) : جولائی دسمبر ۱۹۸۲ء مسلسل شمارہ ۹: ۲۳۵۔۲۳۹۔

۱۸۵۔ محمد اقبال، علامہ سر۔ بال جبریل۔ لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۸۵ء۔

۱۸۶۔ محمد اقبال، علامہ سر۔ مثنوی اسرار خودی۔ لاہور : مرغوب ایجنسی، ۱۹۱۵ء۔

۱۸۷۔ محمد اکرام، شیخ۔ آب کوثر۔ لاہور : ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء۔

۱۸۸۔ محمد اکرام، شیخ۔ چشمہ کوثر تاج آفس محمد علی روڈ۔ بمبئی۔

۱۸۹۔ محمد اکرام، شیخ۔ رود کوثر۔ لاہور : ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء۔

۱۹۰۔ محمد اکرام، شیخ۔ موج کوثر۔ لاہور : ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء۔

۱۹۱۔ محمد اکرام الحق۔ دبستان خط۔ لاہور : ایوان خطاطان پاکستان۔

۱۹۲۔ محمد بشیر حسین، مؤلف۔ فہرست مخطوطات شفیع : فارسی، اردو، پنجابی۔ لاہور : دانش گاہ پنجاب۔ ۱۹۷۲ء۔

۱۹۳۔ محمد جہانگیر خان۔ "عالمگیر شاہ عالم اور فرخ سیر عہد کے فرامین و دستاویزات" جرنل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، جلد ۱۳، شمارہ ۳ جولائی ۱۹۷۶ء: ۹۳۔۱۵۳۔

۱۹۴۔ محمد حبیب وخلیق احمد نظامی۔ جامع تاریخ ہند۔ نئی دہلی : ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۴ء۔

۱۹۵۔ محمد شجاع الدین۔ "عبد الرحیم خانخاناں کا کتب خانہ" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۴۴، شمارہ ۴ (۱۹۶۸ء) : ص ۷۳۔۱۰۹۔

۱۹۶۔ محمد شجاع الدین۔ "لاہور قدیم : یاد داشت عرس ہائے بزرگان لاہور" اورینٹل کالج میگزین (۱۹۴۷ء) : ۳۔۳۲۔

۱۹۷۔ محمد شفیع، مولوی۔ "خط وخطاطاں" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۱۰، شمارہ ۴ (اگست ۱۹۳۴ء) : ۳۔۱۷۔

۱۹۸۔ محمد شفیع، مولوی۔ "سفینۃ الاولیاء کا نایاب نسخہ" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۱۰، شمارہ ۳، مئی ۱۹۳۴ء: ۱۰۹۔۱۱۶۔

۱۹۹۔ محمد شفیع، مولوی۔ "سندھ کے بعض کتبے خطاطی کے نمونے" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۱۳، شمارہ ۴ (اگست ۱۹۳۷ء) : ص

۷۳-۱۰۹۔

۲۰۰۔ محمد شفیع، مولوی۔ "شہر قصور کے متعلق اقتباسات" اورینٹل کالج میگزین۔ جلد ۱۳، شمارہ ۲ (فروری ۱۹۳۷ء)۔

۲۰۱۔ محمد شفیع، مولوی۔ صنادید سندھ۔ لاہور: دائرہ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۰ء۔

۲۰۲۔ محمد شفیع، مولوی۔ یادداشت ہائی علامہ محمد شفیع۔ مرتبہ وزیر الحسن عابدی لاہور: مجلس ترقی ادب۔

۲۰۳۔ محمد عبد الرحمٰن۔ "الخط الواضح" لاہور: مکتبہ العلمیہ۔

۲۰۴۔ محمد لطیف، تاریخ پنجاب مع حالات شہر لاہور۔ لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۶ء۔

۲۰۵۔ محمد موسیٰ امرتسری۔ "اطبا: عہد مغلیہ سے دور حاضر تک۔" نقوش: لاہور نمبر (۱۹۶۲ء): ۷۹۸-۸۳۸۔

۲۰۶۔ محمد یعقوب۔ "خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم۔" روزنامہ امروز (۲۸ جون، ۱۹۷۶ء) ص۱۔

۲۰۷۔ مرزا، محمد وحید۔ خزائن الفتوح۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء۔

۲۰۸۔ معصومی، ابو محفوظ الکریم۔ "مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے" مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ (دسمبر ۱۹۶۱ء)۔ ص: ۱-۲۹۔

۲۰۹۔ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام۔ لاہور: ناشران قرآن، ۱۹۴۸ء۔

۲۱۰۔ معین نظامی۔ "صوفی مخمور سدیدی" جھلک: وزیر بے نظیر نمبر (۱۳ جولائی، ۱۹۸۳ء): ۴۵-۶۸۔

۲۱۱۔ المکاوی، ابراہیم محمد علی، عبد القادر عاشور اور عبد الحمید حسن۔ الخط العربی۔ لاہور: المکتبۃ العلمیہ۔

۲۱۲۔ ملک، اکرام علی۔ تاریخ پنجاب، جلد اول: زمانہ قدیم تا ۱۸۵۷ء لاہور: ملک جلال الدین۔ سلمان مطبوعات، ۱۹۹۰ء۔

۲۱۳۔ ممتاز حسین جونیوری محمد ایوب قادری۔ خط وخطاطی۔ کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۱ء۔

۲۱۴۔ منور رقم، محمد اعظم۔ تدریس خطاطی۔ لاہور: ادارہ پروین الکتابت، ۱۹۷۹ء۔

۲۱۵۔ منور رقم، محمد اعظم۔ رہنمائے خوشخطی۔ لاہور: ادارہ پروین الکتابت، ۱۹۸۰ء۔

۲۱۶۔ منشی قمی، میر احمد بن شرف الدین حسین۔ گلستان ہنر۔ کتابخانہ منوچہری ۱۳۵۹ھ۔

۲۱۷۔ موجد۔ مصورانہ خطاطی۔ لاہور دواخانہ حکیم اجمل خان۔

۲۱۸۔ ناجی زین الدین۔ الخط العربی بدائع۔ بغداد ستہ الکتاب، وزراۃ الاعلام مدیریۃ الثقافۃ العامۃ السلسلۃ الفضیۃ ۱۹، ۱۹۷۲ء۔

۲۱۹۔ نذیر احمد۔ "نادر العصر استاد احمد معمار تاج محل کے خاندان کے مصنفین کے مخطوطے علی گڑھ میں" اورینٹل کالج میگزین، جلد ۳۶، شمارہ ۳ (مئی ۱۹۶۰ء): ۱-۸۔

۲۲۰۔ نذیر احمد۔ "نادر العصر استاد احمد معمار قلعہ دہلی و روضہ تاج محل کے خاندان کے متعلق بعض اضافے"۔ اورینٹل کالج میگزین، جلد ۳۵، شمارہ ۲ (فروری ۱۹۵۹ء): ۲۱-۲۶۔

۲۲۱۔ نفیس رقم، انور حسین۔ "ایک خوشنویس خاندان" سیارہ ڈائجسٹ (جنوری ۱۹۷۰ء): ۱۰۷-۱۱۴۔

۲۲۲۔ نفیس رقم، انور حسین۔ "حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم" سویرا ۱۱-۲۶۔

۲۲۳۔ نفیس رقم، انور حسین۔ "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ: قرآن نمبر، جلد ۱۴، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۷۰ء): ۴۰۱-۴۰۶۔

۲۲۴۔ نفیس رقم، انور حسین۔ "خطاطان قرآن" سیارہ ڈائجسٹ: قرآن نمبر، جلد ۱۴، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۷۰ء): ۸۰۵-۸۲۲۔

۲۲۵۔ نفیس رقم، انور حسین۔ "لاہور کے اخباری خطاط" روزنامہ امروز (جون ۲۸، ۱۹۷۶ء)۔ ص آخر۔

۲۲۶۔ نفیس رقم، انور حسین۔ نفائس القلم: الجزء اول۔ لاہور: مکتبہ نفیس، ۱۹۷۱ء۔

۲۲۷۔ نفیس رقم، انور حسین۔ مغل دور کے کتابہ نویس روزنامہ مشرق لاہور۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۳ء۔

۲۲۸۔ نمائش خطاطی۔ لاہور: پنجاب آرٹس کونسل، ۱۹۷۶ء۔

۲۲۹۔ نمائش گاہ خط۔ لاہور: خانہ فرہنگ ایران، ۱۳۵۷ھ۔

۲۳۰۔ نور اللہ و سجے۔بی۔نائک۔ تاریخ تعلیم ہند۔ دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۸۲ء۔

۲۳۱۔ وارثی، عنایت اللہ۔ گرد سفر: خود نوشت سوانح۔ لاہور: پروگریسو بکس، نومبر ۱۹۸۵ء۔

۲۳۲۔ واعظ بلخی، صفی الدین۔ تذکرہ علمائے بلخ ترجمہ نذیر احمد۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔

۲۳۳۔ وائیں، غلام حیدر۔ "خطاط الملک تاج الدین رقم لاہوری: فن خطاطی کا ایک عہد آفریں نام" روزنامہ نوائے وقت (جون ۳۰، ۱۹۸۱ء)۔

۲۳۴۔ وحدۃ الفن الاسلامی۔ ریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۲۳۵۔ وکیلی فوفلزئی، عزیز الدین۔ ہنر خط در افغانستان در دو قرن آخیر۔ کابل: انجمن نمرہ، ۱۴۳۲ھ۔

۲۳۶۔ ولیمز، رشبروک۔ ظہیر الدین محمد بابر ترجمہ رفعت بلگرامی۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔

۲۳۷۔ ہاشم، اے۔ایل۔ ہندوستان کا شاندار ماضی، ترجمہ ایس۔ غلام سمنان۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۲ء۔

۲۳۸۔ ہاشم محمد۔ تحفۃ الخطاطین۔ کراچی: نور محمد اصح المطابع۔

۲۳۹۔ ہاشم محمد الخطاط۔ قواعد الخط العربی۔ محفوظہ الکاتبہ او مجلہ وزارت المعارف العراقیہ، ۱۹۶۱ء۔

۲۴۰۔ ہاشمی فرید آبادی، تاریخ قدیم یونان۔ علی گڑھ: مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ کالج۔

۲۴۱۔ ہاشمی فرید آبادی، ماثر لاہور۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء۔

۲۴۲۔ ہاشمی، محمد متین وغلام حسین۔ فہرست مخطوطات عربی وفارسی دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری۔ جلد سوم۔ لاہور: مرکز تحقیق، لائبریری، ۱۹۷۹ء۔

۲۴۳۔ ہدایت اللہ۔ "تذکرہ خطاطین" مجلہ انجمن عربی وفارسی دانش گاہ پنجاب، (مئی ۱۹۶۴ء): فروری ۱۹۶۵ء جلد ۹، شمارہ ۲۔۴۔

۲۴۴۔ ہفت قلمی، غلام محمد۔ تذکرہ خوشنویساں۔ کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۹۱۰ء۔

۲۴۵۔ ہیرلنڈولیم۔ تاتاریوں کی یلغار مترجمہ عزیز احمد۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴ء۔

۲۴۶۔ یحیی بن احمد سرہندی۔ تاریخ مبارک شاہی ترجمہ آفتاب اصغر۔ لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء۔

۲۴۷۔ یوسف بخاری دہلوی۔ خطاطی اور ہمارا رسم الخط کراچی: ایچ۔ایم۔سعید کمپنی۔ ۱۹۵۹ء۔

History of Art edited by Frederick M. Asher and G.S. Gai. Delhi: Oxofored IBH Publishing, 1985.

270- Begley, W.E. Monumental Islamic Calligraphy from India. Villa Park, Ill: Islamic Foundation, 1985.

271- Bendrey, V.S. A Survey of Muslim Inscriptions, 1907-1938. Karachi: Indus Publications, 1992.

272- Bhutta, Muhammad Iqbal, "Abdul Rashid Dailmi's Rare Manuscript in the Collection of Lahore Museum with a Note on His Life and Works." Lahore Museum Bulletin, Vol. II, No.2, (July-December 1989): 51-62.

273- Bhutta, Muhammad Iqbal, "The Calligraphy at Ghulabi Bagh Gateway and Dai Angas Tomb," Punjab Archaelogy. Vol. 1 No.1 (1996).

274- Bhutta, Muhammad Iqbal, "Epigraphy of Masjid Kharasian: The Earliest Extent Nastaliq Stone Inscription from Lahore," Lahore Museum Bulletin, Vol. III, No.2 July-December 1990: 77-90.

275- Bhutta, Muhammad Iqbal, "Iman Verdi and His Rare Manuscript in the National Museum of Pakistan-Karachi," Lahore Museum Bulletin,Vol V, No.2 (July-Dec 1992): 67-74.

276- Bhutta, Muhammad Iqbal "Two Undated Inscriptions of Akbar's Time", Journal of the Research Society of Pakistan, Vol xxxI, No.4 (October 1994): 37-44.

277- Brand, Michael and Glenn D. Lowery. Akbers India: Art from the Mughal City of Victory, New York: The Asia Society, 1985.

278- Brentjes, B. "Islamic Art in Central Asia Through the Centuries," Arts of the Islamic World, Vol.4, No.3 (1987): 105.

279- Chaghatai, Muhammad Abdullah "Mirat al-Quds: An Illustrated Manuscript of Akbar's Period Abdout Christ's Life," Lahore Museum Bulletin, Vol.1, No.2 (July-December 1988): 94-104.

280- Clorse, Stanlay. Mughal Art and Architecture, New Delhi: Caxton Publications, 1988.

281- Dar. Saif-ur-Rehman. "Aslam Kamal-Pioneer in Calligraphic Painting," In: Painting from Pakistan. Islamabad: National Councial of the Arts and National Commission for UNESCO, 1988. 56-63.

282- Dar. Saif-ur-Rehman. "A Rare Inscription from Jandiala Sher Khan," The Daily Nation (Dec 19, 1986):

283- Dar. Saif-ur-Rehman, "Astrolabes and Astrolabe Makers of Lahore." Lahore Museum Bulletin Vol, VII. No. 1-2 (1994): 165-198.

284- Dar. Saif-ur-Rahman. "Epigraphical Evidence from Taxila, Part I: Khoroshthi Inscriptions" Journal of Research Society of Pakistan, Vol, XVI, No. 4 (October 1979):

285- Dar. Saif-ur-Rahman, "Epigraphical Evidence from Taxila, Part II: Aramic Inscriptions" Journal of Research Society of Pakistan, Vol, XVII, No. (January 1980):

286- Dar. Saif-ur-Rehman, "Epigraphical Evidence from Taxila, Part III: Brahmi, Greek and Pahlavi Inscriptions" Journal of Research Society of Pakistan.Vol XVIII, No.(Jan 1980):

287- Dar. Saif-ur-Rehman, Hidden Treasurers of Fakir Khana: History and Collection of Family of Note. Lahore: Goverment Printing Press, 1988.

288- Dar. Saif-ur-Rahman. Islamic Calligraphy Lahore : 1982.

289- Dar. Saif-ur-Rahman. "Jandiala Sher Khan Baoli," The Daily Nation (Oct. 22, 1986):

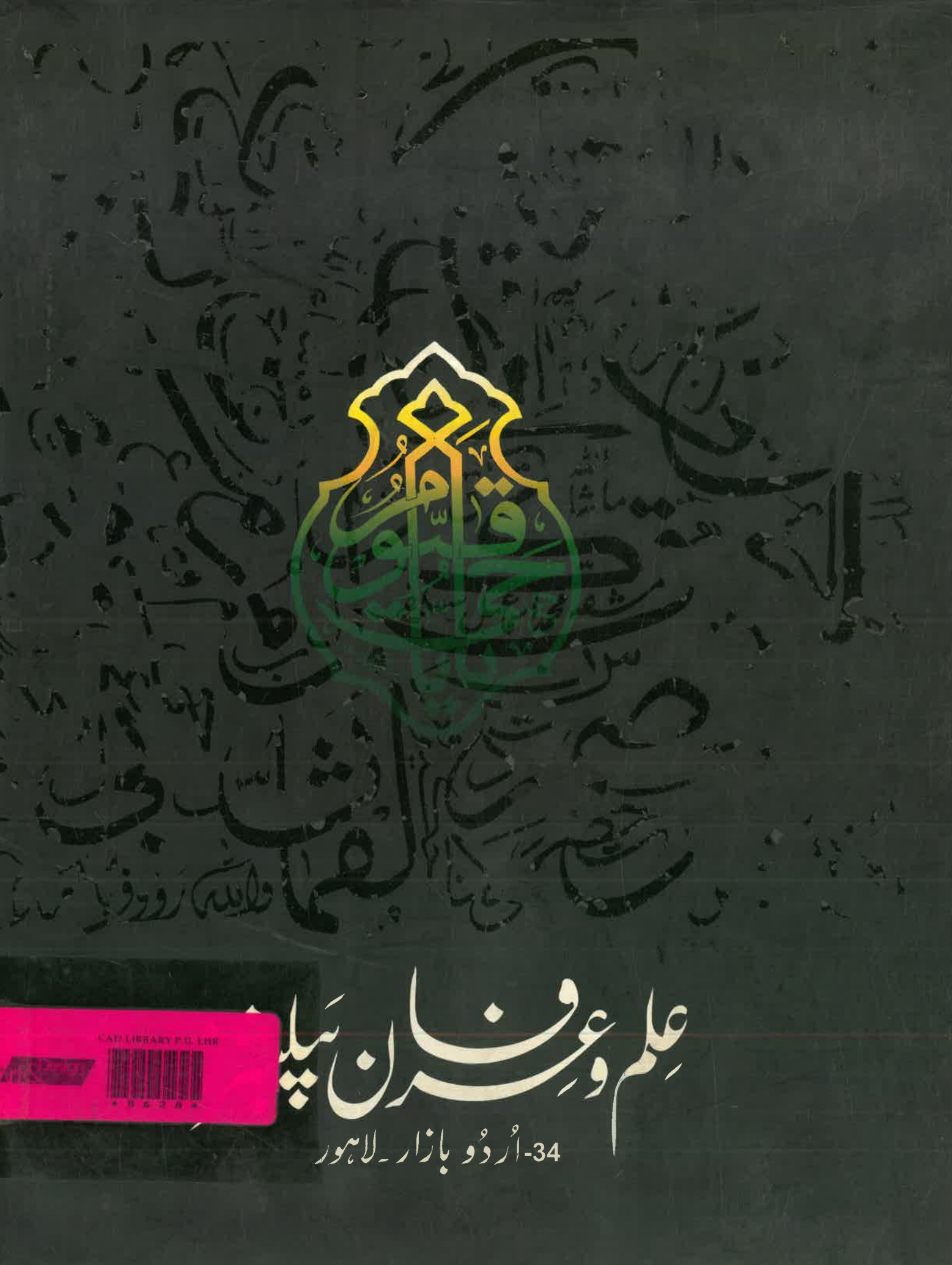
290- Dar. Saif-ur-Rehman. "Marot Fort Inscription of the Time of Akbar, Dated, 976 A.H/1569" Journal of Central Asia, Vol. IV, No.2 (December 1981): 147-159

291- Dar, Saifur Rahman. "The Earliest Dated Inscription in Lahore," The Daily Nation (Oct, 24, 1986):
292- Dar. Saif-ur-Rehman. "Tomb of Anar Kali: Lady of the Legend," The Daily Nation (Dec, 12, 1986):
293- Davis, Fanny. The Palace of Topkapi in Istanbul. New York: Charles Scribnets Sons, 1970.
294- Desai, Z.A. "Contribution of Arabic and Persian Inscriptions of India to Islamic Calligraphy." In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol. III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
295- Dasai, Z.A. "Islamic Inscriptions: Their Bearing on Monuments," In: Indian Epigraphy: Its Bearing on the History of Art, edited by Frederick M.Asher and G.S. Gai. Delhi: Oxford of IBH Publishing, 1985.
296- Z.A Desai. Epigraphica Indica: Arabic and Persian, Supplement 1939-50. New Delhi: Archaeological Survey of India , 1987.
297- Z.A. Desai. Epigraphia Indica 1931-36, New Dalhi: Archaeological Survey of India, 1987.
298- Dimand, M.S. A Handbook of Muhammadan Art, NewYork Hortsdale House, 1947.
299 Diringer, David, Writing. London: Thames & Hudson, 1962.
300- Faruqi, Lois Lamyaal. Islam and Art. Islamabad: National Hijra Council, 1985.
301- Fatimi, S.Q. "First Muslim Invasion of the N.W. Frontier of the Indo-Pakistan Subcontinent, 44 A.H/664-5 A.D." Journal of the Asiatic Society of Pakistan, Vol. VIII, No.1 (June 1963): 37-45.
302- Ferishta, Mahomed Kasim. History of the Rise of the Mohomedan Power in India, English translation by John Briggs. Delhi: Low Price Publications. 1990.
303- 5th National Exhibition 1984. Islmabad: Idara-e-Saqafat-e-Pakistan, 1984.
304- Galaal, M.H.I. "Arabic Script for Somali" The Islaimc Quarterly Vol, 1, No.2 (July 1954): 114-118.
305- Gazetteers of the Gujranwala District Lahore: Government Printing Press, 1938.
306- Gazetteer of the Gujrat District 1921, Lahore: Sang-e-Meel Publications. 1990.
307- Gazetteer of the Lahore District: Part-A, Lahore: Government Printing Press. 1916.
308- Gazetteer of the Sialkot District: Lahore: Government Printing Press, 1894-95.
309- Gelb, I.J A Study of Writing: The Foundations of Grammatology. Chicago: The University of Chicago Press, 1952.
310- Ghaffur, M.A. Calligraphers of Thatta, Karachi: Institution of Central and Western Asian Studies, University of Karachi. 1978.
311- Goulding, H.R. Old Lahore: Reminiscenes of a Resident. Lahore: Universal Books, 1923.
312- Gray, Basil, "History of Miniature Painting: The Fourteenth Century," In: The Arts of the Book in Central Asia: 14th-16th Centuries, edited by Basil Gray. London: Serindia Publications, 1979.
313- Greenville, G.S.P. Freeman. The Muslim and Christian Calendars. London: Oxford University Press, 1963.
314- Grube, Ernst J. "The School of Herat from 1400 to 1450." In: The Arts of the Book in Central Asia: 14th-16th Centuries, edited by Basil Gray. London: Serindia Publications. 1979.
315- Gulzar Ahmad. Turkey: Rebirth of a Nation Karachi: March, 1961.
316- Habib-ur-Rehman. "Arabic Script Its Origin and Development," Pakistan Archaeology, No. 6, 1969-264-267.

317- Haig, Wolseley, The Cambridge History of India, Vol III: Turk and Afghan. New Dahli: Chand & Co, 1958.
318- Haig, Wolseley, The Cambridge History of India: Vol III, Turks and Afghan. Cambridge University Press, 1928.
319- Hambly, Gavin. Cities of Mughal India. London: Paul Flex, 1977.
320- Hobson, J Peter. Art of Islam: Language and Meaning. London: World of Islam Festival Publishing, 1976.
321- Hussain, J. An Illustrated History of Pakistan, Book-2, Karachi: Oxford University Press, 1983.
322- Ihsanoglu, Ekmeleddin. "International Islamic Calligraphy Competition: Young Turks of the Art of Calligraphy." Arts of the Islamic World, Vol. 4, No.3 (1987): 74-76.
323- Ikram, S.M. Muslim Rule in India and Pakistan. Lahore: Star Book Depot, 1966.
324- Inam-ud-din, S.M. "Mosque as a Centre of Education in Early Middle Ages," Journal of Islamic Research Institute, Islamic University, Islamabad, Vol, XXIII, No.3 (Autumn 1984): 159-170.
325- Khalid Mehmud. "The Mausoleum of Emperor Jahangire," Arts of Asia, Vol.13, No.1 (Jan-Feb. 1983): 57-66.
326- Khatibi, Muhammad Sijelmassi Obdel Kabir. The Splendour of Islamic Calligraphy. London: Thames and Hudson, 1976.
327- Khurshid Hasan. "Manuscripts on Islamic Medicine." The Daily Dawn, Friday (July 17, 1992): 3.
328- Konishi, Masatoshi A. "Multani Kaghaz: Lesser Known Aspect of Multan as Paper Making Centre," Lahore Museum Beulletin, Vol, II, No,2 (July-December 1989): 61-68.
329- Lane-Poole, Stanley. Turkey, Lahore: Publishers United,
330- Lings, Martin. The Quranic Art of Calligraphy and Illumination. Westerham: World of Islam Festival Trust, 1976.
331- Mahdi Hussain, Agha. Tughluq Dynasty. New Dehli: S.Chan, 1976.
332- Mahfuzul Haq M. "Specimens of Muslim Calligraphy in the Ghosh Collection, Calcutta," The Muslim Review, Vol. II, No.2 (Oct-Dec 1927): 36-56.
333- Mahoney, Dorothy. The Craft of Calligraphy. London: Pelham Books, 1981.
334- Malik, Ikram Ali: A Bibliography of the Punjab and Its Dependencies. Lahore: Research Society of Pakistan, Punjab University, 1968.
335- Markel, Stephen. "Fit for an Emperor: Inscribed Works of Decorative Art Acquired by Great Mughals" Orientations, (August 1990):
336- Mercer, Samuel A.B. The Origin of Writing and Our Alphabet. London: Luzac, 1959.
337- Midon, Jean Louis. "The Message of Islamic Art," Arts of the Islamic World, Vol.4, No.3 (1987): 96-97.
338- Muhammad Abdul Ghafur. "Fourteen Kufic Inscriptions of Bhambore, the Site of Daybul," Pakistan, Archoelogy, No. 3 (1966): 65-90.
339- Muhammad Amin. "Inscription on the Tomb of Hansa Bai at Makli Hill (Thatta)," Pakistan Archaeology, No. 23 (1987-88): 269-272.
340- Muhammad Baqir. Lahore: An Illustrated Guide, Lahore: Punjabi Adbi Academy, 1963.
341- Mhuammad Baqir. Lahore: Past and Present, Lahore: Punjabi Adbi Academy, 1984.
342- Muhammad Hanif Raza. Lahore: Past and Present Islamabad: Calospix, 1987.
343- Muhammad Latif. History of the Punjab. Lahore: Peoples Publishing House, 1956-57
344- Muhammad Saeed: Lahore: A Memoier, Lahore: Vanguard Books, 1989.

345- Muhammad Sani Zahradeen. "Islamic Calligraphy in West Africa: The Qura'ans of Northern Nigeria." In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Arts, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol, III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
346- Mumtaz Hasan. "Pakistan and Iran" A Historical Background," Journal of the Regional Cultural Institure (Iran, Pakistan, Turkey), Vol. 4, Nos, 1-4, (1971): 27-34.
347- Mustafiz-ur-Rehman. Islamic Calligraphy in Medieval India. Dacca: University Press, 1979.
348- Nadiem, I.H. Rohtas: Formidable Fort of Sher Shah. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1995.
349- Naqvi, S.A. A Glimpse in the Common Literary Heritage of Pakistan and Turkey. Karachi: National Museum of Pakistan, 1966.
350- Naqvi, S.A. Muslim Calligraphy. Karachi, Museum Association of Pakistan, 1967.
351- Naqvi, S.A. Persian Manuscripts. Karachi: National Museum of Pakistan, 1972.
352- Nashabi, Hisham. "The Place of Calligraphy in Muslim Education," In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol, III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
353- Nasir, Parvin T. "Islmic Coinage: Its Contribution Towards Art and Calligraphy." In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol, III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
354- Nath, R. Calligraphic Art in Mughal Architecture Calcutta: Iran Society, 1979.
355- Neysari, Salim. "The Development of Persian Letter Shapes with Special Reference to the Teaching of Handwriting to Beginners," Journal of the Regional Cultural Institure (Iran, Pakistan, Turkey) Vol,4 Nos. 1-4, (1971): 139-164.
356- Omur Bakirer. "Geometric Interpretations of Kufic Calligraphy," In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol. III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
357- Prince Sadr-ud-din Agha Khan Collection of Islamic Art. Chateane Bellerive, 1972.
358- Qureshi, Muzaffar Mahmood. "Calligraphy at Grass Roots-Is Extinction Inevitable?" In: The Proceedings of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, March 1-6, 1981, Vol, III. Peshawar: Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.
359- Qureshi, Samina Lahore: The City Within Singapore: Concept Media, 1988.
360- Qureshi, Waheed. "Gujranwala: Past and Present," Oriental College Magazine, Vol, 34, No. 2-3 (Feb-May 1958): 19-45.
361- Rashid, K.A. "The First Muslim Invasion of the North-West-Frontier of the Indo-Pakistan Sub-Continent 44 A.H./664-5 A.D." Journal of the Asiatic Society of Pakistan. Vol, VIII, No.2 (December 1963): 25-32.
362- Rice, David Talbot, Islamic Art. London: Thames & Hudson, 1986.
363- Robinson, Basil W. "The Turkman School to 1503." In: The Arts of the Book in Central Asia: 14th-16th Centuries, edited by Basil Gray. London: Serindia Publications, 1979.
364- Rogers, J.M. and R.M. Wand. Suleyman the Magnificent London: The British Museum, 1988.
365- Safadi, Yasin Hamid. Islamic Calligraphy. London: "Thames and Hudson, 1978.

DATA ENTRED



CAD LIBRARY P.U. LHR

علم و عرفان پبلی
34-اُردُو بازار۔لاہور